ملفوظات
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

جلد ۹

ملفوظات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

جلد ۹

دیباچہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت تصانیف اس سے قبل رُوحانی خزائن کے نام سے ایک سیٹ کی صورت میں طبع ہوچکی ہیں لیکن ایک عرصہ سے نایاب ہونے کی وجہ سے اس بات کی شدّت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس رُوحانی مائدہ کو دوبارہ شائع کرکے تشنہ روحوں کی سیرابی کا سامان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا بیحد احسان ہے کہ اسکی دی ہوئی توفیق سے خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں اب ان کتب کو دوبارہ سیٹ کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔ یہ کتب اکثر چونکہ اُردو زبان میں ہیں اور اُردو دان طبقہ کی اکثریت پاکستان میں ہے اس لئے مناسب تو یہ تھا کہ ان کتب کی اشاعت بھی پاکستان میں ہوتی۔ لیکن ناگزیر مشکلات کی وجہ سے مجبوراً بیرون پاکستان سے ہی ان کی اشاعت کا فیصلہ کرنا پڑا۔

اس ایڈیشن کے سلسلہ میں چند امور قابل ذکر ہیں۔

ا۔ قرآنی آیات کے حوالے موجودہ طرز پر (نام سورۃ : نمبر آیت) نیچے حاشیہ میں دیئے گئے ہیں۔

ب۔ سابقہ ایڈیشن سے محض کتابت کی غلطیوں کی تصحیح کی گئی ہے۔

ج۔ ہاتھ سے لکھی ہوئی انگریزی عبارات کو صاف TYPE میں پیش کیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سعید روحوں کو ان رُوحانی خزائن کے ذریعہ راہِ ہدایت نصیب فرمائے اور ہماری حقیر کوششوں کو قبولیت بخشے۔ آمین

خاکسار

النّاشر

۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء

مبارک احمد ساقی ایڈیشنل ناظر اشاعت

ملفوظات طیبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد نہم ۹

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات طیبہ کی یہ نویں جلد ہے جو ماہ جولائی ۱۹۰۶ء سے لے کر ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء تک کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی ترتیب و تدوین بھی مکرم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین جزاءً حسناً۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر اور آئندہ آنیوالی نسلوں پر خاص فضل و احسان ہے جو اس نے امام آخرالزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُوح پرور اور ایمان افروز کلمات طیبات کو پریس کے ذریعہ سے محفوظ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آپ کے ان پاک باطن، وفادار اور مخلص جاں نثار صحابہ کو جنہوں نے نہایت اخلاص اور محبت سے ان پاک موتیوں کو اپنے اخبارات میں محفوظ کر کے آئندہ آنیوالی نسلوں کے ایمان کو تر و تازہ کرنے اور ان کے تزکیہ نفس کا سامان فراہم کر دیا۔ ان تحریروں کو پڑھکر ہم آج بھی اپنی آنکھوں کے سامنے وہ منظر لاکر محظوظ اور لطف اندوز ہوتے ہیں جب کہ خدا کا پاک مسیح موعود اپنے مُریدان باصفا کے سامنے کھڑے ہو کر یا بیٹھے ہوئے ان کا خدا سے رشتہ مستحکم کرنے کے لئے اور ان کی صفائی باطن اور تزکیہ نفس کے لئے مختلف ہدایات دیتا اور ترقی کی راہوں کی طرف ان کی رہنمائی فرماتا تھا۔ چند ہدایات درج ذیل ہیں۔ فرمایا:۔

دُعا

"دُعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دُعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دُعا ہی ہے۔ اس کے سوا اَور کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں"

(صفحہ ۲۸ جلد ہذا)

بدظنی

"سارے گناہوں کی جڑ بدظنی ہے۔ لکھا ہے کہ جب کافر لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے انہیں کہا جائے گا کہ یہ

تمہاری بدظنی کا نتیجہ ہے۔ خدا تعالیٰ کا رسول تمہارے پاس آیا۔ اس نے تمہیں نیکی کی بات سکھائی۔ توبہ و استغفار کا سبق دیا پر تم نے اس کی مخالفت کی۔ اور اس پر بدظنی کر کے کہا کہ تجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہام نہیں ہوتا۔ تُو سب اپنے پاس سے بنا کر کہتا ہے " (صفحہ ۲۴ جلد ہذا)

اختلاف مذہبی اور اخلاق

" ہمارے اصول میں داخل نہیں کہ مذہبی اختلاف کی بنا پر کسی کے ساتھ بدخُلقی کریں۔ اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیونکہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جس کو صحتِ رُوحانی حاصل نہیں۔ پس بیمار تو اَور بھی قابلِ رحم ہے جس کے ساتھ بہت خلق اور حلم اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ اگر بیمار کے ساتھ بدخلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اَور بھی بڑھ جاوے گی۔ اگر کسی میں غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہیئے ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا" (صفحہ ۳۵ جلد ہذا)

ہر تصنیف قابلِ اشاعت نہیں ہوتی

" بہت سے لوگ اس قسم کے بھی ہوتے ہیں جو دینی علوم سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے۔ ان کی تصانیف بجائے فائدہ کے ضرر رساں ہوتی ہیں۔ اس قسم کی تصانیف پہلے قادیان میں آنی چاہئیں۔ اور یہاں لوگ اس کو دیکھیں اور اس پر غور کریں کہ آیا وہ چھپنے کے قابل بھی ہے یا کہ نہیں" (صفحہ ۶۹ جلد ہذا)

مسلمان کا مقصد

حقیقی مسلمان کا یہ مقصد نہیں ہوا کرتا کہ اس کو خوابیں آتی رہیں۔ بلکہ اس کا مقصد تو ہمیشہ یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے اور جہانتک اس کی طاقت اور ہمت میں ہے اس کو راضی کرنے کی سعی کرے۔ یہ سچ ہے کہ یہ بات نرے مجاہدے اور سعی سے نہیں ملتی بلکہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق پر موقوف ہے " (صفحہ ۸۴ جلد ہذا)

اسلام ایک موت ہے

" یاد رکھو اسلام ایک موت ہے۔ جب تک کوئی شخص نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئی زندگی نہیں پاتا اور خدا ہی کے ساتھ بولتا چلتا پھرتا سُنتا دیکھتا نہیں وہ مسلمان نہیں ہوتا " (صفحہ ۱۲۱ جلد ہذا)

بیعت مشروط نہیں ہوتی

" میں کھول کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری بیعت اس لئے کرتا ہے کہ اُسے بیٹا ملے یا فلاں عہدہ ملے یعنی شرطی باتوں پر بیعت کرتا ہے تو وہ آج نہیں، کل نہیں، ابھی الگ ہو جاوے اور چلا جاوے۔ مجھے

ایسے آدمیوں کی ضرورت نہیں اور نہ خدا کو ان کی پرواہ ہے" ۔ (صفحہ ۱۱۶ جلد ہذا)

تقویٰ تمام دینی علوم کی کنجی ہے

"قرآن شریف کے سمجھنے اور اس کے موافق ہدایت پانے کے لئے تقویٰ ضروری امر ہے۔ دوسری جگہ فرمایا لایمسّہٗ الّا المطھّرون۔ دوسرے علوم میں یہ شرط نہیں۔ ریاضی، ہندسہ، ہیئت وغیرہ میں اس امر کی شرط نہیں کہ سیکھنے والا ضرور متقی اور پرہیزگار ہو بلکہ خواہ کیسا ہی فاسق و فاجر ہو وہ بھی سیکھ سکتا ہے۔ مگر علم دین میں خشک منطقی اور فلسفی ترقی نہیں کر سکتا اور اس پر وہ حقائق اور معارف نہیں کھل سکتے جس کا دل خراب ہے اور تقویٰ سے حصہ نہیں رکھتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ خوب یاد رکھو کہ تقویٰ تمام دینی علوم کی کنجی ہے۔ انسان تقویٰ کے سوا ان کو نہیں سیکھ سکتا" (صفحہ ۱۵۱ جلد ہذا)

صحیح عہد

"صحیح عہد وہ ہوتا ہے کہ عہد کرنے سے پہلے طرفین نے قلب صافی کے ساتھ تمام واقعات ایک دوسرے کو سمجھا دیئے ہوں اور کوئی بات ایسی درمیان میں پوشیدہ نہ رکھی ہو جو کہ اگر ظاہر کی جاتی تو دوسرا آدمی اس عہد کو منظور نہ کرتا۔ ہر ایک عہد جائز نہیں ہوتا کہ اس کو پورا کیا جاوے بلکہ بعض عہد ایسے ناجائز ہوتے ہیں کہ ان کا توڑنا ضروری ہوتا ہے ورنہ انسان کے دین میں سخت حرج واقع ہوتا ہے" (صفحہ ۲۵۰ جلد ہذا)

صفات واعظ یا ملازم وغیرہ

"جب تک کسی میں تین صفتیں نہ ہوں۔ وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کے سپرد کوئی کام کیا جائے اور وہ صفتیں یہ ہیں۔ دیانت، محنت، علم جب تک یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں تب تک انسان کسی کام کے لائق نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص دیانتدار اور محنتی بھی ہے لیکن جس کام میں اُسے لگایا گیا ہے۔ اس فن کے مطابق علم اور ہنر نہیں رکھتا تو وہ اپنے کام کو کس طرح سے پُورا کر سکے گا۔ اگر علم رکھتا ہے محنت بھی کرتا ہے مگر دیانتدار نہیں۔ ایسا آدمی بھی رکھنے کے لائق نہیں۔ اور اگر علم و ہنر بھی رکھتا ہے اپنے کام میں خوب لائق ہے اور دیانتدار بھی ہے مگر محنت نہیں کرتا تو اس کا کام بھی ہمیشہ خراب رہے گا۔ غرض ہر سہ صفات کا ہونا ضروری ہے" (صفحہ ۲۵۵ جلد ہذا)

جب حضرت اقدس یہ فرما چکے تو حاضر دوستوں میں سے ایک نے سیکھوانی برادران یعنی میرے تایا حضرت میاں جمال الدین صاحبؓ اور میرے والد حضرت میاں امام الدین صاحبؓ اور میرے چچا حضرت میاں خیرالدین صاحبؓ کا ذکر کیا کہ وہ بھی اس کام کے واسطے رکھے جا سکتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا:۔

"بیشک وہ بہت موزوں ہیں۔ مخلص آدمی ہیں۔ ہمیشہ اپنی طاقت سے بڑھ کر خدمت کرتے ہیں۔ تینوں بھائی ایک ہی صفت کے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کون ان میں سے دوسروں سے بڑھ کر ہے" (صفحہ ۲۵۵ جلد ہذا)

واعظ کیسے ہونے چاہئیں

"واعظ ایسے ہونے چاہئیں جن کی معلومات وسیع ہوں۔ حاضر جواب ہوں۔ صبر اور تحمل سے کام کرنے والے ہوں۔ کسی کی گالی سے افروختہ نہ ہو جائیں۔ اپنے نفسانی جھگڑوں کو درمیان میں نہ ڈال بیٹھیں۔ خاکسارانہ اور مسکینانہ زندگی بسر کریں۔ سعید لوگوں کو تلاش کرتے پھریں جس طرح کہ کوئی کھوئی ہوئی شے کو تلاش کرتا ہے۔ مُفسدہ پرداز لوگوں سے الگ رہیں۔ جب کسی گاؤں میں جائیں وہاں دو چار دن ٹھہر جائیں۔ جس شخص میں فساد کی بدبُو پائیں اس سے پرہیز کریں۔ کچھ کتابیں اپنے پاس رکھیں جو لوگوں کو دکھائیں۔ جہاں مناسب جانیں وہاں تقسیم کر دیں"

(صفحہ ۴۲۸ جلد ہذا)

حساب رکھو

"لوگ دنیا کا حساب و کتاب کس قدر محنت سے یاد رکھتے ہیں لیکن عمر کا حساب نہیں رکھتے اور خیال بھی نہیں کرتے کہ اب عمر کا کس قدر حصہ باقی رہ گیا ہے اور اس کا اعتبار کیا ہے" (صفحہ ۴۷۹ جلد ہذا)

اے ہمارے رحیم و کریم خدا! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے مامور و مُرسل کی ہدایات پر پوری طرح عمل کرنیوالے ہوں اور ہمیں اور ہماری اولادوں کو ان عمیق گڑھوں اور خندقوں سے محفوظ رکھ جو شیطان نے اس زمانہ میں انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے تیار کی ہیں۔ ہم کمزور ہیں تو قادر و توانا خدا ہے تو اپنی جناب سے ہمیں قدرت بخش کہ ہم اور ہماری اولادیں تیرے مُرسل کے ملفوظات طیبات کی قدر اور دُنیا کے گوشہ گوشہ میں ان کی اشاعت کرنے والے ہوں۔ آمین!

خاکسار

جلال الدین شمس

ربوہ

۱۷ر جنوری ۱۹۶۶ء

انڈیکس مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　　　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

انڈکس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد نہم ۹

(مرتبہ مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری)

الف

اللہ تعالیٰ

میں بیان کی جارہی ہیں۔ وہ اپنے مواعید کے خلاف بھی نہیں کرتا۔ اس کی صفات میں اس بات کے امکان پر بحث کرنا کہ وہ خودکشی پر قادر ہے یا اس کے بیٹے کے امکان کا قائل ہونا نہایت لغو حرکت ہے۔ ایسی باتوں کے بارے میں اس بہانے سے گفتگو کرنا کہ ہم نفس امکان پر بحث کرتے ہیں سخت درجے کی گستاخی ہے ص۲۶۶

۱۳۔ خدا تعالیٰ کے کسی فعل پر شرح صدر نہ رکھنا ایک مخفی اعتراض ہے ص۲۵۷

۱۴۔ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تسلی بے نظیر ہوتی ہے ص۲۶۸

۱۵۔ اللہ تعالیٰ پر افترا کر کے کوئی شخص بچ نہیں سکتا۔ ص۳۰۷

۱۶۔ خدا کی اولاد سے کیا مراد ہے ص۴۸۲

۱۷۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا نہیں کر سکتا جب تک باوجود اولاد کے بے اولاد نہ ہو اور باوجود مال کے دل میں مفلس و محتاج نہ ہو۔ اور باوجود دوستوں کے بے یار و مددگار نہ ہو ص۱۱۶

آبکاری

محکمہ آبکاری میں ملازمت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد:۔

"اس وقت ایسے تمام امور حالتِ اضطرار میں داخل ہیں۔ ملک کی سلطنت اور حالات موجودہ کے لحاظ سے اضطراراً یہ امر جائز ہے۔

تحصیلدار یا نائب تحصیلدار نہ شراب بناتا ہے نہ بیچتا ہے نہ پیتا ہے۔ صرف اس کی انتظامی نگرانی ہے اور بلحاظ سرکاری ملازمت کے اس کا فرض ہے۔ خدا تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا چاہیئے۔ اور دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ وہ اس سے بہتر سامان پیدا کرے۔ ص۲۸۸

آریہ

۱۔ آریوں کے عقیدہ کے موافق خدا کی ہستی پر دلیل نہیں ص۱۴۸

۲۔ ان کے نزدیک روح اور مادہ ازلی ابدی ہے ص۲۶۲

۳۔ ان کا اعتقاد ہے کہ خدا نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا ص۲۰۵

۴۔ ان کے مذہب میں انسان کے واسطے کبھی نجات نہیں ص۲۳۸

۵۔ ان کے نزدیک گناہ معاف ہی نہیں ہو سکتے ص۹۱

۶۔ آریہ مذہب میں روحانیت نہیں ہے ص۶۳

۷۔ آریہ سماج کا اب خاتمہ ہے ص۲۸۶

۸۔ ابھی ایک صدی نہ گزرے گی کہ اس مذہب پر موت وارد ہو جائے گی ص۶۳

۹۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ زندہ ہوں گے کہ یہ تباہ ہو جائیں گے ص۲۷۴

۱۰۔ جب حضور نے آریہ مذہب کے متعلق پیشگوئی فرمائی کہ ایک سو سال تک دنیا سے مفقود ہو جائے گا تو اس وقت آریوں نے شور مچایا کہ یہ مذہب ہمیشہ قائم رہے گا مگر اب وہ خود معترف ہیں کہ آریہ مذہب مردہ ہے ص۶۲

۱۰۳- نارجهنّم اشدّ حرًا ص ۳۸۲

۱۰۴- أحسب الناس ان یترکوا ان یقولوا
أمنّا وهم لایفتنون ص ۳۸۲ - ۴۴۳

۱۰۵- وعلی الّذین یطیقونه ص ۳۹۴

۱۰۶- والله مخرجٌ ماکنتم تکتمون ص ۳۹۷

۱۰۷- و وضعنا عنك وزرك الّذی انقض
ظهرك ص ۴۰۶

۱۰۸- من المومنین رجالٌ صدقوا ما عاهدوا
الله علیه فمنهم من قضٰی نحبهٗ ومنهم
من ینتظر وما بدّلوا تبدیلاً
ص ۴۰۷ - ۴۱۵

۱۰۹- لایستاخرون ساعةً ولایستقدمون
ص ۴۰۵

۱۱۰- فلانقیم لهم یوم القیامة وزنًا ص ؍

۱۱۱- وماقدروا اللّٰه حق قدرهٖ ص ۴۱۰

۱۱۲- وأٰخرین منهم لمایلحقوا بهم ص ۴۱۵

۱۱۳- فاذکروا اللّٰه کذکرکم اٰباءکم او اشد
ذکرًا ص ۴۲۱

۱۱۴- ید اللّٰه فوق ایدیهم ص ؍

۱۱۵- وان من قریة الّا نحن مهلکوها قبل یوم
القیامة او معذّبوها عذابًا شدیدًا ص ۴۲۲

۱۱۶- وماکنّا معذبین حتّٰی نبعث رسولًا
ص ؍

۱۱۷- قد افلح من تزکّٰی ص ۴۲۶

۱۱۸- وجاعل الذین اتّبعوك فوق الذین کفروا
الیٰ یوم القیامة ص ۴۴۲

۱۱۹- فویل لّلمصلّین الذین هم عن صلوٰتهم
ساهون ص ۴۴۹

۱۲۰- ادعوه مخلصین له الدین ص ۴۵۱

۱۲۱- ولقد ارسلنا رسلًا من قبلك منهم
من قصصنا علیك ومنهم من لم
نقصص علیك ص ۴۵۵

۱۲۲- وان من قریة الّا خلا فیها نذیر ص ؍

۱۲۳- یحرفون الکلم عن مواضعهٖ ص ۴۵۶

۱۲۴- لاتثریب علیکم الیوم ص ۴۵۷

۱۲۵- ظهر الفساد فی البرّ والبحر ص ؍

۱۲۶- ورأیت النّاس یدخلون فی دین اللّٰه
افواجًا ص ؍

۱۲۷- یؤمن باللّٰه وکلماتهٖ ص ؍

۱۲۸- وشارکهم فی الاموال والاولاد ص ۴۵۸

۱۲۹- ان مثل عیسٰی عند اللّٰه کمثل اٰدم ص ؍

۱۳۰- اوترقٰی فی السّماء ص ۴۵۹ - ۴۷۴

۱۳۱- قل سبحان ربّی هل کنت الّا بشرًا
رسولًا ص ۴۵۹ - ۴۷۴ - ۴۷۸

۱۳۲- انّ عبادی لیس لك علیهم سلطان ص ۴۶۲

۱۳۳- انّی اعیذها بك وذریتها من الشیطٰن
الرجیم- ص ۴۶۴

۱۳۴- لایفلح الساحر حیث اتٰی ص ۴۷۱

۱۳۵- اذ یقول الظالمون ان تتبعون الّا رجلًا
مسحورًا ص ۴۷۲

استقامت

اسلام

اسم اعظم

اشتہار

اعتراض

اعتکاف

افتراء

الٰہی بخش

الہام

الزامی جواب

امام

امام الدین

دیکھئے س "سیکھوانی برادران"

ام المومنین

اُمّی

انسان

انشاء اللہ

اہلسنت والجماعت

عام مسلمانوں کو اہلسنت والجماعت کہلانے کا کوئی حق نہیں۔ ان کا کوئی امام نہیں۔ اس وقت دنیا بھر میں ایک ہی جماعت (جماعت احمدیہ) ہے جو اپنا ایک امام رکھتی ہے ص۲۴۶

اولاد

اپنی اولاد کے متعلق دل میں یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ یہ خدا تعالیٰ کا مال ہے۔ ہمارا اس میں کچھ تعلق نہیں۔ ہم بھی خدا تعالےٰ کا مال ہیں ص۹۰

ب

بُت پرستی

۱۔ بُت پرستی صرف بتوں تک محدود نہیں۔ نفس پرست ہوا و ہوس کا مطیع بھی بُت پرست اور مُشرک ہے ص۱۰۵

۲۔ ہزاروں بُت انسان بغل میں لئے پھرتا ہے۔ فلسفی اور منطقی لوگ بھی ان بُتوں کو اپنے اندر سے نہیں نکال سکتے۔ یہ بہت باریک کیڑے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے فضل کے سوا اندر سے نہیں نکل سکتے۔ ان کو شناخت کرنا کمال دانائی اور دانشمندی ہے۔ ص۱۰۵

۳۔ یہی وہ بُت ہیں جن کی وجہ سے آپس میں نفاق پڑتا اور ہزاروں کشت و خون ہو جاتے اور ہزاروں ہزار بدیاں ان کے سبب سے ہوتی ہیں ص۱۰۶

۴۔ تکبر، خودپسندی، ریاکاری، کینہ و عداوت، حسد و بغض، نفاق و بدعہدی وغیرہ یہ سب مخفی بُت ہیں۔ جبتک یہ چوہے اندر ہیں اس وقت تک ایمان خطرہ میں ہے ص۱۰۷

بخاری

امام بخاری رح نے وفات مسیح پر زبردست دلائل پیش کئے ہیں۔ ص۱۷۰

بددُعا

ذرا ذرا سی بات پر بددعا دینا اچھا نہیں ہوتا ص۸۰۴

بدظنّی

۱۔ سارے گناہوں کی جڑ بدظنّی ہے ص۳۳

۲۔ جب کافر لوگ جہنّم میں ڈالے جائیں گے تو نہیں کہا جائے گا کہ یہ تمہاری بدظنّی کا نتیجہ ہے۔ خدا تعالےٰ کا رسُول تمہارے پاس آیا۔ تم نے اس پر بدظنی کر کے کہا کہ تجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی الہام نہیں ہوتا ص۲۳-۲۴

بدعت

۱۔ محرم کی دسویں کو شربت چاول وغیرہ تقسیم کرنا بدعت ہے ص۲۱۳

۲۔ نصف شعبان کی رسوم حلوا وغیرہ سب بدعات ہیں ص۲۶۶

۳۔ لڑکے کی بسم اللہ کی رسم میں استاد کو تختی اور قلم دوات سونے چاندی کی دینا یہ سب بدعتیں ہیں۔ باوجود غربت کے اس قدر اسراف اختیار کرنا سخت گناہ ہے۔ ص۲۴۶

۴۔ قرآن شریف جس طرزسے حلقہ باندھ کر پڑھتے

ہیں طاں لوگوں نے اپنی آمدن کے لئے یہ رسمیں جاری کر دی ہیں صـ۲۹۴

بدعی وظیفے

۱- مسلمانوں میں بہت سے فرقے ایسے پیدا ہو گئے جنہوں نے نماز کی پابندیوں کو اُٹھا کر اس کی جگہ چند وظیفے اور ورد قرار دیدیئے صـ۱۱ - ۳۲۱

۲- صوفیوں کے بدعی طریقہ توجہ، دل پر چوٹ لگانا، ذکر ارّہ وغیرہ، یہ سب بدعات ہیں۔ حسبنا کتاب اللہ صـ۹۳

۳- آن بدعی وظیفوں میں سے ایک ذکر ارّہ ہے جس سے انسان کے پھیپھڑے کو نقصان پہنچتا ہے اور آخر میں سل ہوا کرتا ہے صـ۴۴۸

۴- بعض آدمی ایسی مشقوں سے دیوانہ ہو جاتے ہیں صـ۳۲۱

براہین احمدیہ

۱- براہین احمدیہ میں صداقت اسلام کے واسطے کئی لاکھ دلیل ہے صـ۲۶۷

۲- براہین کا اشتہار صدق نیت سے تھا۔ ہم نے اتنا ہی روپیہ لکھا تھا جتنا ہم دے سکتے تھے صـ۳۵۱

۳- براہین میں عیسٰی کے آسمان پر جانے کے متعلق جو لکھا گیا وہ ہمارا ایک پُرانا تقلیدی خیال تھا اور رسمی طور پر براہین احمدیہ میں لکھا گیا تھا۔ اور وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ خدا تعالےٰ کی وحی سے ہے اور خدا تعالیٰ کا الہام ہے۔ صـ۳۶۳

بشپ

لاہور میں جب لارڈ بشپ نے ایک بڑے مجمع میں مسیح کی زندگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر لیکچر دے کر حضرت مسیح کی فضیلت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ثابت کرنا چاہی۔ تب کوئی مسلمان جواب نہ دے سکا۔ ہماری جماعت میں سے مفتی محمد صادق صاحب نے اُٹھ کر ایسا جواب دیا کہ لارڈ بشپ لاجواب ہو گیا صـ۲۱۰

بعثت

ہماری بعثت کی ایک بھاری غرض یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو عملاً مسلمان بنا دیں صـ۱۷۰

بغداد

ہلاکوخاں نے بغداد پر حملہ کرکے اس کو تباہ کیا صرف بغداد میں چھ لاکھ انسان قتل ہوا صـ۲۹۵

بغض

۱- دنیوی معاملہ کے سبب کسی کے ساتھ بغض نہیں رکھنا چاہیئے صـ۲۱۷

۲- جائز بغض وہ ہے جس میں نفسانی جذبات کی ملونی اور دنیوی خواہشات کا کوئی حصہ نہ ہو۔ صـ۲۱۸

۳- ہمارا بغض اگر کسی کے ساتھ ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے واسطے ہے۔ اس واسطے وہ بغض ہمارا نہیں بلکہ خود خدا تعالےٰ کا ہی ہے صـ۲۱۸ - ۲۱۹

ہے۔ ورنہ ان سے پہلے ہندوستانی لوگ مذہب کے معاملہ میں ایسے رذیل اخلاق رکھنے والے نہ تھے ص ۳۲۶

۲۔ پادری رجب علی کئی مرتبہ مسلمانوں میں آکر ملتا تھا پھر عیسائی ہو جاتا تھا ص ۳۲۷

پالکی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان سے بٹالہ تک پالکی میں سفر طے فرمایا۔ خدام پالکی کے ساتھ دوڑتے ہوئے بٹالہ تک گئے ص ۳۱۳

پنجاب

اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو پنجاب میں قائم کرنا پسند فرمایا۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ پنجاب کی زمین نرم ہے اور اس میں قبولِ حق کا مادہ ہندوستان کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے ص ۱۳۶

پنجابی امثال

۱۔ مارے آپ تے نام دھرایا تاپ ص ۳۴۰

۲۔ یا توں لوڑ مقدمیں یا اللہ نوں لوڑ ص ۳۵۷

پیدائش

دنیا میں پیدائش دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک رحمانی، دوسری شیطانی خدا کے تمام نیک بندوں کی پیدائش رحمانی ہوتی ہے۔ شیطان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا ص ۲۶۴

پیر

ایضاً دیکھو "فقراء"

آجکل کے پیر اکثر فاحشہ عورتوں کو مرید بناتے ہیں۔ بعض ہندوؤں کے پیر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی بد کرداریوں اور کفر پر قائم رہتے ہوئے صرف پیر کو چندہ دے کر مرید بن سکتے ہیں ص ۳۲۳-۳۲۴

پیشگوئی

۱۔ سب سے بڑا معجزہ پیشگوئی ہے۔ پیشگوئی کے سوا دوسرے معجزات میں کئی قسم کے شبہات ہوتے ہیں ص ۶۶

۲۔ فلسفیوں اور سائنسدانوں نے دوسرے معجزات کے متعلق کچھ نہ کچھ راز بیان کئے ہیں۔ لیکن پیشگوئی کے متعلق کوئی راز سمجھ نہیں سکے اس واسطے انہوں نے انکار کر دیا ہے ص ۶۶-۶۷

۳۔ پیشگوئیوں پر پہلے انبیاء بھی زور دیتے تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی پیشگوئیاں کیں جن میں سے بہت سی پوری ہو چکی ہیں ص ۶۷

۴۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی آگ کے نمودار ہونے کی پیشگوئی کی تھی جب وہ آگ نمودار ہوئی تو مخالف عیسائی آجتک حیران ہیں کہ صدیوں کے بعد ایسی صراحت کے ساتھ پیشگوئی کیونکر پوری ہوئی ص ۶۷

۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے طی الارض کی پیشگوئی حدیث میں ص ۴۳

۶۔ الہام "پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن" کی پیشگوئی اس سال پوری ہو گئی ص ۲۰۵

ت

ترقی

تزکیہ نفس

تصانیف

تعدد ازواج

تفقہ

تقدیر

تقریر

تقویٰ

تکبر

تواضع

توبہ

توحید

توکل

ٹ

ٹیکہ

ث

ثناء اللہ

کے خلاف گواہی میں بیان دیا کہ جھوٹ، چوری، زنا جو کچھ مسلمان کرے اس کے تقویٰ میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ص۴۸

۳۔ ثناء اللہ بہ نسبت محمد حسین بٹالوی کے بدگوئی میں بڑھ گیا ہے ص۱۸۱

۴۔ امرتسر کا رسل بابا جب طاعون کے عذاب سے ہلاک ہوا تو ثناء اللہ نے کہا کہ وہ شہادت کی موت مرا ہے سید عبدالحی عرب صاحب نے کہا میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ آپ کو بھی اس قسم کی شہادت کی موت دے ص۱۹۴

۵۔ قاضی ظفرالدین متوفی کے قصیدہ کو مولوی ثناء اللہ چھاپنا چاہتا تھا۔ حضور نے فرمایا ثناء اللہ کو اتنی لیاقت نہیں کہ اس کی تصحیح کرسکے ص۱۹۶

۶۔ ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالےٰ ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے ص۲۶۸

۷۔ ثناء اللہ کے واسطے ہم نے توبہ کی شرط لگا دی ہے ص۲۷۳

۸۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے پرچہ اہلحدیث کے تبادلہ میں رسالہ ریویو اُردو جاتا تھا۔ جب وہ بند ہوا تو مولوی صاحب نے حضرت کو لکھا۔ حضور نے فرمایا:۔

تبادلہ جاری رکھنے میں یہ فائدہ ہے کہ مولوی صاحب پر اتمام حجت ہوتا رہے گا۔ شاید کوئی بندۂ خدا اُن کے دفتر میں اس کو پڑھ کر اس سے مستفید ہوجائے ص۲۵۶

ج

جادُو

۱۔ جادو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رسولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کچھ اثر کرسکے بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جاتا ہے۔ ص۱۷۱

۲۔ یہ تو بے ایمانوں اور ظالموں کا قول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ جادو کا اثر ہوگیا اور جادو کی تاثیر سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حافظہ جاتا رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی خبیث آدمی نے اپنی طرف سے ایسی باتیں بنا دی ہیں۔ ص۴۷۱ - ۴۷۲

جالینوس

جالینوس اور بادشاہ کا واقعہ۔ جالینوس کو بادشاہ کی تواضع پسند آنا اور اس کا علاج کرنا۔ اور بادشاہ کا شفا پانا ص۲۸۶

جلسہ

جلسوں اور جشنوں میں فتنہ اور ہار جیت کا خیال ہوتا ہے۔ ص۴۱

جماعت احمدیہ ایضاً دیکھو "سلسلہ احمدیہ"

۱۔ ہماری جماعت کا ایمان تو صحابہ والا چاہیئے جنہوں نے اپنے سر خدا تعالےٰ کی راہ میں کٹوا دیئے ص۲۸۱

۲۔ خدا تعالےٰ اس جماعت کو صحابہ کے نمونہ پر قائم کرنا چاہتا ہے ص۳۱۴

۲- لایدان لاحد لقتالہ ص۵۸

۳- من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ ص۱۰۳

۴- اللہ اللہ فی اصحابی ص۱۴۵

۵- من مس ابن مریم یکون لہ ارفع قدرًا ویعظم مسہ ص۱۴۳

۶- ولیترکن القلاص فلا یسعی علیہا ص۳۶۶

۷- ما من داءٍ الا لہٗ دواء ص۳۶۷

۸- انما الاعمال بالنیات ص۳۷۷

۹- اتقوا فراسۃ المومن ص۴۳۴

۱۰- جب انسان نرم رفتار سے خدا تعالےٰ کی طرف چلتا ہے تو خدا تعالیٰ دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے۔ ص۹۷

۱۱- جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر نہیں کرتا ص۲۸۹

۱۲- اللہ تعالےٰ قیامت میں لوگوں کو کہے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ میں بیمار تھا تم نے بیمار پرسی نہ کی ص۴۲۱

حرام وحلال

خدا تعالےٰ کسی پاک چیز کو حرام قرار نہیں دیتا بلکہ تمام پاک چیزوں کو حلال فرمایا ہے۔ ہاں جب پاک چیزوں میں بُری اور گندی چیزیں ملائی جاتی ہیں تو وہ حرام ہو جاتی ہیں ص۴۸۰-۴۸۱

حسن بصریؒ

حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو غم کب ہوتا ہے جواب دیا کہ جب کوئی غم نہ ہو ص۳۶۱

حق۔ حقوق

۱- خدا تعالیٰ نے انسان پر دو ذمہ داریاں مقرر کی ہیں۔ ایک حقوق اللہ اور ایک حقوق العباد۔ پھر اس کے دو حصے کئے ہیں۔ اوّل ماں باپ کی اطاعت، دوسری مخلوق الٰہی کی بہبودی کا خیال ص۲۳۲

۲- جو شخص اپنے بھائی کا حق مارتا یا خیانت کرتا یا دوسری بدیوں سے باز نہیں آتا وہ توحید کا قائل نہیں ص۱۰۶

حُقّہ

حُقّہ ایک لغو چیز ہے۔ اس سے انسان کو پرہیز کرنا چاہیئے ص۲۰۳

حقیقۃ الوحی

۱- حقیقۃ الوحی میں ہر قسم کے دلائل لکھے گئے ہیں اس کے مطالعہ سے ایک طاقت پیدا ہو جائیگی ایسے سوالات کے جوابات دریافت کرنے کے محتاج نہیں رہیں گے۔ ص۹۴

۲- جو شخص اسے حرف بحرف پڑھ لے گا اس کے خیال میں ضرور تغیر آئے گا ص۲۱۳

۳- اس میں قسم دی ہے کہ لوگ اس کو اول سے آخر تک پڑھ لیں ص۲۲۰

۴- تمہارے دوستوں کو چاہیئے کہ حقیقۃ الوحی کو اوّل سے آخر تک بغور پڑھیں۔ کوئی مولوی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔ ص۳۰۶

حکم

خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں۔ اول یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں۔ دوسرے نوع انسان سے ہمدردی کرو ص ۱۶۴

حیاتِ مسیح

یسوع کو زندہ ماننے کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک لاکھ مسلمان مُرتد ہو کر عیسائی ہو گیا ہے ص ۲۰۹

حیلہ

اگر کوئی حیلہ اللہ تعالیٰ سمجھائے تو وہ شرع میں جائز ہے ص ۲۰۴

خ

خاندان

بعض خاندانوں کی عُمریں علی العموم ایک خاص مقدار تک مثلاً ۵۰ یا ۶۰ تک پہنچتی ہیں ص ۱۹

ختمِ نبوت

ختم نبوت کے معنی۔ کسی چیز کا خاتمہ اس کی علت غائی کے اختتام پر ہوتا ہے جیسے کتاب کے جب کل مطالب بیان ہو جاتے ہیں تو اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر رسالت اور نبوت کی علت غائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی۔ ص ۱۸

خشیت الٰہی

خشیت الٰہی کامل ایمان سے ہوتی ہے۔ ایمان کی کمی سے خشیت بھی کم ہو جاتی ہے ص ۲۲۵

خَلق

۱۔ سب چرند و پرند ایک خَلق ہیں اور انسان اس کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ نفس جامع ہے اسی لئے عالم صغیر کہلاتا ہے ص ۱۸

۲۔ کل مخلوقات کے کمال انسان میں یکجائی طور پر جمع ہیں۔ اور کل انسانوں کے کمالات بہیئت مجموعی ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں۔ آیت انک لعلیٰ خلق عظیم میں اسی مجموعہ کمالاتِ انسانی کی طرف اشارہ ہے ص ۱۸

۳۔ خدا تعالیٰ جب سے خالق ہے تب سے اس کی مخلوق ہے۔ ص ۲۶۲

۴۔ رُوح اور مادہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے ص

خُلق

بندوں سے پورا خُلق کرنا ایک موت ہے ص ۷۵

خواب

۱۔ خوابوں کے ذریعہ سے کوئی شخص نجات نہیں پاسکتا۔ ص ۱۲۶

۲۔ سچی خواب فاسق فاجر بھی دیکھ لیتا ہے ص ۱۱۱

۳۔ بعض خوابیں از قسم اضغاث احلام اور حدیث النفس ہوتی ہیں ص ۱۲۶

۴- ایسی خوابوں کی مثال حمل کاذب سے ہوتی ہے۔ جیسے بعض عورتوں کو جھوٹا حمل ہو کر پیٹ پھولنے لگتا ہے اور حمل کی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن نو ماہ کے بعد پانی کی مشک نکل جاتی ہے ص۱۲۸

۵- خواب کو ظاہر میں پورا کرنا بھی جائز ہے ص۲۵۰

۶- بعض خوابیں مدت کے بعد پوری ہونے والی ہوتی ہیں۔ جب تک اللہ تعالےٰ اس کام کے اسباب مہیا نہ کرے۔ تب تک صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیئے ص۲۱۲

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوابیں

۱- دیکھا کہ بادل چڑھا ہے۔ کسی نے کہا تمہارے لئے مبارک ہے۔ ص۲۹۱

۲- خواب میں دیکھا کہ ایک ستارہ ٹوٹا ہے اور سر پر آگیا ہے ص۳۴۲

۳- دیکھا کہ ایک جگہ پانی بہہ رہا ہے اور مبارک اس میں گر گیا۔ بہتیرا دیکھا اور غوطے بھی لگائے مگر تلاش کرنے پر نہ ملا ص۳۸۴

۴- ایک دفعہ میں خواب میں یہاں (بہشتی مقبرہ) آیا اور قبر کھودنے والوں کو کہا کہ میری قبر دوسروں سے جدا چاہیئے۔ (یہ خواب) میرے بیٹے کی نسبت پورا ہو گیا ص۳۸۵

۵- دیکھا کہ ایک شخص ہے جو گویا مرتدین میں داخل ہو گیا ہے۔ میں اس آدمی کے پاس گیا ہوں۔ اس سے کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے جو ارتداد اختیار کر لیا ہے تو اس نے جواب دیا۔ خدا محفوظ رکھے کسی کو یہ ابتلاء پیش نہ آجائے ص۳۸۶

۶- خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت خوشخط خوبصورت کاغذ میرے ہاتھ میں ہے جس پر کوئی پچاس ساٹھ سطریں لکھی ہوئی ہیں۔ میں نے اس کو پڑھا..... اس کو پڑھکر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ گویا خدا دیکھ لیا ص۳۹۸

دوسرے بزرگوں کی خوابیں

۱- حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب کی خواب۔ دیکھا کہ آسمان سے تاج اُترا۔ اور انہوں نے فرمایا "یہ تاج غلام قادر کے سر پر رکھدو" اس کی تعبیر اصل میں ہمارے حق میں تھی ص۳۰۲

۲- مرزا اکبر بیگ صاحب کی ایک خواب اور حضور کا ارشاد ص۲۱۵

۳- سید میر حامد شاہ صاحب کی والدہ کی خواب۔ دیکھا کہ حضور کے چار روشن ستارے ہیں۔ ایک ان میں سے ٹوٹ کر زمین کے اندر چلا گیا ص۳۸۴

۴- ایک شخص نے بیوہ عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا۔ اس کے استفسار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اس پر عمل کیا جاوے۔ ص۱۸۵

۵- احمد صاحب جو مدراس سے بیعت کے واسطے آئے تھے قادیان میں آنے سے پہلے انہیں رؤیا میں قادیان کا سارا نقشہ ہو بہو دکھایا گیا ص۲۶۸

۶- حضرت میر ناصر نواب صاحب نے محمد حسین

(بٹالوی) کو خواب میں دیکھا کہ سامنے سے چلا آتا ہے اور میرے ساتھ مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میں نے بھی اس کے ساتھ مصافحہ کیا اتنے میں مجھے آواز آئی

جو مجھکے آپ سے اس سے مُجھک جائیے ص ۱۸۹

۷۔ ایک یہودی ابوالخیر نام کو خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوالخیر تعجب ہے کہ تیرے جیسا فضل و کمال والا انسان مسلمان نہ ہو۔ صبح اٹھ کر اس نے تمام شہر میں اعلان کر دیا کہ میں آج مذہب اسلام قبول کرتا ہوں ص ۱۰۲

۸۔ جنگ بدر سے پہلے ایک مشرکہ عورت کو خواب آیا کہ ہمارے خیموں کے نیچے لہو بہہ رہا ہے ص ۲۷۳

۹۔ بدر سے پہلے ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ بکرے ذبح ہو رہے ہیں ص ۴۲۶

خیر الدین

دیکھو "سیکھوانی برادران"

د

دابۃ الارض

دابۃ الارض طاعونی کیڑا ہے ص ۲۷

دجّال

۱۔ ہمارے سامنے ایک ایسا خطرناک دجال موجود ہے کہ اس کی نظیر پہلی امتوں میں موجود نہیں کوئی انسانی طاقت اور دابۃ اس کو زیر نہیں کر سکتا ص ۵۹

۲۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ دجال گرجے سے نکلیگا وہ ایک ہزار سال تک گرجے میں مقید تھا۔ پہلی کتب میں اس کو اژدہا اور شیطان بھی لکھا ہے ص ۸۹

۳۔ دجّال کی دو شاخیں ہیں۔ ایک تو پادری لوگ ہیں جو گویا نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دوسرے فلسفی جو خدا کے منکر ہو بیٹھے ہیں۔ ص ۳۰۴

دریائی جانور

دریائی جانوروں کی حلت کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جو ان میں سے کھانے میں طیب پاکیزہ اور مفید ہوں ان کو کھا لو۔ دوسروں کو مت کھاؤ ص ۳۴۹

دُعا

۱۔ ہمارا ہتھیار دعا ہے ص ۲۷ - ۱۸۷

۲۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا۔ دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔ جب ہماری دُعائیں ایک نقطہ پر پہنچ جائینگی تو جھوٹے خود بخود تباہ ہو جائیں گے ص ۲۸

۳۔ ہر قسم کی دعا کا آخری علاج دُعا ہے ص ۴۹

۴۔ دُعا کرنا ایک موت ہے ص ۱۳۰

۵۔ جب تک دعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے اور دل پگھل جاوے اور رُوح پانی کی طرح حضرت احدیت کے آستانہ پر گرے ص ۵۵-۱۰۹

۶۔ دُعا ایک علاج ہے جس سے گناہ کی زہر دُور ہو

وہ خدا کی طرف ایک چشمہ کی طرح بہتی ہے اور ماسوی اللہ سے اسے انقطاع ہو جاتا ہے۔ اس وقت خدا کی محبت اس پر گرتی ہے ص۱۰

۴۔ خدا تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کی رُوح خدا کی طرف سے آتی ہے ص۴۵۸ - ۴۶۴

رُوح الشیطان

بعض آدمی نہایت ہی خبیث الفطرت اور شیطان خصلت ہوتے ہیں۔ ان سے توقع ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ کبھی رجوع الی اللہ کر سکیں۔ ایسے لوگ روح الشیطان ہوتے ہیں ص۴۵۸

روزہ

۱۔ روزہ سے تزکیہ نفس ہوتا اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتی ہے ص۱۲۳

۲۔ روزہ دار کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو ایک روٹی کو چھوڑ کر دوسری روٹی کو حاصل کرے جو رُوح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ ص۲

۳۔ سفر یا بیماری میں روزہ رکھنا معصیت ہے۔ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ ص۷۲

۴۔ جو مریض اور مسافر روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے ص۴۳۱

۵۔ صاحب مقدرت مسافر اور مریض فدیہ دے دیں۔ ص۴۳۱

۶۔ وہ مزدور جس کا گذارہ مزدوری پر ہے۔ اگر روزہ نہیں رکھ سکتا تو وہ مریض کے حکم میں ہے۔ جب اسے میسّر ہو رکھ لے ص۳۹۴

۷۔ ایسے بیمار جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں ان کے لئے صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھول دینا ہے ص۴۳۳

۸۔ فدیہ شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہے جو روزہ کی طاقت کبھی نہیں رکھ سکتے ص۲

۹۔ فدیہ روزہ کے مصرف کے متعلق حضور کا ارشاد خواہ اپنے شہر میں کسی مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے ص۱۷۱

۱۰۔ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے ص۲

۱۱۔ روزہ دار کو سُرمہ لگانا مکروہ ہے ص۱۷۲

۱۲۔ روزہ دار کو آنکھ میں دوائی ڈالنے کے سوال پر حضور نے فرمایا

یہ سوال ہی غلط ہے۔ بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں۔ ص۱۷۱

۱۳۔ بے خبری میں سحری سمجھ کر کھانے پینے سے دوسرا روزہ لازم نہیں آتا ص۱۸۶

۱۴۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن روزہ رکھنا ضروری نہیں۔ ص۲۱۵

۱۵۔ دسویں محرم کا روزہ رکھنا بھی ضروری نہیں ص۲

رہبانیت

اسلام میں رہبانیت نہیں ص۲۰۸

ریا

ریائی عمل نامقبول ہے۔ اگر عمل میں کسی اور کو شریک سمجھا جاوے تو خدا کئے ہوئے عمل کو رد کر دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جس کے لئے تم نے یہ عمل کیا ہے اس سے اس کا ثواب بھی لو۔ ص۱۷۴

ریاضت

ریاضات بدنی ادویہ کی مشق سے بہتر ہوتی ہیں ص۳۸۵

ز

زردشت

۱۔ زردشت کے متعلق حضرت اقدس کا ارشاد "کروڑہا لوگ مختلف ممالک میں آباد رہے اور ان میں رسول آتے رہے۔ ممکن ہے کہ یہ بھی انہیں میں سے ایک رسول ہوں۔ ہم یہی مانتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی خدا تعالیٰ کے پیغمبر گذرے ہیں اور ایران میں بھی اور دوسرے ممالک میں بھی ص۴۵۵

۲۔ حضرت عمرؓ نے پارسیوں کو اہل کتاب میں داخل سمجھا اور حضرت علی کا بھی یہی طریق تھا ص

زکوٰۃ

۱۔ قرض پر دیئے ہوئے روپیہ پر زکوٰۃ نہیں ص۱۹۵

۲۔ تجارت کا وہ مال جو خریداروں سے قابل وصولی ہوتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اپنے قبضہ میں نہ آجائے ص۳۰۵

۳۔ سیّد کو زکوٰۃ لینا منع ہے۔ البتہ اضطراری حالت میں جائز ہے ص۲۴۴

زلزلہ

۱۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار اطلاع دی ہے کہ ہنوز ایک سخت تباہ کن زلزلہ آنے والا ہے ص۲۳

۲۔ زلزلہ سے بچاؤ کے لئے خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں ص۲۳۶

۳۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ زلزلے، بیماریاں آیا ہی کرتی ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ کے غضب سے کیا تعلق۔ ایسے لوگوں کو خدا تعالےٰ پر ایمان نہیں ہوتا۔ یہ قرآن کریم کے منکر ہیں۔ دہریئے ہیں ص۱۹۷

۴۔ زلزلہ کے دوران ایک ہندو لڑکے دہریہ کا بیساختہ رام رام بول اُٹھنا اور زلزلہ تھم جانے پر کہنا کہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی ص۱۹۴

زمانہ

۱۔ یہ زمانہ لوطؑ اور نوحؑ کے زمانہ سے ملتا ہے ص۱۱۸

۲۔ اس زمانہ کے لوگوں میں تقویٰ، دیانت اور امانت کا نام و نشان بھی نہیں رہا ص۴۰۷

۳۔ انبیاء کا زمانہ وقت بہار سے مشابہ ہے ص۱۱۸

۴۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے بہت بڑی خزاں کا وقت تھا اور اس کے مقابلہ میں بہار بھی وہ آئی

ہیں۔ بعض اسباب مخفی در مخفی ہیں جن کی لوگوں کو خبر نہیں اور خدا تعالیٰ نے وہ اسباب ابتک دنیا پر ظاہر نہیں کئے جن سے اس کی سوزش کی تاثیر جاتی رہے ص ۴۹۴

ستارہ

۱۔ ستاروں کا اثر زمین پر ضرور ہوتا ہے ص ۳۴۲

۲۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب بہت ستارے ٹوٹتے تھے تو اس سے کچھ عرصہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا ص ۔

۳۔ میرے دعویٰ سے پہلے اس قدر ستارے ٹوٹے تھے کہ ایسی کثرت آگے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ گویا ستاروں کی آپس میں ایک قسم کی لڑائی ہوتی تھی۔ کوئی سو دوسو ایک طرف اور سو دوسو دوسری طرف گویا وہ ہمارے لئے ایک پیش خیمہ تھے ص ۳۴۲ - ۳۷۱

۴۔ دمدار ستارے کا پیدا ہونا خارق عادت امر ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ زمین پر بھی ضرور کوئی خارق عادت امر ظاہر ہوگا ص ۳۴۲

۵۔ ذوالسنین ستارہ کی نسبت انگریزی اخباروں میں لکھا تھا کہ یہ وہی ستارہ ہے جو حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں طلوع ہوا تھا ص ۔

سٹرائیک

۱۔ ایک دفعہ طلبائے لاہور نے اپنے پروفیسروں کی مخالفت میں سٹرائیک کی تھی۔ حضور نے احمدی طلباء کو حکم دیا کہ وہ اس مخالفت میں شامل نہ ہوں اور استادوں سے معافی مانگ کر فوراً کالج میں داخل ہو جاویں۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی فرمانبرداری کی اور کالج میں داخل ہو کر ایک ایسی نیک مثال قائم کی کہ اس سے متاثر ہو کر دوسرے طلباء بھی فوراً داخل ہو گئے ص ۲۲۲

۲۔ علیگڑھ کالج کے طلباء کی سٹرائیک میں غلطی سے مرزا عزیز احمد صاحب شامل ہو گئے جس پر حضور نے انہیں اخراج از جماعت کا حکم فرمایا۔ پھر اُن کی تجدید بیعت کرنے پر حضور نے اُن کا قصور معاف فرما دیا ص ۲۲۱ - ۲۲۲

سجدۂ مُرشد

مُرشد کو سجدہ کرنا ناجائز ہے۔ ایک شخص نے حضور کے پاؤں پر سر رکھنا چاہا۔ حضور نے اس کے سر کو ہٹا کر فرمایا۔ یہ طریق جائز نہیں۔ السلام علیکم کہنا اور مصافحہ کرنا چاہیئے ص ۲۷۴

سخت کلامی

دشمن اگر سخت کلامی کرے تو اس کے مقابل سختی کرنے سے فائدہ نہیں۔ سخت الفاظ سے برکت دُور ہو جاتی ہے ص ۲۷۳

سرور شاہ

حافظ کی عمدہ صفات سید سرور شاہ صاحب میں پائے جاتے ہیں ص ۴۲۸

سعد اللہ

۱۔ سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق حضور کا ایک شعر

ش

شرک

شعر

شورش بنگال

شہید

شیطان

ص

صاحب نورؓ

صحابہؓ

صدقہ

۱۹۔ طاعونی عذاب حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بھی اُن کے مخالفوں پر پڑا تھا اور پھر حضرت عیسیٰؑ کے بعد بھی یہ عذاب ان کے مخالفوں پر وارد ہوا تھا اور اب بھی خدا تعالیٰ نے بطور نشان کے یہ عذاب نازل فرمایا ہے ص ۱۹۵

۲۰۔ طاعون مہدی کی علامات میں سے ہے۔ اس کی مخالفت سے سخت طاعون پڑے گی ص ۳۴۵

۲۱۔ اس دفعہ طاعون خطرناک شکل پکڑتی جا رہی ہے اب اللہ تعالیٰ اپنی ہستی کا ثبوت دُنیا پر واضح فرما رہا ہے ص ۱۹۷

۲۲۔ طاعون ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ہماری جماعت کے بعض آدمی بھی شہید ہوں۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور دعا میں مصروف ہیں کہ وہ ان میں اور غیروں میں تمیز قائم رکھے ص ۲۵۲

۲۳۔ طاعون سے حفاظت کے متعلق حضور کا ارشاد "جس گھر میں چوہے مریں اور جس کے قریب بیماری ہو وہ مکان چھوڑ دینا چاہیئے اور شہر کے باہر کسی کھلے مکان میں چلے جانا چاہیئے۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے" ص ۲۴۸ - ۴۲۲

۲۴۔ جس محلہ میں طاعون ہو اس محلہ سے نکل جاؤ اور کسی کھلے میدان میں جا کر ڈیرا لگاؤ ص ۲۵۳

۲۵۔ جو مکان تنگ اور تاریک ہو اور ہوا اور روشنی خوب طور پر نہ آسکے اس کو بلا توقف چھوڑ دو ص ۷

۲۶۔ ایسے دنوں میں کثرت سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ اور گندی اور زہریلی ہوا سے علیحدہ رہنا چاہیئے ص ۲۱۹

۲۷۔ طاعون زدہ علاقہ سے باہر نکلنا شرعی فیصلہ ہے ص ۲۴۵

۲۸۔ یہ غلط ہے کہ ہر ایک شخص جو طاعون سے مرتا ہے وہ شہید ہے ص ۱۹۴

۲۹۔ طاعون زدہ میّت کو غسل اور کفن کی ضرورت نہیں ان ہی کپڑوں میں اُسے دفن کیا جاوے۔ البتہ اُوپر ایک سفید چادر ڈال دی جاوے تو ہرج نہیں ص ۲۵۰ - ۲۵۳

۳۰۔ پہلے پہل جبکہ طاعون سے بچنے کے واسطے ٹیکے کی تجویز کی گئی تھی۔ حضور نے کتاب کشتی نوح لکھی اور لکھا کہ اس بیماری سے بچنے کا اصلی اور حقیقی علاج یہ ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ اس وقت ایک انگریز اور دیسی افسر ای۔ اے۔ سی کو کتاب کا نسخہ بھیجا۔ انگریز نے سُنکر کہا کہ سچ تو یہی ہے جو اس کتاب میں لکھا ہے۔ باقی سب حیلے ہی ہیں۔ اصل علاج یہی ہے ص ۳۱۴

۳۱۔ طاعون کے بارہ میں قیصر کی چٹھی اور حضور کا جماعت کو ارشاد ص ۳۴۵

۳۲۔ امریکہ اور یورپ کے بعض حصوں میں طاعون کا شدید حملہ ص ۳۴۴

۳۳۔ طاعون کی نسبت خدا تعالیٰ کا ارشاد۔ میں

روزہ بھی رکھوں گا اور افطار بھی کروں گا ص۲۴۲

۳۴۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جس جگہ اسلامی فوج تھی وہاں طاعون پڑی تو آپ نے حکم دیا کہ فوراً اس جگہ کو چھوڑ دو اور کسی اونچے پہاڑ پر چلے جاؤ۔ ص۲۴۸

۳۵۔ طاعون سے بچانے کے خدا تعالیٰ نے دو وعدے اپنی وحی کے ذریعہ سے کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس گھر کے رہنے والوں کو طاعون سے بچائیگا دوسرا وعدہ اس کا ہماری جماعت کے متعلق ہے کہ جماعت کے وہ لوگ بچائے جائیں گے جو پوری طور سے ہماری ہدایتوں پر عمل کریں اور اپنے اندرونی عیوب اور غلطیوں کی میل کو دور کر دیں گے اور اپنے نفس کی بدی کی طرف نہ جھکیں گے ص۲۴۹

طب

۱۔ علم طب کی بنا ظنیات پر ہے ص۳۰۹

۲۔ علم طب پہلے یونانیوں کے پاس تھا پھر مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو انہوں نے ہر نسخہ سے پہلے ہوالشافی لکھنا شروع کر دیا۔ یہ طریق مسلمانوں کے سوا کسی نے بھی نہیں کیا ص۳۶۸

طبیب

۱۔ طبیب میں علاوہ علم کے ایک صفت نیکی اور تقویٰ بھی ہونی چاہیئے ص۳۳۳

۲۔ طبیب اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے ص۵۱

۳۔ بڑا سعید طبیب وہ ہے جو ایک طرف تو دوا کرے اور دوسری طرف دعا میں مشغول رہے اور یہ سمجھے کہ شفا صرف خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ص۳۶۸

۴۔ طبیب اور ڈاکٹر کو چاہیئے کہ وہ مریض کا علاج معالجہ کرے اور ہمدردی دکھائے لیکن اپنا بچاؤ رکھے۔ (طاعونی) بیمار کے بہت قریب جانا اور مکان کے اندر جانا اس کے واسطے ضروری نہیں ص۲۴۹

۵۔ اکثر طبیب جب انہیں مایوسی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ خاص خاص شبہات پیدا ہو گئے تھے ورنہ یہ ہوتا تو ٹھیک تھا۔ یہ باتیں توحید کے برخلاف ہیں ص۳۴۰

۶۔ ایک طبیب کا واقعہ کہ وہ قبرستان کو جاتے وقت برقع پہن لیا کرتا۔ پوچھنے پر جواب دیا کہ یہ سب آدمی میری دوائیوں سے ہی ہلاک ہوئے تھے۔ ص

۷۔ مولوی نورالدین صاحب جیسا طبیب چاہیئے آپکا وجود از بس غنیمت ہے۔ آپ کی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ بیمار کے واسطے دعا بھی کرتے ہیں ص۳۵۲

طلاق

۱۔ خدا اور اس کے رسول نے جائز چیزوں میں سے سب سے زیادہ بُرا طلاق کو قرار دیا ہے۔ یہ صرف ایسے موقعوں کے لئے رکھی گئی ہے جبکہ اشد ضرورت ہو ص۳۵۹

۲- اگر والدین کسی لڑکے کو مجبور کریں کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے تو اس لڑکے کو چاہیئے کہ وہ طلاق دیدے ص۲۳۱

طواف

طواف عشق الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہیئے ص۱۲۴

ع

عادت

انسان عادت کو چھوڑ سکتا ہے بشرطیکہ اس میں ایمان ہو ص۲۰۲

عاشوراء

۱- محرم میں جو لوگ تابوت بناتے اور محفل کرتے ہیں اس میں شامل ہونا گناہ ہے ص۲۱۶

۲- دسویں محرم کی رسم کے متعلق (جو چاول وغیرہ بہ نیت ایصال ثواب تقسیم کئے جاتے ہیں)

حضور کا ارشاد :-

"ایسے کاموں کے لئے دن اور وقت مقرر کر دینا ایک رسم اور بدعت ہے اور آہستہ آہستہ ایسی رسمیں شرک کی طرف لے جاتی ہیں۔ اس لئے ہم اُسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔

ص ۲۱۳ - ۲۱۴

عائشہ رض

حضرت عائشہ رض کی یہ بات کہ ایسا مت کہو کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بڑے علم اور فہم کی ہے۔ وہ اصل حقیقت سے آگاہ تھیں کہ خدا تعالیٰ نے سلسلہ مکالمات اور مخاطبات کو بند نہیں کر دیا ص۸۵

عبادت

۱- عبادت میں ایک لذت اور سرور ہے اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ نفس سے بالاتر ہے ص۴

۲- وہ کمبخت انسان ہے جو عبادت الٰہی سے لذت نہیں پا سکتا ص۵

۳- ایک صحابی نے ایک خوشگوار سرسبز جگہ دیکھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے اجازت دی جاوے کہ اس جگہ پر عبادت کروں۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی خوشگوار جگہ پر آرام کر کے عبادت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ بندگی ہی نہیں جو دکھ درد کے ساتھ نہیں ص۴۴۵

۴- اصول عبادت کا خلاصہ ص۴۵۱

عبودیت

۱- جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے ص۵

۲- عبودیت اور ربوبیت کے جوڑے میں ایک ابدی خدا کے لئے حظ موجود ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ یہ حظ جس کو نصیب ہو جائے وہ دنیا

الا مافیہا کے تمام مخلوقات سے بڑھ کر ترجیح رکھتا ہے ص ۹

۳۔ عبودیت کا الوہیت سے ایسا تعلق ہے کہ عبد اپنے مولیٰ کا ذرہ ذرہ کے لئے محتاج ہے۔ اور ایک دم خدا تعالیٰ کے سوا نہیں گذار سکتا ص ۲۹۶

عبدالحکیم

۱۔ تم سے تو کیا وہ خود اسلام سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے پھر گیا ہے۔ افسوس ان مولویوں اور مسلمانوں پر ہے جو اسلام کا دعویٰ کر کے ایک ایسے آدمی کی حمایت کرتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ضروری نہیں جانتا۔ ہمارے بغض کے سبب یہ لوگ خود ہی اسلام کی مخالفت کر رہے ہیں ص ۴۲

۲۔ وہ کہتا ہے کہ نبیوں کی اتباع کی ضرورت نہیں ص ۲۳۹

۳۔ اس کا دل مسخ ہو گیا ہے۔ مسیلمہ کذاب کی طرح پہلے مانا پھر انکار کر دیا ص ۲۴۸

۴۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی۔ اس کی نظیر تو پیش کرو کہ ایک شخص مسیح بھی ہو، رسول بھی ہو اور پھر بیس برس تک دجال کی بیعت میں رہا ہو۔ ایسی ذلت اور رسوائی کسے نصیب ہوئی ص ۳۶۳ - ۳۶۴

۵۔ یہ ان پیشگوئیوں کو پورا کرتا ہے جن میں لکھا ہے کہ اس زمانہ کے علماء مسیح کی بڑی مخالفت کریں گے اور اس کو دین کے تباہ کرنے والا اور مفتری قرار دیں گے ص ۲۶۵

۶۔ اس کی نسبت ایک ہندو کی رائے:۔
"جن کی وہ بیعت ہے ان کی زبان سے تو کوئی گندہ لفظ تک نہیں نکلا۔ مگر یہ بڑا کمبخت ہے کہ جس کی بیس برس تک بیعت رہا ہے اس کو گالی نکالتا ہے ص ۳۴۴

۷۔ اس نے حضور کے متعلق جب اپنا الہام شائع کیا تو حضور نے فرمایا کہ یہ آخری مرحلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب آخری فیصلہ کی تقریب پیدا کر دی ہے۔ اس تقریب پر اللہ تعالےٰ ایسے امور ظاہر کرے گا کہ لوگ سمجھ لیں گے کہ اب آخری فیصلہ ہے ص ۳۱۶

۸۔ اس کے متعلق تازہ الہام الٰہی ہے
انی مھین من اراد اھانتک ص ۳۲۸

۹۔ اس کو پادری عبداللہ آتھم، لیکھرام، چراغ دین جموں اور دوسرے مباہلین سے عبرت پکڑنی چاہیئے ص ۱۷۸

عبدالرحمٰن

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحبؓ مدراسی کی حالت خطرناک ہونے پر حضورؑ نے دعا کی تو الہام ہوا "آثار زندگی" اس الہام کے تھوڑی دیر بعد تار آیا کہ حالت رو بصحت ہے ص ۶۱

عبدالرحیم

شیخ عبدالرحیم صاحب کے چہرے سے نیک بختی

عبد العزیز

عبد القادرؒ

عبد الکریم

(مولوی) عبد اللہ (صاحب غزنویؒ)

(مولوی) عبد اللہ (کشمیری)

عذاب

عذاب برزخ

عصمت انبیاء

طرفین نے قلب صافی کے ساتھ تمام معاملات ایک دوسرے کو سمجھا دیئے ہوں اور کوئی بات درمیان میں پوشیدہ نہ رکھی ہو۔ جو اگر ظاہر کی جاتی تو دوسرا اس عہد کو منظور نہ کرتا صـ ۲۵

۲۔ ناجائز عہد کا توڑنا ضروری ہوتا ہے صـ

عیسیٰ

۱۔ عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ پھر قانون قدرت میں بھی ہم اس کے برخلاف کوئی دلیل نہیں پاتے صـ ۲۸۴

۲۔ مسلمان نصاریٰ سے بھی گئے گذرے ہیں عیسائیوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں کہ مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر گئے صـ ۲۷۶

۳۔ حضرت عیسیٰ کی قبر کشمیر میں صـ ۴۸۳

۴۔ حضرت عیسیٰ کے معجزے اس زمانہ میں بالکل معمولی سمجھے جاسکتے ہیں۔ اکمہ سے مراد شب کور ہے جو معمولی طبیب سے بھی اچھا ہو سکتا ہے۔ احیاء سے مراد بھی خطرناک مریضوں کا تندرست ہونا ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں یہ باتیں کچھ بھی نہیں صـ ۱۶۸

غ

غلام دستگیر

۱۔ غلام دستگیر قصوری نے مباہلہ کیا تھا صـ ۲۵۹

۲۔ اس نے ایک ایسا مباہلہ کیا تھا جس کی نظیر پہلے کبھی اسلامی دنیا میں موجود ہے اور لکھا تھا کہ میں وہی دُعا کرتا ہوں جو کہ محمد طاہر نے کی تھی چونکہ اس کے مقابل میں سچا شخص ہے اس واسطے غلام دستگیر خود ہلاک ہوگیا صـ ۶۴ - ۶۵ - ۴۰۱

غلام فرید (چاچڑانی)

۱۔ آتھم جب رجوع والی شرط سے فائدہ اُٹھا کر پندرہ ماہ میں نہ مرا تو خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑانی نے کیا عمدہ جواب دیا کہ بعض اشخاص آسمان پر مرجاتے ہیں اور اللہ کا ولی اس کو مُردہ دیکھ لیتا ہے۔ مگر دوسرے عوام الناس اس معرفت تک نہیں پہنچتے اور اعتراض کرتے ہیں صـ ۲۵۷ - ۲۵۸

۲۔ آپ سے کسی نے سوال کیا کہ مرزا صاحب پر وہ سب پیشگوئیاں ظاہری طور پر پُوری نہیں ہوتیں تو آپ نے کیا اچھا جواب دیا کہ کیا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہودیوں کے خیال کے مطابق سب باتیں پوری ہو گئی تھیں صـ ۲۷

۳۔ آپ سے بعض مولویوں نے دریافت کیا کہ آپ مرزا صاحب کی تائید کیوں کرتے ہیں۔ مولوی لوگ تو ان کو کافر قرار دیتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے پہلے کس کو مانا ہے ان کا تو کام ہی یہ ہے صـ ۳۰

غلام قادر

مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کو مقدمات میں بڑی مصروفیت رہتی تھی اور ان میں وہ یہاں تک

منہمک رہتے تھے کہ آخر ان ناکامیوں نے ان کی صحت پر اثر ڈالا اور وہ انتقال کر گئے ص ۱۹

ف

فاتحہ خوانی

فاتحہ خوانی ناجائز ہے

جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام و آئمہ عظام میں سے کسی نے نہیں کیا تو خواہ مخواہ بدعات کا دروازہ کھولنے کی کیا ضرورت ہے۔

جو جنازہ میں شامل نہ ہو سکیں وہ اپنے طور سے دعا کیا کریں یا جنازہ غائب پڑھ دیں ص ۲۷۷

فاتحہ خلف امام

فاتحہ خلف امام پڑھنا ضروری ہے ص ۴۳۶

فاسق

فاسق کو حق وراثت مل سکتا ہے ص ۳۹

فتنہ

۱۔ (موجودہ زمانہ کا فتنہ) وہ فتنہ ہے جس نے لاکھوں انسانوں کو خدا پرستی سے برگشتہ کر کے انسان پرست بنا دیا۔ اس کے اثر سے اکثر لوگ دہریہ بن گئے اور توحید کی محبت دلوں سے جاتی رہی ص ۴۶۱

۲۔ اس وقت اسلام پر دو فتنے ہیں۔ ایک بیرونی۔ دوسرا اندرونی ص ۴۶۶

۳۔ بیرونی یہ کہ پادریوں اور دوسرے مخالفین نے اسلام پر وہ ناجائز اور بے بنیاد اعتراض کئے جن کو سن کر ہزارہا لوگ مرتد ہو گئے اور ہزاروں رسالے اور کتابیں اسلام کی مخالفت میں لکھی گئیں اور اندرونی فتنہ یہ کہ خود مسلمانوں نے عیسٰی میں وہ وہ صفات قائم کیں جو صرف خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص تھیں ص ۴۶۲

(باوا) فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ ایک شخص کا قبالہ گم ہو گیا وہ دعا کے لئے باوا فرید صاحب کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے حلوا کھلاؤ۔ جب وہ حلوائی کی دکان سے حلوہ لینے گیا تو قبالہ اُسے مل گیا ص ۲۴

۲۔ آپ ایک دفعہ بیمار ہوئے اور دعا کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تب آپ نے اپنے ایک شاگرد کو دعا کے واسطے فرمایا۔ انہوں نے دعا کی . . . اور قبول ہو گئی ص ۲۳۴

۳۔ آپ کا مقولہ تھا جب کوئی بیٹا مر جاتا تو لوگوں سے کہتے ایک کتورہ مر گیا ہے اسے دفن کر دو ص ۱۱۵

فریمیسن

کوئی موحد اور سچا مسلمان فریمیسن میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس کا اصل شعبہ عیسائیت ہے۔ اور بعض مدارج کے حصول کے واسطے کھلے طور پر بپتسمہ لینا پڑتا ہے۔ اس میں داخل ہونا ارتداد کا حکم رکھتا ہے ص ۲۴۲

فضل حق

سردار فضل حق صاحب جب مسلمان ہوئے تو ان

ہرگز ہرگز کسی دوسری کتاب نے نہیں دیا۔

ص ۱۱۸ - ۱۱۹

۶۔ قرآن مجید میں جس قدر قصے شریروں اور بدکاروں کے بیان کئے ہیں اس سے اصل غرض یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ جب ایک یا دو قسم کی بدیوں کے دُور کرنے کے لئے رسُولوں کا آنا ضروری تھا۔ پھر جہاں تمام شرارتیں جمع ہو گئی ہیں وہاں کیوں ضروری نہیں

ص ۱۱۹

۷۔ قرآن مجید وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بتازہ ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے

ص ۱۲۲

۸۔ جو شخص قرآن مجید کی ہدایت پر کاربند ہو گا وہ معرفت کے اعلیٰ مقام تک پہنچے گا اور ایمان بالغیب سے نکل کر مشاہدہ کی حالت تک ترقی کرے گا۔

ص ۱۵۲ - ۱۵۳

۹۔ بالکل محفوظ اور دوسروں کی دستبرد سے پاک کلام صرف قرآن مجید ہی ہے۔ اگر تمام دنیا میں تلاش کریں تو قرآن مجید کی طرح خالص اور محفوظ کلام الٰہی کہیں نہیں مل سکتا

ص ۴۵۶

۱۰۔ قرآن شریف تدبر و تفکر سے پڑھنا چاہیئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن لعنت بھیجتا ہے

ص ۱۹۹

۱۱۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کی آیت رحمت پر گذر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے پناہ کی درخواست کی جاوے

ص ۲۰۰

۱۲۔ بعض نادان لوگوں کا یہ کہنا کہ ہم قرآن شریف کو نہیں سمجھ سکتے۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ قرآن ایسا فصیح و بلیغ ہے کہ عرب کے بادیہ نشینوں کو جو بالکل اَن پڑھ تھے۔ سمجھا دیا تھا۔ پھر اب کیونکر اس کو نہیں سمجھ سکتے

ص ۲۲۸

۱۳۔ بے ادبی سے بچانے کی خاطر قرآن شریف کے بوسیدہ اوراق کو جلانا جائز ہے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی بعض اوراق جلائے تھے۔

ص ۳۳۲

قربانی

اگر ایک شخص مقررہ رقم سے قربانی کا پختہ ارادہ کر لے مگر اس رقم سے قربانی کا جانور خریدا نہیں جا سکتا۔ اگر مزید رقم کی طاقت ہو تو قربانی دینا لازم ہے اگر طاقت نہیں تو قربانی لازم نہیں

ص ۱۸۶

قرض

۱۔ ادائے قرضہ اور امانت کی واپسی میں بہت کم لوگ صادق نکلتے ہیں۔ جس التجا اور خلوص کے ساتھ لوگ قرض لیتے ہیں اس طرح خندہ پیشانی کے ساتھ واپس نہیں کرتے

ص ۲۴۷

۲۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس پر قرضہ ہوتا تھا مگر

قسم

قصہ

۲۔ اور ایسے ایسے اسباب اور وسائل پیدا ہو جائیں گے کہ لڑائی دُور ہو جائے گی اور صلیب پرستی جاتی رہے گی ص۳۶۶

کشف

۱۔ کشوف اور رویا رُوحانی سیر ہیں۔ جب رُوحانی بیماریوں کا علاج ہو جاوے گا اور روحانی صحت درست ہو گی اس وقت سیر بھی مفید ہو گی ص۱۲۷

۲۔ لاہور کے ایک شخص نے کشف میں دیکھا کہ زنا، فسق و فجور، بدکاری اور بے حیائی کا بازار گرم ہے۔ خیال کیا کہ یہ شہر تباہ کیوں نہیں ہوتا۔ پھر جب سویا تو دیکھا کہ صدہا آدمی دعاؤں میں مشغول اور خدا کی یاد میں مصروف ہیں۔ کوئی صدقہ و خیرات کر رہے اور کوئی بیکسوں اور یتیموں کی مدد کر رہے ہیں۔ تب وہ سمجھا کہ یہ شہر انہیں کی خاطر بچا ہوا ہے ص۴۱۸

کشف قبور

بعض لوگ کشف قبور، تسخیر وغیرہ بیہودہ باتوں کی طرف توجہ کرتے ہیں مگر میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ یہ چیزیں کچھ بھی نہیں ص۸۵

کلمہ طیبہ

۱۔ کلمہ طیبہ لا الٰہ کے معنی یہی ہیں کہ کل مرادوں کا متعلی اور تمام امراض کا چارہ اور مداوا اس ذات واحد کو سمجھا جائے۔ صوفیاء نے اللہ کے لفظ سے محبوب، مقصود، معبود مراد لی ہے ص۱۴

۲۔ کلمہ طیبہ قرآن شریف کی ساری تعلیم کا خلاصہ ہے۔ یہ کلمہ مسلمانوں کو سکھا دیا گیا تا کہ ہر وقت انسان اسلامی تعلیم کے مغز کو مدنظر رکھے ص۱۰۳

۳۔ کلمہ طیبہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مفہوم جو اس میں رکھا گیا ہے وہ عملی رنگ میں انسان کے دل میں داخل ہو جاوے۔ جب یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو ایسا انسان فی الحقیقت جنت میں داخل ہو جاتا ہے ص۱۰۴

۴۔ جب اللہ تعالیٰ کے سوا انسان کا کوئی محبوب اور مقصود نہ رہے تو پھر کوئی دُکھ یا تکلیف اُسے ستا ہی نہیں سکتی۔ یہ وہ مقام ہے جو ابدال اور قطبوں کو ملتا ہے ص

۵۔ اگر انسان کلمہ طیبہ کی حقیقت سے واقف ہو جاوے اور عملی طور سے اس پر کاربند ہو جائے تو بہت بڑی ترقی کر سکتا اور خدا تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے ص۱۰۶

کنواں پاک کرنا

کنواں پاک کرنے کے متعلق ہمارا تو وہی مذہب ہے جو احادیث میں آیا ہے۔ یہ جو حساب ہے کہ اتنے ڈول نکالو اگر فلاں جانور پڑے اور اتنے اگر فلاں پڑے اس پر ہمارا عمل نہیں جب پانی کی حالت اس قسم کی ہو جاوے جس سے صحت کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو صاف کر لینا چاہیئے

باقی یہ کوئی مقدار مقرر نہیں۔ جب تک رنگ و بُو و مزا نجاست سے نہ بدلے وہ پانی پاک ہے صـ۲۱۱

کیمیاگر

۱۔ کیمیاگر سب سے بڑے مشرک ہیں۔ یہ رزق کی تلاش میں ان اسباب سے کام نہیں لیتے جو اللہ تعالیٰ نے جائز طور سے حصول رزق کے لئے مقرر کئے ہیں اور نہ توکل کرتے ہیں صـ۲۶

۲۔ کیمیا اس لئے شرک ہے کہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انسان مستغنی ہو۔ جب انسان اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے تو سرکشی کرتا ہے۔ پس جو شخص ایسے اسباب تلاش کرتا ہے جن سے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ نہ رہے تو گویا وہ شرک میں پڑتا ہے صـ۲۹۹

۳۔ ہم ایسے ہوسوں کو ایک کیمیا کا نسخہ بتلاتے ہیں بشرطیکہ وہ اس پر عمل کریں۔ متقی اس مقام پر ہوتا ہے کہ جو چاہتا ہے خدا تعالیٰ اس کے لئے اس کے مانگنے سے پہلے مہیا کر دیتا ہے صـ۲۶۰-۲۶۱

گ

گجرات۔ گوجرانوالہ

گجرات گوجرانوالہ کے اضلاع کی سرزمین اپنے اندر اسلامی سرشت کی خاصیت رکھتی ہے۔ ان اضلاع میں بہت لوگوں نے حق کی طرف رجوع کیا ہے صـ۴۳۶

گناہ

۱۔ گناہ غیر اللہ کی محبت دل میں پیدا ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہی شرک کی جڑ ہے صـ۱۶

۲۔ گناہ سے بچنے کے ذرائع:۔

(الف) انسان موت کو یاد رکھے اور خدا تعالیٰ کے عجائبات قدرت میں غور کرتا رہے

(ب) گناہ سے بچنے کا دوسرا ذریعہ احساسِ موت ہے۔ احساس موت انسان کو دُنیا کی لذات میں منہمک ہونے سے بچا لیتا ہے صـ۱۶-۱۷

۳۔ گناہ ایک زہر ہے اور توبہ اور استغفار ایک تریاق ہے صـ۳۸

۴۔ گناہ کا علاج توبہ ہے صـ۱۴۴

۵۔ گناہ کی فلاسفی:۔

خدا تعالیٰ نے ہر ایک شئے میں حکمت رکھی ہے۔ اگر انسان اپنے اندر کوئی گناہ نہ دیکھتا تو اس کے دل میں تکبر پیدا ہوتا جو تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے صـ۳۸

۶۔ گناہ نفس کو توڑنے کے واسطے ہے۔ جب انسان سے گناہ صادر ہوتا ہے تو وہ اپنی بدی کا اقرار کرتا اور اپنے عجز کو یقین کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔ اگر گناہ نہ ہوتا تو ترقی نہ ہوتی صـ۳۹

۷۔ گناہوں سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ دل میں خوفِ الٰہی پیدا ہو صـ۵۲

م

ماتم

۱۔ ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات زبان پر لانا، یہ ایسی باتیں ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے ص ۴۲-۴۳

۲۔ یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں ص ۱۴۳

۳۔ جس بھائی کے گھر ماتم ہو جائے اس کے ہاں کھانا بھجوانا نہ صرف جائز بلکہ برادرانہ ہمدردی کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ ایسا کیا جائے ص ۲۰۴

مامور

۱۔ خدا تعالیٰ کے مامور کے مقابل میں جو آتا ہے سب دعائیں اور لعنتیں اس پر اُلٹ کر پڑتی ہیں ص ۲۶۰

۲۔ جب کسی شخص کے منجانب اللہ ہونے کو اللہ تعالیٰ اپنے متواتر نشانوں سے ثابت کر دے تو پھر اس کی ہر بات اختلافی مسئلہ میں قول فیصل ہوتی ہے اور سب پیشگوئیوں کے معنے وہی کئے جانے چاہئیں جو وہ کہے ص ۲۷۱

۳۔ جب پوری شوکت کے ساتھ کلام الٰہی نازل ہو اور ساتھ ہی بارش کی طرح نشانوں کا نزول ہو تو پھر یقین کرنا چاہیئے کہ یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے ص ۲

۴۔ جو شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے اس کے لئے چند نشان ہوا کرتے ہیں جن سے اس کی سچائی پرکھی جاتی ہے

(الف) وہ پاک اور صاف تعلیم لے کر آتا ہے

(ب) اس کے ساتھ بڑے بڑے نشان ہوتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی دنیا میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(ج) گذشتہ انبیاء کی پیشگوئیاں جو اس کے متعلق ہوتی ہیں وہ اس پر صادق آتی ہیں۔

(د) اس وقت زمانہ کی حالت خود ظاہر کرتی ہے کہ مامور من اللہ آوے۔

(ہ) سچے مدعی کا صدق اور اخلاص، استقلال اور تقویٰ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور اس میں ایک کشش ہوتی ہے جس سے وہ اوروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے

ص ۴۷۶ - ۴۷۷

۵۔ جب کوئی مامور من اللہ مبعوث ہوتا ہے تو زمانہ میں جس قدر بڑے بڑے انقلاب ظہور میں آتے ہیں وہ سب اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ص ۲۶۶

مباحثہ

۱۔ مباحثات کے متعلق حضور کا ارشاد:۔

"تحریری سوالات ہوں تو ہماری طرف سے مخالفین کے لئے تحریری جواب دیا جائے۔ زبانی مباحثات مظنۂ فساد ہوتے ہیں" ص ۱۹۶

۲۔ جن کو ہماری صحبت میں رہنے کا اتفاق بہت

تھوڑا ہوا ہے ان کو مباحثات کا حق نہیں پہنچتا
صـ ۲۴۱

مبارک احمدؓ

مبارک احمد نے مجھے بُلایا اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا اور مصافحہ کیا جیسے اب کہیں رخصت ہوتا ہے اور آخری ملاقات کرتا ہے صـ ۳۸

مباہلہ

۱۔ جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتا ہے صـ ۴۴

۲۔ مباہلہ کے لئے اقرار نامہ مابین مولوی محمد یوسف سیّاح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام صـ ۸۲

۳۔ جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے مقابلہ میں آئے خدا تعالیٰ نے سب کو ہلاک کر دیا۔
صـ ۹۹

۴۔ کئی ایک آدمی جو ہمیں گالیاں دیتے تھے جب ان کی مدت نزدیک آئی تو خود ہی انہوں نے مباہلہ کر لیا اور ہلاک ہو کر ہماری سچائی پر مُہر کر گئے
صـ ۲۱۵

۵۔ ابوجہل نے بدر کے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کیا تھا اور اس نے دُعا کی اور وہ دُعا اس پر پڑی صـ

۶۔ سعد اللہ نے بھی مباہلہ کیا تھا اور وہ تباہ ہوا
صـ ۱۹۸

مبلّغ

۱۔ مبلّغ کے اوصاف :۔

(الف) اس کی اخلاقی حالت اچھی ہو۔

(ب) تقویٰ اور طہارت میں نمونہ بننے کے لائق ہو

(ج) مستقل مزاج ، راست قدم اور بردبار ساتھ ہی قانع بھی ہو

(د) ہماری باتوں کو فصاحت سے بیان کرسکتا ہو۔

(ھ) مسائل سے واقف اور متقی ہو۔

صـ ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۲۸

۲۔ جو اس راہ میں مرجائیں گے وہ شہادت کا درجہ پائیں گے صـ ۴۱۶

۳۔ مبلغین کو حضرت اقدس کی کتب کا بہت مطالعہ کرنا چاہیئے صـ ۴۴۱

متبنّیٰ

متبنّیٰ بنانا شرعاً حرام ہے صـ ۴۳۰

مثال ج امثال

۱۔ پہلی کتابیں جو منسوخ شدہ اور محرف مبدل ہیں۔ ان کی مثال ایک مسمار شدہ عمارت کی طرح ہے جس میں رہائش کرنے والا آرام نہیں پاسکتا صـ ۲۵۴

۲۔ سلسلہ احمدیہ سے عداوت رکھنے والوں کی مثال اس پٹھان سے ہے جس کو کسی شیعہ نے کہا کہ سُنّی وہ ہوتا ہے جو حضرت علیؓ کے ساتھ بمقدار جَو بغض رکھتا ہو تو اس نے جواب دیا۔ الحمد للہ من بمقدار خربوزہ دارم
صـ ۸۹

مجاہد

مجاہدین کی دو قسمیں۔ ایک وہ جو اپنے اُوپر خدا تعالیٰ کی راہ میں مشکل کام ڈال لیتے ہیں۔ دوسرے وہ جن پر قضا و قدر سے مشکلات اور تکالیف وارد ہوتی ہیں اور وہ صبر اور تحمل کے ساتھ ان مشکلات کو برداشت کرتے ہیں ص ۳۶۱

مجاہدہ

۱۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تمام تعلق مجاہدہ پر موقوف ہے ص ۳۲۲

۲۔ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں:۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ صدقات، حج، جہاد یعنی اسلامی دشمن کا دفاع ص ۳۲۴

مجدد

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ ایک مجدد کو بھیجتا ہے جو نئے سرے سے دین کو تازہ کرتا ہے۔ ص ۱۱۱ - ۱۴۷

۲۔ مجدد کا کام اپنے زمانہ کی اصلاح اور اس فتنہ موجودہ کا دور کرنا ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ ہو ص ۴۶۱

۲۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اس صدی کا مجدد کر کے بھیجا ہے ص ۱۵۷

۴۔ اس زمانہ کے مجدد کے متعلق تمام نبیوں نے پیشگوئیاں کی تھیں ص ۹۴

۵ آنے والے مصلح اور مجدد کا عظیم الشان کام یہ بتایا گیا ہے کہ وہ گمشدہ ایمان کو دوبارہ قائم کرے گا۔ اگر ایمان تمام جہان سے مفقود ہو کر ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تو وہ اس کو واپس زمین پر قائم کر دے گا ص ۹۰

۶۔ صوفی کہتے ہیں کہ مجددین کے اسماء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہی ہوتے ہیں۔ یعنی ظلّی طور پر وہی نام ان کو دیا جاتا ہے ص ۲۲

۷۔ نواب صدیق حسن خاں کا یہ خیال تھا کہ اس صدی کا مجدد شاید میں ہی بن جاؤں۔ اور مولوی عبدالحی لکھنوی کا بھی ایسا ہی خیال تھا ص ۲۱۱

محبوب الرحمٰن

حافظ محبوب الرحمٰن صاحب کے متعلق حضور اقدس کے تعریفی کلمات:۔

"یہ قرآن شریف اچھا پڑھتے ہیں۔ اسی واسطے میں نے ان کو یہاں رکھ لیا ہے کہ ہر روز ان سے قرآن شریف سُنا کریں گے ص ۲۵۵

محکمات و متشابہات

۱۔ قرآن مجید میں جس طرح آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ اسی طرح مامور من اللہ کا حال و قال ہے۔ بعض باتیں بدیہی ہوتی ہیں اور بعض نظری ص ۳۹۴

۲۔ متشابہات کے طور پر تھوڑا سا غیب گا ہے نبی کے سوا کسی دوسرے پر کھولا جاتا ہے مگر اس میں محکم بات نہیں ہوتی ص ۲۸۲

۳۔ پیشگوئی میں کسی قدر اخفاء اور متشابہات

کا ہونا بھی ضروری ہے ص ۲۵۳

محمد صلے اللہ علیہ وسلم

۱- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا ص ۱۶

۲- آپ کی زندگی کے کل واقعات ایک عملی تعلیمات کا مجموعہ ہیں۔ حضورؐ کی زندگی ایک فعلی کتاب ہے جو گویا قرآن کریم کی شرح اور تفسیر ہے ص ۱۷

۳- رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ازدیاد و تمہید کے لئے ہر نماز میں درود شریف پڑھنا ضروری ہو گیا۔ ص ۲۲

۴- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ظلی طور پر قیامت تک رہنا ہے ص ۳

۵- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ زندگی آپ کی صداقت کی ایک بڑی دلیل ہے۔ کبھی کسی کاذب کو اتنی مہلت نہیں ملی جتنی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی ص ۹۰

۶- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت تیار کی وہ صدق و اخلاص میں ایسی وفادار تھی کہ اس نے بھیڑ بکری کی طرح سر کٹوا دیئے ص ۱۲۰

۷- دو دلیلیں آپکی سچائی کی ایسی جمع ہوئی ہیں کہ نہ حضرت موسیٰؑ کو ملیں اور نہ حضرت عیسیٰؑ کو۔ وہ یہ کہ آپ ایسے وقت آئے کہ ضرورت پکار رہی تھی اور پھر اپنی تاثیرات سے ان تمام روحانی مریضوں کو اچھا کر دیا ص ۱۴۴

۸- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی یہ دلیل کہ آپ کا مذہب زندہ ہے۔ اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی ص ۱۴۶

۹ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی سب سے بڑھ کر تھی ص ۳۹۲

۱۰- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات:-

(الف) آپکے کروڑوں معجزوں سے بڑھ کر ایک معجزہ یہ تھا کہ جس غرض کے لئے آپ آئے تھے اسے پورا کر گئے۔ یہ ایسی کامیابی ہے جس کی نظیر کسی دوسرے نبی میں نہیں پائی جاتی۔

(ب) دوسرا معجزہ تبدیل اخلاق ہے۔ ایسے لوگوں کو جو چارپایوں سے بدتر تھے۔ رات دن نمازوں میں مشغول کر کے خدا کے درباری بنا دیا۔

(ج) تیسرا معجزہ آپ کی غیر منقطع برکات ہیں۔ کل نبیوں کے فیوض کے چشمے بند ہو گئے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا چشمہ فیض ابد تک جاری ہے

(د) چوتھا معجزہ جو آپ سے خاص ہے کہ کسی نبی کے لئے اس کی قوم ہر وقت دعا نہیں کرتی۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں نماز میں مشغول ہوتی اور آپ پر درود پڑھتی ہے

ص ۲۶۶ - ۲۶۷

۱۱- حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک طرح کے اخلاق ظاہر کرنے کا موقعہ ملا ص ۱۵۷

۱۲۔ حضور نے ایک دفعہ ایک لڑکے کو جس کا باپ جنگ میں شہید ہو گیا تھا گود میں اٹھا لیا اور کہا کہ میں تیرا باپ ہوں ص۲۰۴

۱۳۔ ایک دفعہ کافروں کو شک پیدا ہوا کہ آپ بد دعا کریں گے تو وہ سب مل کر آئے اور عرض کی کہ حضور بد دعا نہ کریں ص۲۷۴

محمد احسن

۱۔ مولوی سید محمد احسن صاحب بحث مباحثہ کے کام اور مناظرہ میں یکتا ہیں۔ علم حدیث اور تفسیر کے بڑے ماہر ہیں۔ مخالف مولویوں کے مقابلہ میں سلسلہ تصانیف کا کام خوب کر سکتے ہیں ص۶۹ تا ۷۰

۲۔ آپ کو اس سلسلہ کے دلائل سے اچھی طرح واقفیت ہے ص۲۴۲

محمد حسین (بٹالوی)

۱۔ محمد حسین پندرہ روز تک بٹالہ میں نہیں ٹھہر سکتا تھا بلکہ ہمارے پاس آجاتا تھا ص۱۸۹

۲۔ ایک دفعہ اس کے باپ نے اس کے متعلق ایک سخت ناگوار اشتہار دینا چاہا مگر حضور نے اس کو اس امر سے روکا تھا ص۳

۳۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے محمد حسین کو خواب میں دیکھا کہ سامنے سے چلا آتا ہے اور میرے ساتھ مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میں نے بھی اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اتنے میں مجھے آواز آئی جو جھکے آپ سے اس سے جھک جائیے۔ ص۱۸۹

محمد حسین (قریشی)

حکیم محمد حسین قریشی کے متعلق حضور کے توصیفی کلمات

"وہ ہماری جماعت کے مخلص اور بڑی خدمت کرنے والے ہیں۔ ان کی لڑکی کے متعلق بہت دن پہلے الہام ہو چکا تھا کہ

"لاہور سے افسوسناک خبر آئی ہے" ص۲۴۸

محمد صادق

لاہور میں جب لارڈ بشپ نے ایک بڑے مجمع میں مسیح کی زندگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر لیکچر دے کر حضرت مسیح کی فضیلت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ثابت کرنی چاہی تب کوئی مسلمان جواب نہ دے سکا۔ ہماری جماعت میں سے مفتی محمد صادق صاحب نے اُٹھ کر ایسا جواب دیا کہ لارڈ بشپ لاجواب ہو گیا ص۲۱۰

محمد علی

۱۔ وہ ایک لائق اور فاضل آدمی ہیں۔ ای۔ اے۔ سی میں ان کا نام درج تھا مگر اُسے چھوڑ کر یہاں بیٹھ گئے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی تحریر میں برکت ڈالی ہے ص۹۰

۲۔ ان کو حضورؑ کا ارشاد :۔

ہم چاہتے ہیں کہ یورپ، امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جاوے اور یہ آپ کا کام ہے۔ ص۱۹۱

۳۔ ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب کو طاعون کے ایام میں سخت تپ چڑھا۔ انہوں نے طاعون سمجھ کر وصیت لکھوانی شروع کر دی۔ حضور علیہ السلام عیادت کو گئے تو اطمینان دلایا کہ آپ کو قطعاً طاعون نہیں ص۲۹۵

مخالفت

۱۔ مخالفت ہمیشہ راستبازوں کی ہوتی ہے۔ جھوٹوں کی کوئی مخالفت نہیں کرتا ص۵۶

۲۔ صادق کی مخالفت ہمیشہ سخت ہوتی ہے تاکہ اس کی کامیابی ایک بڑا نمایاں اشتہار ہو ص۵۷

۳۔ آریہ ہوں یا مسلم، ہندو یا سکھ ہماری مخالفت میں سب ایک ہو جاتے ہیں ص۲۹۷

۴۔ ہمارے مخالف ہمارے ساتھ لڑائی نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں ص۲۸۰

۵۔ عادۃ اللہ اس طرح پر ہے کہ جس سلسلہ کو خدا تعالیٰ خود قائم کرتا ہے اس کی سب سے زیادہ مخالفت ہوتی ہے۔ آجکل یہی حال ہے۔ ہر ایک نے مخالفت پر کمر باندھی ہوئی ہے ص۳۳۴

۶۔ مخالفوں کا انکار ہمارے واسطے بہتر ہے۔ جس قدر مخالفوں میں تپش بڑھتی جائے گی اتنے ہی نشانات بارش کی طرح برستے جائیں گے ص۳۳۷

مدعی

مدعی صادق اور کاذب میں فرق :۔
اگر کاذب ہو تو ان لوگوں کی مخالفت سے تنگ آکر تھک جاتا اور کام چھوڑ دیتا ہے اور صادق ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے ص۹۹

مذہب

۱۔ سچے مذہب کی پہچان :۔
جس مذہب میں سب سے زیادہ تعظیم الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا سامان ہو وہی سب سے اعلیٰ مذہب ہے ص۳۶

۲۔ آج کل جو مذاہب لوگوں میں رائج ہیں وہ سب قومی مذاہب ہیں ص۳۷

۳۔ سچا مذہب وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے خوف سے شروع ہوتا ہے۔ خوف اور محبت کی جڑھ معرفت ہے۔ پس مذہب وہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے خدا تعالیٰ کی معرفت بڑھ جائے اور خدا تعالیٰ کی تعظیم دلوں میں بیٹھ جائے ص۳۷

۴۔ کوئی مذہب بغیر رُوحانیت قائم نہیں رہ سکتا ص۴۳

۵۔ زندہ مذہب صرف اسلام ہے ص۱۵۴

۶۔ زندہ مذہب وہ ہوتا ہے جس کی زندگی کے آثار اور ثمرات، برکات اور تاثیرات کبھی مردہ نہ ہوں بلکہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ پائے جائیں۔ ص۱۴۶

۷۔ مُردہ مذہب وہ ہے جس کے الہام پر مُہر لگ گئی ص۱۵۴

۸۔ زندہ مذہب کا مقابلہ ص۱۴۷

۹۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ ہم بدی کرنے والے سے نیکی کرتے ہیں ص۱۶۴

۱۔ ہمارے نزدیک سب سے اوّل قرآن مجید ہے پھر احادیث صحیحہ جن کی سُنّت تائید کرتی ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ ملے تو پھر میرا مذہب یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جاوے۔ ان کے بعض مسائل ایسے ہیں کہ قیاس صحیح کے بھی خلاف ہیں ایسی حالت میں احمدی علماء کا اجتہاد اولیٰ بالعمل ہے۔
ص ۱۷۰

مُرتد

بہت سے لوگ چھپے ہوئے مُرتد ہیں ص ۱۱۵

مُردہ

۱۔ طعام کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے ص ۳۳۲

۲۔ بشرطیکہ حلال کا طعام ہو ص ۴۶۶

۳۔ گزشتہ بزرگوں کو ثواب پہنچانے کی خاطر طعام پکا کر کھلانا جائز ہے ص ۳۳۳

۴۔ ایسے کھانے کے واسطے خاص تاریخ مقرر کرنے میں اگر اپنی سہولت مدنظر ہو تو ہرج نہیں۔ لیکن اگر اُسے قاضی الحاجات خیال کرے تو یہ ایک بُت ہے ایسے کھانے کا لینا دینا حرام اور شرک میں داخل ہے
ص ۰

مریخ

مریخ سیارے والوں سے باتیں کرنے کے خیالات کا پیدا ہونا۔ دراصل پہلی پیشگوئیوں کا پورا ہونا ہے
ص ۴۸۱

مسلمان

حقیقی مسلمان کا مقصد ہمیشہ یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے ص ۸۴

۲۔ چونکہ مسلمانوں کو یہودیوں سے نسبت ہے اس لئے ان کی طرح ان پر بھی دو دفعہ سخت عذاب آنا ضروری تھا۔ ایک دفعہ تو اس وقت آیا جبکہ ہلاکو خاں نے حملہ کر کے بغداد کو تباہ کر دیا۔ دوسرا اس وقت جبکہ انگریزی حکومت ہندوستان میں ہوئی ہے۔ یہ اس لئے کہ مسلمان خود فاجر ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے رحم کو حاصل کرنے کے لائق نہ رہے ص ۲۹۵-۲۹٦

مسیح موعود علیہ السلام

۱۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ ہوگا ص ۲۷-۲۸

۲۔ میرے ساتھ عادت اللہ یہ ہے کہ جب میں کسی امر کے واسطے توجہ کرتا اور دعا کرتا ہوں۔ اگر وہ توجہ اپنے کمال کو پہنچ جائے اور دعا اپنے انتہائی نقطہ کو حاصل کر لے تب ضرور اس کے متعلق کچھ اطلاع دی جاتی ہے ص ۵۱

۳۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام علاج بتا دیتا ہے ص ۵۳

۴۔ ہمارے دو کام ہیں۔ اندرونی طور پر قوم کو درست کرنا اور تقویٰ و طہارت کا گمشدہ راستہ ان کو دوبارہ دکھانا اور اس پر چلانا۔ دوسرا بیرونی حملوں کا روکنا اور کسر صلیب کرنا ص ۵۷

۵۔ ہمارا ہتھیار صرف دعا اور توجہ الی اللہ ہے۔ زمینی اسباب کے ساتھ ہم اس دجال کا مقابلہ

نہیں کرسکتے۔ بجز آسمانی طاقت کے ہمارے
واسطے کوئی کامیابی کی راہ نہیں ص ۵۸

۶۔ حضورؑ کے توکل علی اللہ کی شان :-
ایک دشمن کے متعلق ذکر تھا کہ وہ حضور کو تکلیف
پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ فرمایا۔ ہم خوش ہیں
کہ وہ ایسا کرے کیونکہ ایسے ہی موقعہ پہ اللہ تعالیٰ
ہمارے واسطے نشانات دکھلاتا ہے ص ۶۵

۷۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی
شخص جس نے مجھے ہزاروں مرتبہ دجال اور
کذاب کہا ہو اور میری مخالفت میں ہر طرح کوشش
کی ہو اور وہ صلح کا طالب ہو تو میرے دل میں
خیال بھی نہیں آسکتا کہ اس نے مجھے کیا کہا
تھا۔ اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا ص ۷۴

۸۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مسیح موعودؑ کو سلام
کہا ہے یہ پیغام سلام صاف بتلاتا ہے کہ وہ امت
میں سے پیدا ہونے والا ایک شخص ہے جس کی
ملاقات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نہیں ہوئی ص ۲۳

۹۔ مجھے دکھایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قہری نشان
نازل ہوں گے۔ زلزلے آئیں گے اور طاعون کی
موتیں ہوں گی ص ۱۲۲

۱۰۔ حضور نے بلاد یورپ میں سولہ ہزار اشتہار دعوت
اسلام جاری فرمائے جو معززین کو بھیجے گئے جن
میں شاہی خاندان کے ممبر اور گورنمنٹ کے
اعلیٰ عہدیدار اور اراکین شامل تھے۔ یہانتک کہ
ملکہ معظمہ کو بھی ایک کتاب دعوت اسلام بھیجی
گئی ص ۱۳۲

۱۱۔ اہل امریکہ و یورپ کو تبلیغ کے متعلق حضورؑ کی
خواہش "ہماری صداقت کے دلائل و حقیقت
اسلام پر ایک مستقل کتاب انگریزی زبان میں
چھاپ کر ان کو پیش کی جاوے ص ۱۹۱

۱۲۔ یہ سخت ایذا دینے والے دشمن جب جب ان کو
میری مدد کی ضرورت ہوئی میں نے ان کو مدد دی
اور دیتا رہتا ہوں۔ جب ان کو مصیبت آئی یا
کوئی بیمار ہوا تو میں نے کبھی سلوک یا دوا دینے
سے دریغ نہیں کیا ص ۱۶۴

۱۳۔ ہماری بعثت کی ایک بھاری غرض یہ ہے کہ ہم
مسلمانوں کو عملاً مسلمان بناویں ص ۱۷

۱۴۔ مجھے بہت شوق ہے کہ کوئی شخص عمدہ، صحیح
خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنے والا ہو تو
اس سے سنا کروں ص ۲۵۶

۱۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان کے متعلق
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد :-
من مس ابن مریم یکون ارفع قدراً
ویعظم مسہ۔ یعنی جو شخص مسیح موعودؑ کو
چھوئے گا اس کی قدر خدا تعالیٰ کے نزدیک بہت
بلند ہوگی۔ اور اس کا مس کرنا خدا کے نزدیک
بڑی عظمت رکھتا ہے ص ۱۴۳

۱۶۔ حضرت مسیح موعودؑ کا نام خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ
عبدالقادر رکھا ہے ص ۲۰۲

۱۷۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ سے تمام ادیان باطلہ پر حجت قائم کر دی ہے اور ہر ایک مذہب کے متعلق ایک ایسی بات پیش کی گئی ہے جو قطعاً لاجواب ہے ص ۲۲۹

۱۸۔ میں نے ایک دفعہ کشف میں اللہ تعالےٰ کو تمثل کے طور پر دیکھا۔ میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا "جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو" ص ۲۶۱

۱۹۔ حضرت صاحب مسواک کو بہت پسند فرماتے تھے اور علاوہ مسواک کے اور مختلف چیزوں سے دن میں کئی دفعہ دانتوں کو صاف کرتے ص ۲۰۱

۲۰۔ حضرت اقدس کا ہمیشہ یہی اصول تھا کہ آپ ظہر کی پہلی چار سنتیں گھر میں ادا کر کے باہر تشریف لاتے۔ پچھلی دو سنتیں بھی اندر جا کر پڑھتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ ادائے فرض کے بعد مسجد میں بیٹھنا منظور ہوتا تو پچھلی دو سنتیں مسجد میں ہی ادا فرماتے ص ۱۸۱

۲۱۔ حضرت اقدس کے نام جو خطوط آتے آپ سب خطوں کو ملاحظہ فرماتے۔ اکثر جواب لکھنے کے لئے چٹھیاں کر کے منشی کو سپرد فرماتے ناسازیٔ طبع نہ ہوتی اور فرصت ہوتی تو بہت سے خطوط کا جواب خود تحریر فرماتے ص ۱۸۳

۲۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حفاظت کے لئے اعجازی سامان:۔

(الف) ایک دفعہ جبکہ حضور ایک کمرہ میں تھے بجلی آئی اور سارا کمرہ دھوئیں کی طرح بھر گیا مگر حضور کو کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اس وقت وہ بجلی ایک مندر میں جا کر گری ص ۲۹۳

(ب) ایک دفعہ بچھو حضور کے بستر کے اندر لحاف کے ساتھ مرا ہوا پایا گیا ص ۲۹۴

(ج) دوسری دفعہ لحاف کے اندر چلتا ہوا پکڑا گیا ص ۲۹۴

(د) ایک دفعہ حضور کے دامن کو آگ لگ گئی۔ حضور کو خبر تک نہ ہوئی۔ دوسرے شخص نے اس کو بجھا دیا ص ۲۹۴

۲۳۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان سے بٹالہ تک پالکی میں سفر طے فرمایا۔ خدام پالکی کے ساتھ دوڑتے گئے۔ بٹالہ کے تحصیلدار اور رائے جسمل نے اسٹیشن کے پاس ایک عمدہ آرام کی جگہ مہیا کر دی ص ۳۱۳

۲۴۔ ماموریت سے پہلے حضور کی عادت تھی کہ غیر مذاہب کے خلاف اخبارات میں مضامین دیتے اور اسلام کی صداقت کے ظہور میں کوشاں رہتے تھے۔ ان ایام میں ایک عیسائی اخبار سفیر ہند نکلا کرتا تھا اور برہموؤں کا رسالہ بنام برادر ہند شائع ہوتا تھا۔ ان ہر دو میں حضور مضامین شائع فرماتے۔ اس وقت طریق استدلال عقلی دلائل پیش کرنا ہوتا تھا ص ۳۲۹

۲۵۔ حضور نے براہین احمدیہ میں جو پرانا عقیدہ پیش کیا کہ مسیح آسمان پر ہے۔ اس میں خدا تعالےٰ کی ایک مصلحت تھی کہ حضور نے ایسا لکھ دیا تاکہ

حضور کی سچائی پر ایک دلیل قائم ہو جائے ص۳۲۹

۲۶- مخالف مولویوں نے حضور پر دعویٰ عیسیٰؑ کی وجہ سے تو کفر کا فتویٰ لگایا مگر حضور کے محمد نام کی وجہ سے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔ یہ اس بات کی غمازی ہے کہ ان کے دل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے کوئی غیرت نہیں ص۲۹۳

۲۷- جو لوگ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے مرسل کو نہیں مانتے وہ خدا تعالےٰ کی عدول حکمی کرتے ہیں۔ ص۳۰۵

مشاعرہ

انجمن مشاعرہ کے متعلق حضور کا ارشاد :-

"یہ تضیع اوقات ہے کہ ایسی انجمنیں قائم کی جائیں اور لوگ شعر بنانے میں مستغرق رہیں۔ ہاں یہ جائز ہے کہ کوئی شخص ذوق کے وقت کوئی نظم لکھے اور اتفاقی طور پر کسی مجلس میں سنائے یا اخبار میں چھپوائے ص۲۰۱

مشکلات و مصائب

۱- مشکلات و مصائب کے وقت استغفار بہت پڑھنا چاہیئے اور اپنے قصوروں کی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی جاوے ۔ ص۱۴۵

۲- انبیاء پر جو مصائب آتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے ہزارہا اسرار ہوتے ہیں ص۳۹

۳- تمام انبیاء پر مصائب اور تکالیف پڑیں۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو تکالیف آئیں وہ سب سے بڑھ کر تھیں ص۲۹۲

۴- مصائب و شدائد کا آنا نہایت ضروری ہے ص۴۵۲

۵- جب مصائب و شدائد کی تلخی انسان پر پڑتی ہے اور وہ ان کو برداشت کرتا ہے تو اس کے بعد پوشیدہ انعامات وارد ہوتے ہیں ص۳۶۱

مصر

مصری لوگوں کے متعلق حضورؑ کا ارشاد :-

"عربی کتابوں کی کثیر تعداد ان کو ارسال کی جاوے" ص۱۷۸

مصلح

مصلح اور ماموروں میں چار باتوں کا ہونا ضروری ہے

اوّل اس میں بصیرت ہو جس سے وہ علمی مسائل کو ایسے رنگ میں پیش کرے جس سے سننے والوں کو لذّت حاصل ہو۔

دوم اس میں عملی طاقت ہو۔ خود عالم باعمل ہو۔ صدق و وفا اور شجاعت اس میں پائی جاتی ہو۔

سوم اس میں کشش ہو۔ اپنی جگہ بیٹھا ہوا دوسروں کو اپنی طرف کھینچے

چہارم۔ صاحب خوارق و کرامات ہو اور نشانات کے ذریعہ سے لوگوں کے ایمان کو پختہ کرے۔ ص۲۵-۲۶

معبود

۱- معبود کا مفہوم انسان پرستی یا بُت پرستی تک محدود نہیں۔ ہوا و ہوس بھی معبود ہیں۔ جو شخص نفس پرستی کرتا یا ہوا و ہوس کی اطاعت کر رہا ہے وہ بھی بُت پرست اور مشرک ہے ص۱۰۴-۱۰۵

۲- کل جھوٹے معبود جو بتوں کی طرح انسان کے دل کی زمین کو دبا زدہ کرتے ہیں ص ۱۰۷

معراج

۱- معراج عین بیداری میں ہوا اور ایک لطیف جسم بھی ساتھ تھا ص ۱۶۹

۲- وہ ایک الطف اور نورانی وجود تھا۔ ہمارا تجربہ ہے کہ پاک لوگوں کو ایک نورانی وجود ملتا ہے ص ۱۵۹

۳- حضرت عائشہ صدیقہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ص ۱۶۰

۴- صوفیاء کرام بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اولیاء اللہ کو ایک نوری جسم ملتا ہے بعض اوقات اسے دوسرے لوگ بھی دیکھ لیتے ہیں ص

مفقود الخبر

مفقود الخبر کے لئے (فقہ حنفی میں) نوے برس یا کم و بیش جو میعاد رکھی ہے یہ غلط ہے ص ۱۷

مکالمہ الٰہیہ

۱- انسان کے دل کی تڑپ یہی چاہتی ہے کہ اُسے مکالمہ الٰہی ہو۔ بزرگان سلف اس کے قائل ہیں فتوح الغیب میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ مجدد صاحب سرہندی نے بھی یہی لکھا ہے ص ۱۶۹ - ۱۷۰

۲- اشاعت السنۃ میں چھپا تھا۔ "ولھم مکالمات" ص ۱۷۰

ملازمت

۱- ملازم کے لئے تین صفتوں کا ہونا ضروری ہے

دیانت[1]۔ محنت[2]۔ علم[3]۔ جب تک یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں۔ تب تک انسان کام کے لائق نہیں ہوتا ص ۳۵۴

۲- ننگے لوگوں کو ملازم رکھنے کے متعلق حضورؑ کا ارشاد:-

اس ملک کے حالات کے لحاظ سے جائز ہے کہ ان کو نوکر رکھ لیا جاوے اور اپنے کھانے وغیرہ کے متعلق ان سے احتیاط کرائی جائے ہاں ایسے لوگوں کو کپڑا پہننے کی عادت ڈالنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ص ۳۸۸ - ۳۸۹

ملاقات

کثرت ملاقات کی برکات ص ۲۴۱

منافق

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو منافق تھے اگر وہ اس زمانہ میں ہوتے تو بڑے بزرگ اور مومن سمجھے جاتے۔ اصل میں وہ بڑے بڑے صحابہ کے مقابل پر منافق تھے ص ۴۱۵

منگنی

اگر کسی غیر احمدی کے ساتھ منگنی ہو چکی ہو تو اُسے توڑنا ضروری ہے۔ منگنی نکاح نہیں ہے کہ اس کا توڑنا گناہ ہو۔ منگنی ہوتی ہی اسی لئے ہے کہ اس عرصہ میں تمام حُسن و قبح معلوم ہو جائیں

ص ۳۰۰ - ۳۰۱

منہاج نبوت

۱۔ یہ امر بھی منہاج نبوت میں داخل ہے کہ صادق کا دعویٰ اول ہو اور کاذب پیچھے ہوں ص ۳۲۹

۲۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ کیا اور ان کی اچھی طرح شہرت ہو گئی تب مسیلمہ کذاب وغیرہ نے بھی دعویٰ کر دیا۔ ایسا ہی ہمیں بھی ۲۶۔ ۲۷ برس دعویٰ کئے گذر گئے تو ان لوگوں کو بھی دعوے یاد آ گئے ص ۳۳۶

۳۔ ہمارے دعویٰ سے پہلے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کسی نے اس طرح خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ مگر ہمارے دعویٰ کے بعد چراغدین اور عبد الحکیم اور کئی دوسرے ایسے پیدا ہو گئے ص ۳۱۷

مومن

مومن کبھی ضائع نہیں کیا جاتا۔ اس کو دین بھی ملتا ہے اور دنیا میں عزت اور مال بھی ص ۴۰۹

مہدی (خونی)

ایسا اعتقاد پھیلانا کہ کوئی مہدی خونی آئے گا اور عیسائی بادشاہوں کو گرفتار کرے گا۔ یہ محض بناوٹی مسائل ہیں۔ ایسے عقیدے سے کسی زمانہ میں جاہلوں کے لئے بغاوت کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ ص ۲۹۰

مہمان

مہمان کا حق ہوتا ہے جسے ادا کرنا چاہیئے ص ۲۰۸

ن

ناکامی

ناکامی صرف جھوٹے ہونے کی وجہ سے پیش آتی ہے۔ جب لوگ دنیا کے مقاصد کی طرف اپنے تمام جوش اور ارادے کے ساتھ جھک جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو نامراد کر دیتا ہے ص ۱۹

نانک (باوا)

باوا صاحب مسلمان تھے اور نماز پڑھتے تھے۔ آپ فرما گئے ہیں کہ بے نماز کتا ہوتا ہے صبح سویرے اٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھنی چاہیئے ص ۲۰

ناول خوانی و ناول نویسی

۱۔ ناولوں کے متعلق وہی حکم ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اشعار کے متعلق فرمایا ہے کہ حسنہ حسنٌ وقبیحہ قبیحٌ ص ۳۴۹

۲۔ جو ناول نیت صالح سے لکھے جاتے ہیں۔ زبان عمدہ ہوتی ہے۔ نتیجہ نصیحت آمیز ہوتا ہے ان کے لکھنے پڑھنے میں گناہ نہیں ص ۳۵۰

نبی

۱۔ نبی کیوں معصوم ہوتے ہیں۔ عصمت انبیاء کا راز یہی ہے کہ وہ استغراق محبت الٰہی کے باعث معصوم ہوتے ہیں ص ۱۵

۲۔ ہر نبی پہلے صبر کی حالت میں ہوتا ہے پھر جب ارادہ الٰہی کسی قوم کی تباہی سے متعلق ہوتا

نجاشی

نشان

نصیحت و نصائح

نظام الدینؒ

نکاح

نماز

وہ ایک عادت راسخہ کی طرح قائم ہو اور رجوع الی اللہ کا خیال ہو۔ پھر رفتہ رفتہ وقت آجاتا ہے کہ انقطاع کلی کی حالت میں انسان ایک نور اور ایک لذت کا وارث ہو جاتا ہے ص۱۱

۷۔ توحید کے عملی اقرار کا نام نماز ہے ص۱۲

۸۔ نماز اسی وقت بے برکت اور بے سود ہوتی ہے جب اس میں نیستی اور تذلّل کی رُوح اور حنیف دل نہ ہو ص۱۲

۹۔ عبودیت کاملہ کے سکھانے کے لئے بہترین معلّم اور افضل ترین ذریعہ نماز ہے ص۱۴

۱۰۔ مشکلات اور تکالیف پر فتح پانے کے لئے ایک کامل اور خطا نہ کرنے والا نسخہ نماز ہے جو کروڑہا راستبازوں کا تجربہ کردہ ہے ص۲۰

۱۱۔ نماز ایک قسم کی دُعا ہے جو انسان کو تمام برائیوں اور فواحش سے محفوظ رکھ کر حسنات کا مستحق اور انعامات الٰہیہ کا مورد بنا دیتی ہے ص۲

۱۲۔ نماز ایک دعا ہے جو سکھائے ہوئے طریقہ سے مانگی جاتی ہے ص۵۲

۱۳۔ نماز کی ابتداء اذان سے اور اذان کی ابتداء اللہ اکبر سے ہوتی ہے یعنی اللہ کے نام سے شروع ہو کر لا الٰہ الا اللہ پر یعنی اللہ ہی پر ختم ہوتی ہے۔ یہ فخر اسلامی عبادت ہی کو ہے کہ اس میں اول اور آخر میں اللہ تعالےٰ ہی مقصود ہے ص۲۱

۱۴۔ نماز کو جنتر منتر کی طرح نہ پڑھو بلکہ اس کے معانی اور حقیقت سے معرفت حاصل کرو۔ جس نماز میں تضرع نہیں، خدا تعالےٰ کی طرف رجوع نہیں، رقت کے ساتھ دعا نہیں وہ ٹوٹی ہوئی نماز ہے ص۴۰

۱۵۔ نماز وہ ہے جس میں دعا کا مزہ آجاوے۔ ایسی نماز کے ذریعے گناہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہی وہ نماز ہے جس کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے ص۴۱

۱۶۔ جو لوگ عربی نہیں سمجھ سکتے ان کے واسطے ضروری ہے کہ نماز کے اندر قرآن شریف پڑھنے اور مسنون دعائیں عربی میں پڑھنے کے بعد اپنی زبان میں بھی خدا تعالےٰ سے دعائیں مانگیں ص۴۰ - ۵۴

۱۷۔ نماز کے اندر اپنی زبان میں دعا مانگنی چاہیئے۔ اپنی زبان میں دعا مانگنے سے پورا جوش پیدا ہوتا ہے ص۵۴

۱۸۔ آجکل جو لوگوں کی عادت ہے کہ نماز تو جلدی جلدی ادا کر لیتے ہیں۔ پھر پیچھے سے لمبی لمبی دعائیں مانگنا شروع کرتے ہیں۔ یہ بدعت ہے حدیث شریف میں کسی جگہ اس کا ذکر نہیں آیا ص۷

۱۹۔ نماز کے اندر ہر موقعہ پر دُعا کی جا سکتی ہے ص۵۵

۲۰۔ نماز میں لذت نہ آنے پر فرمایا کہ موت کو یاد رکھو۔ یہی سب سے عمدہ نسخہ ہے ص۲۱۸

۲۱۔ جس نماز میں حضور نہیں وہ نماز نہیں ص۵۴

۲۲۔ نماز میں بے حضوری کا علاج بھی نماز ہی ہے۔ نماز پڑھتے جاؤ۔ اس کے بعد حضور قلب کا عطا کرنا خدا تعالےٰ کا کام ہے ص۷۱

۲۳۔ قرآن مجید نے ان مصلّیوں پر لعنت کی ہے جو نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں ص۱۰۸

۲۴۔ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ

میں اس کو خدا ہی کا کلام اور خالص کلام یقین کرتا ہوں اور یہ وحی جو مجھ پر اُترتی ہے۔ یہ قرآن شریف کی سچائی کا ایک روشن ثبوت ہے صہ ۱۸۱

۲۔ سب صوفی اس بات کے قائل ہیں کہ وحی کا سلسلہ بند نہیں مگر کمزوری کے ساتھ وحی دل کہہ دیتے ہیں صہ ۴۶۰

وعظ

۱۔ وعظوں سے کچھ نہیں بنتا جب تک ساتھ دُعا اور اپنا عملی نمونہ نہ ہو صہ ۳۱۳

۲۔ واعظ کن صفات والے ہونے چاہئیں:۔

الف۔ جن کی معلومات وسیع ہوں

ب۔ حاضر جواب ہوں

ج۔ صبر اور تحمل سے کام لینے والے ہوں۔ کسی کی گالی سے افروختہ نہ ہو جائیں۔

د۔ اپنے نفسانی جھگڑوں کو درمیان میں نہ ڈال بیٹھیں

ہ۔ خاکسارانہ اور مسکینانہ زندگی بسر کریں

و۔ سعید لوگوں کو تلاش کرتے پھریں

ز۔ مفسدہ پرداز لوگوں سے الگ رہیں

صہ ۴۲۸

۳۔ جماعت کے واعظوں کو حضرت اقدس کی کتب کا بہت مطالعہ کرنا چاہیئے صہ ۴۴۱

وفات مسیح

۱۔ عیسائیت کو مٹانے کے واسطے اس سے بڑا اور کوئی ہتھیار نہیں کہ جس وجود کو وہ خدا بناتے ہیں۔ اُسے مُردوں میں داخل ہونا ثابت کیا جائے صہ ۲۰۹

۲۔ مسئلہ وفات مسیح کو اگر پہلے بزرگوں نے نہ سمجھا اور غلطی کھائی تو اُن پر مؤاخذہ نہیں۔ انہوں نے اپنی طرف سے تقویٰ و طہارت میں حتی الوسع کوشش کی۔ ان کی مثال ان یہودی فقہاء کے ساتھ دی جا سکتی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے گذر چکے تھے جن کا عقیدہ تھا کہ آنیوالا آخری نبی حضرت اسحٰق کی اولاد میں سے ہوگا۔ وہ مر گئے اور بہشت میں گئے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر جو بنی اسرائیل ایمان نہ لائے وہ کافر قرار دیئے گئے صہ ۶۸

ولی ۔ اولیاء

۱۔ یاد رکھو ایک قدم سے ہی انسان ولی بن سکتا ہے جب غیر اللہ کی شراکت نکال لی بس عباد الرحمٰن میں داخل ہو گیا صہ ۴۱۶

۲۔ ہندوستان میں قطب الدین اور معین الدین اولیاء گذرے ہیں۔ ان لوگوں نے پوشیدہ خدا تعالےٰ کی عبادت کی مگر خدا تعالیٰ نے ان کی عزت کو ظاہر کر دیا۔ صہ ۳۳۵

ولیمہ

ولیمہ کی تعریف یہ ہے کہ نکاح کرنے والا نکاح کے بعد اپنے احباب کو کھانا کھلائے صہ ۱۴۵

ویب

۱۔ مسٹر ویب کے متعلق حضور نے ایک پیشگوئی کی تھی جبکہ وہ قادیان میں آنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ وہ یہاں

نہیں آئے گا اور واپس چلا جاوے گا چنانچہ واپس
جا کر نادم ہوا صـ۱۹۰

۲۔ وؔیب کے متعلق حضور کا ارشاد :۔
اس نے ہمارے سلسلہ کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔
بلکہ بدگوئی کے ساتھ ہندوستان سے واپس چلا گیا
اس سے تو ہمارے نزدیک عبد اللہ کوئلم بدرجہا بہتر
ہے جس نے ایک جماعت مسلمانوں کی بنائی ہے صـ

۳۔ وؔیب نے ایک چٹھی میں لکھا کہ جو معجزات اب پیش
کئے جاتے ہیں ان پر اب ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔
اس کے متعلق حضور کا ارشاد کہ
ان سب باتوں کے لئے ایک مستقل کتاب جامع ہو
جس میں یہ سب مضمون لکھے جاویں صـ۱۹۱

وید

وؔیدوں میں نہ کوئی معجزہ ہے نہ کوئی نشان ہے نہ
کوئی عمدہ تعلیم ہے۔ ویدوں کی سنسکرت بھی نرالی ہے۔
بڑے بڑے پنڈت اس کے فہم سے قاصر ہیں صـ۲۴۱

ھ

ہڑتال

محصول چنگی میں زیادتی محصول کے باعث تجار کے
دکانیں بند کر دینے پر حضور نے فرمایا۔ اس طرح کا
طریق گورنمنٹ کی مخالفت میں برتنا بیوقوفی تھی صـ۹۸

ہندو

۱۔ جو قوم حیوان کو انسان پر ترجیح دیتی ہو اور ایک
گائے کے ذبح سے انسان کا خون کر دینا کچھ بات نہ
سمجھتی ہو وہ حاکم ہو کر کیا انصاف کرے گی صـ۲۷۷

۲۔ ہؔندوؤں کی رسوم اور امور مخالف شریعت اسلام
سے علیحدگی اور بیزاری رکھنے کے بعد دنیوی امور
میں ہمدردی رکھنا اور ان کی امداد کرنا جائز ہے صـ۲۹۸

ی

یوز آسف

۱۔ یوؔز آسف شہزادہ نبی کی قبر کشمیر میں صـ۲۸۴

۲۔ عیؔسائی قائل ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کا حواری تھا
اور اس کے نام پر سسلی میں ایک گرجا بنا ہوا ہے صـ

یہودی

۱۔ ابوؔالخیر نام یہودی کے اسلام لانے کا واقعہ
صـ۲۰۱

۲۔ یہؔودی اگرچہ آجکل بہت تھوڑے ہیں لیکن وہ اصل
میں بہت سے مسلمان ہو گئے تھے۔ کچھ تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور کچھ دیگر سلاطین
کے زمانہ میں صـ۲۰۲

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

جلد ۹
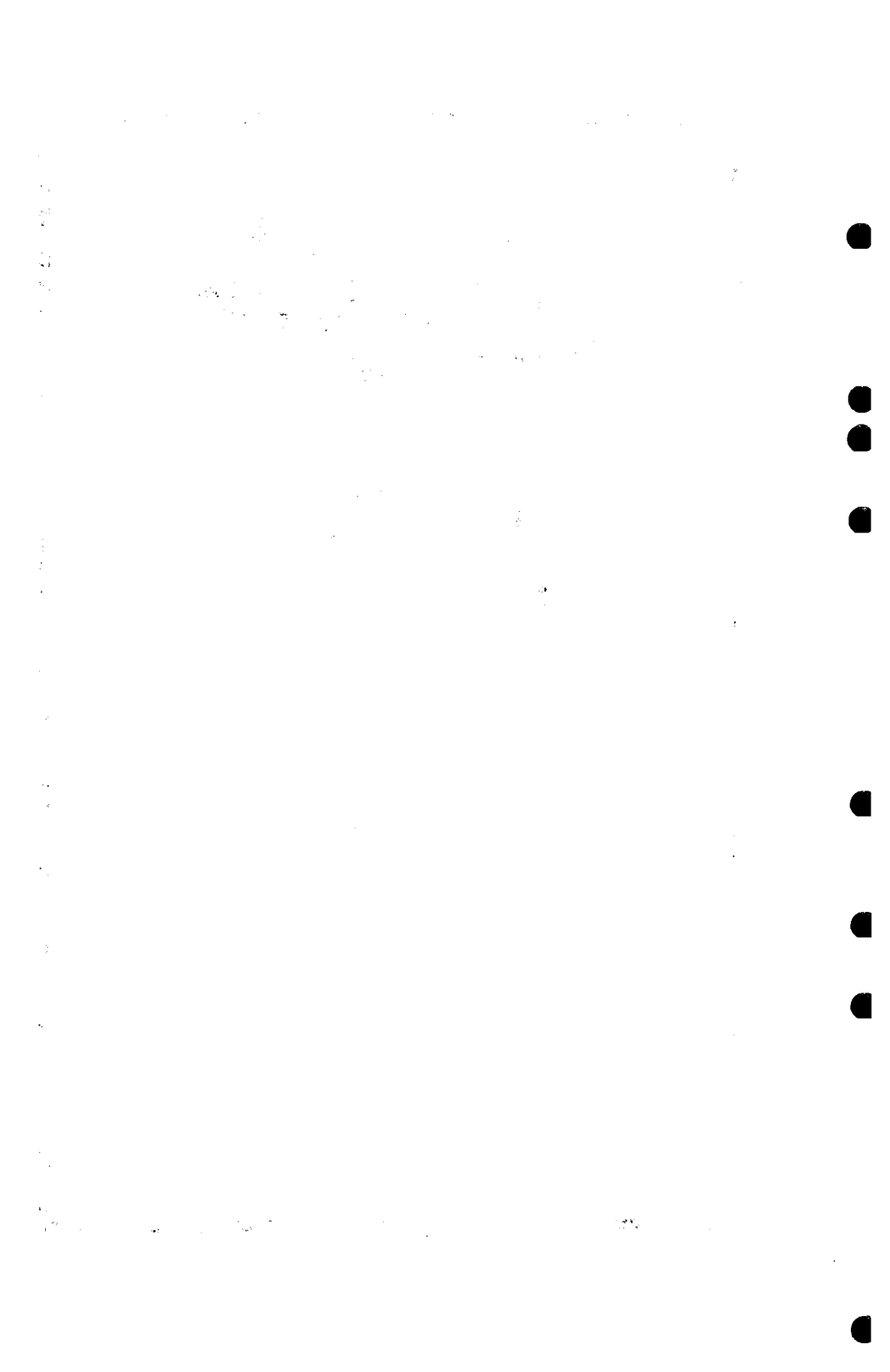
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

ملفوظات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جلد ششم

۱۸؍جنوری ۱۹۰۳ء[1]

تقریر حضرت اقدس

تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک کا نام معلق ہے اور دوسری کو مبرم کہتے ہیں۔ اگر کوئی تقدیر معلق ہو تو دعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے اور مبرم ہونے کی صورت میں وہ صدقات اور دعا اس تقدیر کے متعلق کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ ہاں وہ عبث اور فضول بھی نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی

---

[1] یہ تقریر دراصل "ملفوظات جلد پنجم" میں درج ہونی چاہیے تھی۔ وہاں درج ہونے سے رہ گئی۔ اب یہاں درج کی جاتی ہے۔ (مرتب)

شان کے خلاف ہے۔ وہ اس دعا اور صدقات کا اثر اور نتیجہ کسی دوسرے پیرایہ میں اس کو پہنچا دیتا ہے۔ بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی تقدیر میں ایک وقت تک توقف اور تاخیر ڈال دیتا ہے۔

قضا معلق اور مبرم کا ماخذ اور پتہ قرآن کریم ہی سے ملتا ہے۔ گو یہ الفاظ نہیں۔ مثلاً قرآن میں فرمایا ہے۔ ادعونی استجب لکم[1] دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ اب یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا قبول ہو سکتی ہے اور دعا سے عذاب ٹل جاتا ہے اور ہزارہا کیا کُل کام دعا سے نکلتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کُل چیزوں پر قسادرانہ تصرف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے پوشیدہ تصرفات کی لوگوں کو خواہ خبر ہو یا نہ ہو مگر صدہا تجربہ کاروں کے وسیع تجربے اور ہزارہا درد مندوں کی دعاؤں کے صریح نتیجے بتلا رہے ہیں کہ اس کا ایک پوشیدہ اور مخفی تصرف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے۔ ہمارے لئے یہ ضروری امر نہیں کہ اس کی تہہ تک پہنچنے اور اس کی کُنہہ اور کیفیت کو معلوم کرنے کی کوشش کریں جبکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ایک شے ہونے والی ہے۔ اس لئے ہم کو جھگڑے اور بحث میں پڑنے کی کچھ حاجت نہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی قضا و قدر کو مشروط بھی رکھا ہے جو توبہ خشوع و خضوع سے ٹل سکتی ہیں۔ جب کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت انسان کو پہنچتی ہے تو وہ فطرتاً اور طبعاً اعمال حسنہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اپنے اندر ایک قلق اور کرب محسوس کرتا ہے جو اُسے بیدار کرتا اور نیکیوں کی طرف کھینچے لئے جاتا ہے اور گناہ سے ہٹاتا ہے۔ جس طرح پر ہم ادویات کے اثر کو تجربہ کے ذریعہ سے پا لیتے ہیں اسی طرح پر ایک مضطرب الحال انسان جب خدائے تعالیٰ کے آستانہ پر نہایت تذلّل اور نیستی کے ساتھ گرتا ہے اور ربی ربی کہہ کر اس کو پکارتا اور دعائیں مانگتا ہے تو وہ رویا صالحہ یا الہام صحیحہ کے ذریعہ سے ایک بشارت اور تسلّی پا لیتا ہے۔ میں نے اپنے ساتھ بارہا اللہ تعالیٰ

[1] المومن ۶۱

کا یہ معاملہ دیکھا ہے کہ جب میں نے کرب و قلق سے کوئی دعا مانگی۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے رویا کے ذریعہ سے آگاہی بخشی۔ ہاں قلق اور اضطرار اپنے بس میں نہیں ہوتا۔ اس کا انشار بھی فعلِ الٰہی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب صبر اور صدق سے دُعا انتہا کو پہنچے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ دُعا، صدقہ اور خیرات سے عذاب کا ٹلنا ایک ایسی ثابت شدہ صداقت ہے جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کا اتفاق ہے اور کروڑہا صلحا اتقیار اور اولیار اللہ کے ذاتی تجربے اس امر پر گواہ ہیں۔

نماز کیا ہے؟

نماز کیا ہے؟ یہ ایک خاص دُعا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدائے تعالےٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ اس کی غنار ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان دُعا اور تسبیح اور تہلیل میں مصروف ہو۔ بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق سے اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔

مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آجکل عبادت اور تقویٰ اور دینداری سے محبت نہیں ہے۔ اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے اور عبادت میں جس قسم کا مزا آنا چاہیئے۔ وہ مزا نہیں آتا۔ دُنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذت اور ایک خاص حظ اللہ تعالیٰ نے نہ رکھا ہو جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزا نہیں اُٹھا سکتا اور وہ اسے بالکل تلخ یا پھیکا سمجھتا ہے اسی طرح سے وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظ اور لذّت نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے دُنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں خدائے تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی لذّت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے

کہ اس عبادت میں اس کے لئے ایک لذت اور سرور نہ ہو؟ لذت اور سرور تو ہے مگر اس سے حظ اُٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَ ماخلقت الجنّ والانس الّا لیعبدونؔ[1]۔ اب انسان جب عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے، ضروری ہے کہ عبادت میں لذّت اور سرُور بھی درجہ غایت کا رکھتا ہو۔ اس بات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربہ سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا کی ہیں تو کیا اُن سے وہ ایک لذت اور حظ نہیں پاتا ہے؟ کیا اُس ذائقہ اور مزے کے احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں؟ کیا وہ خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات، حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟ کیا دل خوش کن اور سُریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے؟ پھر کیا کوئی دلیل اَور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہ ہو

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے عورت اور مرد کو رغبت دی ہے۔ اب اس میں زبردستی نہیں کی بلکہ ایک لذت بھی رکھ دی ہے۔ اگر محض توالد و تناسل ہی مقصود بالذات ہوتا تو مطلب پُورا نہ ہو سکتا۔ عورت اور مرد کی برہنگی کی حالت میں اُن کی غیرت قبول نہ کرتی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔ مگر اس میں ان کے لئے ایک حظ ہے اور ایک لذّت ہے۔ یہ حظ اور لذّت اس درجہ تک پہنچی ہے کہ بعض کوتاہ اندیش انسان اولاد کی بھی پروا اور خیال نہیں کرتے بلکہ اُن کو صرف حظ ہی سے کام اور غرض ہے۔ خدا تعالےٰ کی علّت غائی بندوں کا پیدا کرنا تھا اور اس سبب کے لئے ایک تعلق عورت اور مرد میں قائم کیا اور ضمناً اس میں ایک حظ رکھ دیا جو اکثر نادانوں کے لئے مقصود بالذات ہو گیا ہے۔

اسی طرح سے خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں اس میں بھی ایک لذّت اور سرُور ہے۔ اور یہ لذّت اور سرُور دُنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ نفس سے

[1] الذاریات: ۵۷

سے بالاتر اور بالاتر ہے۔ جیسے عورت اور مرد کے باہم تعلقات میں ایک لذّت ہے اور
اس سے وہی بہرہ مند ہو سکتا ہے جو مرد ہے اور اپنے قویٰ صحیح رکھتا ہے۔ ایک
نامرد اور مخنث وہ حظ نہیں پاسکتا اور جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ
غذا کی لذّت سے محروم ہے اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کم بخت انسان ہے
جو عبادت الٰہی سے لذّت نہیں پا سکتا۔

عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں حقیقی ابدی اور
لذّت مجسم کا جو جوڑا ہے وہ انسان اور خدا تعالیٰ کا ہے۔ مجھے سخت اضطراب ہوتا ہے
اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی یا کھانے کا
مزا نہ آئے، طبیب کے پاس جاتا اور کیسی کیسی منتیں اور خوشامدیں کرتا اور روپیہ خرچ
کرتا اور دُکھ اٹھاتا ہے کہ وہ مزا حاصل ہو۔ وہ نامرد جو اپنی بیوی سے لذّت حاصل نہیں
کرسکتا بعض اوقات گھبرا گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اکثر
موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں۔ مگر آہ! وہ مریض دل وہ نامرد کیوں کوشش نہیں کرتا جس کو
عبادت میں لذّت نہیں آتی۔ اس کی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہو جاتی؟ دنیا اور اس
کی خوشیوں کے لئے تو کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں
پاتا کس قدر بے نصیب ہے۔ کیسا ہی محرُوم ہے! عارضی اور فانی لذتوں کے علاج تلاش
کرتا ہے اور پالیتا ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مستقل اور ابدی لذّت کے علاج نہ ہوں؟ ہیں
اور ضرور ہیں۔ مگر تلاش حق میں مستقل اور پویا قدم درکار ہیں۔ قرآن کریم میں ایک موقع پر اللہ
تعالیٰ نے صالحین کی مثال عورتوں سے دی ہے۔ اس میں بھی سِرّ اور بھید ہے۔ ایمان
لانے والے کو آسیہ اور مریم سے مثال دی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ مُشرکین میں سے مومنوں
کو پیدا کرتا ہے۔ بہرحال عورتوں سے مثال دینے میں دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے۔
یعنی جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے اسی طرح پر عُبُودیّت اور رُبُوبیّت کا رشتہ

ہے۔ اگر عورت اور مرد کی باہم موافقت ہو اور ایک دوسرے پر فریفتہ ہو تو وہ جوڑا ایک مبارک اور مفید ہوتا ہے ورنہ نظام خانگی بگڑ جاتا ہے اور مقصود بالذات حاصل نہیں ہوتا ہے۔ مرد اور جگہ خراب ہو کر صدہا قسم کی بیماریاں لے آتے ہیں۔ آتشک سے مجذوم ہو کر دُنیا میں ہی محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اولاد ہو بھی جائے تو کئی پُشت تک یہ سلسلہ چلا جاتا ہے اور اُدھر عورت بے حیائی کرتی پھرتی ہے اور عزت و آبرُو کو ڈبو کر بھی سچی راحت حاصل نہیں کر سکتی۔ غرض اس جوڑے سے الگ ہو کر کس قدر بدنتائج اور فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر انسان رُوحانی جوڑے سے الگ ہو کر مجذوم اور مخذول ہو جاتا ہے دُنیاوی جوڑے سے زیادہ رنج و مصائب کا نشانہ بنتا ہے جیسا کہ عورت اور مرد کے جوڑے سے ایک قسم کی بقار کے لئے حظ ہے اسی طرح پر عبُودیت اور رُبُوبیت کے جوڑے میں ایک ابدی خدا کے لئے حظ موجود ہے۔ صُوفی کہتے ہیں کہ یہ حظ جس کو نصیب ہو جائے۔ وہ دُنیا اور مافیہا کے تمام حظوظ سے بڑھ کر ترجیح رکھتا ہے۔ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اُس کو معلوم ہو جائے تو وہ اس میں ہی فنا ہو جائے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دُنیا میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا اور ان کی نمازیں نری ٹکریں ہیں اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض، اور تنگی سے صرف نشست و برخاست کے طور پر ہوتی ہے۔

مجھے اَور بھی افسوس ہوتا ہے کہ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ صرف اس لئے نمازیں پڑھتے ہیں کہ وہ دُنیا میں معتبر اور قابلِ عزت سمجھے جائیں اور پھر اس نماز سے یہ بات اُن کو حاصل بھی ہو جاتی ہے یعنی وہ نمازی اور پرہیزگار کہلاتے ہیں پھر کیوں ان کو یہ کھا جانے والا غم نہیں لگتا کہ جب جھوٹ موٹ اور بے دلی کی نماز سے ان کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے، ؎ بننے سے اُن کو عزت نہ ملے گی اور کیسی عزت ملے گی۔

غرض میں دیکھتا ہوں کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سُست اسی لئے ہوتے ہیں کہ

؎ یہاں سے کچھ عبارت کاتب سے رہ گئی معلوم ہوتی ہے۔ فقرہ یوں ہونا چاہیئے " تو کیا مخلص بننے سے ان کو۔۔۔ الخ (مصحح)

اُن کو اس لذّت اور سرُور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے اور بڑی بھاری وجہ کسل کی یہی ہے۔ پھر شہروں اور گاؤں میں تو اَور بھی سُستی اور غفلت ہوتی ہے۔ سو پچاسواں حصّہ بھی تو پُوری مستعدی اور سچی محبت سے اپنے مولا حقیقی کے حضور سر نہیں جُھکاتے۔ پھر سوال یہی ہوتا ہے کہ کیوں اُن کو اس لذّت کی اطلاع نہیں اور نہ کبھی اس مزے کو انہوں نے چکھا۔ اور مذاہب میں ایسے احکام نہیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں اور مؤذن اذان دے دیتا ہے۔ پھر وہ سُننا بھی نہیں چاہتے۔ گویا اُن کے دل دُکھتے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی قابل رحم ہیں۔ بعض لوگ یہاں بھی ایسے ہیں کہ ان کی دوکانیں دیکھو تو مسجد کے نیچے ہیں مگر کبھی جا کر کھڑے بھی تو نہیں ہوتے۔

پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دُعا مانگنی چاہیئے کہ جس طرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذّتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزا چکھا دے۔ کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرُور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اُسے خوب یاد رہتا ہے اور پھر اگر کسی بدشکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے تو اس کی ساری حالت اس کے بالمقابل مجسّم ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ اسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اُٹھ کر سردی میں وضو کر کے خواب راحت چھوڑ کر اور کئی قسم کی آسائشوں کو چھوڑ کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُسے بیزاری ہے وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس لذّت اور راحت سے جو نماز میں ہے اس کو اطلاع نہیں ہے۔ پھر نماز میں لذّت کیونکر حاصل ہو۔

میں دیکھتا ہوں کہ ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہیں آتا تو وہ پَے در پَے پیتا جاتا ہے یہانتک کہ اس کو ایک قسم کا نشہ آ جاتا ہے۔ دانشمند اور نیک انسان

اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور وہ یہ کہ نماز پر دوام کرے اور پڑھتا جاوے یہانتک کہ اس کو سرُور آجاوے اور جیسے شرابی کے ذہن میں ایک لذّت ہوتی ہے جس کا حاصل کرنا اس کا مقصود بالذات ہوتا ہے اسی طرح سے ذہن میں اور ساری طاقتوں کا رجحان نماز میں اسی سرور کو حاصل کرنا ہو اور پھر ایک خلوص اور جوش کے ساتھ کم از کم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق وکرب کی مانند ہی ایک دعا پیدا ہو کہ وہ لذّت حاصل ہو تو میں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً وہ لذّت حاصل ہو جائے گی۔ پھر نماز پڑھتے وقت ان مفاد کا حاصل کرنا بھی ملحوظ ہو جو اُس سے ہوتے ہیں اور احسان پیش نظر رہے۔ ان الحسنات یذھبن السیّئات[1]۔ نیکیاں بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں۔ پس ان حسنات کو اور لذات کو دل میں رکھ کر دُعا کرے کہ وہ نماز جو صدیقوں اور محسنوں کی ہے وہ نصیب کرے۔

یہ جو فرمایا ہے کہ ان الحسنات یذھبن السیّئات یعنی نیکیاں یا نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ نماز فواحش اور بُرائیوں سے بچاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں مگر نہ رُوح اور راستی کے ساتھ۔ وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں۔ اُن کی رُوح مُردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حسنات نہیں رکھا۔ اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا اور الصلوٰة کا لفظ نہیں رکھا باوجودیکہ معنی وہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حُسن وجمال کی طرف اشارہ کرے کہ وہ نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی رُوح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے وہ نماز یقیناً یقیناً بُرائیوں کو دُور کر دیتی ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں۔ نماز کا مغز اور رُوح وہ دُعا ہے جو ایک لذّت اور سرُور اپنے اندر رکھتی ہے۔ ارکان نماز دراصل رُوحانی نشست و برخاست کے اظلال ہیں۔

[1] ھود : ۱۱۵

انسان کو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آدابِ خدمتگاران میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا طیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم کیلئے کس قدر گردن جھکاتا ہے۔ اور سجدہ کمال ادب اور کمال تذلل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طرق ہیں جو خدا تعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر اُن کو مقرر کیا ہے۔ علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی لکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں (جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے) صرف نقال کی طرح نقلیں اُتاری جائیں اور اُسے ایک بارگراں سمجھ کر اُتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے تو تم ہی بتلاؤ اس میں کیا لذت اور حظ آسکتا ہے۔ اور جب تک لذت اور سرور نہ آئے اُس کی حقیقت کیونکر متحقق ہوگی اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ رُوح بھی ہمہ نیستی اور تذلل تام ہوکر آستانِ الوہیت پر گرے اور جو زبان بولتی ہے رُوح بھی بولے۔ اس وقت ایک سرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔

میں اس کو اور کھول کر کہنا چاہتا ہوں کہ انسان جس قدر مراتب طے کر کے انسان ہوتا ہے۔ یعنی کہاں نطفہ بلکہ اس سے بھی پہلے نطفہ کے اجزاء یعنی مختلف قسم کی اغذیہ اور اُن کی ساخت اور بناوٹ اور پھر نطفہ کے بعد مختلف مدارج کے بعد بچہ پھر جوان، بوڑھا۔ غرض ان تمام عالموں میں جو اس پر مختلف اوقات میں گذرے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا معترف ہو اور وہ نقشہ ہر آن اس کے ذہن میں کھچا رہے تو بھی وہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ ربوبیت کے مقابل میں اپنی عبودیت کو ڈال دے۔ غرض مدعا یہ ہے کہ نماز میں لذت اور سرور بھی عبودیت اور ربوبیت کے ایک تعلق سے پیدا ہوتا ہے جب تک اپنے آپ کو عدم محض یا مشابہ بالعدم قرار دے کر جو ربوبیت کا ذاتی تقاضا ہے نہ ڈال دے اس کا فیضان اور پرتو اس پر نہیں پڑتا۔

اور اگر ایسا ہو تو پھر اعلیٰ درجہ کی لذت حاصل ہوتی ہے جس سے بڑھ کر کوئی حظ نہیں ہے اس مقام پر انسان کی رُوح جب ہمہ نیستی ہو جاتی ہے تو وہ خدا کی طرف ایک چشمہ کی طرح بہتی ہے اور ماسوی اللہ سے اُسے انقطاع ہو جاتا ہے۔ اس وقت خدا تعالےٰ کی محبت اس پر گرتی ہے۔ اس اتصال کے وقت ان دو جوشوں سے جو اوپر کی طرف سے رُبوبیت کا جوش اور نیچے کی طرف سے عبُودیت کا جوش ہوتا ہے۔ ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کا نام صلوٰۃ ہے جو سیئات کو بھسم کر جاتی اور اپنی جگہ ایک نور اور چمک چھوڑ دیتی ہے جو سالک کو راستے کے خطرات اور مشکلات کے وقت ایک منور شمع کا کام دیتی ہے اور ہر قسم کے خس و خاشاک اور ٹھوکر کے پتھروں اور خار و خس سے جو اس کی راہ میں ہوتے ہیں آگاہ کر کے بچاتی ہے اور یہی وہ حالت ہے جبکہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ[1] کا اطلاق اس پر ہوتا ہے کیونکہ اُس کے ہاتھ میں نہیں نہیں اُس کے شمعدان دل میں ایک روشن چراغ رکھا ہوا ہوتا ہے اور یہ درجہ کامل تذلّل کامل نیستی اور فروتنی اور پُوری اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر گُناہ کا خیال اُسے آ کیونکر سکتا ہے اور انکار اس میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ فحشاء کی طرف اس کی نظر اُٹھ ہی نہیں سکتی۔ غرض اسے ایسی لذّت ایسا سرور حاصل ہوتا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُسے کیونکر بیان کروں۔

پھر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ نماز جو اپنے اصلی معنوں میں نماز ہے دُعا سے حاصل ہوتی ہے۔ غیر اللہ سے سوال کرنا مومنانہ غیرت کے صریح اور سخت مخالف ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ دعا کا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جب تک انسان پُورے طور پر حنیف ہو کر اللہ تعالےٰ ہی سے سوال نہ کرے اور اسی سے نہ مانگے۔ سچ سمجھو کہ حقیقی طور پر وہ سچا مومن اور سچا مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسلام کی حقیقت ہی یہ ہے کہ اس کی تمام طاقتیں اندرُونی ہوں یا بیرونی سب کی سب اللہ تعالےٰ ہی کے آستانہ پر گری

[1] العنکبوت: ۴۶

ہوئی ہوں۔ جس طرح پر ایک بڑا انجن بہت سی کلوں کو چلاتا ہے۔ پس اسی طور پر جب تک انسان اپنے ہر کام اور ہر حرکت وسکون تک کو اسی انجن کی طاقت عظمےٰ کے ماتحت نہ کرلیوے وہ کیونکر اللہ تعالےٰ کی الوہیت کا قائل ہوسکتا ہے؟ اور اپنے آپ کو انّی وجّھت وجھی للّذی فطر السمٰوٰت والارض کہتے وقت واقعی حنیف کہہ سکتا ہے؟ جیسے مُنہ سے کہتا ہے دل سے بھی ادھر کی طرف متوجہ ہو تو لاریب وہ مسلم ہے۔ وہ مومن اور حنیف ہے۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا غیر اللہ سے سوال کرتا ہے اور ادھر بھی جُھکتا ہے وہ یاد رکھے کہ بڑا ہی بد قسمت اور محروم ہے کیونکہ اس پر وہ وقت آجانے والا ہے کہ وہ زبانی اور نمائشی طور پر اللہ تعالےٰ کی طرف نہ جُھک سکے۔ ترک نماز کی عادت اور کسل کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب انسان غیر اللہ کی طرف جُھکتا ہے تو رُوح اور دل بھی اس کی طرف جُھکتا ہے اور رُوح اور دل کی طاقتیں بھی (اس درخت کی طرح جس کی شاخیں ابتداءً ایک طرف کر دی جائیں اور پرورش پالیں) ادھر ہی جُھک جاتی ہیں اور خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک سختی اور تشدد اس کے دل میں پیدا ہو کر اُسے منجمد اور پتھر بنا دیتا ہے۔ جیسے وہ شاخیں پھر دوسری طرف مُڑ نہیں سکتیں۔ اسی طرح پر وہ دل اور رُوح دن بدن خدا تعالیٰ سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ پس یہ بڑی خطرناک اور دل کو کپکپا دینے والی بات ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر دوسرے سے سوال کرے۔ اسی لئے نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے۔ تاکہ اوّلاً وہ ایک عادت راسخہ کی طرح قائم ہو اور رجُوع الی اللہ کا خیال ہو۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت آجاتا ہے کہ انقطاع کلّی کی حالت میں انسان ایک نُور اور ایک لذّت کا وارث ہو جاتا ہے۔

میں اس امر کو پھر تاکید سے کہتا ہوں۔ افسوس ہے مجھے وہ لفظ نہیں ملتے جس میں مَیں غیر اللہ کی طرف رجُوع کرنے کی بُرائیاں بیان کرسکوں۔ لوگوں کے پاس جاکر منّت و

لہ الانعام : ۸۰

خوشامد کرتے ہیں۔ یہ بات خدا تعالیٰ کی غیرت کو جوش میں لاتی ہے (کیونکہ یہ تو لوگوں کی نماز ہے) پس وہ اس سے ہٹتا اور اُسے دُور پھینک دیتا ہے۔ میں موٹے الفاظ میں اس کو بیان کرتا ہوں گو یہ امر اس طرح پر نہیں ہے مگر فوراً سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ جیسے ایک مردِ غیور کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ وہ اپنی بیوی کو کسی غیر کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہوئے دیکھ سکے اور جس طرح پر وہ مرد ایسی حالت میں اس نابکار عورت کو واجب القتل سمجھتا بلکہ بسا اوقات ایسی وارداتیں ہو جاتی ہیں ایسا ہی جوش اور غیرت الوہیت کی ہے۔ جب عبودیت اور دعا خاص اسی ذات کے مدمقابل ہیں وہ پسند نہیں کرسکتا کہ کسی اور کو معبود قرار دیا جائے یا پکارا جائے۔

پس خوب یاد رکھو اور پھر یاد رکھو! کہ غیر اللہ کی طرف جُھکنا خدا سے کاٹنا ہے۔ نماز اور توحید کچھ ہی ہو (کیونکہ توحید کے عملی اقرار کا نام ہی نماز ہے) اسی وقت بے برکت اور بے سُود ہوتی ہے جب اس میں نیستی اور تذلل کی رُوح اور حنیف دل نہ ہو! سُنو وہ دُعا جس کے لئے ادعونی استجب لکم[1] فرمایا ہے اس کے لئے یہی سچی رُوح مطلوب ہے اگر اس تضرع اور خشوع میں حقیقت کی رُوح نہیں تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں ہے۔

پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسباب کی رعایت ضروری نہیں ہے؟ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ شریعت نے اسباب کو منع نہیں کیا ہے اور سچ پوچھو تو کیا دعا اسباب نہیں ہے؟ یا اسباب دُعا نہیں؟ تلاش اسباب بجائے خود ایک دُعا ہے اور دُعا بجائے خود عظیم الشان اسباب کا چشمہ!!

انسان کی ظاہری بناوٹ، اس کے دو ہاتھ دو پاؤں کی ساخت ایک دوسرے کی امداد کا رہنما ہے۔ جب یہ نظارہ خود انسان میں موجود ہے پھر کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ تعاونوا علی البر والتقوٰی[2] کے معنے سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ تلاش اسباب بھی بذریعہ دُعا کرو۔ امداد باہمی میں نہیں سمجھتا کہ

[1] المؤمن: ۶۱ [2] المائدۃ: ۳

جب میں تمہارے جسم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایک قائم کردہ سلسلہ اور کامل رہنما سلسلہ دکھاتا ہوں تم اس سے انکار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دُنیا پر کھول دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ دُنیا میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت ان رسُولوں کو باقی نہ رہنے دے مگر پھر بھی ایک وقت اُن پر آتا ہے کہ وہ من انصاری الی اللّٰہ[1] کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایک ٹکڑ گدا فقیر کی طرح بولتے ہیں؟ نہیں من انصاری الی اللّٰہ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے۔ وہ دُنیا کو رعایت اسباب سکھانا چاہتے ہیں جو دعا کا ایک شعبہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ پر ان کو کامل ایمان اس کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ اِنَّا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا[2] ایک یقینی اور حتمی وعدہ ہے میں کہتا ہوں کہ بھلا اگر خدا کسی کے دل میں مدد کا خیال نہ ڈالے تو کوئی کیونکر مدد دے سکتا ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ حقیقی معاون و ناصر وہی پاک ذات ہے جس کی شان ہے نعم المولیٰ ونعم الوکیل ونعم النصیر۔ دنیا اور دنیا کی مددیں ان لوگوں کے سامنے کالمیّت ہوتی ہیں اور مُردہ کیڑے کے برابر بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں لیکن دنیا کو دعا کا ایک موٹا طریق بتلانے کے لئے وہ یہ راہ بھی اختیار کرتے ہیں۔ وہ حقیقت میں اپنے کاروبار کا متولی خدا تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل سچ ہے۔ و ھو یتولی الصالحین[3]۔ اللہ تعالیٰ ان کو مامور کر دیتا ہے کہ وہ اپنے کاروبار کو دوسروں کے ذریعہ سے ظاہر کریں۔ ہمارے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مختلف مقامات پر مدد کا وعظ کرتے تھے۔ اسی لئے کہ وہ وقت نصرت الٰہی کا تھا۔ اس کو تلاش کرتے تھے کہ وہ کس کے شامل حال ہوتی ہے۔

یہ ایک بڑی غور طلب بات ہے۔ دراصل مامور من اللہ لوگوں سے مدد نہیں مانگتا۔

[1] آل عمران: ۵۳ [2] المومن: ۵۲ [3] الاعراف: ۱۹۷

بلکہ من انصاری الی اللّٰہ[1] کہہ کر وہ اس نصرت الٰہیہ کا استقبال کرنا چاہتا ہے اور ایک فرطِ شوق سے بے قراروں کی طرح اس کی تلاش میں ہوتا ہے۔ نادان اور کوتاہ اندیش لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں سے مدد مانگتا ہے بلکہ اس طرح پر اس شان میں وہ کسی دل کے لئے جو اس نُصرت کا موجب ہوتا ہے ایک برکت اور رحمت کا موجب ہوتا ہے۔ پس ماموزمن اللہ کی طلب امداد کا اصل سِرّ اور راز یہی ہے جو قیامت تک اسی طرح رہے گا۔ اشاعتِ دین میں ماموزمن اللہ دوسروں سے امداد چاہتے ہیں مگر کیوں؟ اپنے ادائے فرض کے لئے تاکہ دلوں میں خدا تعالےٰ کی عظمت کو قائم کریں۔ ورنہ یہ تو ایک ایسی بات ہے کہ قریب بہ کفر پہنچ جاتی ہے اگر غیر اللہ کو متولی قرار دیں اور ان نفوس قدسیہ سے ایسا امکان محال مطلق ہے۔

میں نے ابھی کہا ہے کہ توحید تبھی پُوری ہوتی ہے کہ کُل مرادوں کا معطی اور تمام امراض کا چارہ اور مداوا وہی ذات واحد ہو۔ لا الٰہ الّا اللّٰہ کے معنے یہی ہیں صوفیوں نے الٰہ کے لفظ سے محبُوب، مقصود، معبود مراد لی ہے۔ بے شک اصل اور سچ یونہی ہے۔ جب تک انسان کامل طور پر کاربند نہیں ہوتا۔ اس میں اسلام کی محبت اور عظمت قائم نہیں ہوتی۔

اور پھر میں اصل ذکر کی طرف رجُوع کرکے کہتا ہوں کہ نماز کی لذّت اور سرور اُسے حاصل نہیں ہو سکتا۔ مدار اسی بات پر ہے کہ جب تک بُرے ارادے ، ناپاک اور گندے منصُوبے بھسم نہ ہوں۔ انانیت اور شیخی دُور ہو کر نیستی اور فروتنی نہ آئے خدا کا سچّا بندہ نہیں کہلا سکتا۔ عبودیت کاملہ کے سکھانے کے لئے بہترین معلّم اور افضل ترین ذریعہ نماز ہی ہے۔

میں تمہیں پھر بتلاتا ہوں کہ اگر خدائے تعالیٰ سے سچا تعلق، حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو تو نماز پر کاربند ہو جاؤ اور ایسے کاربند نہ ہو کہ نہ تمہارا جسم نہ تمہاری

[1] آل عمران: ۵۳

زبان بلکہ تمہاری رُوح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں۔

عصمتِ انبیار کا یہی راز ہے یعنی نبی کیوں معصوم ہوتے ہیں؟ تو اس کا یہی جواب ہے کہ وہ استغراق محبت الٰہی کے باعث معصوم ہوتے ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جب ان قوموں کو دیکھتا ہوں جو شِرک میں مبتلا ہیں جیسے ہندو جو قسم قسم کے اصنام کی پرستش کرتے ہیں۔ یہانتک کہ انہوں نے عورت اور مرد کے اعضار مخصوصہ تک کی پرستش بھی جائز کر رکھی ہے اور ایسا ہی وہ لوگ جو ایک انسانی لاش یعنے یسُوع مسیح کی پرستش کرتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ مختلف صورتوں سے حصول نجات یا مکتی کے قائل ہیں۔ مثلاً اوّل الذکر یعنی ہندو گنگا اشنان اور تیرتھ یاترا اور ایسے ایسے کفاروں سے گناہ سے موکش چاہتے ہیں اور عیسٰی پرست عیسائی مسیح کے خون کو اپنے گناہوں کا فدیہ قرار دیتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ جب تک نفس گناہ موجود ہے وہ بیرونی صفائی اور خارجی معتقدات سے راحت یا اطمینان کا ذریعہ کیونکر پا سکتے ہیں جب تک اندر کی صفائی اور باطنی تطہیر نہیں ہوتی ناممکن ہے کہ انسان سچی پاکیزگی طہارت جو انسان کو نجات سے ملتی ہے پا سکے۔ ہاں اس سے ایک سبق لو جس طرح پر دیکھو بدن کی میل اور بدبُو بدوں صفائی کے دُور نہیں ہو سکتی۔ اور جسم کو ان آنے والے خطرناک امراض سے بچا نہیں سکتی اسی طرح پر رُوحانی کدُورت اور میل جو دل پر ناپاکیوں اور قسم قسم کی بے باکیوں سے جم جاتی ہے دُور نہیں ہو سکتی جب تک توبہ کا مصفّا اور پاک پانی نہ دھو ڈالے جسمانی سلسلہ میں ایک فلسفہ جس طرح پر موجود ہے اسی طرح پر رُوحانی سلسلہ میں ایک فلسفہ رکھا ہوا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس پر غور کرتے ہیں اور سوچتے ہیں۔

میں اس مقام پر یہ بات بھی جتلانا چاہتا ہوں کہ گناہ کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ اس سوال کا جواب عام فہم الفاظ میں یہی ہے کہ جب غیر اللہ کی محبت انسانی دل پر مستولی ہوتی ہے تو وہ اس مصفّا آئینہ پر ایک قسم کا زنگ سا پیدا کرتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا

ہے کہ وہ رفتہ رفتہ بالکل تاریک ہو جاتا ہے اور غیریت اپنا گھر کر کے اسے خدا سے دُور ڈال دیتی ہے اور یہی شرک کی جڑ ہے لیکن جس قلب پر اللہ تعالٰے اور صرف اللہ تعالٰے کی محبت اپنا قبضہ کرتی ہے۔ وہ غیریت کو جلا کر اسے صرف اپنے لئے منتخب کر لیتی ہے۔ پھر اس میں ایک استقامت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اصل جگہ پر آجاتی ہے۔ عضو کے ٹوٹنے پھر چڑھنے میں جس طرح سے تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن ٹوٹا ہوا عضو کہیں زیادہ تکلیف دیتا ہے جو اسے صرف مکرر چڑھنے سے عارضی طور پر ہوتی ہے اور پھر ایک راحت کا سامان ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ عضو اسی طرح ٹوٹا رہے تو ایک وقت آجاتا ہے کہ اس کو بالکل کاٹنا پڑتا ہے۔ اسی طرح سے استقامت کے حصول کے لئے اولاً ابتدائی مدارج اور مراتب پر کسی قدر تکلیف اور مشکلات بھی پیش آتی ہیں۔ لیکن اس کے حاصل ہونے پر ایک دائمی راحت اور خوشی پیدا ہو جاتی ہے۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ ارشاد ہوا فاستقم کما امرت[1] تو لکھا ہے کہ آپ کے کوئی سفید بال نہ تھا۔ پھر سفید بال آنے لگے تو آپ نے فرمایا۔ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا۔

غرض یہ ہے کہ جب تک انسان موت کا احساس نہ کرے وہ نیکیوں کی طرف جھک نہیں سکتا۔ میں نے بتلایا ہے کہ گناہ غیر اللہ کی محبت دل میں پیدا ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ دل پر غلبہ کر لیتا ہے۔ پس گناہ سے بچنے اور محفوظ رہنے کے لئے یہ بھی ایک ذریعہ ہے کہ انسان موت کو یاد رکھے اور خدائے تعالیٰ کے عجائبات قدرت میں غور کرتا رہے کیونکہ اس سے محبت الٰہی اور ایمان بڑھتا ہے اور جب خدا تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے تو وہ گناہ کو خود جلا کر بھسم کر جاتی ہے۔

دوسرا ذریعہ گناہ سے بچنے کا احساس موت ہے۔ اگر انسان موت کو اپنے سامنے رکھے تو وہ ان بدکاریوں اور کوتاہ اندیشیوں سے باز آجائے اور خدا تعالٰے پر اسے ایک نیا ایمان حاصل ہو اور اپنے سابقہ گناہوں پر توبہ اور نادم ہونے کا موقعہ ملے۔ انسان عاجز

[1] ھود: ۱۱۳

کی ہستی کیا ہے؟ صرف ایک دم پر انحصار ہے۔ پھر کیوں وہ آخرت کا فکر نہیں کرتا اور موت سے نہیں ڈرتا اور نفسانی اور حیوانی جذبات کا مطیع اور غلام ہو کر عمر ضائع کر دیتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہندوؤں کو بھی احساس موت ہوا ہے۔ بٹالہ میں کشن چند نام ایک بھنڈاری ستر یا بہتر برس کی عمر کا تھا۔ اس وقت اس نے گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا اور کاشی میں جا کر رہنے لگا اور وہاں ہی مر گیا۔ یہ صرف اس لئے کہ وہاں مرنے سے اس کی موکش ہو گی مگر یہ خیال اس کا باطل تھا۔ لیکن اس سے اتنا تو مفید نتیجہ ہم نکال سکتے ہیں کہ اس نے احساس موت کیا اور احساس موت انسان کو دنیا کی لذات میں بالکل منہمک ہونے سے اور خدا سے دُور جا پڑنے سے بچا لیتا ہے۔ یہ بات کہ کاشی میں مرنا مکتی کا باعث ہوگا یہ اسی مخلوق پرستی کا پردہ تھا جو اس کے دل پر پڑا ہوا تھا مگر مجھے تو سخت افسوس ہوتا ہے جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمان ہندوؤں کی طرح بھی احساس موت نہیں کرتے۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو صرف اس ایک حکم نے کہ فاستقم کما امرت[1] نے ہی بوڑھا کر دیا۔ کس قدر احساس موت ہے۔ آپ کی یہ حالت کیوں ہوئی صرف اس لئے کہ تا ہم اس سے سبق لیں۔ واللہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مقدس زندگی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہادی کامل اور پھر قیامت تک کے لئے اور اس پر کُل دُنیا کے لئے مقرر فرمایا۔ مگر آپ کی زندگی کے کل واقعات ایک عملی تعلیمات کا مجموعہ ہیں۔ جس طرح پر قرآن کریم اللہ تعالےٰ کی قولی کتاب ہے اور قانون قدرت اس کی فعلی کتاب ہے اسی طرح پر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی ایک فعلی کتاب ہے جو گویا قرآن کریم کی شرح اور تفسیر ہے۔ میرے تیس سال کی عمر میں ہی سفید بال نکل آئے تھے اور مرزا صاحب مرحوم میرے والد ابھی زندہ ہی تھے۔ سفید بال بھی گویا ایک قسم کا نشان موت ہوتا ہے۔ جب بڑھاپا آتا ہے جس کی نشانی یہی سفید

[1] ھود : ۱۱۳

بال ہیں تو انسان سمجھ لیتا ہے کہ مرنے کے دن اب قریب ہیں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس وقت بھی انسان کو فکر نہیں لگتا۔ مومن تو ایک چڑیا اور جانوروں سے بھی اخلاق فاضلہ سیکھ سکتا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ کی کھلی ہوئی کتاب اس کے سامنے ہوتی ہے۔ دنیا میں جس قدر چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وہ انسان کے لئے جسمانی اور رُوحانی دونوں قسم کی راحتوں کے سامان ہیں۔

میں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں پڑھا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے مراقبہ بلّی سے سیکھا ہے۔ اگر انسان نہایت پُرغور نگاہ سے دیکھے تو اُسے معلوم ہوگا کہ جانور کھُلے طور پر خُلق رکھتے ہیں۔ میرے مذہب میں سب چرند پرند ایک خلق ہیں اور انسان اس کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ نفس جامع ہے اور اسی لئے عالم صغیر کہلاتا ہے کہ کُل مخلوقات کے کمال انسان میں یکجائی طور پر جمع ہیں اور کُل انسانوں کے کمالات بہیئت مجموعی ہمارے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں اور اسی لئے آپ کُل دنیا کے لئے مبعوث ہوئے اور رحمۃ للعالمین کہلائے۔ انك لعلیٰ خلق عظیم[1] میں بھی اسی مجموعہ کمالات انسانی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی صورت میں عظمت اخلاق محمدی کی نسبت غور کر سکتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ آپ پر نبوت کاملہ کے کمالات ختم ہوئے۔

یہ ایک مسلّم بات ہے کہ کسی چیز کا خاتمہ اس کی علّتِ غائی کے اختتام پر ہوتا ہے۔ جیسے کتاب کے جب کُل مطالب بیان ہو جاتے ہیں تو اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اسی طرح پر رسالت اور نبوت کی علّت غائی رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی اور یہی ختم نبوت کے معنے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک سلسلہ ہے جو چلا آیا ہے اور کامل انسان پر آکر اس کا خاتمہ ہوگیا۔

میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ استقامت جس پر میں نے ذکر چھیڑا تھا۔ وہی

[1] القلم : ۵

ہے جس کو صُوفی لوگ اپنی اصطلاح میں فنا کہتے ہیں اور اھدنا الصراط المستقیم[1] کے معنے بھی فنا ہی کے کرتے ہیں۔ یعنی رُوح کے جوش اور ارادے سب کے سب اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہو جائیں اور اپنے جذبات اور نفسانی خواہشیں بالکل مرجائیں۔ بعض انسان جو اللہ تعالےٰ کی خواہش اور ارادے کو اپنے ارادوں اور جوشوں پر مقدم نہیں کرتے وہ اکثر دفعہ دُنیا ہی کے جوشوں اور ارادوں کی ناکامیوں میں اس دُنیا سے اُٹھ جاتے ہیں۔ ہمارے بھائی صاحب مرزا غلام قادر[رحمہ] کو مقدمات میں بڑی مصروفیت رہتی تھی اور ان میں وہ یہاں تک منہمک اور محو رہتے تھے کہ آخر ان ناکامیوں نے ان کی صحت پر اثر ڈالا اور وہ انتقال کر گئے۔ اور بھی بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو اپنے ارادوں کو خدا پر مقدم کرتے ہیں۔ آخر کار اس تقدیم ہوائے نفس میں بھی وہ کامیاب نہیں ہوتے اور بجائے فائدہ کے نقصان عظیم اُٹھاتے ہیں۔ اسلام پر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ ناکامی صرف جھُوٹے ہونے کی وجہ سے پیش آتی ہے۔ جب خدا تعالےٰ کی طرف سے التفات کم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ کا قہر نازل ہوتا ہے جو اس کو نامراد اور ناکام بنا دیتا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کو جو بصیرت رکھتے ہیں جب وہ دُنیا کے مقاصد کی طرف اپنے تمام جوش اور ارادے کے ساتھ جُھک جاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ اُن کو نامراد کر دیتا ہے۔ لیکن سعیدوں کو وہ پاک اصول پیش نظر رہتا ہے جو احساس موت کا اصُول ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ جس طرح ماں باپ کا انتقال ہو گیا ہے یا جس طرح پر اور کوئی بڑا خاندان فوت ہو گیا ہے اسی طرح پر مجھ کو ایک دن مرنا ہے اور بعض اوقات اپنی عمر پر خیال کر کے کہ بڑھاپا آگیا اور موت کے دن قریب ہیں خدائے تعالےٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ بعض خاندان ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں عُمریں علی العموم ایک خاص مقدار تک مثلاً ۵۰ یا ۶۰ تک پہنچتے ہیں۔ بٹالہ میں میاں صاحب کا جو خاندان ہے اُس کی عُمریں بھی علی العموم اسی حد تک پہنچتی ہیں۔ اس طرح پر اپنے خاندان کی

[1] الفاتحۃ : ۶

عمروں کا اندازہ اور لحاظ بھی انسان کو احساسِ موت کی طرف لے جاتا ہے۔

غرض یہ بات خوب ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ آخر ایک نہ ایک دن دُنیا اور اس کی لذتوں کو چھوڑنا ہے تو پھر کیوں نہ انسان اس وقت سے پہلے ہی ان لذات کے ناجائز طریقِ حصول چھوڑ دے۔ موت نے بڑے بڑے راستبازوں اور مقبولوں کو نہیں چھوڑا۔ اور وہ نوجوانوں یا بڑے سے بڑے دولت مند اور بزرگ کی پروا نہیں کرتی۔ پھر تم کو کیوں چھوڑنے لگی۔ پس دنیا اور اس کی راحتوں کو زندگی کے منجملہ اسباب سے سمجھو اور خدا تعالےٰ کی عبادت کا ذریعہ۔ سعدی نے اس مضمون کو یُوں ادا کیا ہے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است　　تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

یہ نہ سمجھو کہ خدا ہم سے خواہ مخواہ خوش ہو جائے اور ہم احتظاظ میں رہیں مگر ایسے اندھوں کو اگر خدا کی طرف سے ہی پروانہ آجائے تو وہ ان لذتوں کو جو جسمانی خواہشوں اور ارادوں کی پیروی میں سمجھتے ہیں نہ چھوڑیں گے اور ان کو اس لذت پر جو ایک مومن کو خدا میں طبتی ہے ترجیح دیں گے۔ خدا تعالےٰ کا پروانہ موجود ہے جس کا نام قرآن شریف ہے جو جنت اور ابدی آرام کا وعدہ دیتا ہے مگر اس کی نعمتوں کے وعدہ پر چنداں لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اور عارضی اور خیالی خوشیوں اور راحتوں کی جستجو میں کس قدر تکلیفیں غافل انسان اُٹھاتا اور سختیاں برداشت کرتا ہے مگر خدا تعالےٰ کی راہ میں ذرا سی مشکل کو دیکھ کر بھی گھبرا اُٹھتا اور بدظنی شروع کر دیتا ہے۔ کاش وہ ان فانی لذتوں کے مقابلہ میں ان ابدی اور مستقل خوشیوں کا اندازہ کر سکتا۔ ان مشکلات اور تکالیف پر فتح پانے کے لئے ایک کامل اور خطا نہ کرنے والا نسخہ موجود ہے جو کروڑہا راستبازوں کا تجربہ کردہ ہے۔ وہ کیا۔ وہ وہی نسخہ ہے جس کو نماز کہتے ہیں۔

نماز کیا ہے؟ ایک قسم کی دُعا ہے جو انسان کو تمام بُرائیوں اور فواحش سے محفوظ رکھ کر حسنات کا مستحق اور انعام الٰہیہ کا مورد بنا دیتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ اسم اعظم ہے

اللہ تعالیٰ نے ان تمام صفات کو اس کے تابع رکھا ہے۔ اب ذرا غور کرو۔ نماز کی ابتدا اذان سے شروع ہوتی ہے۔ اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی اللہ کے نام سے شروع ہو کر لا الٰہ الا اللہ یعنی اللہ ہی پر ختم ہوتی ہے۔ یہ فخر اسلامی عبادت ہی کو ہے کہ اس میں اوّل اور آخر میں اللہ تعالیٰ ہی مقصود ہے نہ کچھ اور۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس قسم کی عبادت کسی قوم اور ملت میں نہیں ہے۔ پس نماز جو دُعا ہے اور جس میں اللہ کو جو خدائے تعالیٰ کا اسم اعظم ہے مقدم رکھا ہے۔ ایسا ہی انسان کا اسم اعظم استقامت ہے۔

اسم اعظم سے مراد یہ ہے کہ جس ذریعہ سے انسانیت کے کمالات حاصل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اھدنا الصراط المستقیم[1] میں اس کی طرف ہی اشارہ فرمایا ہے۔ اور ایک دوسرے مقام پہ فرمایا الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا[2] یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے نیچے آ گئے اور اس کے اسم اعظم استقامت کے نیچے جب بیضۂ بشریت رکھا گیا۔ پھر اس میں اس قسم کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ ملائکہ کا نزول اس پہ ہوتا ہے اور کسی قسم کا خوف وحزن ان کو نہیں رہتا۔ میں نے کہا ہے کہ استقامت بڑی چیز ہے۔ استقامت سے کیا مراد ہے؟ ہر ایک چیز جب اپنے عین محل اور مقام پہ ہو وہ حکمت اور استقامت سے تعبیر پاتی ہے۔ مثلاً دُوربین کے اجزاء کو اگر جدا جدا کر کے ان کو اصل مقامات سے ہٹا کر دوسرے مقام پہ رکھ دیں۔ وہ کام نہ دے گی۔ غرض وضع الشیئ فی محلّہٖ کا نام استقامت ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہو کہ ہیئت طبعی کا نام استقامت ہے۔ پس جب تک انسانی بناوٹ کو ٹھیک اسی حالت پہ نہ رہنے دیں اور اُسے مستقیم حالت میں نہ رکھیں وہ اپنے اندر کمالات پیدا نہیں کر سکتی۔ دُعا کا طریق یہی ہے کہ دونوں اسم اعظم جمع ہوں۔ بالذات یہ خدا کی طرف جاوے کسی غیر کی طرف رجوع نہ کرے خواہ وہ اس کی ہوا و ہوس ہی کا بُت کیوں نہ ہو۔ جب یہ حالت ہو جائے تو اس وقت ادعونی استجب لکم[3] کا

[1] الفاتحہ: ۶ [2] حٰم السجدہ: ۳۱ [3] المومن: ۶۱

مزا آجاتا ہے۔

پس میں چاہتا ہوں کہ آپ استقامت کے حصول کے لئے مجاہدہ کریں اور ریاضت سے اُسے پائیں کیونکہ وہ انسان کو ایسی حالت پر پہنچا دیتی ہے جہاں اس کی دُعا قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہے۔ اس وقت بہت سے لوگ دُنیا میں موجود ہیں جو عدم قبولیت دُعا کے شاکی ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ افسوس تو یہ ہے کہ جب تک وہ استقامت پیدا نہ کریں دُعا کی قبولیت کی لذّت کو کیونکر پا سکیں گے۔ قبولیت دُعا کے نشان ہم اسی دُنیا میں پاتے ہیں۔ استقامت کے بعد انسانی دل پر ایک برودت اور سکینت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ کسی قسم کی بظاہر ناکامی اور نامُرادی پر بھی دل نہیں جلتا۔ لیکن دُعا کی حقیقت سے ناواقف رہنے کی صورت میں ذرا ذرا سی نامرادی بھی آتشِ جہنّم کی ایک لپٹ ہو کر دل پر مستولی ہو جاتی ہے اور گھبرا گھبرا کر بے قرار کئے دیتی ہے۔ اسی کی طرف ہی اشارہ ہے۔ نار اللّٰہ الموقدة التی تطلع علی الافئدة[1]۔ بلکہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تپ بھی نارِ جہنّم کا ایک نمونہ ہے۔

اب یہاں ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پا جانا تھا۔ اس لئے ظاہری طور پر ایک نمونہ اور خدا نمائی کا آلہ دُنیا سے اُٹھتا تھا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک آسان راہ رکھ دی کہ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی[2] کیونکہ محبوب اللہ مستقیم ہی ہوتا ہے۔ زیغ رکھنے والا کبھی محبوب نہیں ہو سکتا اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبّت کی ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز میں درُود شریف کا پڑھنا ضروری ہو گیا تاکہ اس دعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ظلّی طور پر قیامت تک رہتا ہے۔ صُوفی کہتے ہیں کہ مجددین کے اسمار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہی ہوتے ہیں۔ یعنے ظلّی طور پر وہی نام ان کو کسی ایک رنگ میں دیا جاتا ہے

[1] الھمزة : ۸-۷ [2] آل عمران : ۳۲

شیعہ لوگوں کا یہ خیال کہ ولایت کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہو گیا محض غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کمالات سلسلہ نبوت میں رکھے ہیں، مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے۔ اب ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے مجددین کے ذریعہ سے دُنیا پر اپنا پرتو ڈالتے رہینگے اللہ تعالےٰ اس سلسلہ کو قیامت تک رکھے گا۔

میں پھر کہتا ہوں کہ اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے دُنیا کو محروم نہیں چھوڑا۔ اور ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ ہاں اپنے ہاتھ سے اس نے ایک بندہ کو کھڑا کیا اور وہ وہی ہے جو تم میں بیٹھا ہوا بول رہا ہے۔ اب خدا تعالیٰ کے نزول رحمت کا وقت ہے۔ دعائیں مانگو۔ استقامت چاہو اور درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حُسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے، اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملیگا

قبولیت دُعا کے تین ہی ذریعے ہیں۔ اوّل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی[1]۔ دوم یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[2]۔ تیسرا۔ موہبت الٰہی۔

اللہ تعالےٰ کا یہ عام قانون ہے کہ وہ نفوس انبیاء کی طرح دنیا میں بہت سے نفوس قدسیہ ایسے پیدا کرتا ہے جو فطرتاً استقامت رکھتے ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ فطرتاً انسان تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک فطرتاً ظالم لنفسہ دوسرے مقتصد یعنی کچھ نیکی سے بہرہ ور اور کچھ بُرائی سے آلودہ۔ سوم بُرے کاموں سے متنفر اور سابق بالخیرات۔ پس یہ آخری سلسلہ ایسا ہوتا ہے کہ اجتباء اور اصطفاء کے مراتب تک پہنچتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السّلام کا گروہ اسی پاک سلسلہ میں سے ہوتا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری ہے۔ دُنیا ایسے لوگوں سے خالی نہیں۔

بعض لوگ دُعا کی درخواست کرتے ہیں کہ میرے لئے دُعا کرو۔ مگر افسوس ہے کہ وہ

[1] آل عمران: ۳۲ [2] الاحزاب: ۵۷

کرانے کے آداب سے واقف نہیں ہوتے۔ عنایت علی نے دعا کی ضرورت سمجھی اور خواجہ علی کو بھیج دیا کہ آپ جا کر دُعا کرائیں۔ کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ جبتک دُعا کرانے والا اپنے اندر ایک صلاحیت اور اتباع کی عادت نہ ڈالے دُعا کارگر نہیں ہو سکتی۔ مریض اگر طبیب کی اطاعت ضروری نہیں سمجھتا۔ ممکن نہیں کہ فائدہ اُٹھا سکے۔ جیسے مریض کو ضروری ہے کہ استقامت اور استقلال کے ساتھ طبیب کی رائے پر چلے تو فائدہ اُٹھائے گا۔ ایسے ہی دُعا کرانے والے کے لئے آداب اور طریق ہیں۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ سے کسی نے دُعا کی خواہش کی۔ بزرگ نے فرمایا کہ دودھ چاول لاؤ۔ وہ شخص حیران ہوا۔ آخر وہ لایا۔ بزرگ نے دُعا کی اور اس شخص کا کام ہو گیا۔ آخر اسے بتلایا گیا کہ یہ صرف تعلق پیدا کرنے کے لئے تھا۔ ایسا ہی بابا فرید صاحب کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص کا قبالہ گم ہوا۔ اور وہ دُعا کے لئے آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے حلوہ کھلاؤ اور وہ قبالہ حلوائی کی دوکان سے مل گیا۔

ان باتوں کے بیان کرنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ جب تک دُعا کرنے والے اور کرانے والے میں ایک تعلق نہ ہو۔ متاثر نہیں ہوتی۔ غرض جب تک اضطرار کی حالت پیدا نہ ہو اور دُعا کرنے والے کا قلق دُعا کرانے والے کا قلق نہ ہو جائے کچھ اثر نہیں کرتی۔ بعض اوقات یہی مصیبت آتی ہے کہ لوگ دُعا کرانے کے آداب سے واقف نہیں ہوتے اور دعا کا کوئی بین فائدہ محسوس نہ کر کے خدا تعالےٰ پر بدظن ہو جاتے ہیں اور اپنی حالت کو قابل رحم بنا لیتے ہیں۔

بالآخر میں کہتا ہوں کہ خود دُعا کرو یا دُعا کراؤ۔ پاکیزگی اور طہارت پیدا کرو۔ استقامت چاہو اور توبہ کے ساتھ گر جاؤ کیونکہ یہی استقامت ہے۔ اس وقت دعا میں قبولیت، نماز میں لذت پیدا ہو گی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

(منقول از ٹریکٹ بالعنوان "حضرت اقدس کی ایک تقریر اور مسئلہ وحدۃ الوجود پر ایک خط" مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

بلا تاریخ[1]

آجکل کے ایک مشہور لیڈر قوم کا ذکر تھا کہ وہ کہتا ہے کہ ان دنوں مسلمان وعظ کی مجلس میں نہیں آتے۔ لیکن اگر رنڈیوں کا راگ ناچ ہو تو وہاں خوب جمع ہو جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔

یہ بات درست ہے۔ لیکن اس کا اصل باعث واعظین کی حالتیں ہے۔ آجکل کے وعظ کرنے والے ہی ایسے ہیں کہ وہ خود پرلے درجہ کے دنیادار اور بے عمل اور بدکار ہیں اور اُن کے وعظ میں نہ کوئی تاثیر ہے اور نہ کوئی لذّت ہے اور نہ کوئی کشش ہے۔ برخلاف اس کے رنڈیوں کے راگ میں خراب کاروں کے واسطے ایک لذّت ہے گو وہ ظاہری ہے اور بدی کی طرف ہے۔ مگر لوگ ایک ظاہری لذّت کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ اگر واعظین کے وعظ میں کشش اور لذت ہوتی تو وہ سب کو کھینچ کر اپنی طرف لے آتے۔ ہر ایک مصلح یا مامور، ولی، نبی میں چار باتوں کا ہونا ضروری ہے۔

مُصلح اور مامُور میں چار باتیں ہونی چاہئیں

اوّل اس میں ایک بصیرت ہو جس سے وہ علمی مسائل کو ایسے رنگ میں پیش کرے جس سے سُننے والوں کو ایک لذّت حاصل ہو۔ کیونکہ نامعقول بات سے انسان کے دل میں ایک خلش رہتی ہے اور معقول بات خواہ مخواہ پسندیدہ ہوتی ہے اور اس میں ایک لذّت ہوتی ہے جیسا کہ شربت میں طبعاً ایک لذّت محسوس ہوتی ہے۔

دوم یہ کہ اس میں ایک عملی طاقت ہو۔ خود عالم باعمل ہو۔ صدق، وفا اور شجاعت اس میں پائی جاتی ہو۔ کیونکہ جو شخص خود عمل کرنے والا نہیں۔ اس کا اثر دوسروں پر ہرگز

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ملفوظات پر کوئی تاریخ درج نہیں لیکن اندازہ ہے کہ یہ ارشادات جون ۱۹۰۶ء کے پہلے تین ہفتوں کی کسی تاریخ کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (خاکسار مرتب)

نہیں ہو سکتا۔

سوم یہ کہ اس میں کشش ہو۔ کوئی نبی نہیں جس میں قوت جاذبہ نہ ہو۔ ہر ایک مامور کو ایک قوت جاذبہ عطا کی جاتی ہے کہ وہ اپنی جگہ بیٹھا ہوا دوسروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور لوگ اس کی طرف کھنچے ہوئے چلے آتے ہیں۔

چہارم یہ کہ وہ خوارق اور کرامات دکھلائے اور نشانات کے ذریعہ سے لوگوں کے ایمان کو پختہ کرے۔

ان وعظ کرنے والے لوگوں میں ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں پائی جاتی

ضرورت امام

نادان لوگ کہتے ہیں کہ امام کی ضرورت کیا ہے۔ سب لوگ نماز حج وغیرہ فرائض اپنی اپنی جگہ ادا کر رہے ہیں۔ مگر یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ فی زمانہ ان کے درمیان نہ اندرونی خوبیاں ہیں اور نہ بیرونی۔ اللہ تعالیٰ نے جو اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[1] میں ایسے لوگوں کا ذکر کیا وہ انعامات ان کے درمیان کہاں پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ تو خود ہی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اخلاق خراب ہیں۔ اعمال خراب ہیں۔ ایمان نہیں۔ دین صرف ایک رسم رہ گیا ہے جس میں خالی استخوان ہے اور مغز نہیں۔ بیرونی حملوں کا یہ حال ہے کہ کوئی خاندان ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی مرتد نہ ہو گیا ہو۔ وہ جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے تھے اور جن کے کانوں میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کلمہ پڑھا گیا تھا۔ اب گرجوں میں بیٹھ کر ایک خدا کے ساتھ دوسرے اور تیسرے خدا بناتے ہیں۔ اور مُردوں کی پرستش کرتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیتے ہیں۔ اسلامی سلطنتوں کا یہ حال ہے کہ سب سے زیادہ فخر سلطان رُوم پر کیا جاتا ہے جو رات دن یورپ کی سلطنت سے خوفزدہ رہتا ہے اور بمشکل اپنی زندگی کے دن

[1] الفاتحہ : ۷

کاٹ رہا ہے۔ وہ کونسی خوش قسمتی کی بات ہے جو اس وقت مسلمانوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔ ہر پہلو سے ان کے حالات پر رونا آتا ہے۔ ایک اہل الرائے ان کے حال سے بالکل ناامیدی ظاہر کرتا ہے۔

ہمارا ہتھیار دُعا ہے

دشمن بد اندیش صرف عداوت کے سبب ہماری ہر بات اور ہر فعل پر اعتراض کرتا ہے کیونکہ اس کا دل خراب ہے اور جب کسی کا دل خراب ہوتا ہے تو پھر چاروں طرف اندھیرا ہی نظر آتا ہے۔ یہ نادان کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں اور کچھ کام نہیں کرتے۔ مگر وہ خیال نہیں کرتے کہ مسیح موعود کے متعلق کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ تلوار پکڑے گا اور نہ یہ لکھا ہے کہ وہ جنگ کرے گا بلکہ یہی لکھا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے یعنی وہ اپنی دُعا کے ذریعہ سے تمام کام کرے گا۔ اگر میں جانتا کہ میرے باہر نکلنے سے اور شہروں میں پھرنے سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو میں ایک سیکنڈ بھی یہاں نہ بیٹھتا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ پھرنے میں سوائے پاؤں گھسانے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے اور یہ سب مقاصد جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں، صرف دُعا کے ذریعہ سے حاصل ہو سکیں گے۔ دُعا میں بڑی قوتیں ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ ایک ملک پر چڑھائی کرنے کے واسطے نکلا۔ راستہ میں ایک فقیر نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ تم آگے مت بڑھو ورنہ میں تمہارے ساتھ لڑائی کروں گا۔ بادشاہ حیران ہوا۔ اور اس سے پوچھا کہ تو ایک بے سروسامان فقیر ہے تو کس طرح میرے ساتھ لڑائی کرے گا؟ فقیر نے جواب دیا کہ میں صبح کی دُعاؤں کے ہتھیار سے تمہارے مقابلہ میں جنگ کروں گا۔ بادشاہ نے کہا میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا۔

غرض دُعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار

بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دُعا ہی ہے اور اس کے سوائے اور کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا تعالےٰ اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔ گذشتہ انبیاء کے زمانہ میں بعض مخالفین کو نبیوں کے ذریعہ سے بھی سزا دی جاتی تھی مگر خدا جانتا ہے کہ ہم ضعیف اور کمزور ہیں۔ اس واسطے اس نے ہمارا سب کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اسلام کے واسطے اب یہی ایک راہ ہے جس کو خشک ملا اور خشک فلسفی نہیں سمجھ سکتا۔ اگر ہمارے واسطے لڑائی کی راہ کھلی ہوتی تو اس کے لئے تمام سامان بھی مہیا ہو جاتے۔ جب ہماری دعائیں ایک نقطہ پر پہنچ جائیں گی تو جھوٹے خود بخود تباہ ہو جائیں گے۔ نادان دشمن جو سیاہ دل ہے وہ کہتا ہے کہ ان کو سوائے سونے اور کھانے کے اور کچھ کام ہی نہیں۔ مگر ہمارے نزدیک دُعا سے بڑھ کر اور کوئی تیز ہتھیار ہی نہیں۔ سعید وہ ہے جو اس بات کو سمجھے کہ خدا تعالےٰ اب دین کو کس راہ سے ترقی دینا چاہتا ہے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۲۵ صفحہ ۴ مورخہ ۲۱ جون ۱۹۰۶ء)

بلا تاریخ[1]

کامل تعلیم وُہ ہے جس میں منفی اور مُثبت دونوں پہلو پائے جائیں

ایک فرقۂ مذہبی کا ذکر آیا کہ وہ صرف چند باتوں کے ترک پر زور دیتے ہیں اور بس۔ فرمایا۔

یہ تعلیم ناقص ہے۔ صرف ترک سے وصُول نہیں ہوتا کیونکہ ترک مستلزم وصُول نہیں۔

---

[1] ان ملفوظات پر کوئی تاریخ تو درج نہیں۔ اندازاً جون ۱۹۰۶ء کے آخری ہفتہ یا جولائی ۱۹۰۶ء کے پہلے عشرہ کے معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(خاکسار مرتب)

اس کی مثال اس طرح سے ہے کہ ایک شخص نے لاہور جانا ہے اور گورداسپور نہیں جانا صرف اتنے سے کہ وہ گورداسپور نہیں گیا یہ امر حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ لاہور پہنچ گیا ہے۔ ترک معاصی اور شئے ہے اور نیکیوں کا حصول اور قربِ الٰہی دوسری شئے ہے۔ عیسائیوں نے بھی اس معاملہ میں بڑا دھوکا کھایا ہے اور اسی واسطے انہوں نے کفارہ کا غلط مسئلہ ایجاد کیا ہے کہ یسوع کے پھانسی ملنے سے ہمارے گناہ دُور ہو گئے۔ اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ ایک شخص کا پھانسی ملنا سب کے گناہ دُور کر دے۔ دوم اگر گناہ دُور بھی ہو جاویں تو صرف گناہ کا موجود نہ ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔ بہت کیڑے مکوڑے اور بھیڑ بکریاں دُنیا میں موجود ہیں جن کے ذمہ کوئی گناہ نہیں لیکن وہ خدا تعالیٰ کے مقربوں میں سے نہیں شمار ہو سکتے اور ایسا ہی کثرت سے اس قسم کے ابلہ اور سادہ لوح لوگ موجود ہیں جو کوئی گناہ نہیں کرتے نہ چوری، نہ زنا، نہ جھوٹ، نہ بدکاری، نہ خیانت۔ لیکن ان گناہوں کے نہ کرنے کے سبب وہ مقربانِ الٰہی میں شمار نہیں ہو سکتے۔ انسان کی خوبی اس میں ہے کہ وہ نیکیاں اختیار کرے اور خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے کام کرے اور معرفتِ الٰہی کے مدارج حاصل کرے اور رُوحانیت میں ترقی کرے اور ان لوگوں میں شامل ہو جاوے جو بڑے بڑے انعام حاصل کرتے ہیں۔ اس کے واسطے قرآن شریف میں دونو باتوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ ایک ترکِ گناہ اور دوم حصولِ قربِ الٰہی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ابرار کی دو صفتیں ہیں ایک یہ کہ وہ کافوری شربت پیتے ہیں جس سے گناہوں کے جوش ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور پھر زنجبیلی شربت پیتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مشکل گھاٹیوں کو طے کرتے ہیں۔ وہ آیت کریمہ اس طرح سے ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا۔[1] پھر فرمایا۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝[2]

[1] الدھر: ۶-۷ [2] الدھر: ۱۸

ایسے لوگ جو خدا میں محو ہیں خدا تعالیٰ نے اُن کو وہ شربت پلایا ہے جس نے ان کے دل اور خیالات اور ارادات کو پاک کر دیا۔ نیک بندے وہ شربت پی رہے ہیں جس کی ملونی کافور ہے وہ اس چشمہ سے پیتے ہیں جس کو وہ آپ ہی چیرتے ہیں۔ اور مَیں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ کافور کا لفظ اس واسطے اس آیت میں اختیار فرمایا گیا ہے کہ لغت عرب میں کفر دبانے اور ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔ سو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے ایسے خلوص سے انقطاع اور رجوع الی اللہ کا پیالہ پیا ہے کہ دنیا کی محبت بالکل ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ تمام جذبات دل کے خیال سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور جب دل ان نالائق خیالات سے بہت ہی دُور چلا جاوے اور کچھ تعلقات ان سے باقی نہ رہیں تو وہ جذبات بھی آہستہ آہستہ کم ہونے لگتے ہیں یہانتک کہ نابُود ہو جاتے ہیں۔ سو اس جگہ خدا تعالےٰ کی یہی غرض ہے اور وہ اس آیت میں یہی سمجھاتا ہے کہ وہ اس کی طرف کامل طور سے جُھک گئے۔ وہ نفسانی جذبات سے بہت ہی دُور نکل گئے ہیں اور ایسے خدا تعالےٰ کی طرف جُھکے کہ دُنیا کی سرگرمیوں سے اُن کے دل ٹھنڈے ہو گئے اور ان کے جذبات ایسے دب گئے جیسا کہ کافور زہریلے مادوں کو دبا دیتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ لوگ اس کافوری پیالہ کے بعد وہ پیالے پیتے ہیں جن کی ملونی زنجبیل ہے۔

اب جاننا چاہیئے کہ زنجبیل دو لفظوں سے مرکب ہے یعنی زنا اور جبل سے۔ اور زنا لغت عرب میں اُوپر چڑھنے کو کہتے ہیں اور جبل پہاڑ کو۔ اس کے ترکیبی معنے یہ ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اب جاننا چاہیئے کہ انسان پر ایک زہریلی بیماری کے فرو ہونے کے بعد اعلیٰ درجہ کی صحت تک دو حالتیں آتی ہیں۔ ایک وہ حالت جبکہ زہریلے مواد کا جوش بکلی جاتا رہتا ہے اور خطرناک مادوں کا جوش رُو باصلاح ہو جاتا ہے اور سمّی کیفیات کا حملہ بخیر و عافیت گذر جاتا ہے۔ اور ایک مہلک طوفان جو اُٹھا تھا نیچے دب جاتا ہے۔ لیکن ہنوز اعضاء میں کمزوری باقی ہوتی ہے۔ کوئی طاقت کا کام نہیں ہو سکتا۔ ابھی مُردہ کی طرح افتاں و خیزاں

چلتا ہے۔ دوسری وہ حالت ہے کہ جب اصل صحت عود کر آتی ہے اور بدن میں طاقت بھر
جاتی ہے اور قوت کے بحال ہونے سے یہ حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بلا تکلّف پہاڑ کے اُوپر
چڑھ جاوے اور نشاطِ خاطر سے اُونچی گھاٹیوں پر دوڑتا چلا جاوے۔ سو سلوک کے تیسرے
مرتبہ میں یہ حالت میسّر آتی ہے۔ ایسی حالت کی نسبت اللہ تعالےٰ آیت موصوفہ میں اشارہ
فرماتا ہے کہ انتہائی درجہ کے باخدا لوگ وہ پیالے پیتے ہیں جن میں زنجبیل ملی ہوئی ہے
یعنی وہ رُوحانی حالت کی پُوری قوت پاکر بڑی بڑی گھاٹیوں پر چڑھ جاتے ہیں اور بڑے
مشکل کام اُن کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی راہ میں حیرت ناک
جانفشانیاں دکھلاتے ہیں۔

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ علمِ طب کی رو سے زنجبیل وہ دوا ہے جسے ہندی میں
سونٹھ کہتے ہیں۔ وہ حرارت غریزی کو بہت قوت دیتی ہے اور دستوں کو بند کرتی ہے اور
اس کا زنجبیل اسی واسطے نام رکھا گیا ہے کہ گویا وہ کمزور کو ایسا قوی کرتی ہے اور ایسی
گرمی پہنچاتی ہے جس سے وہ پہاڑوں پر چڑھ سکے۔ ان متقابل آیتوں کے پیش کرنے
سے جن میں ایک جگہ کافور کا ذکر ہے اور ایک جگہ زنجبیل کا، خدا تعالےٰ کی یہ غرض ہے
کہ تا اپنے بندوں کو سمجھائے کہ جب انسان جذبات نفسانی سے نیکی کی طرف حرکت کرتا
ہے تو پہلے پہل اس حرکت کے بعد یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ اس کے زہریلے مواد نیچے
دبائے جاتے ہیں اور نفسانی جذبات رُو بکمی ہونے لگتے ہیں جیسا کہ کافور سے زہریلے
مواد کا جوش بالکل جاتا رہے۔ اور ایک کمزور صحت جو ضعف کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی
ہے حاصل ہو جاتی ہے تو پھر دُوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ ضعیف بیمار زنجبیل کے شربت
سے قوت پاتا ہے اور زنجبیلی شربت خدا تعالیٰ کے حُسن و جمال کی تجلّی ہے جو رُوح
کی غذا ہے۔ جب اس تجلّی سے انسان قوت پکڑتا ہے تو پھر بلند اور اُونچی گھاٹیوں
پر چڑھنے کے لائق ہو جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی راہ میں ایسی حیرت ناک سختی کے کام

دکھلاتا ہے کہ جب تک یہ عاشقانہ گرمی کسی کے دل میں نہ ہو، ہرگز ایسے کام دکھلا نہیں سکتا۔ سو خدا تعالیٰ نے اس جگہ ان دو حالتوں کے سمجھانے کے لئے عربی زبان کے دو لفظوں سے کام لیا ہے۔ ایک کافور جو نیچے دبانے والے کو کہتے ہیں اور دوسرے زنجبیل جو اوپر چڑھنے والے کو کہتے ہیں۔ اور اس راہ میں یہی دو حالتیں سالکوں کیلئے واقع ہیں۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۲۶-۲۷-۲۸ (اکٹھا پرچہ) صفحہ ۳ بابت ۲۸ جون و ۵ و ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء)

۱۴ جولائی ۱۹۰۶ء

قبل نماز ظہر

ہمدردی کا رنگ

ایک معزز خاندانی ہندو دیوان صاحب جو صرف حضرت کی ملاقات کے واسطے قادیان آئے تھے قبل نماز ظہر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواہش ظاہر کی کہ ان کو کچھ نصیحت کی جائے۔

حضرت نے فرمایا:۔

ہر ایک شخص کا ہمدردی کا رنگ جُدا ہوتا ہے۔ اگر آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں تو وہ آپ کے ساتھ یہی ہمدردی کر سکتا ہے کہ آپ کی کسی بیماری کا علاج کرے اور اگر آپ حاکم کے پاس جائیں تو اس کی ہمدردی یہ ہے کہ کسی ظالم کے ظُلم سے بچائے ایسا ہی ہر ایک کی ہمدردی کا رنگ جُدا ہے۔ ہماری طرف سے ہمدردی یہ ہے کہ ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ دُنیا روزے چند ہے۔ اگر یہ خیال دل میں پختہ ہو جائے تو تمام جھوٹی خوشیاں پامال ہو جاتی ہیں اور انسان خدا تعالےٰ کی طرف اپنا دل لگاتا ہے۔ لمبے منصوبے اور ناجائز کارروائیاں انسان اسی واسطے کرتا ہے کہ اس کو معلوم نہیں کہ زندگی کے ایام کتنے ہیں۔ جب انسان جان لیتا ہے کہ موت اس کے آگے کھڑی ہے تو پھر وہ گناہ کے کاموں سے رُک جاتا ہے خدا رسیدہ

لوگوں کو ہر روز اپنے اور اپنے دوستوں کے متعلق معلوم ہوتا رہتا ہے کہ ان کے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے۔ اس واسطے وہ دنیا کی باتوں پر خوش نہیں ہو سکتے اور نہ اُن پر تسلّی پکڑ سکتے ہیں۔

طاعُون اور زلزلہ

دیکھو اس وقت ملک میں طاعون پھیلی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اس کے متعلق ایسے وقت میں اطلاع دی تھی جبکہ یہاں طاعون کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اسی وقت میں نے لوگوں کو اس کے متعلق اطلاع کر دی تھی۔ یاد رکھو۔ جب غفلت اور دُنیا پرستی بہت بڑھ جاتی ہے تو پھر تباہیوں کے آنے کا وقت ہوتا ہے۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جب تک یہ لوگ شرارت کو نہ چھوڑیں گے اور اپنی اصلاح نہ کریں گے اور اپنے اخلاق درست نہ کرلیں گے تب تک یہ بیماری ملک سے دُور نہ ہو گی۔

ایسا ہی دوسری بلا زلزلہ کی ہے۔ ہمارے ملک کے لوگ اس قسم کے خوفناک زلزلوں سے کبھی آگاہ نہ تھے۔ کبھی اتفاقی کوئی زلزلہ آجاتا تھا۔ لیکن اب نہایت خوفناک زلزلے آتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار اطلاع دی ہے کہ ہنوز ایک سخت تباہ کن زلزلہ آنے والا ہے۔ جس سے یہ مطلب ہے کہ لوگ کسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ وہ رب جس نے پیدا کیا ہے اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف جُھکتا ہے تو اُس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور خوفناک صدموں کے وقت وہ بچایا جاتا ہے۔

بدظنّی

سارے گناہوں کی جڑ بدظنی ہے۔ لکھا ہے کہ جب کافر لوگ جہنّم میں ڈالے جائیں گے انہیں کہا جائے گا کہ یہ تمہاری بدظنی کا نتیجہ ہے۔ خدا تعالیٰ کا رسُول تمہارے پاس آیا۔ اس نے تمہیں نیکی کی بات سکھائی۔ توبہ اور استغفار کا سبق دیا پر تم نے اس کی مخالفت کی۔

اور اس پر بدظنی کر کے کہا کہ تجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی الہام نہیں ہوتا۔ تو سب باتیں اپنے پاس سے بنا کر کہتا ہے۔

دیکھو ہم خدا تعالیٰ سے خبر پا کر مخلوق کو اطلاع دیتے ہیں کہ ایک سخت زلزلہ آنے والا ہے۔ تم نیکی اختیار کرو۔ بدیوں سے بچو۔ اپنی اصلاح کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم مصیبت کے وقت میں بچائے جاؤ اور تم پر رحم کیا جاوے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ اخباروں میں اور خطوں میں ہم کو گندی گالیاں دیتے ہیں اور ہر طرح سے ستانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو جھوٹا ہے اور افترا کرتا ہے۔ مگر ہمارا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو خبر ہم کو دی ہے وہ ہم ان لوگوں کو پہنچا دیں۔ ایک شخص ایک گاؤں میں رہنے والا یقیناً جانتا ہے کہ صبح ہوتے یہ گاؤں ہلاک ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ گاؤں کے رہنے والوں کو اس طوفان سے مطلع نہ کرے تو کیا کرے؟ یہی حال حضرت نوحؑ کے زمانہ میں ہوا تھا۔ جبکہ حضرت نوحؑ کشتی بناتے تھے تو لوگ ہنستے تھے اور ٹھٹھا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو یہ کیسا دیوانہ ہے کہ خشکی پر شہر میں کشتی بناتا ہے۔ مگر وہ نہ جانتے تھے کہ وہ خود ہی غلطی پر ہیں اور حضرت نوحؑ کی کارروائی درست اور راست ہے۔ اسی طرح آجکل بھی گو امساک باراں ہے مگر قسم قسم کے طوفانوں سے اور زلازل سے دنیا پر عذاب آنے والے ہیں۔ جیسا کہ پہلے زمانوں کی تمام شرارتیں اور مفاسد آجکل جمع ہو گئے ہیں۔ ایسا ہی پہلے زمانوں میں جو عذاب اور بلائیں متفرق وقتوں میں وارد ہوا کرتی تھیں وہ سب کی سب اب اس زمانہ میں جمع ہو گئی ہیں۔

جس قدر قانون بڑھتا جاتا ہے ساتھ ہی فریب اور دھوکہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ سرکار اس واسطے قانون بناتی ہے کہ ملک میں امن پھیلے۔ شریر لوگ اسی قانون میں سے ایک ایسی بات نکال لیتے ہیں کہ ان کو اپنی شرارت کے پورا کرنے کا اور بھی موقعہ مل جائے۔ اگر کوئی کسی کا قرضدار ہوتا ہے تو اسی فکر میں رہتا ہے کہ قرضہ کی میعاد گذر چکی ہے اور نہیں سوچتا

کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کوئی میعاد نہیں۔

غیر مذہب والوں سے سلوک

مذکورہ بالا ہندو صاحب نے عرض کیا کہ مجھے تو لوگ ڈراتے تھے کہ مرزا صاحب تو کسی کے ساتھ بات نہیں کرتے اور ہندوؤں کے ساتھ بہت بدخلقی سے پیش آتے ہیں۔ میں نے یہ سب بات اس کے برخلاف پائی ہے اور آپ کو اعلیٰ درجہ کا خلیق اور مہمان نواز دیکھا ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ لوگ جھوٹی خبریں اڑا دیتے ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے وسیع اخلاق سکھلائے ہیں۔ بلکہ ہمیں افسوس ہے کہ ہم پوری طرح سے آپ کے ساتھ اخلاق حسنہ کا اظہار نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کی قومی رسم کے مطابق ہمارا کھانا کھا لینا جائز نہیں۔ ایسے ہندو مہمانوں کے کھانے کے انتظام ہم کسی ہندو کے ہاں کر لیا کرتے ہیں لیکن اس کھانے کی ہم خود نگرانی نہیں کر سکتے۔ ہمارے اصول میں داخل نہیں کہ اختلاف مذہبی کے سبب کسی کے ساتھ بدخلقی کریں اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیونکہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جس کو صحتِ رُوحانی حاصل نہیں۔ پس بیمار تو اور بھی قابلِ رحم ہے جس کے ساتھ بہت خُلق اور حلم اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ اگر بیمار کے ساتھ بدخُلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اَور بھی بڑھ جائے گی۔ اگر کسی میں کجی اور غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہیئے۔

ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق صاف رکھنا۔ اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۲۹ صفحہ ۳ مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

بلا تاریخ[1]

سچے مذہب کی پہچان

ایک ہندو نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ سچے مذہب کی کیا شناخت ہے؟ دُنیا میں اس قدر مذاہب پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے کس طرح شناخت کریں کہ سب سے افضل اور اعلیٰ مذہب قابل قبول کونسا ہے؟

حضرت نے فرمایا۔

جس مذہب میں سب سے زیادہ تعظیم الٰہی اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا سامان ہو وہی سب سے اعلیٰ مذہب ہے۔ انسان اسی چیز کی قدر زیادہ کرتا ہے جس کا علم اس کو زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو معلوم ہو کہ فلاں مکان میں ایک سانپ پھرتا ہے اور وہ آدمیوں کو کاٹتا ہے تو وہ شخص کبھی جرأت نہ کرے گا کہ رات کو ایسے مکان میں جا کر سوئے۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ اس کھانے میں جو میرے آگے رکھا ہے زہر ہے تو وہ ہرگز کبھی ایک لقمہ بھی اس کھانے میں سے نہ اُٹھائے گا۔ اگر کسی گاؤں میں طاعون ہو اور لوگ مر رہے ہوں تو کوئی شخص اس گاؤں میں جانے کا حوصلہ نہیں کرتا۔ جس کو معلوم ہو کہ جنگل میں شیر رہتا ہے وہ اس جنگل میں ہرگز داخل نہیں ہوتا۔ ان سب کا اصل علم اور معرفت ہے جس چیز کا علم انسان کو بخوبی ہو جاوے اور اس کے متعلق معرفت تام پیدا ہو جاوے۔ انسان اس کے برخلاف بالکل نہیں کر سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ گناہ کو ترک نہیں کرتے؟ اس کا سبب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا کامل علم اور معرفت تام اُن کو حاصل نہیں۔

یہ جو کہا جاتا ہے اور اقرار کیا جاتا ہے کہ ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ صرف ایک

[1] قیاس ہے کہ شائد جولائی ۱۹۰۶ء کی کسی تاریخ کی یہ ڈائری ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(مرتب)

رسمی ایمان ہے۔ ورنہ دراصل گناہ سوز معرفت حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ حاصل ہو تو ممکن ہی نہیں کہ انسان پھر گناہ کر سکے۔ ہر شئے کی قدر اس کی پہچان اور معرفت سے ہوتی ہے۔ دیکھو۔ ایک جاہل گنوار کو ایک قیمتی پتھر لعل یا موتی مل جاوے تو وہ عدد درجہ اس کو دو چار پیسہ میں فروخت کر دے گا۔ یہی مثال ان نادانوں کی ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانا وہ الٰہی احکام کے بالمقابل دو چار پیسوں کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔ جہاں کوئی دنیوی تھوڑا سا فائدہ نظر آتا ہے۔ وہاں اپنا ایمان فروخت کر دیتے ہیں۔ جھوٹی گواہیاں عدالتوں میں جا کر دو آنہ یا چار آنہ کے بدلے دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کے اس پاک حکم کی قدر کہ جھوٹ نہ بولو اور سچی گواہی دو اس سے بڑھ کر نہیں کہ دو چار آنہ کی خاطر اس کو چھوڑ دیں اور پیچ ڈالیں۔ خدا تعالیٰ کی آیتوں کو تھوڑے مول پر بیچنے کے یہی معنے ہیں کہ انسان تھوڑے سے ظاہری فائدہ کی خاطر احکام الٰہی کی بے قدری کرتا ہے۔

آجکل جو مذاہب لوگوں میں رائج ہیں وہ سب قومی مذاہب ہیں۔ یعنی ایک قومیت کی پچ کی جاتی ہے۔ ورنہ سچا مذہب وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے خوف سے شروع ہوتا ہے اور خوف اور محبت کی جڑھ معرفت ہے۔ پس مذہب وہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے خدا تعالیٰ کی معرفت اور گیان بڑھ جائے اور خدا تعالیٰ کی تعظیم دلوں میں بیٹھ جائے۔ جس مذہب میں صرف پرانے قصے ہوں وہ ایک مُردہ مذہب ہے۔ دیکھو خدا وہی ہے جو پہلے تھا۔ اس کی عبادت سے جو پھل پہلے لوگ پا سکتے تھے وہی پھل اب بھی پا سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اخلاق بدل نہیں ڈالے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ صرف ایک خشک لکڑی کی طرح ہیں جس کے ساتھ کوئی پھل نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کو پہچانا ہی نہیں۔ اگر پہچانتے تو ان پر ضرور برکات نازل ہوتے۔ مگر اس راہ میں بہت مشکلات ہیں اور یہ بڑی قوت والوں کا کام ہے اور خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس کو چاہے قوت عطا فرماوے۔ اگر انسان تلاش میں لگا رہے تو ہو سکتا ہے

کہ کسی وقت اس کو قوت عطا ہو جائے۔ استقامت شرط ہے۔ ہمت کے ساتھ خدا تعالےٰ کو تلاش کرو تو اسے پالوگے۔

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲۶ صفحہ ۹ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۶ء)

بلا تاریخ[1]

گناہ کی فلاسفی

ایک شخص نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ دنیا میں لوگ بہت گنہگار ہوں گے مگر میرے جیسا گنہگار تو کوئی نہ ہوگا۔ میں نے بڑے بڑے سخت گناہ کئے ہیں۔ میری بخشش کس طرح ہوگی؟ حضرت نے فرمایا:۔

دیکھو۔ خدا تعالیٰ جیسا غفور اور رحیم کوئی نہیں۔ اللہ تعالےٰ پر یقین کامل رکھو کہ وہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر دنیا بھر میں کوئی گنہگار نہ رہے تو میں ایک اور اُمت پیدا کروں گا جو گناہ کرے اور میں اس کے گناہ بخش دوں۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام غفور ہے اور ایک رحیم۔ یاد رکھو کہ گناہ ایک زہر ہے اور ہلاکت ہے مگر توبہ اور استغفار ایک تریاق ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔[2] اللہ تعالےٰ اُن لوگوں سے پیار کرتا ہے جو توبہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پاک ہو جاویں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک شے میں ایک حکمت رکھی ہے۔ اگر آدم گناہ کر کے توبہ نہ کرتا اور خدا تعالےٰ کی طرف نہ جُھکتا تو صفیّ اللہ کا لقب کہاں سے پاتا؟ اگر کوئی انسان ایسا اپنے آپ کو دیکھتا کہ جیسا ماں کے پیٹ سے نکلا ہے اور اپنے اندر کوئی گناہ نہ دیکھتا تو اس کے دل میں تکبر پیدا ہوتا جو تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور شیطان کا گناہ ہے۔ شیطان نے

[1] قیاس ہے کہ غالباً یہ جولائی ۱۹۰۶ء کے دوسرے ہفتہ کی ڈائری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مرتب)

[2] البقرۃ: ۲۲۳

گھمنڈ کیا کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اسی واسطے وہ شیطان بن گیا۔ گناہ جو انسان سے صادر ہوتا ہے وہ نفس کو توڑنے کے واسطے ہے۔ جب انسان سے گناہ ہوتا ہے تو وہ اپنی بدی کا اقرار کرتا ہے اور اپنے عجز کو یقین کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔ جس طرح مکھی کے دو پَر ہیں کہ ایک میں زہر ہے اور دوسرے میں تریاق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر تمہارے کھانے پینے کی چیز میں مکھی پڑے تو وہ اپنا صرف ایک پَر اس کے اندر ڈبوتی ہے جس میں زہر ہے پر تم اس کو نکالنے سے پہلے اس کا دوسرا پَر بھی ڈبو لو کہ وہ اس کے بالمقابل تریاق ہے۔ یہ مثال انسان کے گناہ اور توبہ کی ہے۔ اگر گناہ صادر ہو جاوے تو توبہ کرو کہ وہ اس کے واسطے تریاق ہے اور گناہ کے زہر کو دُور کر دیتی ہے۔ عاجزی اور اور تضرع سے خدا تعالیٰ کے حضور میں جھکو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے۔ اگر گناہ نہ ہوتا تو ترقی بھی نہ ہوتی۔ جو شخص جانتا ہے کہ میں نے گناہ کیا ہے اور اپنے آپ کو ملزم دیکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے تب اس پر رحم کیا جاتا ہے اور وہ ترقی پکڑتا ہے۔ لکھا ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔ لیکن توبہ سچے دل کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ اور نیت صادق کے ساتھ چاہیئے کہ انسان پھر کبھی اس گناہ کا مرتکب نہ ہوگا گو بعد میں بہ سبب کمزوری کے ہو جاوے لیکن توبہ کرنے کے وقت اپنی طرف سے یہ پختہ ارادہ اور سچی نیت رکھتا ہو کہ آئندہ یہ گناہ نہ کرے گا۔ نیت میں کسی قسم کا فساد نہ ہو بلکہ پختہ ارادہ ہو کہ قبر میں داخل ہونے تک اس بدی کے قریب نہ آئے گا تب وہ توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو امتحان میں ڈالتا ہے تاکہ ان کو انعام دیوے۔ انعام حاصل کرنے کے واسطے امتحانوں کا پاس کرنا ضروری ہے۔

نماز کے اندر دُعا

فرمایا:-

نماز کے اندر ہی اپنی زبان میں خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرو۔ سجدہ میں، بیٹھ کر، رکوع میں، کھڑے ہو کر، ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرو۔ بیشک پنجابی زبان میں دعائیں کرو۔ جن لوگوں کی زبان عربی نہیں اور عربی سمجھ نہیں سکتے۔ اُن کے واسطے ضروری ہے کہ نماز کے اندر ہی قرآن شریف پڑھنے اور مسنون دعائیں عربی میں پڑھنے کے بعد اپنی زبان میں بھی خدا تعالیٰ سے دُعائیں مانگے اور عربی دعاؤں کا اور قرآن شریف کا بھی ترجمہ سیکھ لینا چاہیئے۔ نماز کو صرف جنتر منتر کی طرح نہ پڑھو بلکہ اس کے معانی اور حقیقت سے معرفت حاصل کرو۔ خدا تعالیٰ سے دُعا کرو کہ ہم تیرے گنہگار بندے ہیں اور نفس غالب ہے تو ہم کو معاف کر اور دنیا اور آخرت کی آفتوں سے ہم کو بچا۔

آجکل لوگ جلدی جلدی نماز کو ختم کرتے ہیں اور پیچھے لمبی دعائیں مانگنے بیٹھتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔ جس نماز میں تضرع نہیں۔ خدا تعالےٰ کی طرف رجوع نہیں۔ خدا تعالیٰ سے رقت کے ساتھ دعا نہیں وہ نماز تو خود ہی ٹوٹی ہوئی نماز ہے۔ نماز وہ ہے جس میں دُعا کا مزا آجاوے۔ خدا تعالیٰ کے حضور میں ایسی توجہ سے کھڑے ہو جاؤ کہ رقت طاری ہو جائے جیسے کہ کوئی شخص کسی خوفناک مقدمہ میں گرفتار ہوتا ہے اور اُس کے واسطے قید یا پھانسی کا فتویٰ لگنے والا ہوتا ہے۔ اس کی حالت حاکم کے سامنے کیا ہوتی ہے۔ ایسے ہی خوفزدہ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا چاہیئے جس نماز میں دل کہیں ہے اور خیال کسی طرف ہے اور منہ سے کچھ نکلتا ہے وہ ایک لعنت ہے جو آدمی کے منہ پر واپس ماری جاتی ہے اور قبول نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ [1]

لعنت ہے اُن پر جو اپنی نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ نماز وہی اصلی ہے جس میں مزا

[1] الماعون: ۵-۶

آجاوے۔ ایسی ہی نماز کے ذریعہ سے گناہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہی وہ نماز ہے جس کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے۔ نماز مومن کے واسطے ترقی کا ذریعہ ہے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ [1]

نیکیاں بدیوں کو دُور کر دیتی ہیں۔ دیکھو بخیل سے بھی انسان مانگتا رہتا ہے تو وہ بھی کسی نہ کسی وقت کچھ دے دیتا ہے اور رحم کھاتا ہے۔ خدا تعالےٰ تو خود حکم دیتا ہے کہ مجھ سے مانگو اور میں تمہیں دُوں گا۔ جب کبھی کسی امر کے واسطے دعا کی ضرورت ہوتی تو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا کہ آپ وضو کر کے نماز میں کھڑے ہو جاتے اور نماز کے اندر دُعا کرتے۔

دُعا کے معاملہ میں حضرت عیسیٰؑ نے خوب مثال بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک قاضی تھا جو کسی کا انصاف نہ کرتا تھا اور رات دن اپنی عیش میں مصروف رہتا تھا ایک عورت جس کا ایک مقدمہ تھا وہ ہر وقت اس کے دروازے پر آتی اور اُس سے انصاف چاہتی۔ وہ برابر ایسا کرتی رہتی یہاںتک کہ قاضی تنگ آگیا اور اس نے بالآخر اس کا مقدمہ فیصلہ کیا اور اس کا انصاف اُسے دیا۔ دیکھو کیا تمہارا خدا قاضی جیسا بھی نہیں کہ وہ تمہاری دُعا سُنے اور تمہیں تمہاری مُراد عطا کرے۔ ثابت قدمی کے ساتھ دعا میں مصروف رہنا چاہیئے۔ قبولیت کا وقت بھی ضرور آ ہی جائے گا۔ استقامت شرط ہے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۰ صفحہ ۳ مورخہ ۲۶ر جولائی ۱۹۰۶ء)

۱۶ر جولائی ۱۹۰۶ء

ڈاکٹر عبدالحکیم کا ذکر تھا۔ فرمایا:-

وہ ہم سے ہی کیا پھرا ہے وہ تو خود اسلام سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

[1] هود : ۱۱۵

ہی پھر گیا ہے۔ افسوس تو ان مولویوں اور مسلمانوں پر ہے جو اسلام کا دعویٰ کرکے ایک ایسے آدمی کی حمایت کرتے ہیں اور اس کا ساتھ دیتے ہیں جو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بھی ضروری نہیں جانتا اور اس کے نزدیک گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے بغض کے سبب یہ لوگ ایسے کام کرتے ہیں کہ خود ہی اسلام کی مخالفت کر رہے ہیں۔

فرمایا:۔

چراغ دین مسیح بنتا تھا۔ عیسائیوں نے اس کی امداد کی۔ مگر خدا تعالیٰ کے مسیح کے بالمقابل وہ ناکام رہا۔ ہمارا دعویٰ بھی مسیح ہونے کا ہے لیکن ہمارے ساتھ عیسائی لوگ سخت عداوت رکھتے ہیں۔ اور چراغ دین کا دعوےٰ بھی مسیح ہونے کا تھا مگر اُس کی امداد اور نصرت میں کھڑے ہو گئے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ جھوٹا تھا اور یہ بھی جھوٹے ہیں جو انسان کو خدا بناتے ہیں۔ جھوٹا جھوٹے کا حامی اور ناصر بن جاتا ہے۔ لیکن صادق کا ساتھ صرف وہی لوگ دے سکتے ہیں جو راستباز ہوں اور ایسے لوگ ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۰ صفحہ ۴ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۰۶ء)

بلا تاریخ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عورتوں کیواسطے

نصیحت نامہ

(ایک پُرانی تحریر سے اقتباس)

۱۔ ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا

اور بے صبری کے کلمات زبان پر لانا یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے۔ اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا اور ہندوؤں کی رسمیں اختیار کر لیں۔ کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ[1] کہیں۔ یعنی ہم خدا تعالیٰ کا مال اور ملک ہیں۔ اُسے اختیار ہے، جب چاہے اپنا مال لے لے۔ اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ کرے وہ شیطان سے ہے۔

۲۔ دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلّا نا رونا اور کچھ کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا اور پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہو گیا ہے۔ یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

۳۔ سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی بہت ہوتے ہیں۔ جو اکثر عورتیں شیطان کی بہنیں جو دُور دُور سے سیاپا کرنے کے لئے آتی ہیں اور مکر و فریب سے مُنہ کو ڈھانپ کر اور بھینسوں کی طرح ایک دُوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں ان کو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتلانے کے لئے صدہا روپیہ کا پُلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت دکھلائی۔ اچھا نام پیدا کیا۔ سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

۴۔ اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ عورت جوان ہی ہو دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا جانتی ہے جیسا کہ کوئی بڑا بھاری گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ

[1] البقرۃ : ۱۵۷

نہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاکدامن بیوی ہو گئی ہوں۔ حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے۔ ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسُول کے حکم سے روکتی ہیں خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں۔ جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے۔ جس عورت کو رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیارا ہے اُس کو چاہیئے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کر لے۔ اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔

۵۔ عورتوں میں ایک خراب عادت یہ بھی ہے کہ وہ بات بات میں مردوں کی نافرمانی کرتی ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر ان کا مال خرچ کر دیتی ہیں اور ناراض ہونے کی حالت میں بہت کچھ بُرا بھلا اُن کے حق میں کہہ دیتی ہیں۔ ایسی عورتیں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُول کے نزدیک لعنتی ہیں۔ ان کا نماز روزہ اور کوئی عمل منظور نہیں۔ اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ کوئی عورت نیک نہیں ہو سکتی جب تک پُوری پُوری خاوند کی فرمانبرداری نہ کرے اور دلی محبت سے اس کی تعظیم نہ بجا لائے اور پس پشت اس کے لئے اس کی خیر خواہ نہ ہو۔

اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مَردوں کی تابعدار رہیں ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور

حکم ربانی سُنکر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسُول اس سے ناراض ہیں۔
عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چُرادیں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچائیں۔
اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بجز خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔
اور جتنے مرد ہیں ان سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں
کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہے۔

عورتوں پر یہ بھی لازم ہے کہ بدکار اور بدوضع عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے
دیں اور نہ اُن کو اپنی خدمت میں رکھیں کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے کہ بدکار عورت
نیک عورت کی ہم صحبت ہو

۱۱۔ عورتوں میں یہ بھی ایک بدعادت ہوتی ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی
اپنی مصلحت کے لئے دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عورت اور اس کے اقارب
سخت ناراض ہوتے ہیں اور گالیاں دیتے اور شور مچاتے ہیں اور بندۂ خدا کو
ناحق ستاتے ہیں ایسی عورتیں اور ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔ کیونکہ
اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی حکمت کاملہ سے جس میں صدہا مصالح ہیں مردوں کو اجازت دے رکھی
ہے کہ وہ اپنی کسی ضرورت یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کرلیں۔ پھر جو شخص اللہ
اور اس کے رسُول کے حکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے تو اس کو کیوں بُرا کہا جاوے۔
ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے اقارب جو خدا اور اس کے حکموں کا مقابلہ
کرتے ہیں نہایت مردُود اور شیطان کے بہن بھائی ہیں کیونکہ وہ خدا اور رسُول کے فرمودہ
سے منہ پھیر کر اپنے ربّ کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے
گھر میں ایسی بدذات بیوی ہو تو اُسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لئے دُوسرا
نکاح ضرور کرے۔[۱]

[۱] بدر جلد ۲ نمبر ۳۰ صفحہ ۱۲ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۰۶ء

۷۔ بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے۔ اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں اور ایک طور سے وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

۸۔ ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبّر اور نخوت کا طریقہ ہے جو احکامِ شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا تو نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ[1] یعنی تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

۹۔ ہماری قوم میں ایک یہ بھی بدرسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونو باتیں عند الشرع حرام ہیں۔ اور آتشبازی چلانا اور رنڈی بھڑوؤں ڈوم ڈھاریوں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے۔ ناحق روپیہ ضائع جاتا ہے اور گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ سو اس کے علاوہ شرع شریف میں تو صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔

۱۰۔ ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی میں بہت سستی کی جاتی ہے۔ بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہیں اور بہت سا زیور ان کے پاس ہے مگر وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔ بعض

[1] الحجرات: ۱۴

عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی کرتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجا
لاتی ہیں جیسے چیچک کی پُوجا۔ بعض فرضی دیویوں کی پُوجا کرتی ہیں۔ بعض ایسی نیازیں دیتی
ہیں جن میں یہ شرط رکھ دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں کوئی مرد نہ کھاوے یا حقہ نوش نہ کھائے
بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ ہم صرف اللہ
تعالیٰ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو ورنہ مرنے کے بعد
ذلت اور رُسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غضب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے
جس کی انتہا نہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۱ صفحہ ۱۲ مورخہ ۲ر اگست ۱۹۰۶ء)

---

۲۹ جولائی ۱۹۰۶ء

امرت سر کے ایک شریف خاندان کا ایک ممبر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اثنائے
گفتگو میں حضرت نے کہا کہ

کیا آپ امرت سر میں ہمارے لیکچر میں موجود تھے ؟

شریف۔ میں اس لیکچر میں موجود تھا اور آپ کی کُرسی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ نادانوں
نے شرارت کی مگر اس وقت ان کو کون سمجھاتا۔

حضرت اقدس۔ ہاں اس وقت ان لوگوں کو سمجھانا محال تھا۔ اس وقت تو ان لوگوں کا وہ
حال تھا جیسا کہ تاجروں کا قصہ ہے کہ چند تاجر کسی جگہ راہ میں جاتے تھے کہ قزاقوں
نے اُن پر حملہ کیا۔ تجار کے ہمراہ ایک حکیم بھی تھا۔ کسی نے حکیم کو کہا کہ ان کو نصیحت
کرو۔ حکیم نے جواب دیا کہ اس وقت ان لوگوں کو نصیحت کرنا بے فائدہ ہے۔ یہ
نفس پرستی میں ایسے اندھے ہیں کہ ان کو اس وقت کوئی نصیحت کارگر نہیں ہو سکتی۔

ہمارا منشاء اس لیکچر میں یہ تھا کہ اسلام کی خوبیاں بیان کی جائیں۔ مگر افسوس ہے کہ ان لوگوں نے شرارت کی۔

شریف۔ ان کا قصور ہی کیا ہے۔ وہ اندھے ہیں ان کو بصیرت نہیں۔

حضرت اقدس۔ زیادہ تر افسوس تو علماء پر ہے جو عوام کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں۔ دیکھو اسلام پر کس قدر انحطاط کا زمانہ ہے کہ علماء کی حالت ایسی گندی ہے۔

شریف۔ علماء کیوں ایسا نہ کریں جبکہ ان کے واسطے ذریعہ معاش صرف اسی میں ہے۔ آپ نے دیکھا یا سنا ہوگا۔ آجکل امرتسر کے مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت امام ابوحنیفہ کے حق میں کیسے کیسے خراب کلمات لکھ کر اشتہار دے رہا ہے۔ یہی علماء لوگ اسلام میں فتنہ ڈالتے ہیں۔

حضرت اقدس۔ ائمہ کے حق میں سخت کلامی کرنا بہت ہی نامناسب امر ہے۔ جس زمانہ میں یہ بزرگ گذرے ہیں اگر وہ دین کی خدمت نہ کرتے تو ہزارہا خرابیاں پیدا ہو جاتیں۔ یہ لوگ اسلام میں بطور چار دیواری کے تھے انہوں نے جو کچھ کیا خدا تعالیٰ کے واسطے کیا اور شریر لوگوں کو حد سے بڑھنے سے بچایا۔ ان کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ ان لوگوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا اور بے نفس ہو کر اسلام کی خدمت کی۔ ان لوگوں کی طرح وہ نہ تھے کہ ہر وقت دنیا کو مقدم رکھتے۔

خواجہ کمال الدین صاحب۔ ان علماء کا تو یہی نمونہ کافی ہے جو ثناء اللہ نے عدالت کے اندر حضور کے برخلاف گواہی کی خاطر دکھایا (یعنی بیان کیا کہ جھوٹ، چوری، زنا جو کچھ مسلمان کرلے اس کے تقویٰ میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ایڈیٹر)

شریف۔ ان لوگوں میں دُنیا طلبی ہے۔ دین نہیں رہا۔

اس کے بعد شریف مرد نے اپنے بعض ذاتی امور کے واسطے دُعا کے لئے حضرت کی خدمت میں درخواست کی جس پر حضرت نے فرمایا:۔

اصُولِ دُعا

میں آپ کے واسطے انشاءاللہ دُعا کروں گا۔ مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اصُولِ دُعا میں سے یہ بات ہے کہ جب تک انسان کو کسی کے حالات کے ساتھ پُورا تعلق نہ ہو تب تک وہ رقّت اور درد اور توجہ نہیں ہو سکتی جو دُعا کے واسطے ضروری ہے۔ اور اس قسم کے حضور اور توجہ کا پیدا کرنا دراصل اختیاری امر نہیں ہے۔ دعا میں کوشش ہر دو طرف سے ہونی ضروری ہے۔ دُعا کرنے والا خدا تعالیٰ کے حضور میں توجہ کرنے میں کوشش کرے اور دُعا کرانے والا اس کو توجہ دلانے میں مشغول رہے۔ بار بار یاد دلائے خاص تعلق پیدا کرے۔ صبر اور استقامت کے ساتھ اپنا حالِ زار پیش کرتا رہے۔ تو خواہ مخواہ کسی نہ کسی وقت اس کے لئے درد پیدا ہو جائے گا۔ دُعا بڑی شئے ہے جبکہ انسان ہر طرف سے مایوس ہو جائے تو آخری حیلہ دُعا ہے جس سے تمام مشکلات حل ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی توجہ کی دعا ضرور ایک وقت چاہتی ہے اور یہ بات انسان کے اختیار میں نہیں کہ کسی کے واسطے دل میں درد پیدا کرلے۔

ایک صُوفی کا ذکر ہے کہ وہ راستہ میں جاتا تھا کہ ایک لڑکا اس کے سامنے گر پڑا۔ اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ صُوفی کے دل میں درد پیدا ہوا۔ اور اسی جگہ خدا تعالیٰ کے آگے دُعا کی اور عرض کی کہ اے خدا تو اس لڑکے کی ٹانگ کو درست کر دے ورنہ تو نے اس قصاب کے دل میں درد کیوں پیدا کیا۔

میرا مذہب یہ ہے کہ کیسی ہی مشکلات مالی یا جانی انسان پر پڑیں۔ ان سب کا آخری علاج دُعا ہے۔ خدا تعالےٰ ہر شے کا مالک ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کر سکتا ہے اور ہر شئے پر اس کا قبضہ ہے۔ انسان کسی حاکم یا افسر کے ساتھ اپنا معاملہ صاف کرتا ہے اور اس کو راضی کرتا ہے تو وہ اسے بہت سا فائدہ پہنچا دیتا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ جو حقیقی حاکم اور مالک ہے اس کو نفع نہیں دے سکتا؟ مگر دُعا کا

معاملہ ایسا نہیں کہ انسان دُور سے گولی چلا دے اور چلا جائے بلکہ جس شخص سے دُعا کرانی چاہیئے اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ دیکھو بازار میں آپ کو ایک شخص اتفاقیہ طور پر مل جاوے اور آپ اس کو پکڑ لیں اور کہیں کہ تو میرا دوست بن جا تو وہ کس طرح دوست بن سکتا ہے؟ دوستی کے واسطے تعلقات کا ہونا ضروری ہے اور وہ رفتہ رفتہ ہو سکتے ہیں۔

ہم تو چاہتے ہیں اور خواہش رکھتے ہیں کہ تمام بنی نوع کے واسطے دل میں سچا درد پیدا ہو جاوے مگر یہ امر اپنے ہاتھ میں نہیں۔ نہ اپنے واسطے، نہ عزیز و اقارب کے واسطے، نہ بیوی بچے کے واسطے ایسے درد کا پیدا ہونا محض خدا تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ لیکن تعلقات کا ہونا بہت ضروری ہے۔

کہتے ہیں کہ کوئی شخص شیخ نظام الدین صاحب ولی اللہ کے پاس اپنے کسی ذاتی مطلب کے لئے دعا کرانے کے واسطے گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے واسطے دودھ چاول لے آ۔ اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ عجیب ولی ہے۔ میں اس کے پاس اپنا مطلب لے کر آیا ہوں تو اس نے میرے آگے اپنا ایک مطلب پیش کر دیا ہے مگر وہ چلا گیا اور دودھ چاول پکا کر لے آیا۔ جب وہ کھا چکے تو انہوں نے اس کے واسطے دُعا کی اور اس کی مشکل حل ہو گئی۔ تب نظام الدین صاحب نے اس کو بتلایا کہ میں نے تجھ سے دُودھ چاول اس واسطے مانگے تھے کہ جب تو دعا کرانے کے واسطے آیا تھا تو میرے واسطے بالکل اجنبی آدمی تھا اور میرے دل میں تیرے واسطے کوئی ہمدردی کا ذریعہ نہ تھا۔ اس واسطے تیرے ساتھ ایک تعلق محبت پیدا کرنے کے واسطے میں نے یہ بات سوچی تھی۔

ایسا ہی توریت میں حضرت اسحاق کا قصہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ جا تو میرے واسطے شکار لے آ اور پکا کر مجھے کھلا تا کہ میں تجھے برکت دُوں اور تیرے

واسطے دُعا کروں۔ اس قسم کے بہت سے قصّے اولیاء کے حالات میں درج ہیں اور اُن میں حقیقت یہی ہے کہ دُعا کرنے والے اور کرانے والے کے درمیان تعلق ہونا چاہیئے۔

انسان پر جس قدر مصائب مالی یا جانی وارد ہوتے ہیں وہ سب خدا تعالےٰ کی ناراضامندی کے سبب سے ہوتے ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنی حالت میں تبدیلی کرے اور خدا تعالےٰ کو راضی کرے۔ تب تمام تکالیف درد دُور ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی تمام اشیاء اور تمام دل انسانوں کے خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ دیکھو جب تم کسی کے گھر میں جاؤ اور گھر والا تم پر راضی ہو تو اس کے تمام نوکر تمہاری خاطر کریں گے اور تمہارے ساتھ ادب سے پیش آئیں گے۔ لیکن اگر تم آقا کو ناراض کر دو تو کوئی نوکر تمہاری پرواہ نہ کرے گا بلکہ سب بے عزتی کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۱ صفحہ ۲ مورخہ ۲؍ اگست ۱۹۰۶ء)

بلا تاریخ[1]

دُعا اور اس کی قبولیت

فرمایا:-

میرے ساتھ عادت اللہ یہ ہے کہ جب میں کسی امر کے واسطے توجہ کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں تو اگر وہ توجہ اپنے کمال کو پہنچ جائے اور دُعا اپنے انتہائی نقطہ کو حاصل کر لے تب ضرور اس کے متعلق کچھ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب انسان خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے تو اکثر خدا تعالیٰ اپنے بندے کی دُعا قبول کرتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ خدا تعالےٰ اپنی بات منواتا ہے۔ دو دوستوں کی آپس میں دوستی کے قائم رہنے کی یہی نشانی ہوتی ہے۔ کہ کبھی اس نے اُس کی بات مان لی اور کبھی اُس

[1] غالباً یہ جولائی ۱۹۰۶ء کی کسی تاریخ کے ملفوظات ہیں واللہ اعلم بالصواب (مرتب)

نے اس کی بات مان لی۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمیشہ ایک ہی دوسرے کی بات مانتا رہے اور وہ اپنی بات کبھی نہ منوائے۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ہمیشہ اس کی دعا قبول ہوتی رہے اور اسی کی خواہش پوری ہوتی رہے وہ بڑی غلطی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے قرآن شریف میں دو آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ ایک میں فرمایا ہے۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[1]۔ تم دعا مانگو میں تمہیں جواب دوں گا دوسری آیت میں فرمایا ہے وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ[2]۔ الخ یعنی ضرور ہے کہ تم پر قسما قسم کے ابتلا پڑیں اور امتحان آئیں اور آزمائشیں کی جاویں تاکہ تم انعام حاصل کرنے کے مستحق ٹھہرو۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ استقامت اختیار کرتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ دُعا کے بعد کامیابی اپنی خواہش کے مطابق ہو یا مصلحت الٰہی کوئی دُوسری صورت پیدا کر دے ہر حال میں دُعا کا جواب ضرور خدا تعالیٰ کی طرف سے مل جاتا ہے۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ دُعا کے واسطے اس کی حد تک جو ضروری ہے تضرع کی جاوے اور پھر جواب نہ ملے۔

گناہوں سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ خوفِ الٰہی دل میں پیدا ہو۔ بغیر اس کے انسان گناہوں سے بچ نہیں سکتا اور خوف بغیر معرفت کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب کسی کے سر پر ننگی تلوار لٹک رہی ہو اور اس کو یقین ہو کہ اگر فلاں کام میں کروں گا تو یہ تلوار میرے سر میں لگے گی پھر وہ کس طرح وہ کام کر سکتا ہے؟ اس کو یقین ہے کہ وہ تلوار اس کو دُکھ دے گی۔ اس قسم کا یقین اگر خدا تعالیٰ پر ہو اور اس کی عظمت اور اس کا جلال اس کے دل میں گھر کر جائے تو کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ بدی کا ارتکاب کرے۔ خدا تعالیٰ کی یہ سُنّت نہیں کہ وہ انسان کی طرح کسی کو اپنا چہرہ دکھلائے۔ بلکہ وہ زبردست نشانات کے ساتھ اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ جب ۴ء اپریل کا زلزلہ آیا تو ہمارے عزیز محمد اسمٰعیل میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے وہ ذکر کرتے ہیں کہ اُن کے کالج میں ایک لڑکا دہریہ تھا جب زلزلہ آیا تو وہ بھی رام رام پکارنے لگا۔ لیکن جب زلزلہ گذر گیا اور ہوش ٹھکانے لگے تو پھر کہنے

[1] المومن: ۶۱ [2] البقرۃ: ۱۵۶

لگا کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے کہ میں نے رام رام کہا۔

خدا تعالیٰ کے اقتداری نشانات اس کی ہستی کا ثبوت دے دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہم کو خبر دی ہے کہ ایک سخت زلزلہ آنے والا ہے۔ وہ دن دنیا کے واسطے ایک غیر معمولی دن ہوگا جس سے لوگ جان لیں گے کہ خدا تعالیٰ موجود ہے۔ لوگ شیطانی خیالات میں ایسے پڑے ہوئے ہیں کہ ایک قدم پیچھے نہیں ہٹانا چاہتے۔ مگر خدا تعالےٰ جب چاہتا ہے تو وہ ایسی ہیبت ڈال دیتا ہے کہ لوگ تمام بدیوں کو چھوڑ دیتے ہیں جب تک خدا کسی کو نہ کھینچے وہ کس طرح کھینچا جا سکتا ہے۔ ہمارا بھروسہ تو صرف خدا تعالیٰ پر ہے وہ قوم جو ہم کو کافر کہتی ہے اس سے ہم امید ہی کیا کر سکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ہی سچا بادشاہ اور سچا حکمران ہے۔ جب تک کہ آسمان پر کچھ نہیں ہوتا زمین پر کچھ نہیں ہو سکتا

فرمایا:۔

طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کو حرام نہیں کیا کہ تم حیلہ کرو۔ اس واسطے علاج کرنا اور اپنے ضروری کاموں میں تدابیر کرنا ضروری امر ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ مؤثر حقیقی خدا تعالےٰ ہی ہے۔ اسی کے فضل سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بیماری کے وقت چاہیئے کہ انسان دوا بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ مناسب حال دوائی بھی بذریعہ الہام یا خواب بتلا دیتا ہے اور اس طرح دعا کرنے والا طبیب علم طب پر ایک بڑا احسان کرتا ہے۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام کے علاج بتا دیتا ہے۔ یہ اس کا فضل ہے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۲ صفحہ ۳ مورخہ ۹ اگست ۱۹۰۶ء)

نیز

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲۸ صفحہ ۹ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۰۶ء)

یکم اگست ۱۹۰۶ء

حافظ محمد ابراہیم صاحب جن کی بیوی کل شام کو فوت ہو چکی ہے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حافظ صاحب کو مخاطب کر کے حضرت نے فرمایا کہ

آپ پر اپنی بیوی کے مرنے کا بہت صدمہ ہوا ہے۔ اب آپ صبر کریں تا کہ آپ کے واسطے ثواب ہو۔ آپ نے اپنی بیوی کی بہت خدمت کی ہے۔ باوجود اس معذوری کے کہ آپ نابینا ہیں۔ آپ نے خدمت کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا اجر ہے۔ مرنا تو سب کے واسطے مقدر ہے۔ آخر ایک نہ ایک دن سب کے ساتھ یہی حال ہونے والا ہے۔ مگر غربت کے ساتھ بے شر ہو کر مسکینی اور عاجزی میں جو لوگ مرتے ہیں۔ ان کی پیشوائی کے واسطے گویا بہشت آگے آتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے لعزر کے متعلق بیان کیا ہے۔

نماز میں دُعا

نماز کے اندر اپنی زبان میں دُعا مانگنی چاہیئے۔ کیونکہ اپنی زبان میں دُعا مانگنے سے پورا جوش پیدا ہوتا ہے۔ سُورۃ فاتحہ خدا تعالےٰ کا کلام ہے۔ وہ اسی طرح عربی زبان میں پڑھنا چاہیئے اور قرآن شریف کا حصہ جو اس کے بعد پڑھا جاتا ہے وہ بھی عربی زبان میں ہی پڑھنا چاہیئے اور اس کے بعد مقررہ دُعائیں اور تسبیح بھی اسی طرح عربی زبان میں پڑھنی چاہئیں لیکن ان سب کا ترجمہ سیکھ لینا چاہیئے اور ان کے علاوہ پھر اپنی زبان میں دُعائیں مانگنی چاہئیں تا کہ حضور دل پیدا ہو جاوے۔ کیونکہ جس نماز میں حضور دل نہیں وہ نماز نہیں۔ آجکل لوگوں کی عادت ہے کہ نماز تو ٹھونگے دار پڑھ لیتے ہیں۔ جلدی جلدی نماز کو ادا کر لیتے ہیں جیسا کہ کوئی بیگار ہوتی ہے۔ پھر پیچھے سے لمبی لمبی دعائیں مانگنا شروع کرتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔ حدیث شریف میں کسی جگہ اس کا ذکر نہیں آیا کہ نماز سے سلام

پھیرنے کے بعد پھر دعا کی جاوے۔ نادان لوگ نماز کو تو ٹیکس جانتے ہیں اور دعا کو اس سے علیحدہ کرتے ہیں۔ نماز خود دُعا ہے۔ دین و دنیا کی تمام مشکلات کے واسطے اور ہر ایک مصیبت کے وقت انسان کو نماز کے اندر دُعائیں مانگنی چاہئیں۔

نماز کے اندر ہر موقعہ پر دعا کی جاسکتی ہے۔ رکوع میں بعد تسبیح، سجدہ میں بعد تسبیح، التحیات کے بعد، کھڑے ہو کر رکوع کے بعد بہت دعائیں کرو تاکہ مالا مال ہو جاؤ۔ چاہیئے کہ دُعا کے واسطے رُوح پانی کی طرح بہہ جاوے۔ ایسی دعا دل کو پاک و صاف کر دیتی ہے۔ یہ دُعا میسر آوے تو پھر خواہ انسان چار پہر تک دُعا میں کھڑا رہے گناہوں کی گرفتاری سے بچنے کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعائیں مانگنی چاہئیں۔

دُعا ایک علاج ہے جس سے گناہ کی زہر دُور ہو جاتی ہے۔ بعض نادان لوگ خیال کرتے ہیں کہ اپنی زبان میں دُعا مانگنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ غلط خیال ہے۔ ایسے لوگوں کی نماز تو خود ہی ٹوٹی ہوئی ہے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۲ صفحہ ۴ مورخہ ۹ راگست ۱۹۰۶ء)

نیز (الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲۸ صفحہ ۹ مورخہ ۱۰ راگست ۱۹۰۶ء)

یکم ستمبر ۱۹۰۶ء

ایک اخبار کی مخالفانہ اور تعصب اور جھُوٹ سے بھری ہوئی تحریر پیش ہوئی۔ فرمایا:۔

یہ لوگ لکھ لیں جو کچھ ان کا جی چاہتا ہے مگر کب تک؟ آخر کار سچائی سچائی ہے۔ اور جھُوٹ جھوٹ ہے اور دُنیا کے سامنے جلد کھُل جائے گا کہ حق پر کون ہے۔ اور جھُوٹے خود بخود مٹ جائیں گے کیونکہ جھُوٹ کو کبھی فروغ نہیں ہو سکتا۔

فرمایا:۔

تعجب ہے ان لوگوں پر کہ نہایت بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ کوئی زلزلہ نہیں

آئے گا۔ یہ سب پیشگوئیاں جھوٹی ہیں۔ اُن کو چاہیئے تھا کہ انتظار کرتے اور ایسی جلد بازی سے تکذیب نہ کرتے۔ دنیوی عدالتوں میں ایک مقدمہ پیش ہوتا ہے تو اس جگہ بھی انسان خوفزدہ رہتا ہے اور بیہودہ گوئی سے یہ نہیں کہتا پھرتا کہ مجھ کو ڈگری حاصل ہو جائے گی۔ چہ جائیکہ خدا تعالےٰ کی عدالت میں مقدمہ پیش ہے اور یہ لوگ اتراتے پھرتے ہیں۔

فرمایا کہ:۔

مخالفت ہمیشہ راستبازوں کی ہوتی ہے۔ جھوٹوں کی کوئی مخالفت نہیں کرتا۔ بلکہ لوگ اُن کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور یہ سُنّت اللہ ہے۔ ہر نبی کے زمانہ میں کوئی نہ کوئی جھوٹا مدعی بھی ضرور پیدا ہوتا ہے۔ حضرت عیسٰی کے زمانہ میں بھی دو اور شخصوں نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا مگر یہودیوں نے ان دونوں کی کچھ مخالفت نہ کی اور نہ ان کو کچھ ستایا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پیچھے پڑ گئے اور اُن کو دُکھ دیا اور مقدمہ بنایا اور سخت مخالفت کی اور بالآخر صلیب پر چڑھا کر چھوڑا۔

ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو کفار عرب نے ہرگز اس کی مخالفت نہ کی نہ اس کو ستایا نہ دُکھ دیا بلکہ کئی لاکھ آدمی اس کے ساتھ ہو گئے۔ برخلاف اس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت سے سخت تکلیفیں دیں اور شہر سے نکال دیا۔ قتل کے منصوبے باندھے اور ہر طرح کی ایذا کے درپے رہے۔ یہی ہمیشہ سے سُنّت اللہ جاری ہے کہ سچے کے ساتھ ایک دو جھوٹے مدعی بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ سچا باوجود سخت مخالفتوں کے کامیاب ہو سکتا ہے اور جھوٹا باوجود اس کے کہ اس کی کوئی مخالفت نہیں ہوتی ناکام اور نامراد مرتا ہے۔ ایسا ہی ہمارے زمانہ میں بھی ہمارے دعوٰی کے ساتھ کئی ایک جھوٹے مدعی الہام اور وحی الٰہی کے پیدا ہوئے ہیں جن میں سے بعض نہایت نامرادی کے ساتھ مر بھی گئے جیسا کہ لاہور میں ایک شخص مہدی ہونے کا دعوٰیدار تھا۔ اس کی کوئی مخالفت نہیں کرتا تھا۔ لاہور میں ایک شخص مُلّا محمد بخش بھی الہام

کا مدعی ہے۔ اپنے الہامات شائع کرتا ہے۔ کوئی اس کی مخالفت میں اشتہار نہیں دیتا۔ نہ اس کو ستایا جاتا ہے نہ دُکھ دیا جاتا ہے کیونکہ وہ جھوٹا ہے۔ لیکن ہمارے مقابلہ میں شیطان کو ہلاکت نظر آتی ہے۔ اس واسطے وہ لوگوں کو مخالفت کے لئے جوش دلاتا ہے۔ یہی قدیم سے خدا تعالےٰ کی سُنّت چلی آتی ہے۔ صادق کی مخالفت سخت ہوتی ہے تاکہ اس کی کامیابی ایک بڑا نمایاں اشتہار ہو۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۶ صفحہ ۴ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۰۶ء)

---

۹ ستمبر ۱۹۰۶ء

مسیح موعود کا کام

فرمایا:۔

ہمارے سامنے جو کام آیا ہے وہ آسان نہیں بلکہ نہایت مشکل کام ہے ہمارے دو کام ہیں۔ اندرونی طور پر قوم کو درست کرنا اور تقویٰ و طہارت کا گمشدہ راستہ ان کو دوبارہ دکھانا اور اس پر چلانا اور دوسرا بیرونی حملوں کا روکنا اور کسر صلیب کرنا۔ یہ ہر دو کام ایسے مشکل ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے خاص معجزہ نما کاموں کے معمولی انسانی کوششوں سے کبھی یہ کام پُورا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے بے وقوف مخالف نادانی کے ساتھ مسیح کو آسمان پر چڑھائے بیٹھے ہیں اور خیال نہیں کرتے کہ اتنے عرصہ تک اس نامعقول عقیدہ نے کیسا فساد ڈالا ہے جو آئندہ اس عقیدہ فاسدہ کی پیروی سے اُن کو کچھ حاصل ہو جائے گا خدا تعالےٰ علیم اور حکیم ہے اور عمیق در عمیق باتوں کا واقف کار ہے۔ اس کی حکمت نے جو راہ اختیار کی ہے۔ اسی پر چلنے سے اسلام کا بول بالا ہو سکتا ہے۔ یسوع تو خود داغی ہو چکے کہ ان کے نام پر اس قدر شرک ہوتا ہے۔ اب ان کی آمد میں اسلام کے واسطے کوئی فائدہ کی صورت نہیں بن سکتی۔ اسلام کے واسطے بیرونی اور اندرونی فساد اس حد تک پہنچ

چکے ہیں کہ ظاہری عقل کے مطابق تو اب یاس اور نا امیدی کے سوائے اور کچھ باقی نہیں ہے۔دین کی اشاعت کے لئے ۔جو سامان اور طاقتیں عیسائیوں کے پاس ہیں کہ ایک ایک کتاب کو کئی کئی لاکھ چھاپتے ہیں اور مُفت تقسیم کرتے ہیں وہ بات مسلمانوں کو کہاں حاصل ہے؟ یہاں تو ایک چھوٹا سا رسالہ چھاپنا ہو تو اس کے واسطے بھی سامان بمشکل حاصل ہوتا ہے۔

غرض ظاہری دولت اور طاقت اور سعی کے ذریعہ سے ہم فتح نہیں پا سکتے۔ بلکہ ہمارا ہتھیار ہے صرف دعا اور توجہ الی اللہ۔ یہ بھاری مہم صرف دُعا کے عظیم الشان ذریعہ سے سَر ہو گی۔

ڈاکٹر عبدالحکیم نادانی سے اعتراض کرتا ہے کہ یہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیوں ایسا نہیں کرتے کہ شہر بہ شہر گشت کریں۔ یہ اس کی غلطی ہے۔ اگر میں جانتا کہ ملکوں میں پھرنے سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے تو میں ضرور ہی ایسا کرتا۔ حدیث شریف میں دجّال کے متعلق آیا ہے کہ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ لِقِتَالِہٖ ۔ اس کے ساتھ جنگ کرنے کے ہاتھ کسی کے پاس نہ ہوں گے۔ زمینی اسباب کے ساتھ ہم اس دجّال کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ زمینی اسباب خود اس کے پاس بہت ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ایسا اعلےٰ ہتھیار ہونا چاہیئے جو اس کے پاس نہ ہو تب تو ہم فتح پا سکتے ہیں۔ آجکل مخلوق پر دنیا کی حُبّ حد سے زیادہ غالب ہے۔ اس کو ہم نکالنا چاہتے ہیں اور اسی کو نکالنا سب سے زیادہ مشکل کام ہے۔ لکھا ہے کہ سب سے آخر جو چیز نفس سے نکلتی ہے وہ دُنیا کی محبت ہے۔ بجُز ایک آسمانی طاقت کے ہمارے واسطے کوئی کامیابی کی راہ نہیں۔

فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو سُورہ فاتحہ میں یہ دعا سکھائی کہ اے خدا نہ تو ہمیں مغضوب علیہم میں سے بنائیو اور نہ ضالین میں سے۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ ان ہر دو کا

مرجع حضرت عیسیٰؑ ہی ہیں۔ مغضوب علیہ وہ قوم ہے جس نے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ عداوت کرنے اور اُن کو ہر طرح سے دکھ دینے میں غلو کیا۔ اور ضالّین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اُن کے ساتھ محبت کرنے میں غلو کیا اور خدائی صفات ان کو دے دیئے۔ صرف ان دونو کی حالت سے بچنے کے واسطے ہم کو دُعا سکھلائی گئی ہے۔ اگر دجّال ان کے علاوہ کوئی اَور ہوتا تو یہ دعا اس طرح ہوتی کہ غیر المغضوب علیھم ولا الدجّال۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جو کہ اس زمانہ کے ہر دو قسم کے شر سے آگاہ کرنے کے واسطے مسلمانوں کو پہلے سے خبردار کرتی ہے۔ یہ عیسائیوں کے مشن ہی ہیں جو کہ اس زمانہ میں ناخنوں تک زور لگا رہے ہیں کہ اسلام کو سطح دنیا سے نابُود کر دیں۔ اسلام کے واسطے یہ سخت مضر ہو رہے ہیں۔ اور باوجود ایسے سخت صدمات دیکھنے کے پھر خیالی اور وہمی باتوں کے پیچھے پڑنا اور دجال کو کسی اور جگہ تلاش کرنا سخت غلطی میں داخل ہے۔ ہمارے سامنے تو ایک ایسا خطرناک دجّال موجود ہے کہ اس کی نظیر پہلی امتوں میں موجود نہیں۔ کوئی انسانی طاقت اور ہاتھ اس کو زیر نہیں کر سکتا۔ ہاں خدا کے ہاتھوں سے یہ کام ہوگا۔ یہ کام جو ہمارے درپیش ہے اور جس کا ہم نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم کسرِ صلیب کے واسطے آئے ہیں۔ یہ ہمارے واسطے کوئی تھوڑا سا غم نہیں۔ کیونکہ ہمارا اصلی کام پُورا نہ ہو تو پھر معجزات اور کرامات بھی کوئی شئے نہیں۔ ایک طبیب اگر بیمار کا علاج نہیں کر سکتا اور بازی اچھی لگا لیتا ہے تو یہ امر اس کی طبابت کے دعویٰ کو کو مفید نہیں ہو سکتا۔ پس ہم کو بڑا غم جو دامنگیر ہے وہ یہی ہے کہ کسرِ صلیب کا کام پورا ہو جائے

دوسرا پہلو غم کا اندرُونی، قوم کے متعلق ہے جو سیدھی بات کو اُلٹا سمجھتے ہیں۔ اور دوست کو دشمن خیال کرتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہماری دشمنی کی خاطر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی دشمنی کرتے ہیں اور جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں تائیدی ثبوت ہو وہ اگر ہم میں پایا جاوے تو اس ثبوت سے بھی انکار کر جاتے ہیں۔ مثلاً قرآن شریف کی یہ آیت کہ اگر رسُول خدا تعالےٰ پر اپنی طرف سے کوئی بات بناتا تو فوراً ہلاک

کیا جاتا۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک بڑی دلیل ہے کہ دعویٰ نبوت کے ساتھ آپ ۲۳ سال تک کامیاب ہی ہوتے چلے آئے۔ بہت سے اکابر نے اس دلیل کو کفار کے سامنے پیش کیا ہے۔ مگر اب چونکہ یہ دلیل ہمارے سلسلہ کی بھی تائید کرتی ہے۔ اس واسطے اس سے قطعاً انکار کر بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کوئی دلیل ہی نہیں۔ مفتری بڑی مہلت پاسکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دلیل تو ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص ہے۔ دوسرے انبیاء کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نادان نہیں جانتے کہ کیا دلیل بھی خاص اور مخصوص ہوا کرتی ہے؟ جو دلیل خاص ہے وہ تو بجائے خود ایک دعویٰ ہے نہ کہ دلیل۔ ایسی ہی غلطی عیسائی لوگ کیا کرتے ہیں کہ جب کوئی بات یسوع کے متعلق پیش کی جاتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟ تو کہہ دیتے ہیں کہ وہ تو خدا تھا اور اس کے واسطے جائز تھا جو چاہتا کرتا۔ بیوقوف نہیں جانتے کہ دعویٰ خدائی تو بجائے خود ایک دعویٰ ہے نہ کہ دلیل۔ یہ دعویٰ بطور دلیل کے کس طرح پیش ہو سکتا ہے۔

سو جھوٹے دعویٰ والا کبھی سرسبز نہیں ہوا۔ کبھی کسی کاذب کو اتنی مہلت نہیں ملی۔ جتنی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ افسوس آتا ہے کہ ہماری عداوت کے سبب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی دشمنی کی جاتی ہے۔ جو تبدیلی ہم اس وقت قوم کے درمیان چاہتے ہیں وہ کسی آسمانی طاقت کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔ ورنہ زمینی لوگوں کے اختیار میں نہیں کہ وہ عظیم الشان کام کر دکھلائیں۔ ابتدائے اسلام میں بھی جو کچھ ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں کا نتیجہ تھا جو کہ مکہ کی گلیوں میں خدا تعالیٰ کے آگے رو رو کر آپ نے مانگیں۔ جس قدر عظیم الشان فتوحات ہوئیں کہ تمام دنیا کے رنگ ڈھنگ کو بدل دیا۔ وہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا اثر تھا۔ ورنہ صحابہؓ کی قوت کا تو یہ حال تھا کہ جنگ بدر میں صحابہؓ کے پاس صرف تین تلواریں تھیں اور وہ بھی لکڑی کی بنی ہوئی تھیں

قوم کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے تقویٰ اور طہارت کو اختیار کرے اور خدا تعالیٰ

کی طرف رجوع کرے تب ہی کچھ بن سکے گا۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۷ صفحہ ۴ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۶ء)

نیز (الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۲ صفحہ ۴ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۶ء)

۱۹ ستمبر ۱۹۰۶ء

کوئی بیماری لاعلاج نہیں

ایک بیمار حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا۔ اور اس نے دعا کے واسطے عرض کی اور اپنی حالت پر مایوسی کا اظہار کیا۔

حضرت نے فرمایا:۔

میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں۔ ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے جس مرض کو طبیب لاعلاج کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سی بیماریوں کو اطبار اور ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفا پانے کے واسطے بیمار کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی۔ بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے اس کے ہاتھ میں سب شفا ہے۔

سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراس والے ایک ضعیف آدمی ہیں۔ ان کو مرض ذیابطیس بھی ہے اور ساتھ ہی کاربنکل نہایت خوفناک شکل میں نمودار ہوا۔ اور پھر عمر بھی بڑھاپے کی ہے۔ ڈاکٹروں نے نہایت گہرا چیرا دیا اور ان کی حالت نہایت خطرناک ہوگئی یہاں تک کہ ان کی نسبت خطرہ کے اظہار کے خطوط آنے لگے۔ تب میں نے ان کے واسطے بہت دعا کی تو ایک دفعہ اچانک ظہر کے وقت الہام ہوا

آثار زندگی

اس الہام کے بعد تھوڑی دیر میں مدراس سے تار آیا کہ اب سیٹھ صاحب موصوف کی حالت رو بصحت ہے

بیمار کو چاہیئے کہ توبہ استغفار میں مصروف ہو۔ انسان صحت کی حالت میں کئی قسم کی غلطیاں کرتا ہے۔ کچھ گناہ حقوق اللہ کے متعلق ہوتے ہیں اور کچھ حقوق عباد کے متعلق ہوتے ہیں۔ ہر دو قسم کی غلطیوں کی معافی مانگنی چاہیئے اور دنیا میں جس شخص کو نقصان بیجا پہنچایا ہو اس کو راضی کرنا چاہیئے اور خدا تعالیٰ کے حضور میں بھی توبہ کرنی چاہیئے۔ توبہ سے یہ مطلب نہیں کہ انسان جنتر منتر کی طرح کچھ الفاظ منہ سے بولتا رہے بلکہ سچے دل سے اقرار ہونا چاہیئے کہ میں آئندہ یہ گناہ نہ کروں گا اور اس پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے تو خدا تعالیٰ الغفور الرحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور وہ ستار ہے بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ تمہیں ضرورت نہیں کہ مخلوق کے سامنے اپنے گناہوں کا اظہار کرو۔ ہاں خدا تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۴۰ صفحہ ۴ مورخہ ۴ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۲۳ر ستمبر ۱۹۰۶ء

آریہ مت کی موت کا سبب

آریوں کا ذکر تھا کہ اب تو آریہ صاحبان خود ہی اقرار کرنے لگے ہیں کہ آریہ مذہب مُردہ مذہب ہے اور ایک سو سال تک نیست و نابود ہو جائے گا۔ جب حضور نے پیشگوئی کی تھی کہ آریہ مذہب ایک سو سال تک دُنیا سے مفقود ہو جائے گا۔ تو اس وقت آریوں نے بڑا شور مچایا تھا کہ یہ مذہب ہمیشہ قائم رہے گا مرزا صاحب نے غلط کہا ہے۔ اب تعجب ہے کہ وہی آریہ صاحبان خود ہی اپنے لیکچروں اور رسالوں میں بیان فرماتے ہیں کہ آریہ مذہب مُردہ ہے۔

حضور کی پیشگوئی آریہ مذہب کے متعلق فروری ۱۹۰۳ء میں جب شائع ہوئی تھی کہ ایک صدی نہ گذرے گی جو اس مذہب پر موت وارد ہو جائے گی۔ تو اس وقت پنڈت رام بھجدت نے بڑے زور سے اس کی مخالفت کی تھی اور خود قادیان آکر اپنے لیکچر میں اس پیشگوئی کا ذکر کیا تھا۔ اب وہی پنڈت رام بھجدت صاحب ہیں جنہوں نے ۱۸ ستمبر کے اخبار پرکاش میں فرمایا ہے کہ موجودہ آریہ سماج کبھی بھی سو برس سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا بلکہ نیست و نابود ہو جاوے گا۔ اور اس کے علاوہ نئے آریہ دھرمپال صاحب نے اپنے رسالہ اندر میں آریہ سماج کی موت پر ایک مضمون لکھ دیا ہے۔ غالباً موخرالذکر صاحب اسی واسطے آریہ بنے تھے کہ آریہ مت کی موت کو ثابت کرنے میں جلدی کریں۔ غرض یہ ذکر تھا جس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

کوئی مذہب ہو۔ خواہ قوم ہو خواہ جماعت ہو بغیر رُوحانیت کے کوئی قائم نہیں رہ سکتا۔ جب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پختہ نہ ہو کوئی مذہب دنیا میں کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔ چونکہ آریہ مذہب میں رُوحانیت نہیں ہے اس واسطے اس کا قیام محال ہے۔ سارے انبیاء صرف خدا کو جانتے تھے۔ برخلاف اس کے ان کے پیٹ ہزاروں فریبوں سے بھرے ہوئے ہیں اور ان میں رُوحانیت کا کوئی حصہ نہیں۔ خدا کی قدرت ہے کہ جس قدر انبیاء دُنیا میں آئے وہ دُنیاوی معاملات میں ایسے تھے کہ ان کو پانچ روپے کی بھی نوکری نہ مل سکتی۔ مگر چونکہ وہ خدا کے بنے اس واسطے دین و دُنیا میں وہ مالا مال ہو گئے۔

حقیقۃ الوحی

فرمایا:۔

حقیقۃ الوحی کے تین سو سے زائد صفحات لکھے گئے ہیں۔ اس کتاب میں ہر قسم کے

دلائل لکھے گئے ہیں۔ جماعت کے لوگوں کو چاہیئے کہ اس کو بغور مطالعہ کریں۔ جن لوگوں کو فرصت شوق اور فہم حاصل ہوگا اور اس کو بغور مطالعہ کریں گے۔ ان میں ایک طاقت پیدا ہو جائے گی اور وہ پھر اس بات کے محتاج نہ رہیں گے کہ ایسے سوالات کے جوابات کسی سے دریافت کریں۔ جماعت کے سب لوگوں کو چاہیئے کہ یہ طاقت اپنے اندر پیدا کریں۔ کیونکہ مخالفین کی عادت ہے کہ خواہ مخواہ چھیڑ دیتے ہیں اور بعض ایسے شریر ہوتے ہیں کہ خود تو اعتراض کر دیتے ہیں اور جب دوسرا آدمی جواب دینے لگے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو کوئی اعتراض نہیں کرتے ہم نے تو یونہی ایک بات کہی تھی۔ ہماری عادت تو بحث کرنے کی نہیں ایسے لوگ بڑے خبیث ہوتے ہیں ان کو ضرور جواب دینا چاہیئے اور مختصر جواب دینا چاہیئے۔ تاکہ جلدی ان کو شرمندگی حاصل ہو۔

علاوہ ازیں مختصر اور معقول جواب ہر امر کے واسطے یاد رکھنا چاہیئے کیونکہ آجکل دنیادار دینی معاملات کی طرف توجہ نہیں رکھتے اور دینی باتوں کے سننے میں اپنا تضیع اوقات خیال کرتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کو مختصر بات سنانی چاہیئے جو کہ فوراً ان کے دماغ میں چلی جاوے اور اپنا اثر کر جائے۔

غلام دستگیر قصوری

کا ذکر تھا۔ فرمایا:۔

اس نے ایک ایسا مباہلہ کیا تھا جس کی نظیر پہلے بھی اسلامی دنیا میں موجود ہے۔ جس کا اس نے خود ہی اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ ایک بزرگ محمد طاہر نام تھے ان کے زمانہ میں دو شخص پیدا ہوئے۔ ایک نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور ایک نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا جس پر مولوی محمد طاہر صاحب نے خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کی کہ یاالٰہی اگر یہ مدعی جھوٹے ہیں تو ان کو ہلاک کر۔ اور اگر ان کو نہ ماننے میں مَیں جھوٹا ہوں تو

مجھے ہلاک کر۔ چونکہ وہ دونو کاذب تھے اس واسطے ہر دو ہلاک ہو گئے۔ غلام دستگیر نے بھی اسی طرح مباہلہ کیا تھا اور لکھا تھا کہ میں وہی دُعا کرتا ہوں جو کہ محمد طاہر نے کی تھی چونکہ اس کے مقابل میں جو شخص تھا وہ سچا ہے اس واسطے غلام دستگیر خود ہلاک ہو گیا۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۹ صفحہ ۴ مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۶ء)

بلا تاریخ[1]

نمازِ تراویح

اکمل صاحب آف گولیکی نے بذریعہ تحریر حضرت سے دریافت کیا کہ رمضان شریف میں رات کو اُٹھنے اور نماز پڑھنے کی تاکید ہے۔ لیکن عموماً محنتی مزدور زمیندار لوگ جو ایسے اعمال بجا لانے میں غفلت دکھاتے ہیں اگر اوّل شب میں ان کو گیارہ رکعت تراویح بجائے آخر شب کے پڑھا دی جاویں تو کیا یہ جائز ہوگا ؟

حضرت اقدس نے جواب میں فرمایا۔

کچھ حرج نہیں پڑھ لیں

توکّل علی اللہ

کسی دشمن کا ذکر تھا کہ وہ شر کرے گا اور حضور کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ فرمایا :۔

ہم اس بات سے کب ڈرتے ہیں وہ بے شک کرے بلکہ ہم خوش ہیں کہ وہ ایسا کرے کیونکہ ایسے ہی موقعہ پر اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے نشانات دکھلاتا ہے۔ ہم خوب دیکھ چکے ہیں کہ جب کبھی کسی دشمن نے ہمارے ساتھ بدی کے واسطے منصوبہ کیا خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اس میں سے ایک نشان ہماری تائید میں ظاہر فرمایا۔ ہمارا بھروسہ

[1] غالباً اکتوبر ۱۹۰۶ء کے پہلے ہفتہ کی یہ ڈائری کا ہے۔ (مرتب)

خدا پر ہے انسان کچھ چیز نہیں۔

باوا نانک صاحب

ایک سکھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باوا صاحب کا ذکر آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ باوا صاحب مسلمان تھے اور نماز پڑھتے تھے۔ سکھ لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں۔ جو اپنے گورو کے مذہب کو چھوڑ کر بے ہودہ باتوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور بُت پرست ہندوؤں کے ساتھ اپنے تعلقات پیدا کر لئے ہیں۔

اس سکھ نے جواب دیا کہ بے شک باوا صاحب فرما گئے ہیں کہ بے نماز کُتا ہوتا ہے اور صبح سویرے اُٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھنی چاہیئے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۴۲ صفحہ ۴ مورخہ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۱۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء

پیشگوئی اور معجزہ

پیشگوئیوں اور معجزات کا ذکر تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ

پہلے انبیاء کی کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بڑا معجزہ پیشگوئی ہی ہے۔ پیشگوئی کے سوائے دوسرے معجزات میں کئی قسم کے شبہات ہوتے ہیں اور وہ صرف ایک عارضی بات ہوتی ہے۔ بہت سے تماشہ کرنے والے بھی ایسے کام کرتے ہیں کہ لوگ حیرت میں رہ جاتے ہیں۔ مگر کوئی تماشہ کرنے والا پیشگوئی کے کام میں پیش دستی نہیں کر سکتا۔

خواجہ کمال الدین صاحب نے عرض کیا کہ اس زمانہ میں یا تو بالخصوص پیشگوئی ایک نمایاں معجزہ ہے کیونکہ فلسفی اور سائنسدان لوگوں نے دوسرے معجزات کے متعلق کچھ نہ کچھ راز بیان کئے ہیں۔ لیکن پیشگوئی کے متعلق چونکہ وہ کچھ سمجھ نہیں سکے کہ اس میں کیا راز ہو سکتا ہے یا کس ظاہری سائنس کے مطابق پیش گوئی کی جا سکتی

ہے۔ اس واسطے پیشگوئی کا انہوں نے صاف انکار کر دیا ہے کہ پیشگوئی کوئی ہوتی ہی نہیں۔ لہذا اس زمانہ میں پیشگوئی کرنا اور اس کا ثابت کر دینا معجزہ دکھانے کا یہی سب سے بڑا ذریعہ ہے جس میں دنیادار عاجز ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ

پیشگوئیوں پر ہی پہلے انبیاء بھی زور دیتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت سی پیشگوئیاں کیں جن میں سے بہت پوری ہو چکی ہیں کیونکہ ان کے پورا ہونے کا وقت آگیا تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک بڑی آگ کے نمودار ہونے کی پیشگوئی کی تھی اور اس کے متعلق تمام نشانات اور علامات کا ذکر کیا تھا۔ وہ پیشگوئی جب صحیح بخاری وغیرہ کتب میں درج ہو گئی اور وہ کتابیں عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھ میں پہنچ چکیں تو اس وقت نمودار ہوئی۔ اس پر مخالف عیسائی بھی آجتک حیران ہیں کہ یہ کیا بات تھی کہ اتنی صدیوں کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ایسی صراحت کے ساتھ پوری ہوئی۔

مولوی عبداللہ غزنوی

مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا ذکر تھا۔ فرمایا کہ

وہ اچھے آدمی تھے۔ مرد صالح تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو ہمارے دعوےٰ کے زمانہ سے پہلے ہی اُٹھا لیا تاکہ وہ کسی ابتلا میں نہ پڑیں۔ میں نے اُن کو خواب میں بھی دیکھا تھا۔ انہوں نے میری تصدیق کی اور کہا کہ جب میں دنیا میں تھا تو میں ایسے آدمی کے پیدا ہونے کا منتظر تھا۔

پہلے اکابر

فرمایا:-

گذشتہ بزرگ جو گذر چکے ہیں اگر انہوں نے مسئلہ وفات مسیح کو نہ سمجھا ہو اور اس میں غلطی کھائی ہو تو اس سبب سے ان پر مواخذہ نہیں کیونکہ ان کے سامنے یہ بات کھول کر بیان نہیں کی گئی تھی اور یہ مسائل ان کی راہ میں نہ تھے۔ انہوں نے اپنی طرف سے تقویٰ وطہارت میں حتی الوسع کوشش کی۔ ان لوگوں کی مثال اُن یہودی فقہاء کے ساتھ دی جاسکتی ہے جو کہ بنی اسرائیل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے گذر چکے تھے اور ان کا عقیدہ پختہ تھا کہ آخری نبی جو آنے والا ہے وہ حضرت اسحٰق کی اولاد میں سے ہوگا اور اسرائیلی ہوگا وہ مرگئے اور بہشت میں گئے۔ لیکن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے یہ مسئلہ روشن ہوگیا کہ آنے والا آخری نبی بنی اسمٰعیل میں سے ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا تب بنی اسرائیل میں سے جو لوگ ایمان نہ لائے وہ کافر قرار دیئے گئے اور لعنتی ہوئے اور آجتک ذلیل اور خوار اور دربدر مصیبت زدہ ہو کر پھر رہے ہیں۔

سُلطان رُوم

سُلطان رُوم کا کچھ ذکر تھا۔ فرمایا:۔

ان لوگوں میں رُوحانیت نہیں معلوم ہوتی ورنہ وہ یورپ کے محتاج نہ ہوتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ حرمین کی حفاظت کرتا ہے یہ غلط ہے بلکہ حرمین اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ورنہ وہ کرتا ہی کیا ہے؟ آجتک بدوؤں تک کا انتظام نہیں کر سکا۔ ہر سال غریب حاجی اس کثرت کے ساتھ قتل کئے جاتے ہیں اور لُوٹے جاتے ہیں اور وہ کچھ انسداد نہیں کر سکتا۔ اگر اسلامی رُوحانیت اس میں ہوتی تو وہ اکیلا بیس سلطنتوں کے مقابلہ کے واسطے بھی کافی تھا چہ جائیکہ اب اپنی سلطنت کا سنبھالنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ سب مخلوق خدا تعالیٰ کی ہے اور سب کے دل اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اور وہ سب پر غالب ہے جو خُدا کا بنتا ہے خُدا اسے سب پر غالب کر دیتا ہے۔ اور وہ کسی کا محتاج

نہیں رہتا۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۴۲ صفحہ ۴ مورخہ ۱۸؍اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۱۸؍اکتوبر ۱۹۰۶ء

سلسلہ تصانیف

دہلی سے ایک دوست کی تحریری تحریک پیش ہوئی کہ اپنی جماعت کے بہت سے دوست سلسلہ کی تائید میں کتابیں لکھتے ہیں مگر ان کے چھپوانے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ایک سرمایہ کے ساتھ ایک کمپنی بنانی چاہیئے اور ایک کارخانہ مطبع کا بنانا چاہیئے جو کہ دہلی میں قائم ہو۔

اس پر حضرت نے فرمایا کہ

ہمیں ایسی کمپنی بنانے کی ثلج صدر نہیں اور ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا انجام اچھا ہو۔ بہت سے لوگ اس قسم کے بھی ہوتے ہیں جو دینی علوم سے پُوری طرح واقف نہیں ہوتے ان کی تصانیف بجائے فائدہ کے ضرر رساں ہوتی ہیں۔ اس قسم کی تصانیف پہلے قادیان میں آنی چاہئیں اور یہاں لوگ اس کو دیکھیں اور اس پر غور کریں کہ آیا وہ چھپنے کے قابل بھی ہیں یا کہ نہیں۔ اوّل تو اس قسم کے آدمی پیدا ہو جانے چاہئیں جو دینی علوم سے پُوری واقفیت رکھنے والے ہوں۔ عالم باعمل ہوں تاکہ ان کی تحریر اور تقریر کا دوسروں پر اثر بھی ہو سکے۔ ایک آدمی جس کے دل میں یہ بات ہو کہ خدا کے واسطے کام کرے وہ کروڑوں آدمی سے بہتر ہے۔

فرمایا۔

مولوی سید محمد احسن صاحب بحث مباحثہ کے کام میں اور مناظرہ میں یکتا ہیں۔ وہ پورے تحصیل یافتہ ہیں۔ علم حدیث اور علم فقہ کے بڑے ماہر ہیں۔ مخالف مولویوں کے مقابلہ

میں سلسلہ تصانیف کا کام خوب کر سکتے ہیں۔ ہر شخص کا کام نہیں کہ ایسے امور میں مداخلت کرے

کلام پڑھ کر پھونکنا

ایک دوست نے سوال کیا کہ مجھے قرآن شریف کی کوئی آیت بتلائی جاوے کہ میں پڑھ کر اپنے بیمار کو دم کروں تاکہ اس کو شفا ہو۔

حضرت نے فرمایا:۔

بیشک قرآن شریف میں شفا ہے۔ رُوحانی اور جسمانی بیماریوں کا وہ علاج ہے مگر اس طرح کے کلام پڑھنے میں لوگوں کو ابتلاء ہے۔ قرآن شریف کو تم اس امتحان میں نہ ڈالو خدا تعالیٰ سے اپنے بیمار کے واسطے دُعا کرو۔ تمہارے واسطے یہی کافی ہے۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۴۳ صفحہ ۴ مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۲۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء

صاحب نور مرحوم

صاحب نور مرحوم کا ذکر تھا حضرت نے احمد نور[1] کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خدا اس کو بہشت نصیب کرے۔ میں اس کی اچانک موت کی خبر سُنکر صدمہ سے خود بیمار ہو گیا تھا اس واسطے جنازہ پڑھنے کے واسطے باہر نہ آسکا۔

مولوی احمد نور صاحب نے ذکر کیا کہ رات بھر قرآن شریف پڑھتا رہا تھا اور صبح کو بالکل تندرست دکان پر بیٹھا تھا۔ اچانک موت آگئی۔

دوسرے لوگوں نے ذکر کیا کہ نیک آدمی تھا۔ دنیاوی دھندوں جھگڑوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ علیحدہ رہتا تھا۔

---

[1] صاحب نور مرحوم کے بھائی (مرتب)

حضرت نے فرمایا:۔

وہ تو دنیوی تعلقات پہلے ہی چھوڑ کر اور ہجرت کر کے قادیان میں آبسا تھا۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۴۳ صفحہ ۴ مورخہ ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۶ء)

بلا تاریخ[1]

نماز میں حضورِ قلب

ایک شخص نے سوال کیا کہ جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے حضورِ قلب حاصل نہیں ہوتا۔ کیا اس صورت میں میری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

فرمایا کہ

انسان کی کوشش سے جو حضورِ قلب حاصل ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ مسلمان وضو کرتا ہے۔ اپنے آپ کو کشاں کشاں مسجد تک لے جاتا ہے۔ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ یہانتک انسان کی کوشش ہے۔ اس کے بعد حضورِ قلب کا عطا کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ انسان اپنا کام کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی ایک وقت پر اپنی عطا نازل کرتا ہے۔ نماز میں بے حضوری کا علاج بھی نماز ہی ہے۔ نماز پڑھتے جاؤ۔ اس سے سب دروازے رحمت کے کھل جاویں گے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۴۳ صفحہ ۱۳ مورخہ ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۲۸؍اکتوبر ۱۹۰۶ء

(صبح کی سیر)

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ معلوم کر کے کہ لاہور سے شیخ محمد چٹو[2] آئے

---

[1] غالباً اکتوبر ۱۹۰۶ء کے ابتدائی ایام کے یہ ملفوظات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (مرتب)

[2] پہلے یہ فرقہ اہلحدیث میں شامل تھے۔ بعد میں چکڑالوی مسلک اختیار کر لیا۔ حضور کی خدمت میں جب آئے تو چکڑالوی تھے (مرتب)

ہیں اور احباب بھی آئے ہیں۔ محض اپنے خلق عظیم کی بنا پر باہر نکلے۔ غرض یہ تھی کہ باہر سیر کو نکلیں گے۔ احباب سے ملاقات کی تقریب ہوگی۔ چونکہ پہلے سے لوگوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ حضرت اقدس باہر تشریف لائیں گے اس لئے اکثر احباب چھوٹی مسجد میں موجود تھے۔ جب حضرت اقدس اپنے دروازے سے باہر آئے تو معمول کے موافق خدام پروانہ وار آپ کی طرف دوڑے۔ آپ نے شیخ صاحب کی طرف دیکھ کر بعد سلام مسنون فرمایا:۔

حضرت اقدس۔ آپ اچھی طرح سے ہیں۔ آپ تو ہمارے پُرانے ملنے والوں میں سے ہیں۔

بابا چٹو۔ شکر ہے۔

حضرت اقدس۔ (حکیم محمد حسین قریشی کو مخاطب کرکے) یہ آپ کا فرض ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ان کے کھانے ٹھہرنے کا پورا انتظام کردو۔ جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو اور میاں نجم الدین کو تاکید کردو کہ ان کے کھانے کے لئے جو مناسب ہو اور پسند کریں وہ تیار کرے۔

حکیم محمد حسین۔ بہت اچھا حضور۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

حضرت اقدس۔ (بابا چٹو کو خطاب کرکے) آپ تو مسافر ہیں۔ روزہ تو نہیں رکھا ہوگا؟

بابا چٹو۔ نہیں مجھے تو روزہ ہے۔ میں نے رکھ لیا ہے۔

حضرت اقدس۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہیئے۔ میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے۔ تو یہ معصیت ہے۔ کیونکہ غرض تو اللہ تعالےٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے۔ اور اپنی

طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔[1] اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو۔ میں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔ چنانچہ آج بھی میری طبیعت اچھی نہیں اور میں نے روزہ نہیں رکھا۔ چلنے پھرنے سے بیماری میں کچھ کمی ہوتی ہے اس لئے باہر جاؤں گا۔ کیا آپ بھی چلیں گے؟

بابا چٹو۔ نہیں میں تو نہیں جا سکتا۔ آپ ہو آئیں۔ یہ حکم تو بے شک ہے مگر سفر میں کوئی تکلیف نہیں پھر کیوں روزہ نہ رکھا جاوے۔

حضرت اقدس۔ یہ تو آپ کی اپنی رائے ہے۔ قرآن شریف نے تو تکلیف یا عدم تکلیف کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ زندگی کا اعتبار کچھ نہیں۔ انسان کو وہ راہ اختیار کرنی چاہیئے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاوے اور صراطِ مستقیم مل جاوے۔

بابا چٹو۔ میں تو اسی لئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ فائدہ اُٹھاؤں۔ اگر یہی راہ سچا ہے تو ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت ہی میں مر جاویں۔

حضرت اقدس۔ ہاں یہ بہت عمدہ بات ہے۔ میں تھوڑی دُور ہو آؤں۔ آپ آرام کریں۔ (یہ کہہ کر حضرت اقدس سیر کو تشریف لے گئے)[2]

قبل دوپہر

اَلصُّلح خیر

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور دو بھائیوں کے کسی باہمی

---

[2] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ صفحہ ۱۴ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۷ء

[1] البقرۃ: ۱۸۵

نزاع کا ذکر خواجہ صاحب نے کیا۔ یہ امر انسانی فطرت کے خلاف نہیں کہ باہم نزاع ہو۔ حقیقی بھائیوں میں بھی ہو جاتا ہے اور انسانی امزجہ کا اختلاف جو خدا تعالےٰ کی ہستی کا بیّن اور واضح ثبوت ہے اس امر کا مقتضی ہے کہ اختلاف رائے اور اختلاف خیال سے کبھی نزاع بھی پیدا ہو مگر وہ نزاع قابل ذکر یا قابل لحاظ نہیں ہوا کرتا جہاں خدا تعالےٰ کی رضا کو مقدم کرکے اپنے نزاع کو چھوڑ دیا جاوے۔

بہرحال دو بھائیوں کے نزاع کا ذکر تھا اور خواہش یہ کی گئی تھی کہ حضور ارشاد فرمادیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی شکایت باقی نہ رہے گی۔ اس پر حضور نے عام طور پر فرمایا:-

میں صلح کو پسند کرتا ہوں اور جب صلح ہو جاوے پھر اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ اس نے کیا کہا یا کیا کیا تھا۔ میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جس نے مجھے ہزاروں مرتبہ دجّال اور کذّاب کہا ہو اور میری مخالفت میں ہر طرح کوشش کی ہو اور وہ صلح کا طالب ہو تو میرے دل میں خیال بھی نہیں آتا اور نہیں آسکتا کہ اس نے مجھے کیا کہا تھا اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا ہاں خدا تعالےٰ کی عزت کو ہاتھ سے نہ دے یہ سچی بات ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اس کو کینہ ور نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر وہ کینہ ور ہو تو دوسروں کو اس کے وجود سے کیا فائدہ پہنچے گا جہاں ذرا اس کے نفس اور خیال کے خلاف ایک امر واقع ہوا وہ انتقام لینے کو آمادہ ہو گیا۔ اسے تو ایسا ہونا چاہیئے کہ اگر ہزاروں نشتروں سے بھی مارا جاوے پھر بھی پروا نہ کرے۔

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنا لی جاوے۔

نفس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی امر نہ ہو اور اسی طرح پر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر بیٹھ جاوے اس لئے اس سے بچتے رہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے پورا خُلق کرنا بھی ایک موت ہے۔ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاوے۔ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دے دے تو صبر کر کے خاموش ہو رہے۔

بعض لوگ اپنی نادانی سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ نبی بعض اوقات سختی کرتے ہیں وہ اس امر کو سمجھ نہیں سکتے کہ ان کی سختی کا رنگ اَور ہے۔ اس میں کینہ ملا ہوا نہیں ہوتا۔ وہ اپنے نفس کے لئے نہیں کرتے۔ اس میں کوئی ذاتی غرض ان کی مدنظر نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی عزت کے لئے اور اس کی اپنی اصلاح کے لئے۔

دیکھو ماں بچے کو بعض وقت مارتی بھی ہے اور سخت مارتی ہے۔ دوسرا دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ کیسی بے دردی سے مار رہی ہے مگر وہ اس سے ناواقف ہے کہ اس کی شفقت کا اندازہ کر سکے۔ اگر ماں کی محبت اور ہمدردی کی اُسے خبر ہوتی تو وہ ایسا وہم نہ کرتا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر بچے کو ذرا بھی درد ہو تو ماں ساری رات بے قرار رہتی اور اس کی خدمت گذاری میں گذار دیتی ہے۔ دوسرا کون ہے جو اس شفقت اور ہمدردی کا مقابلہ کر سکے۔ اسی طرح پر نبی کی سختی ہوتی ہے۔ اس کے دل میں ایک درد اور کوفت ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی مخلوق کی اصلاح کے لئے وہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاوے۔ اگر اپنے کسی خادم پر سختی کرتا ہے تو شفیق ماں کی طرح راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعائیں بھی تو اسی کے لئے کرتا ہے۔ غرض ماں باپ اور شفیق اُستاد کی سختی سختی نہیں وہ تو عین رحمت اور شفقت ہے۔ ایسا ہی عادل بادشاہ کی سختی بھی سختی نہیں۔ نادانی سے لوگ اعتراض کر اُٹھتے ہیں اور شور مچاتے ہیں۔ عادل بادشاہ ہمیشہ اپنی رعایا کی بھلائی اور خیرخواہی چاہتا ہے۔ میں بار بار یہی کہوں گا کہ نفس پرستی کی شیخی خدا تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔

اس لئے اس قسم کے نزاعوں کو یکدم چھوڑنا چاہیئے۔[1]

یاد رکھو۔ اگر ایک بھی راستباز ہوگا وہ ہزاروں کو اپنی طرف کھینچ لائے گا۔ اور راستباز وہ ہے جو اس کے اور اس کے نفس کے درمیان ہزاروں کوس کا فاصلہ ہو۔ مذہب کی جڑ یہی ہے۔ تقویٰ اور خدا ترسی اور مذہب یہی ہے۔ دکانداری کا نام دین نہیں ہے۔[2]

اس تقریر کے دوران ہی میں شیخ صاحب بھی تشریف لے آئے اور جب حضرت اقدس کو اپنی طرف متوجہ پایا تو پھر آپ سے سلسلہ کلام شروع کیا۔ وہ مکالمہ درج ذیل ہے :۔

بابا چٹو۔ قرآن سے اپنا دعویٰ پیش کریں۔

حضرت اقدس۔ میرا دعویٰ انہیں دلائل سے ثابت ہے جن سے قرآن شریف خدا تعالےٰ کا کلام ثابت ہوتا ہے۔ پس پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ نے قرآن شریف کو کیوں مانا ہے؟ جو طریق آپ پیش کریں گے اسی طرح پر میرا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔

بابا چٹو۔ قرآن کو تو اسی طرح مانا ہے جس طرح خدا کو مانا ہے۔

حضرت اقدس۔ آخر وہ صورت بھی تو آپ بتائیں کہ کس طرح مانا ہے؟ خدا تعالیٰ تو اپنی قدرتوں سے شناخت ہوا ہے مگر قرآن شریف کے ماننے کے وجوہات آپ کے پاس کیا ہیں؟ نرا زبان سے کہہ دینا کہ میں اس کو خدا تعالےٰ کا کلام مانتا ہوں دوسرے کی تسلی کا موجب تو نہیں ہوا کرتا۔ ہر نبی اور رسول جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا کرتا ہے وہ بھی اپنے صدق دعویٰ کے دلائل اور نشانات رکھا

---

[1] اس مقام پر حضرت حجۃ اللہ پہنچے تھے کہ ایک بھائی نے فوراً ہی اپنے دوسرے بھائی سے السلام علیکم کہہ کر ہاتھ ملا لیا اور صلح کر لی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء (ایڈیٹر الحکم)

[2] الحکم جلد ۱۰ نمبر ۴۲ صفحہ ۳ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء

کرتا ہے۔ یونہی اگر اس کے کہنے ہی پر ماننے والے ہوں تو پھر دلائل کیوں پوچھیں؟
اس لئے دلائل ہوتے ہیں۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ لوگ نری منقولی باتوں کے
محتاج نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کی سچائی کے لئے ان کی تائید میں خارق عادت نشانات
ظاہر فرماتا ہے۔ پھر ان نشانات سے بھی فائدہ اُٹھانے والے سب نہیں ہوتے۔ کیا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے دلائل کچھ تھوڑے تھے؟ مگر پھر بھی یہودیوں
اور عیسائیوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) جھوٹا کہدیا۔ ان کی تو کتابوں
میں بھی آپ کی پیشگوئیاں موجود تھیں۔ اسی طرح پر میری سچائی ثابت ہو سکتی ہے۔
لیکن اس کے لئے اصل اور آسان راہ یہی ہے جو آپ اُن دلائل کو پیش کریں جن سے
آپ نے قرآن شریف کو قبول کیا ہے۔

(حضرت حجۃ اللہ اس طرز پر کلام فرما رہے تھے کہ بابا چٹو نے اپنی عمر اور آداب
مجلس کا کچھ بھی لحاظ نہ کرکے آپ کا قطع کلام کیا اور درمیان ہی میں بول اُٹھے کہ
مجھے یہی علم پہنچا ہے کہ سب نبیوں پر قرآن نازل ہوا تھا۔

حضرت اقدس۔ اب آپ نے ایک اور دعویٰ کر دیا۔ اچھا آپ یہ تو بتائیں کہ کوئی دعوے
بلا دلیل تو نہیں ہوا کرتا۔ آپ یہ امر ثابت کریں کہ یہودی جو اس وقت موجود ہیں۔ وہ
توریت کا درس کرتے ہیں یا قرآن شریف کا؟ اور قرآن شریف ان پر توریت کے ذریعہ
اتمام حجت کرتا ہے یا نہیں؟ ایسا ہی عیسائیوں کے پاس انجیل موجود ہے۔ کیا وہ اسی
انجیل کو پڑھتے ہیں یا قرآن شریف کو؟ آپ کے اس دعویٰ کا کیا مطلب ہے؟ اور اس
کا کیا ثبوت ہے؟ کیا یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس توریت اور انجیل کے سوا یہ
قرآن بھی تھا؟

بابا چٹو۔ نہیں۔ ان کے پاس قرآن تو نہ تھا مگر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وہ بھی کرتے تھے۔

حضرت اقدس۔ پھر کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اُن پر بھی قرآن شریف اُترا تھا؟ یہ تو سچ

ہے کہ بعض احکام مشترکہ چلے آئے ہیں اور بعض احکام ایسے ہوتے ہیں کہ ایک اُمت اور قوم کے لئے خاص ہوتے ہیں۔ جیسے یہودیوں میں اُونٹ کا گوشت کھانا یا بیت المقدس کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنا۔ اور بھی بہت سے احکام ایسے دونو قوموں میں ہیں جو اُن کے لئے مخصوص تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم وقت اور موقعہ کے حسب حال ہوتی ہے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت چونکہ ہر قسم کے فساد کمال تک پہنچ چکے تھے اس لئے ان کی اصلاح کے لئے جو تعلیم دی گئی وہ کامل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خاتم الکتب قرآن مجید نازل ہوا۔ اور آپ پر نبوت ختم ہو گئی۔

(حضرت اقدس اس موقعہ پر بھی لمبی تقریر کرنا چاہتے تھے مگر افسوس کہ باباچٹو کی جلد بازی نے پھر انہیں قطع کلام پر دلیر کر دیا اور جھٹ بول اُٹھے کہ)

میں چاہتا ہوں کہ بیعت سے محروم نہ ہوں۔

حضرت اقدس۔ یہ تو خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ وہ جس کو چاہے ہدایت دے یہ میرا کام نہیں۔ ہاں میں اپنی سچائی کا ثبوت دے سکتا ہوں اور ایسا ثبوت دے سکتا ہوں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو اور جس کی نظیر پہلے انبیاء اور مرسلین کے سوا نہ ملتی ہو۔

باباچٹو۔ ہاں ٹھیک ہے۔

حضرت اقدس۔ پھر قصہ مختصر ہے۔

(یہ جملہ بالطبع چاہتا ہے کہ حضرت اقدس اب اپنے ثبوت دعویٰ پر دلائل بیان کریں۔ مگر سید محمد یوسف صاحب کو جو چیز اندر ہی اندر دُکھ دے رہی تھی وہ باہر نکلے بغیر رہ نہ سکتی تھی اور ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جُبّہ و دستار کی فضیلت جاتی رہے گی اگر اس موقعہ پر انہوں نے کلام نہ کیا۔ اس لئے وہ

بے اختیار ہو کر بولے)

بابا صاحب آپ کا سوال نہیں سمجھے۔ میں جواب دیتا ہوں۔

اس پر باباچٹو نے کہا کہ ہاں مولوی صاحب بیان کریں گے۔ اس لئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ان کو اختیار ہے کہ یہ بیان کریں [1]

جب مولوی سید محمد یوسف صاحب اسی سلسلہ گفتگو میں آداب مجلس کے خلاف دخل در معقولات دینے لگے تو پھر سلسلہ کلام باباچٹو کے اشارے سے یوں شروع ہوا۔

وکیل باباچٹو۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ قرآن کو ہم نے کیونکر مانا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کہ قرآن کو ہم نے اس لئے مانا کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے۔

حضرت اقدس۔ یہ تو عجیب دلیل ہے۔ اس طرح پر تو ہر شخص اپنی کتاب اور اپنے مذہب کی حقانیت آسانی سے ثابت کر سکتا ہے۔ صرف یہ کہہ کر کہ میں ہندوؤں یا عیسائیوں کے گھر میں پیدا ہوا ہوں آپ کی اس دلیل میں اور قرآن مجید کے مقابلہ میں ما وجدنا علیہ اٰباءنا [2] کہنے والوں میں کیا فرق ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں؟

وکیل باباچٹو۔ جب سب مسلمان قرآن کو متفق طور پر مانتے ہیں پھر اس کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت ہی نہیں۔

حضرت اقدس۔ یہ تو خوب جواب ہے۔ جو شخص مسلمانوں کے گھر میں پیدا نہ ہوا ہو کیا اس کو بھی یہی دلیل دو گے؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے اعتقاد کے موافق قرآن مجید کی حقانیت کی دلیل اب پیدا ہوئی جب تیرہ سو سال گذر گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت معاذاللہ کوئی دلیل ہی نہ تھی۔

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ صفحہ ۱۴-۱۵ مورخہ ۳۱ر جنوری ۱۹۰۷ء

[2] المائدۃ : ۱۰۵

وکیل بابا چھٹو۔ اس وقت دلیل کی حاجت ہی کیا تھی؟

حضرت اقدس۔ تو آپ کے اس جواب کے موافق قرآن شریف اب ثابت ہوا۔ اس وقت تک محض ایک بے ثبوت کتاب تھی۔ یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کوئی دلیل ہی پیش نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ ما وجدنا علیہ اٰباءنا۔[2] یہ تو کفار بھی کہتے تھے۔ اگر یہ اصول آپ قرآن مجید کی حقانیت کا پیش کریں گے کہ سب فرقے مانتے ہیں تو پھر ثابت ہوگا کہ دوسرے مذاہب سچے ہیں کیونکہ وہ بھی تو اپنی مذہبی کتاب کو مانتے ہیں۔

وکیل بابا چھٹو۔ ہم ان کی بات کیوں مانیں۔ ہم کہدیں گے لنا اعمالنا۔

حضرت اقدس۔ میں بہت افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے اسلام کی حالت پر غور ہی نہیں کی اور قرآن کریم کو سمجھا ہی نہیں۔ اسلام تو اس وقت بتیس دانتوں میں زبان ہو رہا ہے۔ ہر طرف سے اس پر حملے اور اعتراض ہو رہے ہیں۔ اگر یہی جواب دیا جاوے تو پھر کیا فائدہ ہوگا؟

میں نے پہلے بھی کہا ہے۔ اب بھی یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ طریق استدلال صحیح ہو تو قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ فرقوں کا مختلف[1] طور پر ایک بات کو مان لینا اس کی حقانیت کی دلیل نہیں ہوا کرتا۔ اور یہ ہتھیار اس زمانہ میں ہمارے لئے کام نہیں دے سکتا۔ اگر ایک پادری آپ پر اعتراض کرے اور آپ اس کے جواب میں یہ کہہ دیں کہ چونکہ سب فرقے مان رہے ہیں اس لئے ہم قرآن مجید کو خدا کی کتاب مانتے ہیں تو آپ ہی بتائیں کہ اس کا کیا اثر ہوگا؟

میں آپ کو سچ سچ کہتا ہوں اور محض خدا کے لئے کہتا ہوں کہ آپ اس معاملہ پر غور کریں۔ ضد اور تعصب اور بات ہے اور حق کو قبول کرنا اور شے ہے۔ میں نے بھی مرنا ہے اور آپ نے بھی ایک دن ضرور مرنا ہے۔ پھر کیوں موت

[1] سہو کاتب معلوم ہوتا ہے "متفق طور پر" ہونا چاہیئے۔ (مصحح) [2] المائدۃ: ۱۰۵

کو سامنے رکھ کر میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے۔ کیا اس امر میں میں خدا تعالےٰ پر افترا کر سکتا ہوں۔ میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مفتری نہیں ہوں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اس صدی پر امام بنا کر بھیجا ہے اور اپنے وعدوں کے موافق بھیجا ہے۔ اور میں اس میں آپ پر جبر نہیں کرتا کہ آپ ضرور اس کو مان لیں کیونکہ قرآن مجید میں تو یہ حکم ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔[1] ہاں یہ سچ ہے کہ میں یہ حق رکھتا ہوں کہ اپنے دعویٰ کی سچائی پر دلائل پیش کروں اور اسی لئے میں نے کہا تھا کہ جن دلائل سے قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح پر میرا ثبوت ہے۔ مگر آپ وہ طرز استدلال پیش نہیں کرتے اور میری بات سنتے نہیں پھر میں کیا کروں۔

میں پھر کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے ہمیں روشن دلائل دیئے ہیں۔ انہیں ہم ایک ترازو میں رکھتے ہیں اور دوسری طرف ان دلائل کو رکھتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی سچائی کے دلائل ہیں پھر یہ دونو پلڑے برابر ہوں گے۔ میں جس طرح کتاب اللہ کو مانتا ہوں کہ وہ خدا تعالےٰ کی کتاب ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فی الواقعہ نازل ہوئی۔ اسی طرح پر میں اس وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ پر اُترتی ہے۔ میں اس کو خدا ہی کا کلام اور خالص کلام یقین کرتا ہوں۔ میں قرآن شریف کا ایک خادم ہوں اور یہ وحی جو مجھ پر اُترتی ہے یہ قرآن شریف کی سچائی کا ایک روشن ثبوت ہے۔

نبوت کے فقط یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے کلام کرے اور قدرتی معجزات دکھائے یہ آپ کا حق ہے کہ قرآن شریف سے اس کے معارض ثابت کریں۔

میں پھر کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کا وہ کلام جو مجھ پر اُترتا ہے میں اس پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسے قرآن شریف پر یعنی جیسے قرآن شریف خدا تعالےٰ ہی کا کلام

[1] البقرۃ : ۲۵۷

ہے وہ وحی بھی اسی کی طرف سے ہے۔

وکیل باباچیٹو۔ میں اس امر میں آپ کی تکذیب کرتا ہوں۔ اگر تکذیب نہ کرتا تو آپ کی بیعت کرلیتا۔

حضرت اقدس۔ تو کیا پھر آپ مجھے مفتری علی اللہ سمجھتے ہیں؟

وکیل باباچیٹو۔ نہیں میں نہیں کہتا کیونکہ لا تجسسوا پر میرا عمل ہے۔

حضرت اقدس۔ میں آپ سے اور کچھ نہیں کہتا۔ بجز اس کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لو۔ سعادت اسی میں ہے۔

وکیل بابا۔ زندہ رسول کے موافق ہو تو مان لیں۔ میں آپ کو مجدد بھی نہیں مان سکتا۔

حضرت اقدس۔ پھر سہل راہ یہ ہے کہ مباہلہ کرلو۔

وکیل بابا۔ میں موجود ہوں۔

حضرت اقدس۔ یہ تو آپ بھی جانتے ہوں گے کہ سادہ لوح کی تکذیب کچھ چیز نہیں۔ اس لئے پہلے ضروری ہے کہ آپ پر اتمام حجت ہولے۔ میں نے ایک کتاب حقیقۃ الوحی لکھی ہے۔ آپ اس کو خوب غور سے پڑھ لیں اور میرے دلائل پر غور کرلیں۔ اس کے بعد بھی اگر بعد امتحان آپ میری تکذیب کریں تب آپ کو مباہلہ کا اختیار ہے

وکیل بابا۔ بہت اچھا میں تعمیل کروں گا۔

(اور اس وقت بار بار کہتا تھا کہ میں جھوٹا ہوں تو میرا مرنا ہی بہتر ہے)

اس کے بعد مباہلہ کے لئے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھا گیا۔

مباہلہ کیلئے اقرار نامہ

جو حکیم مولوی محمد یوسف صاحب سیاح سے ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو قبل ظہر ہوا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

مباہلہ سے پہلے کتاب حقیقۃ الوحی کو آپ پڑھ لیں اور خوب غور سے سمجھ لیں! اس کے بعد

بھی اگر آپ میری تکذیب کریں تو مباہلہ ہوگا مگر پہلے دس سوال اس کتاب سے کروں گا۔ اُن کے جواب لوں گا تاکہ معلوم ہو آپ نے سمجھ لیا ہے۔ جو دس سوال میں کروں گا ان کا جواب انہیں الفاظ میں دینا ہوگا جو میں نے لکھے ہیں اور پھر ایک شخص اس وقت لکھتا جاوے گا اور کتاب سے مقابلہ ہوگا۔ اگر موافق نہ ہوا تو پھر کتاب دیکھنی ہوگی اور پھر اس طرح پر دس سوال ہوں گے۔

مگر یہ بات یاد رہے کہ متفرق مقامات کتاب حقیقۃ الوحی سے دس طور کی باتیں میں مولوی حکیم محمد یوسف صاحب سے دریافت کروں گا اور یہ ایک لازمی امر ہوگا کہ ہر ایک سوال کا کتاب کے موافق پُورا پُورا جواب دیں۔ کسی حصہ میں کمی نہ ہو۔ اور اگر کسی سوال کے جواب دینے میں پُورا جواب نہ پایا جاوے تو پھر لازم ہوگا کہ دوبارہ کتاب کو اول سے آخر تک دیکھیں اور پھر نئے دس سوال انتخاب کئے جاویں گے۔ اگر اس میں بھی کسی جواب کے دینے میں کمی ہو تو یہی قاعدہ جاری رہے گا جب تک دس سوال کا پُورے طور پر جواب نہ دیں۔

حکیم محمد یوسف صاحب نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ کتاب پڑھ کر جب اس غرض کے لئے آئیں گے تو وہ دن اس مطلب کے لئے شمار نہ ہوگا۔ اور وہ خود اس مطلب کے لئے آئیں گے۔ اس کتاب کے پُورے دیکھنے سے ایک دن پہلے ہمیں اطلاع دیں تاکہ سوالات کے انتخاب کے لئے وقت مل سکے۔

المعتصم بحبل الفتاح سید محمد یوسف سیاح بقلم ۲۸ر اکتوبر

دستخط ہندی بابا چٹو۔ مرزا غلام احمد عفی عنہ

گواہ شد خواجہ کمال الدین وکیل

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ صفحہ ۲ و ۳ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

حقیقی مسلمان کا مقصد

حقیقی مسلمان کا یہ مقصد نہیں ہوا کرتا کہ اس کو خوابیں آتی رہیں بلکہ اس کا مقصد تو ہمیشہ یہ ہونا چاہیئے کہ

اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہو جائے

اور جہاں تک اس کی طاقت اور ہمت میں ہے اس کو راضی کرنے کی سعی کرے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ یہ بات بڑے مجاہدہ اور سعی سے نہیں ملتی بلکہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق پر موقوف ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ رحیم کریم ایسا ہے کہ اگر کوئی اس کی طرف بالشت بھر آتا ہے تو وہ ہاتھ بھر آتا ہے اور اگر کوئی معمولی رفتار سے اس کی طرف قدم اُٹھاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ غرض مومن کبھی ان باتوں کو اپنی زندگی کا مقصد تجویز نہیں کرتا کہ اُسے خوابیں آنے لگیں یا کشوف ہوں یا الہامات ہوں۔ وہ تو ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ خدا تعالےٰ اس سے راضی ہو جاوے۔ اللہ تعالےٰ کی مقادیر اور قضا سے راضی ہو جانا بھی سہل امر نہیں۔ یہ ایک مشکل اور تنگ راہ ہے۔ اس سے ہر کوئی گذر نہیں سکتا۔

پس جب انسان ان اغراض کو مدنظر رکھے گا کہ خدا تعالیٰ اس سے راضی ہو جاوے اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہو جاوے اور متقی اور مخلص مومن ہو کر اعمال صالحہ بجا لاوے تو ایسے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے جو معاملات ہوا کرتے ہیں اور جو سُنّت اللہ اس کی جاری ہے وہ اس کے ساتھ بھی ضرور ہی ہوگی۔ اس کی خواہش کی حاجت ہی کیا۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے

---

[1] اس ڈائری پر کوئی تاریخ درج نہیں۔ آخر میں ایڈیٹر صاحب الحکم نے "پُرانی یادداشت سے" کے الفاظ لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پُرانے ملفوظات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (خاکسار مرتب)

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ [1]

یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر انہوں نے سچی استقامت دکھائی یعنی ہر قسم کے مصائب اور مشکلات عُسر یُسر میں انہوں نے قدم آگے ہی بڑھایا اور ہر قسم کے امتحانوں میں وہ پاس ہوگئے تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جو اُن کو خوشخبریاں دیتے ہیں کہ ہم تمہارے ولی ہیں۔ اس حیاتِ دنیا میں تمہیں کوئی غم اور حزن نہ ہوگا۔ یا دوسری جگہ فرمایا اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ [2] یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہوتا ہے اور انہیں ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جن کو اس بات کا محرک ہوتا ہے کہ انہیں کشف ہو اور بعض کشف قبور تسخیر وغیرہ بیہودہ باتوں کی طرف توجہ کرتے ہیں مگر میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ یہ چیزیں کچھ بھی نہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ انسان کا دل خدا تعالیٰ کی خالص محبت سے اس طرح پر لبریز ہو جاوے جیسے کہ عطر کا شیشہ بھرا ہوا ہو اور خدا تعالیٰ اس سے خوش ہو جاوے۔ یہ مُراد اگر مل جاوے تو اس سے بڑھ کر اَور کوئی مُراد نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سے ایسا قرب اور تعلق ہو کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کا تخت گاہ ہو تو یہ ناممکن ہے کہ یہ اس کے انوار و برکات سے مستفیض نہ ہو اور اس کا کلام نہ سُنے۔

اگر چاہتے ہو کہ اس کا کلام سُنو تو اس کا قُرب حاصل کرو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ اصل مقصود تمہارا یہ نہ ہو۔ ورنہ میرا اپنا یہی مذہب ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہوگا۔ [a] کیونکہ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کی محبت کی غرض اصل تو یہ ہوئی کہ الہام ہوں یا کشوف

---

[a] اللہ اکبر۔ اللہ تعالیٰ سے کیسی محبت اور اخلاص حضور کا ہے اور توحید کے کس اعلیٰ مقام پر آپ کا قدم ہے۔ (نوٹ از ایڈیٹر الحکم)

---

[1] حٰمٓ السجدۃ: ۳۱   [2] البقرۃ: ۲۵۸

ہوں اور پھر بالیک طور پر اس کے ساتھ نفسانی غرض یہ ملی ہوئی ہوتی ہے کہ اس سے ہماری شہرت ہو۔ لوگوں میں ہم ممتاز ہوں۔ ہماری طرف رجوع ہو۔ یہ باتیں صافی تعلقات میں ایک روک ہو جاتی ہیں اور اکثر اوقات شیطان ایسے وقت پر قابُو پالیتا ہے۔ وہ بالیک نفسانی غرض کو پالیتا ہے۔ پھر نفسانی خواہشیں بھی آنے لگتی ہیں اور اس طرح پر آخر موقعہ پر شیطان ہلاک کر دیتا ہے۔ اس لئے نہایت امن کی راہ یہی ہے کہ انسان اپنی غرض کو صاف کرے اور خالصتاً رُو بخدا ہو۔ اس کے ساتھ اپنے تعلقات کو صاف کرے اور بڑھائے اور وجہ اللہ کی طرف دوڑے۔ وہی اس کا مقصود اور محبوب ہو اور تقویٰ پر قدم رکھ کر اعمال صالحہ بجا لاوے۔ پھر سنت اللہ اپنا کام آپ کرے گی۔ اس کی نظر نتائج پر نہ ہو بلکہ نظر تو اسی ایک نقطہ پر ہو۔ اس حد تک پہنچنے کے لئے اگر یہ شرط ہو کہ وہاں پہنچ کر سب سے زیادہ سزا ملے گی تب بھی اسی کی طرف جاوے۔ یعنی کوئی ثواب یا عذاب اس کی طرف جانے کا اصل مقصد نہ ہو۔ محض خدا تعالیٰ ہی اصل مقصد ہو۔ جب وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اس کی طرف آئے گا اور اس کا قرب حاصل ہوگا تو یہ وہ سب کچھ دیکھے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہ گذرا ہوگا اور کشوف اور خواب تو کچھ چیز ہی نہ ہوں گے۔ پس میں تو اس راہ پر چلانا چاہتا ہوں اور یہی اصل غرض ہے۔ اسی کو قرآن شریف میں **فلاح** کہا ہے قد افلح من زکّٰھا[1]

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۴۲ صفحہ ۳-۴ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء)

---

۵ نومبر ۱۹۰۶ء

حیدر آباد سے ایک صاحب عابد حسین نام کا خط تجدید بیعت کے واسطے حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

آپ کی تجدید بیعت منظور ہے۔ آئندہ استقامت رکھیں اور خدا تعالیٰ سے استقامت

[1] الشمس : ۱۰

کے لئے دعا کرتے رہیں۔

مرزا غلام احمد

اس امر کا ذکر تھا کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت نہیں ہو سکتا۔

حضرت نے فرمایا :-

یہی درست ہے کہ کوئی نبی صاحب شریعت نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یہ ایسا مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات بڑے علم اور فہم کی ہے اور وہ اصل حقیقت سے آگاہ تھیں کہ خدا تعالیٰ نے سلسلہ مکالمات اور مخاطبات کو تو بند نہیں کر دیا۔ البتہ کوئی شریعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں۔ اور نہ کوئی شخص ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت کے سوائے براہ راست خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکے

گوشت خوری

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک ہندو کے ساتھ گوشت خوری کے متعلق اپنی گفتگو کا ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کے فعل سے استدلال کرنا چاہیئے۔ دنیا میں جیسا کہ ہزاروں نباتات ہیں۔ اور مختلف ضرورتوں کے واسطے انسان کی خدمت کے واسطے کار آمد ہیں۔ ایسا ہی ہزاروں جانور بھی ہیں جو کہ انسان کی بہت سی ضرورتوں کے واسطے کار آمد ہوتے ہیں اور ضرورتاً ہندو لوگ بھی استعمال کرتے ہیں۔ بیماری کے وقت مچھلی کا تیل پیتے ہیں۔

علاوہ ازیں گوشت خور قومیں ہمیشہ فاتح رہی ہیں۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ذکر کیا کہ راولپنڈی میں ایک ہندو ہماری خاطر خربوزے لایا اور ان کو تراش کر اور صاف کر کے اور مصری لگا کر ہمارے آگے رکھا اور گوشت خوری کے مسئلہ کو پیش کیا۔ میں نے کہا کہ ہم تو گوشت نہیں کھاتے جیسا کہ ہم گھاس بھی نہیں کھاتے۔ دیکھو ہم خربوزہ بھی نہیں کھاتے۔ کیونکہ اگر ہم خربوزہ کھانے والے ہوتے تو تم کو یہ کاٹ چھانٹ نہ کرنی پڑتی۔ کچھ تم نے اوپر سے کاٹ کر پھینک دیا اور کچھ اندر سے نکال کر پھینک دیا۔ پھر جو درمیان میں رہا اس پر بھی مصری لگائی اور ایک مرکب مصفّٰی چیز بنا کر ہمارے آگے رکھی۔ اس مرکب کو ہم کھاتے ہیں۔ ایسا ہی انسان گوشت خور بھی نہیں بلکہ ایک معجون مرکب کو کھاتا ہے جو کئی ایک مصالحہ جات اور گھی اور گوشت وغیرہ سے مل کر بنتا ہے۔

میر ناصر نواب صاحب نے فرمایا کہ

اگر گوشت خوری گناہ ہوتا تو ہزاروں لاکھوں بھیڑ بکریاں جو کہ ذبح کی جاتی ہیں۔ ان کے سبب سے خدا تعالےٰ کی ناراضگی انسان پر وارد ہوتی۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کبھی کسی بادشاہ یا قوم نے کسی دوسری قوم پر ظلم کیا اور بسبب ظلم کے ان کو یا اُن کے بچوں کو قتل کیا تو خدا تعالیٰ کا عذاب ضرور ان پر نازل ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس سلطنت اور قوم کو ہلاک کر دیا۔ لیکن ہمیشہ سے جانور ذبح کئے جاتے ہیں جو لاکھوں کروڑوں ہوتے ہیں اور خود ان قوموں کے درمیان ہوتے ہیں جو فاتح قومیں ہیں اور اس وجہ سے ان پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا۔

فرمایا۔

خدا تعالیٰ کے کام بے نیازی کے بھی ہیں اور وہ رحم بھی کرنے والا ہے۔ لیکن میرا عقیدہ یہی ہے کہ اس کی رحمت غالب ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ دُعا میں مصروف رہے۔ آخر کار اس کی رحمت دستگیری کرتی ہے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۴۵ صفحہ ۴ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۰۶ء)

۷ نومبر ۱۹۰۶ء

حالتِ زمانہ

ذکر تھا کہ ہر ایک شخص جو فی زمانہ بڑا بننا چاہتا ہے یا شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اپنی عزت کے حصول کے ذرائع میں یہ ایک ضروری جزو قرار دیتا ہے کہ سلسلہ حقہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ عداوت کا اظہار کرتا رہے۔

حضرت نے فرمایا:-

ان لوگوں کی مثال اس پٹھان کی طرح ہے جس کے متعلق رافضی کہا کرتے ہیں کہ اس کو کسی شیعہ نے کہا کہ سُنّی تو وہ ہوتا ہے جو حضرت علیؓ کے ساتھ بمقدار جَو بُغض رکھتا ہو تو اُس نے جواب دیا الحمد للہ من بمقدار خربوزہ دارم۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ جس کو دیکھو ہمارے ساتھ بڑھ چڑھ کر بغض رکھنے میں فخر کرتا ہے۔

دجّال

فرمایا:-

حدیثوں سے ثابت ہے کہ دجّال گرجے سے نکلیگا۔ وہ ایک ہزار برس تک دَیر (یعنی گرجے) میں مقید تھا۔ اس کے بعد وہ دُنیا میں نکلا اور مسلمانوں کے برخلاف اپنی کوششوں کو شروع کیا۔ حدیثوں میں اس کا نام دجّال آیا ہے اور پہلی کتابوں میں اس کو اژدہا اور شیطان کر کے لکھا ہے۔ دراصل وہ ایک ہی ہے اور گرجے سے نکلنے کے الفاظ صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے اور اس کی کیا کرتوت ہے۔

فارسی الاصل

فرمایا:-

آنے والے مصلح اور مجدد کے مختلف نام پہلی کتابوں میں لکھے ہیں۔ مطلب ان سب کا ایک ہی ہے اور ایک ہی آدمی کی طرف سب اشارے ہیں۔ مسیح، مہدی، ایک فارسی الاصل شخص وغیرہ۔ مگر سب سے عظیم الشان کام جو اس کا ہے یعنی گمشدہ ایمان کو دوبارہ قائم کرنا۔ اس کے لحاظ سے اس کو اسی اُمت کا ایک شخص فارسی الاصل کہکر بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایمان تمام جہان سے مفقود ہو کر ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تب بھی وہ اس کو واپس زمین پر قائم کر دے گا۔

دو قسم کے کام ہوتے ہیں ایک رفع شر کے اور دوسرے جلب خیر کے۔ اس جگہ جلب خیر کے کام کا ذکر کرتے ہوئے اُسے اس اُمت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب

ریویو آف ریلیجنز کا ذکر تھا۔ ایک صاحب نے تعریف کی کہ اس کے مضامین نہایت اعلیٰ ہوتے ہیں۔

فرمایا:-

اس کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایک لائق اور فاضل آدمی ہیں۔ ایم۔اے پاس ہیں اور اس کے ساتھ دینی مناسبت رکھتے ہیں۔ ہمیشہ اوّل درجہ پر پاس ہوتے رہے ہیں اور ای۔اے۔سی میں ان کا نام درج تھا۔ مگر سب باتوں کو چھوڑ کر یہاں بیٹھ گئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی تحریر میں برکت ڈالی ہے۔

ترکِ دُنیا

فرمایا:-

ترکِ دُنیا کے یہ معنے نہیں ہیں کہ انسان سب کام کاج چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرلے۔ ہم اس بات سے منع نہیں کرتے کہ ملازم اپنی ملازمت کرے اور تاجر اپنی تجارت میں مصروف رہے اور زمیندار اپنی کاشت کا انتظام کرے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان کو ایسا ہونا چاہیئے کہ ؎

دست در کار و دل با یار

انسان خدا تعالےٰ کی رضامندی پر چلے۔ کسی معاملہ میں شریعت کے برخلاف کوئی کام نہ کرے۔ جب خدا تعالیٰ مقدم ہو تو اسی میں انسان کی نجات ہے۔ دنیا داروں میں مداہنہ کی عادت بہت بڑھ گئی ہے۔ جس مذہب والے سے ملے اسی کی تعریف کردی۔ خدا تعالےٰ اس سے راضی نہیں۔ صحابہؓ میں بعض بڑے دولت مند تھے۔ اور دنیا کے تمام کاروبار کرتے تھے اور اسلام میں بہت سے بادشاہ گذرے ہیں جو درویش سیرت تھے۔ تختِ شاہی پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے لیکن دل ہر وقت خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا۔ مگر آجکل تو لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب دُنیا کی طرف جُھکتے ہیں تو ایسے دُنیا کے ہو جاتے ہیں کہ دین پر ہنسی کرتے ہیں۔ نماز پر اعتراض کرتے ہیں اور وضو پر ہنسی اُڑاتے ہیں۔ یہ لوگ ساری عُمر تو دنیوی علوم کے پڑھنے میں گذار دیتے ہیں۔ اور پھر دین کے معاملات میں رائے زنی کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ انسان کسی مضمون میں عمیق اسرار تب ہی نکال سکتا ہے جب اس کو اس امر کی طرف زیادہ توجہ ہو۔ ان لوگوں کو دین کے متعلق مصالح، معارف اور حقائق سے بالکل بے خبری ہے۔ دنیا کی زہریلی ہوا کا ان لوگوں کے دلوں پر زہرناک اثر ہے۔

انجام دُنیا

فرمایا :-

دُنیا کا انجام تو ظاہر ہے اور اس کا نتیجہ ہر روز ہمارے سامنے اپنی مثالیں پیش کرتا رہتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایک شخص زندہ ہے اور کل فوت ہو جاتا ہے۔ طاعون کی موت کو دیکھو کتنی جلدی آجاتی ہے۔ آناً فاناً سینکڑوں مر جاتے ہیں۔ گورنمنٹ نے بھی ٹکریں ماریں اور تدبیریں کیں مگر آجتک کچھ بن نہیں سکا۔ خدا تعالیٰ کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ دنیا کبھی وفا نہیں کر سکتی۔ انسان ضرور مر جائے گا اور گھر تو قبر میں ہے۔ پس دنیا کے ساتھ دل لگانے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے ؟

ذات خدا

ایک ذات در پردہ ہے جو اپنے وجود کو اپنے قہری نشانات کے ساتھ دُنیا پر ظاہر کرتی ہے تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ وہ موجود ہے۔ عقلمند آدمی اس کے نشانات سے اس کو پہچانتا ہے۔

سچا دین

فرمایا :-

عیسائیوں کا کیا دین ہے کہ ایک انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور ہند میں تو اکثر عیسائی اس قسم کے ہیں کہ اگر آج ان کی تنخواہ بند ہو جاوے تو عیسائیت کو چھوڑ کر فوراً علیحدہ ہو بیٹھیں۔

دوسری طرف آریہ ہیں کہ اُن کے نزدیک گناہ معاف ہی نہیں ہو سکتے۔ سؤر اور کُتّے بلّے ہی ہمیشہ بنتے چلے جاؤ۔ عیسائیوں نے توبہ رکھی تو ایسی کہ اخلاقِ

انسانی کا ہی ستیاناس کر دیا۔ زنا کرو۔ چوری کرو۔ خیانت کرو۔ جھوٹ بولو۔ بس مسیح کفارہ ہو گئے۔ چلو چھٹی ہوئی۔ آریہ کہتے ہیں جب انسان گناہ کر چکا تو ہزار پچھتائے ہزار روئے، گناہ معاف ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک ادنیٰ مالک اپنے نوکر کو معاف کر سکتا ہے پر خدا کی لغات میں معافی کا لفظ ہی نہیں۔ اسلام نے ان دونو کے درمیان صحیح اور سچی راہ دکھائی ہے کہ انسان جب دل سے پشیمان ہوتا اور اپنے رب کی طرف جھکتا ہے تو رفتہ رفتہ اُسے خدا تعالیٰ کی طرف سے نیکیوں کی توفیق ملتی ہے اور ایک گناہ سوز محبت اس کے کاروبار میں اثر دکھاتی ہے۔ ذرہ ذرہ خدا تعالےٰ کے تابع ہے۔ بغیر اس کی اطاعت کے ہرگز کچھ بن نہیں سکتا۔ اب تو لوگ ہماری باتوں پر ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے کہنے سے تو نہیں سمجھتے مگر زمانہ خود ان کو سمجھائے گا۔

طریق سلوک

ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ جو صوفیوں نے بنایا ہوا ہے کہ توجہ کے واسطے اس طرح بیٹھنا چاہیئے اور پھر اس طرح دل پر چوٹ لگانی چاہیئے اور ذکر ارّہ اور دیگر اس قسم کی کتابیں۔ کیا یہ جائز ہیں ؟

فرمایا:۔

یہ جائز نہیں ہیں بلکہ سب بدعات ہیں۔ حسبنا کتاب اللہ۔ ہمارے واسطے اللہ تعالےٰ کی پاک کتاب قرآن شریف کافی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی کتاب سلوک کے واسطے کافی ہے۔ جو باتیں اب ان لوگوں نے نکالی ہیں یہ باتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ میں ہرگز نہ تھیں۔ یہ صرف ان لوگوں کا اختراع ہے اور اس سے بچنا چاہیئے۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ کونوا مع الصادقین[1]۔ صادق کی صحبت میں رہو تو

[1] التوبہ : ۱۱۹

خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت سے امور میں مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے خدا رسیدہ اور بڑے قبولیت والے انسان تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ کا راہ دیکھنا ہو وہ قرآن شریف کو پڑھے۔ اب اگر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ طریق پر کچھ بڑھائیں اور نئی باتیں ایجاد کریں یا اس کے برخلاف چلیں تو یہ کفر ہوگا۔ اس زمانہ میں جیسا کہ علماء کے درمیان بہت سے فرقے بن گئے ہیں۔ ایسا ہی فقراء کے درمیان بھی بہت سے فرقے بن گئے ہیں۔ اور سب اپنی اپنی باتیں نئی طرز کی نکالتے ہیں۔ تمام زمانہ کا یہ حال ہو رہا ہے کہ ہر جگہ اصلاح کی ضرورت ہے۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں وہ مجدد بھیجا ہے جس کا نام مسیح موعود رکھا گیا ہے اور جس کا انتظار مدت سے ہو رہا تھا اور تمام نبیوں نے اس کے متعلق پیشگوئیاں کی تھیں اور اس سے پہلے زمانہ کے بزرگ خواہش رکھتے تھے کہ وہ اس کے وقت کو پائیں۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۴۶ صفحہ ۴-۵ مورخہ ۱۵ر نومبر ۱۹۰۶ء)

۱۸ر نومبر ۱۹۰۶ء

اس بات کا ذکر تھا کہ بعض شہروں میں جہاں طاعون کا خوف تھا۔ گورنمنٹ چوہے مروانے کا انتظام کر رہی ہے اور ایک اخبار والے نے جو سناتن ہندو ہے اور کسی جی کا مارنا گناہ سمجھتا ہے اس تجویز کی اس پیرایہ میں تردید کی ہے کہ چونکہ چوہوں میں طاعون کا مادہ ہوتا ہے اس واسطے ان کو پکڑنا اور مارنا خود بخود طاعون کے ردی مادہ کو منتشر کرتا ہے۔

حضرت نے فرمایا:-

یہ ظاہری تدابیر ہیں مگر جب تک باطنی تدبیر نہ کی جاوے طاعون کا اس ملک

سے جانا ناممکن ہے۔ ممکن ہے کہ جیسا کہ اس اخبار والے نے لکھا۔ طاعونی چوہوں کو پکڑنا اور ہاتھ لگانا وغیرہ بھی کسی حد تک ضرر رساں ہو۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ سب حیلے کیمیا گروں کے سے خیال ہیں کہ شاید اس بوٹی سے سونا بن جاوے۔ شاید اس سے سونا بن جاوے۔ خدا تعالےٰ اس وقت شمشیر برہنہ لے کر کھڑا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دُنیا اس کے وجود پر ایمان لائے۔ جب تک دنیا کے لوگ اپنی بدکاریوں اور ضد اور تعصب اور فحش گوئی کو چھوڑ کر اور خدا تعالیٰ کے نشانات کی تحقیر سے توبہ کر کے نیکی اختیار نہ کریں تب تک خدا تعالےٰ اس عذاب کو اُن کے سر سے دُور نہ کرے گا۔

تعجب ہے کہ ہماری گورنمنٹ ظاہری اسباب کو لیتی ہے مگر خدا تعالیٰ کی طرف نہیں جُھکتی۔ پہلے اسلامی بادشاہوں کے متعلق سُنا جاتا ہے کہ وہ ایسے مصائب کے وقت راتوں کو اُٹھ کر رو رو کر دُعائیں کرتے تھے۔ جو لوگ خدا تعالےٰ کو سچے دل سے ماننے والے ہوتے ہیں وہ یہ تماشا دیکھ لیتے ہیں کہ ذرہ ذرہ اس کے اختیار میں ہے۔ یہانتک کہ ہمارے سر کے بال بھی گنے ہوئے ہیں۔ برخلاف اس کے آجکل کے تعلیمیافتوں کا یہ حال ہے کہ اپنی گفتگو میں لفظ انشاءاللہ بھی بولنا خلاف تہذیب سمجھتے ہیں۔ کتابوں کی کتابیں پڑھ جاؤ کہیں خدا تعالےٰ کا نام تک نہیں آتا۔ لیکن اب وقت آگیا ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی ہستی کو منوانا چاہتا ہے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۴۷ صفحہ ۴ مورخہ ۲۲ر نومبر ۱۹۰۶ء)

۲۹ر نومبر ۱۹۰۶ء

ایک درویش حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے ذکر کیا کہ پہلے میں بہت وظائف پڑھتا تھا اور مجھ پر فتوحات کا دروازہ کھلا تھا اور آمد

ہوتی تھی مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ حالت جاتی رہی۔ اب باوجود بہت وظائف پڑھنے کے کچھ نہیں آتا۔ کوئی ایسا طریق بتلائیں کہ پھر وہ بات شروع ہو جاوے۔

حضرت نے فرمایا:-

فتوحات وغیرہ مقاصد کو مدنظر رکھنا ہماری شریعت کے نزدیک شرک ہے۔ اللہ تعالےٰ کی عبادت صرف اللہ کی خاطر کرنی چاہیئے۔ اس میں کسی اور بات کو نہ ملاؤ اور نہ کوئی اور نیت رکھو۔ عمل صالح وہ ہے جس میں کوئی فساد نہ ہو۔ اگر انسان کچھ دین کا بننا چاہے اور کچھ دُنیا کا بننا چاہے تو یہ محض ایک فساد ہے۔ ایسی حالت سے بچنا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ ایسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتا۔ عمل صالح وہ ہے جو محض خدا تعالیٰ کے واسطے ہو۔ پھر خدا تعالےٰ اپنے بندے کی پرورش آپ کرتا ہے اور اس کے واسطے گذارے کی صورتیں خود بخود ظاہر ہو جاتی ہیں۔ مگر یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ انسان کے واسطے مناسب نہیں کہ اپنی عبادت کے وقت ایسی باتوں کا خیال دل میں لائے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ تمہارا رزق آسمان پر ہے۔ دیکھو جب ایک انسان کسی دوسرے انسان کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ تو اس میں بھی خالص محبت وہ سمجھی جاتی ہے جس کے درمیان کوئی غرض نہ ہو۔ اصلی محبت کا نمونہ دُنیا کے اندر ماں کی محبت میں قائم ہے کہ وہ اپنے بچے سے کسی غرض کے واسطے محبت نہیں کرتی بلکہ وہ محبت طبعی ہوتی ہے۔ اگر کوئی بادشاہ بھی کسی عورت کو کہے کہ تو اپنے بچے کے واسطے اتنی تکلیف نہ اُٹھا۔ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دے۔ مرے یا زندہ رہے کوئی باز پُرس تجھ سے نہیں ہو گی تو وہ عورت بادشاہ پر بجائے خوش ہونے کے سخت ناراض ہو گی کہ یہ میرے بچے کے حق میں موت کا کلمہ مُنہ سے نکالتا ہے اور محبت کا جوش دوطرفہ ہوتا ہے۔ بچہ نابالغ ہوتا ہے۔ اس کو کوئی سمجھ نہیں کہ دوست کیا ہے اور دشمن کیا۔ مگر ہر حالت میں ماں کی طرف دوڑتا ہے اور اسی سے اُنس پکڑتا ہے۔ دل را بدل رہیست والا معاملہ ہے۔ جب بچہ نادان ہو کر ماں کی

محبت کے عوض میں محبت کرتا ہے۔ تو خدا ایک نیچے سے بھی گیا گذرا ہے کہ وہ تمہاری محبت کا عوض تم کو نہ دے گا؟ وہ ضرور محبت کرنے والوں کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب انسان نرم رفتار سے خدا تعالیٰ کی طرف چلتا ہے تو خدا تعالیٰ دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے۔ جب انسان کا دل خالص ہو جاتا ہے تو پھر دُنیا کچھ چیز نہیں وہ تو خود بخود خدمت کرنے کے واسطے تیار ہو جاتی ہے لیکن وظائف کے ساتھ خواہش کرنا کہ دُنیا مل جاوے یہ ایک بُت پرستی ہے اور اس سے سالک کو سخت پرہیز دلکار ہے۔ جب خدا مل جاوے تو پھر دُنیا کچھ شئے نہیں۔ جو لوگ دنیا کے پیچھے پڑتے ہیں دنیا اُن سے بھاگتی ہے اور جو دُنیا کو چھوڑتے ہیں دنیا خود بخود اُن کے پیچھے آتی ہے ۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۵۰ صفحہ ۳ مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۰۶ء)

---

۲۴ دسمبر ۱۹۰۶ء

قبل از نماز ظہر بہت سے دوست تشریف لا چکے تھے جو کہ مسجد مبارک میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت اس امر کا ذکر تھا کہ غیر مذاہب کے لوگ احمدی جماعت کے آگے نہیں ٹھہرتے۔

حضرت نے فرمایا کہ

حق کا غلبہ

جیسا ہمارے مخالفین نے جو کہ عام مسلمان ہیں ہماری مخالفت میں حق کو چھوڑ رکھا ہے اس واسطے اس مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو سکتے۔ ایسا ہی غیر مذاہب کے لوگوں کا حال ہے۔ اگر وہ کسی مجلس میں ہمارے برخلاف بات کریں تو اپنی اندرونی باتوں کا اظہار کرا کر خود بخود شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ پس ہمارے مقابلہ میں وہ بھی عاجز ہو جاتے ہیں

اور یہ بھی عاجز ہو جاتے ہیں۔

سیالکوٹ کی ہڑتال

ذکر تھا کہ سیالکوٹ کے تجار نے بر سبب محصول چنگی میں زیادتی کے دوکانیں بند کر دی تھیں اور چند روز کا نقصان اٹھا کر پھر خود بخود کھول دیں۔

فرمایا:۔

اس طرح کا طریق گورنمنٹ کی مخالفت میں برتنا ان کی بے وقوفی تھی۔ جس سے اُن کو خود ہی باز آنا پڑا۔ محصول تو دراصل پبلک پر پڑتا ہے۔ آسمانی اسباب کے سبب سے بھی جب کبھی قحط پڑ جاتا ہے تو تاجر لوگ نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ اس وقت کیوں دکانیں بند نہیں کر دیتے؟

مرض سل کا علاج

ایک دوست کا ذکر تھا کہ وہ مرض سل و دق میں مبتلا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ

ہم نے ایک شخص کو دیکھا تھا کہ وہ امراض سینہ میں گرفتار تھا۔ ڈاکٹر نے اس کو مشورہ دیا کہ سمندر کے کنارے کچھ مدت رہے۔ ایسا کرنے سے وہ بالکل تندرست ہو گیا اور اب تک زندہ ہے۔

مخالفت کیوں

سیالکوٹ کا ذکر تھا کہ اب مخالفوں کا چنداں زور نہیں رہا۔ حضرت نے فرمایا:۔

جب کسی کی مخالفت شروع ہوتی ہے تو ایک فریق ضرور تھک کر رہ جاتا ہے۔ مدعی اگر کاذب ہو تو وہ لوگوں کی مخالفت سے تنگ آ کر تھک جاتا ہے اور اپنا کام چھوڑ دیتا ہے اور اگر وہ صادق ہو تو اس کے مخالف اپنی مخالفت میں بالآخر تھک کر رہ جاتے ہیں۔ یہی حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ اور یہی حال تمام انبیاء کے زمانہ میں ہوتا رہا۔ صادق ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے۔ لیکن مخالفوں کے درمیان جہاں تعصب اور بے وقوفی دونو باتیں جل جاویں وہاں بہت ہی زہریلا اثر ہوتا ہے۔

مباہلہ کرنیوالے

فرمایا:۔

جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے مقابلہ میں آئے، خدا تعالیٰ نے سب کو ہلاک کر دیا۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ موت مانگی۔ مخالفوں کو چاہیئے کہ اس بات پر غور کریں کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ جو شخص مقابلہ میں آتا ہے وہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر یہ سلسلہ خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں تو پھر کیا سبب ہے کہ خدا تعالےٰ اس کے مقابلین کو نیست کر دیتا ہے اور اس کو دن بدن سرسبزی ہوتی جاتی ہے۔ ہمارے مخالفوں میں بہت سے لوگ اس قسم کے بھی ہیں جو کہ سچے دل سے ہمارے برخلاف دعائیں مانگتے رہے اور ہم کو اسلام کا دشمن جان کر ناکیں رگڑتے رہے۔ لیکن کیا خدا تعالیٰ اسلام کا بھی دشمن تھا کہ اس نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو کہ سچے مسلمان تھے اور ان کے بالمقابل جس کو وہ اسلام کا دشمن اور دجال یقین کرتے تھے اس کو خدا تعالیٰ نے زندہ رکھا اور اس کے سلسلہ کو روز بروز ترقی دی۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۵۲ صفحہ ۳،۵ مورخہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۰۶ء)

۲۵ دسمبر ۱۹۰۶ء

صبح کی سیر

۲۵ر کی صبح کو جب حضرت اقدس سیر کے واسطے باہر تشریف لے گئے تو ایک مجمع کثیر آپ کے ہمراہ تھا جن میں اکثر حصہ سیالکوٹ کے ضلع کے احمدی برادران کا تھا جو کہ اپنے لائق مہتمم چوہدری مولابخش صاحب کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

ایک شخص نے چند ایک سوالات پیش کئے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ جبکہ خدا تعالیٰ ازل سے خالق ہے اور ابد تک ہے اور ارواح بھی ہمیشہ اس کی خلق میں شامل ہیں اور ہمیشہ چلی جائیں گی تو پھر آریوں کے اعتقاد کے مطابق رُوح بھی ازلی اور ابدی ہوا۔ فرمایا:۔

یہ بات درست نہیں۔ اس سوال میں مغالطہ دیا گیا ہے۔ خدا تعالےٰ ہمیشہ سے خالق ہے مگر اس کی تمام صفات کو دیکھنا چاہیئے۔ وہ محیی ہے اور ممیت بھی ہے۔ اثبات بھی کرتا ہے تو محو بھی کرتا ہے۔ پیدا بھی کرتا ہے فنا بھی کرتا ہے۔ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ رُوح کو فنا نہیں اور کہ یہی رُوح ہمیشہ سے چلے آتے ہیں۔ وہ جب تک کسی کو چاہے رکھے۔ ہر ایک چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ باقی رہنے والی ذات صرف خدا کی ہی ہے۔ رُوح میں جبکہ ترقی بھی ہوتی ہے اور تنزل بھی ہوتا ہے تو پھر اس کو ہمیشہ کے واسطے قیام کس طرح ہو سکتا ہے؟ جب تک رُوح کا قیام ہے وہ امرِ الٰہی کے قیام کے نیچے ہے۔ خدا تعالیٰ کے امر کے ماتحت ہی کسی کا قیام ہو سکتا ہے اور وہی فنا بھی کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ خالق بھی ہے اور ہمیشہ خلق کو مٹاتا بھی ہے مسلمان قدامت کا قائل ہے مگر قدامت نوعی کا نہ کہ قدامت شخصی کا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ پہلے کیا چیزیں اور کیا نہ تھیں۔ اگر اس کے

برخلاف قدامت شخصی کا عقیدہ رکھا جاوے تو وہ دہریت میں داخل ہونا ہوتا ہے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۵۲ صفحہ ۳ تا ۵ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء)

---

۲۶ دسمبر ۱۹۰۶ء

(تقریر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حضور نے بعد نماز ظہر و عصر جامع مسجد میں کھڑے ہو کر فرمائی)

جوش تبلیغ

اب صاحبو! آرام سے سُن لو۔ اگرچہ میری طبیعت بیمار ہے اور میں اس لائق نہ تھا کہ کھڑا ہو کر ایک لمبی تقریر کرتا۔ تاہم میں نے خیال کیا کہ لوگ دُور دُور سے آئے ہیں تاکہ ہماری باتیں سُنیں۔ ایسی صورت میں کچھ نہ کہنا معصیت میں داخل ہوگا۔ لہٰذا باوجود حالتِ بیماری کے میں نے مناسب جانا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت دی ہے میں اس سے سب لوگوں کو اطلاع دوں۔[1]

کلمہ طیبہ کی حقیقت

میں کئی بار ظاہر کر چکا ہوں کہ تمہیں صرف اتنے پر خوش نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ صرف زبانی قیل و قال سے کبھی راضی نہیں ہوتا اور نہ نری زبانی باتوں سے کوئی خوبی انسان کے اندر پیدا ہو سکتی ہے جب تک عملی حالت درست نہ ہو، کچھ بھی نہیں بنتا۔ یہودیوں پر بھی[2] ایک زمانہ ایسا آیا تھا کہ ان میں نری زبان درازی ہی رہ

---

[1] حاشیہ۔ بدر میں ہے "ہدایت دوں" بدر جلد ۶ نمبر ۱ و ۲ صفحہ ۱۱

[2] حاشیہ۔ بدر میں ہے:۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

اور انہوں نے صرف زبانوں کی باتوں پر ہی کفایت کر لی تھی۔ زبان سے تو وہ بہت کچھ کہتے تھے مگر دل میں طرح طرح کے گندے خیالات اور زہریلے مواد بھرے ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر طرح طرح کے عذاب نازل کئے اور اُن کو مختلف مصیبتوں میں ڈالا اور ذلیل کیا یہانتک کہ انہیں سؤر اور بندر بنایا۔

اب غور کا مقام ہے۔ کیا وہ تورات کو نہیں مانتے تھے؟ وہ ضرور مانتے تھے اور نبیوں کے بھی ماننے والے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی بات کو پسند نہ کیا کہ وہ نِرے زبان سے ماننے والے ہوں اور ان کے دل زبان سے متفق نہ ہوں۔

خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص زبان سے کہتا ہے کہ میں خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں۔ اور ایسا ہی اور ایمانی امور کا قائل ہوں۔ لیکن اگر یہ اقرار صرف زبان ہی تک ہے اور دل معترف نہیں تو یہ زبانی باتیں ہوں گی اور نجات اس سے نہیں مل سکے گی جب تک انسان کا دل ایمان نہ لائے اور اس کا ایمان لانا یہی ہوگا کہ وہ عملی حالت میں ان امور کو ظاہر کر دے۔ اس وقت تک کوئی بات بنتی نہیں۔[1]

میں سچ کہتا ہوں کہ اصل مراد تب ہی حاصل ہوتی ہے جب سب کچھ چھوڑ چھاڑ

"قرآن شریف میں یہودیوں کے قصے درج ہیں۔ ان پر خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے فضل پہلے ہوئے۔ لیکن جب اُن پر ایسا زمانہ آیا کہ ان کی باتیں صرف زبان تک محدود رہ گئیں اور ان کے دل دغا اور خیانت اور خیالاتِ بد سے پُر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے عذاب ان پر وارد کئے" (بدر جلد نمبر ۱-۲ صفحہ ")

[1] بدر ۔ "جو ایمان صرف زبان پر ہے اور دل کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا وہ گندہ، ناکارہ اور کمزور ہے۔ وہ نہ اس جہان میں تمہارے کسی کام آسکتا ہے اور نہ اُس جہان میں" (بدر حوالہ مذکور)

کہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور درحقیقت دُنیا پہ دین کو مقدم کر دے۔
یاد رکھو۔ مخلوق کو انسان دھوکہ دے سکتا ہے اور لوگ یہ دیکھ کر کہ پنج وقت نماز پڑھتا ہے یا اور نیکی کے کام کرتا ہے دھوکہ کھا سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ اس لئے اعمال میں ایک خاص اخلاص ہونا چاہیئے۔ یہی ایک چیز ہے جو اعمال میں صلاحیت اور خوبصورتی پیدا کرتی ہے۔

کلمہ کے معنے

اب یاد رکھنا چاہیئے کہ کلمہ جو ہم ہر روز پڑھتے ہیں اس کے کیا معنے ہیں؟ کلمہ کے یہ معنے ہیں کہ انسان زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے تصدیق کہ میرا معبود محبوب اور مقصود خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔ الٰہ کا لفظ محبوب اور اصل مقصود اور معبود کے لئے آتا ہے۔ یہ کلمہ قرآن شریف کی ساری تعلیم کا خلاصہ ہے جو مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے۔ چونکہ ایک بڑی اور مبسوط کتاب کا یاد کرنا آسان نہیں۔ اس لئے یہ کلمہ سکھا دیا گیا تاکہ ہر وقت انسان اسلامی تعلیم کے مغز کو مدنظر رکھے[1] اور جب تک یہ حقیقت انسان کے اندر پیدا نہ ہو جاوے۔ سچ یہی ہے کہ نجات نہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ

یعنی جس نے صدق دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو مان لیا وہ جنّت میں داخل ہو گیا۔ لوگ دھوکہ کھاتے ہیں۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ طوطے کی طرح لفظ کہہ دینے سے انسان جنّت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر اتنی ہی حقیقت اس کے اندر ہوتی تو پھر سب اعمال

---

[1] بدر سے :- " اللہ تعالیٰ الحکیم ہے۔ اس نے ایک مختصر سا کلمہ سُنا دیا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ جبتک خدا کو مقدم نہ کیا جاوے، جبتک خدا کو معبود نہ بنایا جاوے۔ جبتک خدا کو مقصود نہ ٹھہرایا جاوے۔ انسان کو نجات حاصل نہیں ہو سکتی " (بدر جلد ۶ نمبر ۱-۲ صفحہ ۱۱)

بے کار اور نکمّے ہو جاتے اور شریعت (معاذ اللہ) لغو ٹھہرتی۔ نہیں بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مفہوم جو اسی میں رکھا گیا ہے وہ عملی رنگ میں انسان کے دل میں داخل ہو جاوے۔ جب یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو ایسا انسان فی الحقیقت جنّت میں داخل ہو جاتا ہے[1]۔ نہ صرف مرنے کے بعد بلکہ اسی زندگی میں وہ جنّت میں ہوتا ہے۔

یہ سچی بات ہے اور جلد سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا انسان کا کوئی محبوب اور مقصود نہ رہے تو پھر کوئی دُکھ یا تکلیف اُسے ستا ہی نہیں سکتی۔ یہ وہ مقام ہے جو ابدال اور قطبوں کو ملتا ہے۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم کب بُتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ہم بھی تو اللہ تعالےٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ یاد رکھو یہ تو ادنیٰ درجہ کی بات ہے کہ انسان بتوں کی پرستش نہ کرے۔ ہندو لوگ جن کو حقائق کی کوئی خبر نہیں اب بُتوں کی پرستش چھوڑ رہے ہیں معبود کا مفہوم اسی حد تک نہیں کہ انسان پرستی یا بُت پرستی تک ہو۔ اور بھی معبود ہیں

---

[1] بدر سے :- "خدا تعالےٰ الفاظ سے تعلق نہیں رکھتا۔ وہ دلوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ درحقیقت اس کلمہ کے مفہوم کو اپنے دل میں داخل کر لیتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی عظمت پورے رنگ کے ساتھ اُن کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ وہ جنّت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

جب کوئی شخص سچے طور پر کلمہ کا قائل ہو جاتا ہے تو بجز خدا کے اور کوئی اس کا پیارا نہیں رہتا۔ بجز خدا کے کوئی اس کا معبود نہیں رہتا اور بجز خدا کے کوئی اس کا مطلوب باقی نہیں رہتا۔ وہ مقام جو ابدال کا مقام ہے اور وہ جو قطب کا مقام ہے اور وہ جو غوث کا مقام ہے وہ یہی ہے کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر دل سے ایمان ہو اور اس کے سچے مفہوم پر عمل ہو۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۱-۲ صفحہ ۱۱)

اور یہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہوائے نفس اور ہوس بھی معبود ہیں جو شخص نفس پرستی کرتا ہے یا اپنی ہوا و ہوس کی اطاعت کر رہا ہے اور اس کے لئے مَر رہا ہے وہ بھی بُت پرست اور مشرک ہے۔ یہ لا نفی جنس ہی نہیں کرتا بلکہ ہر قسم کے معبودوں کی نفی کرتا ہے خواہ وہ انفسی ہوں یا آفاقی۔ خواہ وہ دل میں چھپے ہوئے بُت ہیں یا ظاہری بُت ہیں۔ مثلاً ایک شخص بالکل اسباب ہی پر توکل کرتا ہے تو یہ بھی ایک قسم کا بُت ہے۔ اس قسم کی بُت پرستی تپ دق کی طرح ہوتی ہے جو اندر ہی اندر ہلاک کر دیتا ہے۔ موٹی قسم کے بُت تو جھٹ پٹ پہچانے جاتے ہیں اور اُن سے مخلصی حاصل کرنا بھی سہل ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ لاکھوں ہزاروں انسان اُن سے الگ ہوگئے اور ہو رہے ہیں۔ یہ ملک جو ہندوؤں سے بھرا ہوا تھا کیا سب مسلمان ان میں سے ہی نہیں ہوئے؟ پھر انہوں نے بُت پرستی کو چھوڑا یا نہیں؟ اور خود ہندوؤں میں بھی ایسے فرقے نکلتے آتے ہیں جو اب بُت پرستی نہیں کرتے۔ لیکن یہانتک ہی بُت پرستی کا مفہوم نہیں ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ موٹی بُت پرستی چھوڑ دی ہے مگر ابھی تو ہزاروں بُت انسان بغل میں لئے پھرتا ہے اور وہ لوگ بھی جو فلسفی اور منطقی کہلاتے ہیں وہ بھی ان کو اندر سے نہیں نکال سکتے۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے سوا یہ کیڑے اندر سے نکل نہیں سکتے یہ بہت ہی باریک کیڑے ہیں اور سب سے زیادہ ضرر اور نقصان ان کا ہی ہے۔ جو لوگ جذبات نفسانی سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کے حقوق اور حدود سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح پر حقوق العباد کو بھی تلف کرتے ہیں وہ ایسے نہیں کہ پڑھے لکھے نہیں بلکہ ان میں ہزاروں کو مولوی فاضل اور عالم پاؤ گے اور بہت ہوں گے جو فقیہہ اور صوفی کہلاتے ہوں گے مگر باوجود ان باتوں کے وہ بھی ان امراض میں مبتلا نکلیں گے ان بُتوں سے پرہیز کرنا ہی تو بہادری ہے اور اُن کو شناخت کرنا ہی کمال دانائی اور

دانشمندی ہے۔ یہی بُت ہیں جن کی وجہ سے آپس میں نفاق پڑتا ہے۔ اور ہزاروں
کُشت و خُون ہو جاتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے کا حق مارتا ہے اور اسی طرح ہزاروں
ہزار بدیاں اُن کے سبب سے ہوتی ہیں۔ ہر روز اور ہر آن ہوتی ہیں اور اسباب پر
اس قدر بھروسہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالےٰ کو محض ایک عضو معطل قرار دے رکھا ہے بہت
ہی کم لوگ ہیں جنہوں نے توحید کے اصل مفہوم کو سمجھا ہے۔ اور اگر انہیں کہا جاوے تو
جھٹ کہہ دیتے ہیں کیا ہم مسلمان نہیں اور کلمہ نہیں پڑھتے؟ مگر افسوس تو یہ ہے کہ
انہوں نے اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ بس کلمہ منہ سے پڑھ دیا اور یہ کافی ہے۔

میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر انسان کلمہ طیبہ کی حقیقت سے واقف ہو جاوے اور
عملی طور پر اس پر کاربند ہو جاوے تو وہ بہت بڑی ترقی کر سکتا ہے اور خدا تعالےٰ
کی عجیب در عجیب قدرتوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ یہ امر خوب سمجھ لو کہ میں جو اس
مقام پر کھڑا ہوں۔ میں معمولی واعظ کی حیثیت سے نہیں کھڑا ہوں اور کوئی کہانی
سُنانے کے لئے نہیں کھڑا ہوں بلکہ میں تو ادائے شہادت کے لئے کھڑا ہوں
میں نے وہ پیغام جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے، پہنچا دینا ہے۔ اس امر کی مجھے
پروا نہیں کہ کوئی اسے سُنتا ہے یا نہیں سُنتا اور مانتا ہے یا نہیں مانتا۔ اس کا جواب تم
خود دوگے۔ میں نے فرض ادا کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں بہت سے لوگ میری جماعت
میں داخل تو ہیں اور وہ توحید کا اقرار بھی کرتے ہیں مگر میں افسوس سے کہتا ہوں کہ وہ
مانتے نہیں۔ جو شخص اپنے بھائی کا حق مارتا ہے یا خیانت کرتا ہے یا دوسری قسم کی
بدیوں سے باز نہیں آتا۔ میں یقین نہیں کرتا کہ وہ توحید کا ماننے والا ہے[1] کیونکہ یہ ایک

---

[1] بدر سے:۔ "خدا کے واحد ماننے کے ساتھ یہ لازم ہے کہ اس کی مخلوق کی حق تلفی نہ کی جاوے جو شخص اپنے بھائی کا حق تلف کرتا ہے اور اس کی خیانت کرتا ہے وہ لا الٰہ الا اللہ کا قائل نہیں" (بدر جلد ۶ نمبر ۱و۲ صفحہ ۱۲)

ایسی نعمت ہے کہ اس کو پاتے ہی انسان میں ایک خارق عادت تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اس میں بغض، کینہ، حسد، ریا وغیرہ کے بُت نہیں رہتے اور خدا تعالیٰ سے اس کا قرب ہوتا ہے۔ یہ تبدیلی اسی وقت ہوتی ہے اور اسی وقت وہ سچا موحّد بنتا ہے۔ جب یہ اندرونی بُت تکبّر، خود پسندی، ریاکاری، کینہ و عداوت، حسد و بخل، نفاق و بدعہدی وغیرہ کے دُور ہو جاویں۔ جب تک یہ بُت اندر ہی ہیں۔ اس وقت تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے میں کیونکر سچا ٹھہر سکتا ہے؟ کیونکہ اس میں تو کل کی نفی مقصود ہے۔ پس یہ پکّی بات ہے کہ صرف مُنہ سے کہہ دینا کہ خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ ابھی مُنہ سے کلمہ پڑھتا ہے اور ابھی کوئی امر ذرا مخالف مزاج ہوا اور غصہ اور غضب کو خدا بنا لیا۔

میں بار بار کہتا ہوں کہ اس امر کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک یہ مخفی معبود موجود ہوں ہرگز توقع نہ کرو کہ تم اس مقام کو حاصل کر لوگے جو ایک سچے موحّد کو ملتا ہے جیسے جب تک چوہے زمین میں ہیں مت خیال کرو کہ طاعون سے محفوظ ہو۔ اسی طرح پر جب تک یہ چوہے اندر ہیں اس وقت تک ایمان خطرہ میں ہے[1]۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو خوب غور سے سُنو اور اس پر عمل کرنے کے لئے قدم اُٹھاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ اس مجمع میں جو لوگ موجود ہیں آئندہ ان میں سے کون ہوگا اور کون نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تکلیف اُٹھا کر اس وقت کچھ کہنا ضروری سمجھا ہے تا میں اپنا فرض ادا کر دوں۔

پس کلمہ کے متعلق خلاصہ تقریر کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا معبود اور محبوب

---

[1] بدر سے "جب تک کہ کُل جھوٹے معبود جو کہ چوہوں کی طرح انسان کے دل کی زمین کو دبا زدہ کرتے ہیں بھسم نہ کر دیئے جائیں تب تک انسان صاف نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ زمینی چوہے طاعون لانے والے ہوتے ہیں ایسا ہی یہ چوہے انسان کے دل کو خراب کر کے اُسے ہلاکت تک پہنچا دیتے ہیں" (بدر جلد ۶ نمبر ۱-۲ صفحہ ۱۲)

اور مقصود ہو۔ اور یہ مقام اسی وقت ملے گا جب ہر قسم کی اندرونی بدیوں سے پاک ہو جاؤ گے اور اُن بُتوں کو جو تمہارے دل میں ہیں نکال دو گے۔

نماز کی حقیقت

بعد اس کے سُنو۔ دوسرا امر **نماز** ہے جس کی پابندی کے لئے بار بار قرآن شریف میں کہا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اسی قرآن مجید میں ان **مصلیوں** پر لعنت کی ہے جو نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اپنے بھائیوں سے بُخل کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں سے محفوظ کردے۔ انسان درد اور فرقت میں پڑا ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب اسے حاصل ہو۔ جس سے وہ **اطمینان اور سکینت** اسے ملے جو نجات کا نتیجہ ہے مگر یہ بات اپنی کسی چالاکی یا خوبی سے نہیں مل سکتی۔ جب تک خدا نہ بُلا دے یہ جا نہیں سکتا۔ جب تک وہ پاک نہ کرے یہ پاک نہیں ہو سکتا۔[1] بہتیرے لوگ اس پر گواہ ہیں کہ بارہا یہ جوش طبیعتوں میں پیدا ہوتا ہے کہ فلاں گناہ دُور ہو جاوے جس میں وہ مبتلا ہیں لیکن ہزار کوشش کریں دُور نہیں ہوتا باوجودیکہ نفس لوّامہ ملامت کرتا ہے لیکن پھر بھی لغزش ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سے پاک کرنا خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ اپنی طاقت سے کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کے لئے سعی کرنا ضروری امر ہے

غرض وہ اندر جو گناہوں سے بھرا ہوا ہے اور جو خدا تعالیٰ کی معرفت اور قرب سے دُور جا پڑا ہے اس کو پاک کرنے اور دُور سے قریب کرنے کے لئے نماز ہے۔ اس ذریعہ سے ان بدیوں کو دُور کیا جاتا ہے اور اس کی بجائے پاک جذبات بھر دیئے جاتے

---

[1] بدر سے:- "طرح طرح کے طوق اور قسم قسم کے زنجیر انسان کی گردن میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ بہتیرا چاہتا ہے کہ یہ دُور ہو جاویں پر وہ دُور نہیں ہوتے" (بدر جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۲)

ہیں۔یہی سِرّ ہے جو کہا گیا ہے کہ نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے یا نماز فحشاء یا منکر سے روکتی ہے۔

پھر نماز کیا ہے ؟ یہ ایک دُعا ہے جس میں پُورا درد اور سوزش ہو اسی لئے اس کا نام صلوٰۃ ہے۔کیونکہ سوزش اور فرقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بد ارادوں اور بُرے جذبات کو اندر سے دُور کرے اور پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیض عام کے ماتحت پیدا کر دے۔

صلوٰۃ کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نرے الفاظ اور دعا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک سوزش ، رِقّت اور درد ساتھ ہو۔خدا تعالیٰ کسی دُعا کو نہیں سُنتا جب تک دُعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے۔دُعا مانگنا ایک مشکل امر ہے اور لوگ اس کی حقیقت سے محض ناواقف ہیں۔بہت سے لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہم نے فلاں وقت فلاں امر کے لئے دُعا کی تھی مگر اس کا اثر نہ ہوا۔ اور اس طرح پر وہ خدا تعالیٰ سے بدظنی کرتے ہیں اور مایوس ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ جب تک دُعا کے لوازم ساتھ نہ ہوں وہ دُعا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

دُعا کے لوازم میں سے یہ ہے کہ دل پگھل جاوے اور رُوح پانی کی طرح حضرت احدیت کے آستانہ پر گِرے اور ایک کرب اور اضطراب اس میں پیدا ہو اور ساتھ ہی انسان بے صبر اور جلد باز نہ ہو بلکہ صبر اور استقامت کے ساتھ دُعا میں لگا رہے پھر توقع کی جاتی ہے کہ وہ دُعا قبول ہو گی۔

نماز بڑی اعلیٰ درجہ کی دُعا ہے مگر افسوس لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور اس کی حقیقت صرف اتنی ہی سمجھتے ہیں کہ رسمی طور پر قیام رکوع سجود کر لیا اور چند فقرے طوطے کی طرح رٹ لئے خواہ اُسے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ ایک اور افسوسناک امر پیدا ہو

گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے ہی مسلمان نماز کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اس پر توجہ نہیں کرتے تھے۔ اس پر بہت سے فرقے ایسے پیدا ہو گئے جنہوں نے نماز کی پابندیوں کو اُڑا کر اس کی جگہ چند وظیفے اور ورد قرار دے دیئے۔ کوئی نوشاہی ہے۔ کوئی چشتی ہے کوئی کچھ ہے کوئی کچھ۔ یہ لوگ اندرونی طور پر اسلام اور احکام الٰہی پر حملہ کرتے ہیں اور شریعت کی پابندیوں کو توڑ کر ایک نئی شریعت قائم کرتے ہیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ ہمیں اور ہر ایک طالبِ حق کو نماز ایسی نعمت کے ہوتے ہوئے کسی اَور بدعت کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی تکلیف یا ابتلا کو دیکھتے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور ہمارا اپنا اور ان راستبازوں کا جو پہلے ہو گذرے ہیں۔ ان سب کا تجربہ ہے کہ

نماز سے بڑھ کر خدا کی طرف لے جانے والی کوئی چیز نہیں

جب انسان قیام کرتا ہے تو وہ ایک ادب کا طریق اختیار کرتا ہے۔ ایک غلام جب اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ دست بستہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر رکوع بھی ادب ہے جو قیام سے بڑھ کر ہے اور سجدہ ادب کا انتہائی مقام ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو فنا کی حالت میں ڈال دیتا ہے اس وقت سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ افسوس ان نادانوں اور دُنیا پرستوں پر جو نماز کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور رکوع سجود پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ تو کمال درجہ کی خوبی کی باتیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان اس عالم سے حصہ نہ رکھتا ہو جہاں سے نماز آئی ہے۔[1]

نماز ایسی چیز ہے جو جامع حسنات ہے اور دافع سیئات ہے۔ مَیں نے پہلے بھی کئی مرتبہ بیان کیا ہے کہ نماز کے جو پانچ وقت مقرر کئے ہیں اس میں ایک حقیقت اور حکمت ہے۔ نماز اس لئے ہے کہ جس عذاب شدید میں پڑنے والا مبتلا ہے وہ اس سے نجات پا لیوے۔ اوقاتِ نماز کے لئے لکھا ہے کہ وہ زوال کے

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

وقت سے شروع ہوتی ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب انسان غنی ہوتا ہے تو وہ طاغی ہوجاتا ہے اور حدود اللہ سے نکل جاتا ہے لیکن جب اس کو کوئی دکھ اور درد پہنچے تو پھر یہ فطرتاً دوسرے کی مدد چاہتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پس جب اس پر ابتداءِ مصیبت ہو تو اسی وقت سے گویا نماز شروع ہوجاتی ہے مثلاً ایک شخص پر غیر متوقع گورنمنٹ کی طرف سے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگیا کہ فلاں امر کے متعلق تم اپنا جواب دو۔ یہ پہلا مرحلہ ہے جو مصیبت کا آغاز ہوا۔ اور اس کے امن و سکون میں زوال شروع ہوگیا۔ یہ وقت ظہر کی نماز سے مشابہ ہے۔[1]

کتابت کی غلطی سے عبارت نامکمل رہ گئی ہے۔ بدر میں یہ عبارت یوں درج ہے:۔

"جب تک کہ انسان اس عالم میں سے حصہ نہ لے جس سے نماز اپنی حد تک پہنچتی ہے تب تک انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ مگر جس شخص کا یقین خدا پر نہیں وہ نماز پر کس طرح یقین کر سکتا ہے۔" (بدر جلد ۶ نمبر ۱-۲ صفحہ ۱۲ مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء)

[1] متعلقہ صفحہ ہذا۔ بدر میں یہ مضمون یُوں بیان ہوا ہے:۔

"حالتِ اوّل زوال سے شروع ہوتی ہے۔ اس سے پہلے انسان اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے اور طاقتور جانتا ہے اور روزِ روشن کی طرح اس کے تمام امور ایک جلوہ رکھتے ہیں اور ان پر کوئی تاریکی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے آپ کو غیر محتاج کی طرح خیال کرتا ہے اور ایک پُوری راحت اور آرام کی صورت میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اچانک اس پر ایک وقت آتا ہے کہ وہ زوال کے ساتھ ایک مشابہت رکھتا ہے وہ ابتداءِ مصیبت کا وقت ہوتا ہے اور دُکھ، درد اور محتاجی کا احساس شروع ہوتا ہے۔ قبل ازیں اس کو معلوم نہ تھا کہ مجھ پر ایسا وقت آنے والا ہے۔ اچانک بیٹھے بیٹھے یہ حالت شروع ہوجاتی ہے جیسا کہ گھر میں آرام سے بیٹھے ہوئے اچانک کسی کے پاس گورنمنٹ کی طرف سے وارنٹ آتا ہے اور کسی جُرم پر جواب طلبی کی جاتی ہے۔ یہ مصیبت کا پہلا مرحلہ ہے اور نماز ظہر کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ چونکہ انسان کی راحت اور جمعیت میں ایک زوال آگیا ہے۔" (بدر حوالہ مذکور)

پھر بعد اس کے جب وہ عدالت میں حاضر ہوا۔ اور بیانات ہونے کے بعد اس پر فرد قرار داد جُرم لگ گئی اور شہادت گذر گئی تو اس کی مصیبت اور کرب پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔ یہ گویا عصر کا وقت ہے۔ کیونکہ عصر کی نماز کا وہ وقت ہے جب سورج کی روشنی بہت ہی کم ہو جاوے۔ یہ عصر کا وقت اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کی عزت و توقیر بہت گھٹ گئی[1] اور اب وہ مُجرم قرار پا گیا۔ اس کے بعد مغرب کا وقت آتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور یہ اس وقت سے مشابہ ہے جب حاکم نے اپنا آخری حکم اس کے لئے سُنا دیا اور عشاء کا وقت اس سے مشابہ ہے کہ جب وہ جیل چلا جاوے[2]۔ اور پھر فجر کا وہ وقت ہے جب اس کی رہائی ہو جاوے[3] ان حالات کے ماتحت ایسے انسان کا درد و سوزش ہر آن بڑھتی جاوے گی یہانتک کہ آخر اس کی سوزش و اضطراب اس کے لئے وہ وقت لے آوے کہ وہ نجات پا جاوے۔

---

[1] بدر سے :۔

"اور اس کے نُور کی رُوح کھینچ لی گئی ہے" (بدر جلد ۶ نمبر ۱-۲ صفحہ ۱۳)

[2] بدر سے :۔ "کیونکہ تمام روشنی جاتی رہی اور چاروں طرف سے اس پر تاریکی چھا گئی اور وہ قید خانے میں پڑا ہے"

(بدر حوالہ مذکور)

[3] بدر سے :۔ "اس لمبی تاریکی کے بعد پھر فجر کا وقت آتا ہے جبکہ وہ قید خانہ سے رہائی پانے لگتا ہے اور دوبارہ اس پر روشنی کا پرتَو پڑتا ہے اور اس کے ارد گرد نور چمکتا ہے۔ یہ پانچ اوقات انسان کے حال پر لازم رکھے گئے ہیں اور ان پانچوں حالتوں کی یاد میں جو کہ اس پر آنے والی ہیں وہ روزانہ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعائیں کرتا ہے کہ وہ ان مشکلات سے بچایا جاوے" (بدر حوالہ مذکور)

اور یہ جو پہلے میں نے بیان کیا ہے قیام، رکوع اور سجود کے متعلق، اس میں انسانی تضرع کی ہیئت کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ پہلے قیام کرتا ہے۔ جب اس پر ترقی کرتا ہے تو پھر رکوع کرتا ہے اور جب بالکل فنا ہو جاتا ہے تو پھر سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں صرف تقلید اور رسم کے طور پر نہیں بلکہ اپنے تجربہ سے کہتا ہوں بلکہ ہر کوئی اس کو اس طرح پر پڑھ کر اور آزما کر دیکھ لے[1] اس نسخہ کو ہمیشہ یاد رکھو اور اس سے فائدہ اُٹھاؤ کہ جب کوئی دُکھ یا مصیبت پیش آوے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاؤ اور جو مصائب اور مشکلات ہوں اُن کو کھول کھول کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرو کیونکہ یقیناً خدا ہے اور وہی ہے جو ہر قسم کی مشکلات اور مصائب سے انسان کو نکالتا ہے۔ وہ پکارنے والے کی پکار کو سُنتا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو مددگار ہو سکے۔ بہت ہی ناقص ہیں وہ لوگ کہ جب اُن کو مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ وکیل، طبیب یا اور لوگوں کی طرف تو رجوع کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کا خانہ بالکل خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ مومن وہ ہے جو سب سے اوّل خدا تعالےٰ کی طرف دوڑے۔

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ نہ ہو اور رجوع نہ کرو تو اس سے اس کی ذات میں کوئی نقص پیدا نہیں ہو سکتا اور وہ تمہاری کچھ بھی پروا نہیں رکھتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ سہ

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ [2]

یعنی ان کو کہدو کہ میرا رب تمہاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم سچے دل سے اس کی عبادت نہ کرو۔ جیسا کہ وہ رحیم و کریم ہے ویسا ہی وہ غنی بے نیاز بھی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ طاعون نے کیا کیا اور زلزلوں نے کیا دکھایا؟ گھروں کے گھر اور شہروں کے شہر تباہ ہو

[1] بدر سے:۔ " وہ بڑا بد قسمت ہے جو اس نسخہ کو آزما کر نہیں دیکھتا اور اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتا " (بدر جلد ۶ نمبر ۱-۲ صفحہ ۱۳)

[2] الفرقان: ۷۸

گئے اور ہزاروں لاکھوں خاندان ہمیشہ کے لئے مٹ گئے مگر اللہ تعالیٰ کو اس کی کیا پروا۔ باوجود اس کے کہ وہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے مگر بے نیاز بھی ہے۔ نوح کے وقت، لوط کے وقت، موسیٰ کے وقت کیا ہوا؟ کیا جو قومیں اور بستیاں اس وقت ہلاک ہوئیں وہ انسان نہ تھے؟ وہ بھی انسان تھے اور تم بھی انسان ہو۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ وہ باز نہیں آتے اور حق کا انکار کرتے ہیں تو آخر خدا تعالیٰ کا قہر نازل ہوا۔ اور آن کی آن میں انہیں مٹا دیا۔ مگر یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ صرف اتنی ہی بات کہ ہم نے مان لیا ہے کافی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ مجرد اقرار نہیں چاہتا۔ وہ چاہتا ہے کہ جو اقرار تم نے کیا ہے اسے کرکے دکھا دو۔ بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص بیعت میں داخل تھا پھر وہ طاعون سے کیوں مر گیا؟ میں کہتا ہوں کہ میں اس کا ذمہ دار ہوں کہ کیوں مر گیا؟ اپنے اندر کے طاعون سے مر گیا۔ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز ظلام نہیں ہے۔ وہ اپنے سچے بندوں کو محفوظ رکھتا ہے اور ان میں اور ان کے غیروں میں فرق رکھ دیتا ہے۔ مجھے ان لوگوں پر بہت ہی تعجب آتا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے بیعت کی ہوئی تھی ہم پر یہ مصیبت کیوں آئی؟ وہ نادان نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ نری بیعت اور زبانی اقرار کیا بنا سکتا ہے جب تک دل صاف نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے سچا پیوند قائم نہ ہو۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے اہل کو بچا لوں گا۔ لیکن جب ان کا بیٹا ہلاک ہونے لگا تو نوح علیہ السلام نے دُعا کی اور اس امر کو پیش کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس کا کیا جواب دیا؟ یہی کہ تو جاہل مت بن وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اعمال صالح نہیں ہیں۔ گویا وہ چھپا ہوا مرتد تھا۔ پھر جب انہیں اپنے ایسے بیٹے کے لئے دُعا کرنے پر یہ جواب ملا تو اور کون ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ سے تو سچا تعلق پیدا نہیں کرتا اور اپنے اعمال اور حال میں اصلاح نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ اس

کے ساتھ وہ معاملہ ہو جو اس کے مخلص اور وفادار بندوں سے ہوتا ہے۔ یہ سخت نادانی اور غلطی ہے۔

مقام خوف

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ میں جانتا ہوں۔ بہت سے لوگ ہیں جو چھپے ہوئے مُرتد ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو باوجود اس کے کہ وہ بعیت میں داخل ہیں اور پھر مجھے خط لکھتے ہیں کہ فلاں شخص نے مجھے کہا کہ جب تک تیرے گھر بیٹا نہ ہو وہ کیونکر سچا ہو سکتا ہے۔ یہ نادان اتنا نہیں جانتے کہ کیا خدا نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو بیٹے دوں؟ کسی کے گھر بیٹا ہو یا بیٹی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اور نہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں تو اس لئے آیا ہوں کہ تا لوگوں کے ایمان درست ہوں۔ پس جو لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے ایمان درست ہوں اور خدا تعالیٰ سے ان کا سچا تعلق پیدا ہو ان کو میرے ساتھ تعلق رکھنا چاہیئے خواہ بیٹے مریں یا جئیں۔[1] اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ[2]

جو لوگ ایسے خطوط لکھتے ہیں یا اپنے دل میں ایسے خیالات رکھتے ہیں وہ یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ وہ مجھ پر نہیں خدا تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہیں۔ یقیناً سمجھو کہ میرے پیچھے آنا ہے اور سچے مسلمان بننا ہے تو پہلے بیٹوں کو مار لو۔ بابا فرید کا مقولہ بہت صحیح ہے کہ جب کوئی بیٹا مر جاتا تو لوگوں سے کہتے کہ ایک کتورہ (کُتّی کا بچہ) مر گیا ہے اس کو دفن کر دو۔

پس کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا نہیں کر سکتا جبتک

---

[1] بدر سے :- "نہ کہ لوگ مُرید ہو کر آزمائش کیا کریں کہ بیٹے پیدا ہوتے ہیں یا کہ نہیں" (بدر جلد ۶ نمبر ۱-۲ صفحہ ۱۴)

[2] الانفال : ۲۹

باوجود اولاد کے بے اولاد نہ ہو۔ اور باوجود مال کے دل میں مفلس و محتاج نہ ہو اور باوجود دوستوں کے بے یار و مددگار نہ ہو۔ یہ ایک مشکل مقام ہے جو انسان کو حاصل کرنا چاہیئے۔ اسی مقام پر پہنچ کر وہ سچا خدا پرست بنتا ہے۔ یہ جو قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ میں شرک نہیں بخشوں گا۔ اس کا مفہوم نادانوں نے اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ اس سے بُت پرستی مراد ہے۔ نہیں اتنی ہی بات نہیں بلکہ اس سے وہ سب محبوب مراد ہیں جو انسان اپنے لئے بنالیتا ہے۔ ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں کہ جب انہیں ذرا بھی تکلیف یا مصیبت پہنچے یا کوئی اولاد مر جاوے تو فوراً خدا تعالیٰ سے تعلق توڑ بیٹھتے ہیں اور شکوہ اور شکایت کرنے لگتے ہیں۔ یہ سخت مشرک اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔ پس تم ایسے مت بنو اور اس قسم کے خیالات کو دل سے نکال دو اور اس کی ترکیب یہی ہے کہ نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ اپنی نمازوں میں دعائیں کرو اور اس کی توفیق چاہو۔

میں کھول کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری بیعت اس لئے کرتا ہے کہ اُسے بیٹا ملے یا فلاں عہدہ ملے یعنی شرطی باتوں پر بیعت کرتا ہے تو وہ آج نہیں کل نہیں ابھی الگ ہو جاوے اور چلا جاوے۔ مجھے ایسے آدمیوں کی ضرورت نہیں اور نہ خدا کو اُن کی پرواہ ہے۔

یقیناً سمجھو۔ اس دنیا کے بعد ایک اَور جہان ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس کے لئے نہیں اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے۔ یہ دُنیا اور اس کی شوکتیں یہاں ہی ختم ہو جاتی ہیں مگر اس کی نعمتوں اور خوشیوں کا کوئی بھی انتہا نہیں ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ جو شخص ان سب باتوں سے الگ ہو کر خدا تعالےٰ کی طرف آتا ہے۔ وہی مومن ہے۔ اور جب ایک شخص خدا کا ہو جاتا ہے تو پھر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ اُسے چھوڑ دے۔ یہ مت سمجھو کہ خدا ظالم ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے کچھ کھوتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ پالیتا ہے۔ اگر تم خدا تعالےٰ کی رضا کو مقدم کر

لو اور اولاد کی خواہش نہ کرو تو یقیناً اور ضروری سمجھو کہ اولاد مل جاوے[1] گی۔ اور اگر مال کی خواہش نہ ہو تو وہ ضرور دیدے گا۔ تم دو کوششیں مت کرو کیونکہ ایک وقت دو کوششیں نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو پانے کی سعی کرو۔

میں پھر کہتا ہوں کہ اسلام کی اصل جڑ توحید ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کوئی چیز انسان کے اندر نہ ہو اور خدا اور اُس کے رسُولوں پر طعن کرنے والا نہ ہو خواہ کوئی بلا یا مصیبت اس پر آئے، کوئی دُکھ یا تکلیف یہ اُٹھائے مگر اس کے مُنہ سے شکایت نہ نکلے بلا جو انسان پر آتی ہے وہ اس کے نفس کی وجہ سے آتی ہے۔ خدا تعالیٰ ظلم نہیں کرتا ہاں کبھی کبھی صادقوں پر بھی بلا آتی ہے مگر دوسرے لوگ اُسے بلا سمجھتے ہیں درحقیقت وہ بلا نہیں ہوتی وہ ایلام برنگ انعام ہوتا ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق بڑھتا ہے اور ان کا مقام بلند ہوتا ہے اس کو دوسرے لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے لیکن جن لوگوں کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں ہوتا اور ان کی شامتِ اعمال ان پر کوئی بلا لاتی ہے تو وہ اور بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا ہے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا[2]

پس ہمیشہ ڈرتے رہو اور خدا تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو۔ تا ایسا نہ ہو کہ تم خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے والوں میں ہو جاؤ۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ پر کوئی احسان نہیں کرتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان

---

[1] بدر سے :- "جو لوگ درحقیقت خدا کے واسطے دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں دنیا بھی دیتا ہے۔ پس تم خدا کے واسطے مال کی خواہش چھوڑ دو اور اس کے واسطے اولاد کے خیال کو ذلیل جانو تو تم کو خدا مال اور اولاد سب کچھ دے گا۔ وہ سب کچھ دیتا ہے مگر وہ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی شریک ہو"

(بدر جلد ۶ نمبر ۱ صفحہ ۱۴)

[2] البقرۃ ۱۱

ہے کہ اس نے اس کو ایسی توفیق عطا کی۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ ایک قوم کو فنا کر کے دوسری پیدا کرے۔ یہ زمانہ لوطؑ اور نوحؑ کے زمانہ سے ملتا ہے۔ بجائے اس کے کہ کوئی شدید عذاب آتا اور دنیا کا خاتمہ کر دیتا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے اصلاح چاہی ہے اور اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔

یہ بھی مت سمجھو کہ ہم خود ہی بدیوں سے باز آ سکتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے عیسائی اور یہودی موجود تھے اور توریت اور انجیل بھی موجود تھی۔ پھر تم خود ہی بتاؤ کہ کیا وہ لوگ فسق و فجور اور ہر قسم کے جرائم اور معاصی سے باز آ گئے تھے؟ نہیں بلکہ باوجود ان کتابوں کے موجود ہونے کے بھی وہ حدود اللہ سے نکل گئے تھے۔ سُنّت اللہ یہی ہے کہ جب زمین فسق و فجور سے بھر جاتی ہے تو اس کے روکنے والی قوت آسمان سے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو آسمان سے بھیج دیتا ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ جو یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھے وہ ہزار سال سے ویسے ہی رہے تھے لیکن جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں داخل ہو گئے وہ فرشتے بن گئے۔ اگر انسان خود ہی کر سکتا تو بگڑتا ہی کیوں؟ اور پھر نبیوں کی ضرورت ہی کیا تھی؟ خدا تعالیٰ کے مُرسل اسی غرض کے لئے تو آیا کرتے ہیں اور ضرور آتے ہیں۔ ہاں سُنّت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ جب خزاں کا وقت آتا ہے تو درختوں کے پتے گر جاتے ہیں نہ پھل ہوتا ہے نہ پھول نہ خوشبو بلکہ خوشبو کی جگہ بدبُو ہوتی ہے اور خوبصورتی کی بجائے بدصورتی ہوتی ہے۔ لیکن پھر یک دفعہ جب بہار کا موسم آتا ہے تو پھر تدریجی طور پر سب کچھ بحال ہو جاتا ہے۔ یہی سلسلہ رُوحانی عالم میں ہے۔ جب دیکھو کہ ایمان اور اعمال صالحہ میں خزاں کا دَور شروع ہے اور ہر طرف پھل، پھول اور پتے تک گر رہے ہیں تب سمجھو کہ بہار آئی۔ انبیاء علیہم السلام کا وقت بہار سے مشابہ ہے۔ میں نے سب کتابیں دیکھی ہیں۔ توریت اور انجیل کو خوب پڑھا ہے مگر میں حلفاً کہتا ہوں کہ جو ثبوت قرآن مجید نے

دیا ہے۔ ہرگز ہرگز کسی دوسری کتاب نے نہیں دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس قدر قصے شریروں اور بدکاروں کے بیان کئے ہیں ساتھ ہی یہ بیان کیا کہ یہ اس وقت موجود ہیں۔ اس سے غرض کیا تھی؟ اصل غرض یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ جب ایک یا دو قسم کی بدیوں کے دُور کرنے کے لئے رسولوں کا آنا ضروری تھا پھر جہاں اس قدر بدیاں پھیل رہی ہیں اور تمام شرارتیں جمع ہو گئی ہیں۔ وہاں کیوں ضروری نہیں؟ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت حق تھی اور عین ضرورت کے وقت تھی۔ یہ ان لوگوں پر حجت ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔ وہ سوچیں کہ جو بداعمالیاں کبھی کسی زمانہ میں پیدا ہوئیں اور اُن کے لئے رسُول آیا۔ پھر جب اُن کا مجموعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو گیا یہانتک کہ کہنا پڑا کہ بحر و بر میں فساد پیدا ہو گیا۔ اس زمانہ میں ایسی ہوا چلی ہوئی تھی کہ سب بگڑ گئے تھے۔[1] آریہ ورت کے لئے پنڈت دیانند نے شہادت دی ہے کہ وہ بھی بگڑا ہوا تھا۔ جگن ناتھ اور سومنات وغیرہ بُت خانے اسی وقت کے ہیں۔ گویا اتنی بڑی خواں تھی کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور وہ وقت بالطبع چاہتا تھا کہ ایک عظیم الشان مصلح پیدا ہو۔ جو ان تمام فسادوں کی اصلاح کرے۔ چنانچہ اس وقت کے حسب حال آپ پیدا ہوئے۔ یہ بڑا نشان ہے۔ پھر یہ دیکھنا چاہیئے کہ آپ نے آکر کیا کیا؟ اس وقت جو حالت ملک اور قوم بلکہ دنیا کی ہو رہی تھی اس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ سب شہادت دیتے ہیں اور خود قرآن مجید نے شہادت دی ہے۔ وہ ان میں شائع ہوتا تھا۔ اگر کوئی امر جو اُن کے حالات کے متعلق اس میں بیان کیا گیا ہے خلاف واقعہ ہوتا تو وہ شور مچا دیتے کہ جھوٹ کہا ہے

---

[1] بدر سے:- "وہ ایسا زمانہ تھا کہ جاہل اپنی جہالت میں حد سے گذر چکے تھے اور اہل کتاب بھی بگڑ گئے تھے۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۱ و ۲ صفحہ ۱۴)

لیکن کسی کو انکار کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وقت کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے بہت بڑی خزاں کا وقت تھا اور اسی کے مقابل میں بہار بھی وہ آئی کہ اس کی نظیر نہ پہلے ملتی ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ اس لئے کہ آئندہ تو اسی بہار کا سماں ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قریب کا زمانہ تھا اور وہ بھی ایک بہار کا وقت تھا مگر اس وقت جو ترقی یا تبدیلی ہوئی وہ اس سے ہی ظاہر ہے کہ آپ نے بارہ آدمی تیار کئے جو بارہ حواری مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک نے جو بڑا مخلص سمجھا جاتا تھا۔ تیس روپے لے کر گرفتار کرا دیا اور دوسرے نے جس کو بہشت کی کنجیاں دی گئی تھیں تین مرتبہ لعنت کی اور باقی بھاگ گئے مگر اس کے مقابلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت تیار کی وہ صدق و اخلاص میں ایسی وفادار تھی کہ اس نے بھیڑ بکری کی طرح سر کٹوا دیئے۔ اس سے بڑھ کر حیرت انگیز تبدیلی کیا ہوگی۔ وہ جو ہر قسم کے عیبوں اور معاصی میں مصروف رہنے والی قوم تھی۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دامن کے نیچے آئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ مخلصانہ پیوند کیا کہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ ہی سے محبت کرتے تھے۔

یہ دو نشان ایسے زبردست ہیں کہ جو شخص تعصب سے خالی ہو کر ان پر تدبر کرے گا اور ضرور کرنا چاہیئے اس کو ایک دفعہ اقرار کرنا پڑے گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سچے نبی تھے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

اب یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس کی حالت پر نظر کرو۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں مسلمانوں کی اندرونی حالت میں تغیر نہیں ہوا۔ ان کی عملی اور اعتقادی حالت بگڑ گئی ہے۔ ان کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی ہے۔ جس پہلو سے دیکھو اور جس حیثیت

سے نظر کرو اسے دیکھ کر رونا آتا ہے۔ بیرونی حالت دیکھتے ہیں تو وہ اور بھی قابلِ افسوس ہے۔ اسی ملک میں لاکھوں مُرتد ہو گئے ہیں۔ یہ وہ دین تھا کہ ایک بھی مُرتد ہو جاتا تو قیامت آجاتی مگر اب یہ حالت ہے کہ دو چار روپیہ کے لالچ میں آکر گرجا میں جا کر مُرتد ہو جاتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق تلف کرتے ہیں۔ قرضہ لے کر دینے کا نام نہیں لیتے۔ طرح طرح کے معاصی اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ اب کیا یہ حالت زمانہ ایسی تھی کہ خدا تعالےٰ چُپ رہتا اور اس کی اصلاح کے لئے کسی کو نہ بھیجتا؟ اگر وہ چُپ رہتا تو پھر عذاب آتا اور اس کو تباہ کر دیتا۔ مگر نہیں اُس نے اپنی رحمت سے ایک شخص کو بھیج دیا ہے جو تم ہی میں سے آیا ہے۔ اس کے آنے کی غرض یہی ہے کہ تا وہ فساد مٹا دیئے جاویں جو اسلام میں اور مسلمانوں میں پیدا ہو چکے ہیں اور جنہوں نے اُن کو اس ذلیل حالت تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن یاد رکھو اس کا آنا فضول ہو جاتا ہے۔ اگر لوگ اس بات کو مضبوط نہ پکڑیں جو وہ لے کر آیا ہے صرف اتنی بات پر خوش ہو جانا کہ ہم میں ایک رسُول آیا ہے کافی نہیں۔ جب حضرت لُوطؑ علیہ السّلام کی قوم پر عذاب آیا۔ کیا وہ اس وقت زندہ نہ تھے؟ یا موسٰی علیہ السّلام کے وقت میں اسرائیلیوں پر بعض عذاب آئے تو وہ ان کے ساتھ نہ تھے؟ اتنے پر خوش نہ ہو کہ ہمارے پاس خدا کا مُرسل ہے جو شخص اس دھوکہ میں ہے۔ قریب ہے کہ وہ ہلاک ہو جاوے۔ خدا تعالیٰ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔

یاد رکھو اسلام ایک موت ہے۔ جب تک کوئی شخص نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئی زندگی نہیں پاتا اور خدا ہی کے ساتھ بولتا۔ چلتا۔ پھرتا۔ سُنتا۔ دیکھتا نہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہوتا۔

دیکھو یہ چھوٹی سی بات نہیں اور معمولی امر نہیں کہ اس نے ایک شخص کو بھیجا۔ اور تمہیں آنے والے عذاب سے ڈرایا۔ یہ اس کا بڑا بھاری فضل اور رحمت کا

نشان ہے اس کو حقیر مت سمجھو۔ اس کی قدر کرو۔ مجھے اس شہادت کو ادا کرنا پڑتا ہے جو میرے ذمہ ہے۔

سُنو! مجھے دکھایا گیا ہے کہ خدا تعالےٰ کے قہری نشان نازل ہوں گے۔ زلزلے آئیں گے اور طاعون کی موتیں ہوں گی۔ اس لئے میں تمہیں اس سے پہلے کہ خدا تعالےٰ کا عذاب نازل ہو تمہیں اور ہر سُننے والے کو متنبہ اور آگاہ کرتا ہوں کہ توبہ کرو۔ ہر شخص جو عذاب سے پہلے توبہ کرتا ہے اور اپنی اصلاح کے لئے تبدیلی کر لیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے رحم کا امیدوار ہو سکتا ہے لیکن جب عذاب نازل ہو گیا۔ پھر توبہ کا دروازہ بند ہو گا۔ اس وقت جو امن کی حالت ہے توبہ کرو اور اصلاح کے لئے قدم بڑھاؤ۔ میری باتوں کو اس طرح مت سُنو۔ جس طرح پر لڑکے کہانیاں سُنا کرتے ہیں۔ اُٹھو اور تبدیلیاں کرو۔ جب مصیبت آگئی پھر خواہ کوئی ہزار کہے کہ دُعا کرو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ عذاب تو آچکا۔ ہاں اب وقت ہے۔ تبدیلی اور اصلاح کس طرح ہو؟ اس کا جواب وہی ہے کہ نماز سے جو اصل دُعا ہے۔ قرآن شریف پر تدبر کرو اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بہ تازہ ملتے ہیں۔ انجیل میں مذہب کو کامل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اُس کی تعلیم اُس زمانہ کے حسب حال ہو تو ہو۔ لیکن وہ ہمیشہ اور ہر حالت کے موافق ہرگز نہیں۔ یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے۔ اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دُور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔

روزہ پھر تیسری بات جو اسلام کا رُکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے

بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو رُوح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔

حج

ایسا ہی حج بھی ہے۔ حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے۔ سمجھنا چاہیئے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اُسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پروا ہو نہ عزیز واقارب سے جُدائی کا فکر ہو۔ جیسے عاشق اور محب اپنے محبوب پر جان قربان تیار کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے جیسے

عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے۔ یہ ایک باریک نکتہ ہے۔ جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے۔ جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔ اس کا طواف کرنے والوں کی بھی یہی حالت ہونی چاہیئے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح اس کا طواف کرنے والوں کو چاہیئے کہ دُنیا کے کپڑے اُتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے اور عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے۔ طواف عشق الٰہی کی نشانی ہے۔ اور اس کے معنے یہ ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہیئے اور کوئی غرض باقی نہیں۔

زکوٰۃ

اسی طرح پر زکوٰۃ ہے۔ بہت سے لوگ زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔ مگر وہ اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ یہ کس کی زکوٰۃ ہے۔ اگر کُتے کو ذبح کر دیا جاوے یا سؤر کو ذبح کر ڈالو تو وہ صرف ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو جائے گا۔ زکوٰۃ تزکیہ سے نکلی ہے۔ مال کو پاک کرو اور پھر اس میں سے زکوٰۃ دو۔ جو اس میں سے دیتا ہے اُس کا صدق قائم ہے لیکن جو حلال حرام کی تمیز نہیں کرتا وہ اس کے اصل مفہوم سے دُور پڑا ہوا ہے۔ اس قسم کی غلطیوں سے دست بردار ہونا چاہیئے اور ان ارکان کی حقیقت کو بخوبی سمجھ لینا چاہیئے تب یہ ارکان نجات دیتے ہیں ورنہ نہیں اور انسان کہیں کا کہیں چلا جاتا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ فخر کرنے کی کوئی چیز نہیں ہے[1] اور خدا تعالیٰ کا کوئی انفسی

[1] بدر سے :۔ "انسان کو اپنے اعمال پر فخر نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ خوش ہونا چاہیئے جب تک ایسا ایمان خالص حاصل نہ ہو جائے کہ انسان کی عبادت میں خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہ ہو۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۰۱ صفحہ ۱۵)

یا آفاقی شریک نہ ٹھہراؤ اور اعمال صالحہ بجا لاؤ۔ مال سے محبت نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ[1] یعنی تم برّ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ مال خرچ نہ کرو جس کو تم عزیز رکھتے ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو اپنا اُسوہ بناؤ اور دیکھو کہ وہ زمانہ تھا جب صحابہؓ نے نہ اپنی جان کو عزیز سمجھا نہ اولاد اور بیویوں کو۔ بلکہ ہر ایک اُن میں سے اس بات کا حریص تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں شہید ہو جاؤں۔ تم حلفاً بیان کرو کیا تمہارے اندر یہ بات ہے؟ جب ذرا سا بھی ابتلا آجاوے تو گھبرا جاتے ہیں اور خدا تعالےٰ ہی کی شکایت کرنے لگتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبھی مسلمان نہیں کہلا سکتے۔

میں بار بار یہی کہتا ہوں کہ تمہارا اُسوہ حسنہ وہی ہو جو صحابہؓ کا تھا۔ میرا کہنا تو صرف کہہ دینا ہے۔ توفیق کا عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات ہے۔ اس بات کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو کہ تمہارے اعمال اور افعال میں اخلاص ہو۔ ریاکاری اور بناوٹ نہ ہو۔ کیونکہ تم جانتے ہو اگر کوئی شخص سونے کی بجائے پیتل لے کر بازار میں جاوے تو وہ فوراً پکڑا جاوے گا۔ اور آخر اُسے جیل میں جا کر اپنی جعلسازی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ پس اسی طرح پر خدا تعالیٰ کے حضور دھوکا نہیں چل سکتا۔ انسان کو دھوکا لگ سکتا ہے مگر وہاں نہیں ہو سکتا۔ جو چاہتا ہے کہ وہ خدا کا اور خدا اس کا ہو جاوے۔ اسے چاہیئے کہ وہ خدا تعالےٰ کی راہ میں ننگا ہو جاوے۔

یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں اس امر سے منع کرتا ہوں کہ تم تجارت نہ کرو یا زراعت اور نوکری یا دوسرے ذرائع معاش سے تمہیں روکتا ہوں۔ ہر گز نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے ؎

دل بایار دست بکار

تمہارا اُسوہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کوئی تجارت اور بیع و

[1] آل عمران: ۹۳

شرئ انہیں ذکر اللہ سے نہیں روکتا۔ ہزاروں لاکھوں کی تجارت میں بھی وہ خدا تعالےٰ سے ایک لحظہ کے لئے جدا نہیں ہوتے۔ اس لئے تمہارا فخر اور دستاویز ایسے اعمال ہونے چاہئیں جو حقیقی ایمان کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

میں اس امر کا افسوس سے ذکر کرتا ہوں کہ بعض لوگ میں نے دیکھے ہیں جن کی زندگی کا بڑا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انہیں خواب آجاتے ہیں یا آنے چاہئیں۔ وہ سارا زور اسی امر پر دیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ ابتلاء ہے۔ جو لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں وہ یاد رکھیں۔ اس امر سے نجات وابستہ نہیں ہے۔ کبھی یہ سوال نہیں ہوگا تجھے کتنے خواب آئے تھے۔ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے چوری میں سزا پائی اور جب سزا پا کر آئے اور اُن سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ چوری کرنے گئے تھے۔ خواب میں معلوم ہوگیا تھا کہ ایسا ہوگا۔ بڑے بڑے بدکار جو کنجر کہلاتے ہیں انہیں بھی سچی خواب آسکتی ہے۔ یہاں ہمارے ایک چوہڑی تھی اس کو بھی خواب آجاتے تھے۔ پس تم ابتلاؤں میں مت پھنسو۔ خدا تعالیٰ سے اپنے تعلقات بڑھاؤ اور اس کو راضی کرو۔ اپنے اعمال میں ایک خوبصورتی پیدا کرو۔ انسان کو چاہیئے کہ اس امر کا مطالعہ کرے کہ کیا قرآن شریف کے موافق میں نے اپنے اعمال کو بنا لیا ہے یا نہیں؟ اگر یہ بات نہیں ہے تو خواہ اس کو ہزاروں خواب آئیں بیسود اور بے فائدہ ہیں۔ قرآن شریف میں یہی حکم ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا پورا ادا کرو۔ ان میں ریا، خیانت، شرارت باقی نہ ہو۔ وہ خالصۃً للہ ہوں۔ پس پہلے اس بات کو پیدا کرو۔ پھر اس کے ثمرات خود بخود حاصل ہوں گے۔

ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ بُری چیزیں ہیں یا بُرا طریق ہے۔ نہیں نہیں۔ اصل مطلب یہ ہے کہ بد استعمالی بُری شے ہے[1]۔ بیمار کا فرض یہ ہے کہ وہ اول علاج

---

[1] بدر میں ہے۔ "خوابوں کے ذریعہ سے کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کرائے نہ یہ کہ علاج تو کرائے نہیں اور کہے مجھے الف لیلہ کی سیر کے دو چار ورق سُنادو[1] اسی طرح کشوف اور رؤیا روحانی سیر ہیں۔ جب روحانی بیماریوں کا علاج ہو جاوے گا اور رُوحانی صحت درست ہو گی اس وقت سیر بھی مفید ہو گی۔

جب انسان اپنے نفس کو کھو دیتا ہے اور غیر اللہ کی طرف التفات نہیں رہتی اور کسی کو اپنی نظر میں نہیں دیکھتا اور خدا ہی کو دیکھتا اور اس کو ہی سُناتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ بھی اس کو سُناتا ہے مگر وہ لوگ جن کے باوجودیکہ دو کان ہوتے ہیں مگر وہ حرص، ہوا، غصہ، کینہ وغیرہ ہر قسم کی طاقتوں کی باتیں سُنتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی بات کیونکر سُن سکتے ہیں۔ ہاں ایک قوم ہوتی ہے جو باقی سب کو ذبح کر ڈالتے ہیں اور سب طرف سے کانوں کو بند کر لیتے ہیں۔ نہ کسی کی سُنتے ہیں نہ کسی کو سُناتے ہیں۔ انہیں ہی خدا بھی اپنی سُناتا ہے اور ان کی سُنتا ہے اور وہی مبارک ہوتا ہے[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- یہ طریق بُرا نہیں مگر اس کی بد استعمالی نقصان رساں ہے"

(بدر جلد ۶ نمبر ۱ و ۲ صفحہ ۱۶)

[1] بدر سے:- "بیمار کو چاہیئے کہ اول اپنا علاج کرائے۔ اگر بیمار اپنا علاج نہ کرے اور چند قصے سُننے لگے تو اس سے وہ اچھا نہ ہو جائے گا۔ ایک شخص جو اپنی خراب صحت کے سبب دو چار روز میں مرنے والا ہے اگر وہ کہے کہ میں امریکہ کی سیر کے واسطے جاتا ہوں تا کہ دُنیا کے عجائبات دیکھوں تو یہ اس کی نادانی ہے۔ اس کو تو چاہیئے کہ اول اپنا علاج کرائے۔ جب تندرست ہو جائے تو پھر سیر بھی کر سکتا ہے۔ حالت بیماری میں تو سیر و سیاحت اور بھی نقصان رساں ہوگی" (بدر حوالہ مذکور)

[2] بدر سے:- "ایک کان جو ہزاروں طرف لگا ہوا ہے اور شرک کے ساتھ بھرا ہوا ہے اور جذبات نفسانی اور ہوا و ہوس کی متابعت میں پُر ہے وہ کیونکر خدا تعالیٰ کے کلام کو سُن سکتا ہے" (بدر حوالہ مذکور)

پس اگر اس قوم میں داخل ہونا چاہتے ہو تو ان کے نقش قدم پر چلو۔ جب تک یہ بات پیدا نہ ہو ایسی آوازوں اور خوابوں پر ناز نہ کرو۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ حدیث میں اضغاث احلام اور حدیث النفس کا ذکر موجود ہے۔ یہ کوئی چیز نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک تو حمل حقیقی ہوتا ہے۔ جب مدت مقررہ نو ماہ گذر جاتے ہیں تو لڑکا یا لڑکی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک اس کے مقابلہ میں حمل کاذب ہوتا ہے۔ بعض عورتیں رات دن اولاد کی خواہش کرتی رہتی ہیں جس سے رجار کی مرض پیدا ہو جاتی ہے اور جھوٹا حمل ہو کر پیٹ پھولنے لگتا ہے اور حمل کی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن نو ماہ کے بعد پانی کی مشک نکل جاتی ہے۔ ایسا ہی حال ان کشوف اور خوابوں کا ہے جب تک انسان محض خدا ہی کا نہ ہو جاوے۔ یہ کچھ بھی چیز نہیں۔ انسان کی عزت اسی میں ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جب وہ خدا کا مقرب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہزاروں برکات اس پر نازل کرتا ہے۔ زمین سے بھی اور آسمان سے بھی اس پر برکات اُترتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیخکنی کے لئے قریش نے کس قدر زور لگایا۔ وہ ایک قوم تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا۔ مگر دیکھو! کون کامیاب ہوا۔ اور کون نامراد رہے۔

نصرت اور تائید خدا تعالیٰ کے مقرب کا بہت بڑا نشان ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسا شخص خزاں کے وقت آتا ہے اور بہار ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ جو خدا کی طرف سے نہ ہوں اور اس قسم کی شیخیاں مارنے والے ہوں ان کی مثال ایسی ہے جیسے مُردار پر بیٹھے ہوں[ا]۔ مگر جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے حیّ و قیّوم خدا اس کے ساتھ ہے وہ خود زندہ ہے۔ اُسے زندہ کرے گا۔ وہ اپنے وعدوں کو جو اُس سے کئے ہیں۔

[ا] بدر سے ہے۔

حاشیہ: "وہ اس مُردار سے کیا حاصل کر سکتا ہے" (بدر جلد ۶ نمبر ۱ و ۲ صفحہ ۱۴)

سچا کر دکھائے گا۔[1]

میری نصیحت بار بار یہی ہے کہ جہانتک ہو سکے اپنے نفسوں کا بار بار مطالعہ کرو۔ بدی کا چھوڑ دینا یہ بھی ایک نشان ہے اور خدا تعالےٰ ہی سے چاہو کہ وہ تمہیں توفیق دے کیونکہ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔[*] قویٰ بھی اس نے ہی پیدا کئے ہیں[2]

پھر میں ایک اور نقص بھی دیکھتا ہوں۔ بعض لوگ تھک جاتے ہیں۔ میرے پاس ایسے خطوط آئے ہیں جن میں لکھنے والوں نے ظاہر کیا کہ ہم چار سال یا اتنے سال تک نماز پڑھتے رہے دعائیں کرتے رہے۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ایسے لوگوں کو میں مخنث سمجھتا ہوں تھکنا نہیں چاہیئے۔

گر نباشد بدوست راہ بُردن
شرطِ عشق است در طلب مُردن

میں تو یہانتک کہتا ہوں کہ اگر تیس چالیس برس گذر جاویں تب بھی تھکے نہیں اور باز نہ آوے خواہ جذبات بڑھتے ہی جاویں۔ اللہ تعالیٰ دُعا کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔[3]

---

[1] بدر سے:۔ "جبتک خدا تعالیٰ کے وعدے جو اس کے ساتھ ہوتے ہیں پورے نہ ہولیں تب تک وہ مرتا نہیں اور اس کے سلسلہ میں کچھ کمی نہیں آتی" (بدر جلد ۶ نمبر ۲ صفحہ ۴)

[2] بدر سے:۔ "بدیوں کو چھوڑ دینا کسی کے اختیار میں نہیں۔ اس واسطے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر تہجد میں خدا کے حضور دعائیں کرو۔ وہی تمہارا پیدا کرنے والا ہے خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ پس اور کون ہے جو ان بدیوں کو دُور کر کے نیکیوں کی توفیق تم کو دے"
(بدر حوالہ مذکور صفحہ ۴)

[3] بدر سے:۔ "یقیناً خدا رحیم کریم اور علیم ہے۔ وہ دُعا کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ تم دُعا میں مصروف رہو اور اس بات سے مت گھبراؤ کہ جذبات نفسانی کے جوش سے گناہ صادر ہو جاتا ہے۔ وہ خدا سب کا حاکم ہے۔ وہ چاہے تو فرشتو ملا
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

[*] الصافات: ۹۷

جب تضرع سے دُعا کرتا ہے اور مصیبت میں مبتلا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ یہ شخص بچایا جاوے اور وہ بچایا جاتا ہے کیونکہ

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ٭

یاد رکھو جو شخص مرا ہے اور ہلاک ہوا ہے وہ تھکنے سے مرا ہے۔ خدا تعالےٰ سے مانگنا اور دُعا کرنا موت ہے۔ ہر شخص جو خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے ضرور پاتا ہے مگر وہ آپ ہی بدظنی کرتا ہے تب حاصل نہیں ہوتا۔

اس کے بعد آپ نے دیر تک جماعت کے لئے دعا کی۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲ صفحہ ۳ تا ۱۱ مورخہ ۱۷ر جنوری ۱۹۰۷ء)

۲۷ر دسمبر ۱۹۰۶ء

تقریر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حضور نے ۲۷ر دسمبر ۱۹۰۶ء کو بعد نماز ظہر و عصر مسجد اقصیٰ قادیان میں فرمائی

میں[1] نے جو کچھ کل بیان کیا تھا اس میں سے کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا اس لئے میں نے

کو بھی حکم کر سکتا ہے کہ تمہارے گناہ نہ لکھے جاویں۔ دیکھو دعا کے ساتھ عذاب جمع نہیں ہوتا۔ مگر دعا صرف زبان سے نہیں ہوتی بلکہ دعا وہ ہے کہ ؎

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا" (بدر جلد ۶ نمبر ۱-۲ صفحہ ۱۶)

[1] بدر سے:- "میں نے کل جو کچھ بیان کیا تھا۔ اس کی تکمیل بہ سبب بیماری کے نہ ہو سکی" (بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۸ مورخہ ۱۷ر جنوری ۱۹۰۷ء)

٭ البقرۃ: ۲۲۳

مناسب اور ضروری سمجھا کہ اس حصہ کو بیان کر دوں تاکہ وہ بیان مکمل ہو جاوے۔

ہمارے اور اوائل اسلام کے مصائب

سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ جو نئے طور سے قائم کیا ہے[1] اسے قائم ہوتے ہی مصائب اور مشکلات پیدا ہو گئے۔ اندرونی اور بیرونی طور پر طرح طرح کے دُکھ اس کو دیئے گئے[2] مگر بیرونی طور پر جو دُکھ دیا گیا ہے اس پر افسوس نہیں اس لئے کہ وہ دُکھ صرف زبان کا دُکھ ہے اور اس دُکھ کے مقابلہ میں یہ کچھ چیز نہیں جو ابتدائے اسلام اور غربت اسلام کے وقت اُن لوگوں کو اُٹھانا پڑا جو اسلام میں داخل ہوئے۔ وہ دُکھ اس قسم کے تھے کہ اُن کو بیان کرنے سے بھی دل کانپ جاتا ہے کہ وہ کیسے سنگدل انسان تھے کہ انہوں نے صرف مسلمان ہونے پر اُن کو طرح طرح کی مشکلات اور مصائب میں ڈالا اور بہتوں کو بے دردی سے ایذائیں دیں اور قتل کر ڈالا لیکن اس زمانہ میں جو آزادی کا زمانہ ہے اس قسم کی کوئی تکلیف نہیں دے سکتے۔ صرف زبان سے دُکھ دیتے ہیں اور یہ کچھ چیز نہیں

گورنمنٹ کی شکر گزاری

ہم پر خدا تعالیٰ کا بڑا فضل اور احسان ہے اور ہم اس کا شکر نہیں کر سکتے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے ایسی گورنمنٹ کے ماتحت کر دیا جس کی وجہ سے ہمارے مخالف

---

[1] بدل دیا ہے:- "اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ اس واسطے قائم کیا ہے کہ لوگ نئے طور پر اس کی ہستی پر ایمان اور یقین حاصل کریں"

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۸ مورخہ ۱۷ر جنوری ۱۹۰۷ء)

[2] بدل دیا ہے:- "یہ ایذا رسانی صرف بیرونی لوگوں کی طرف سے نہیں جو غیر مذاہب کے لوگ ہیں بلکہ اندرونی لوگوں کی طرف سے بھی جو کہ مسلمان کہلاتے ہیں ہم دُکھ دیئے جاتے ہیں اور وہ لوگ ہماری مخالفت میں کوئی بات چھوڑ نہیں سکتے۔"

(بدر حوالہ مذکور)

ہمارے خلاف اپنے جوش مخالفت میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ اسی گورنمنٹ کی آزادی اور انصاف پسندی کا ہی سبب ہے کہ وہ جوش ہمارے مخالف ظاہر نہیں کر سکتے جو انہیں ہمارے لئے ہونا چاہیئے۔ وہ دانت پیستے ہیں۔ اور اگر اُن کے اختیار میں ہوتا تو ہمیں نیست و نابود کر کے ہی خوش ہوتے۔ مگر انہیں کوئی قابو نہیں ملتا۔

میں اس امر پر غور کر کے اور پچھلے دُکھوں کو جو ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو پہنچے یاد کر کے خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں جس نے محض اپنے ہی فضل و کرم سے ہمیں ایسی نیک خیال گورنمنٹ عطا کی۔ وہ کیسا رحیم و کریم خدا ہے۔ جب اس نے چاہا کہ ضُعف اسلام کے وقت یہ سلسلہ قائم کرے خود ہی اس نے انتظام کر دیا کہ ایسی گورنمنٹ کو بھیج دیا جو امن پسند ہے۔ میں یہ بات ریاکاری سے نہیں کہتا۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ ریاکار اور خوشامدی منافق ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم نفاق کو دُور کرنے آئے ہیں اور واقعات ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کی تعریف کریں اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے شکر گذار ہوں۔ ہم اپنے ہی حالاتِ زندگی کو دیکھتے ہیں کہ اس وقت کس امن اور آزادی کے ساتھ اس سلسلہ کی اشاعت کر رہے ہیں۔ ۲۵ سال سے زیادہ عرصہ سے ہم اس اشاعت کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور پوری آزادی اور امن سے اُسے کر رہے ہیں۔ خود گورنمنٹ کے ملکوں (بلادِ یورپ) میں ۱۶ ہزار اشتہار دعوتِ اسلام کا میں نے جاری کیا۔ اور وہ اشتہارات معمولی آدمیوں میں تقسیم نہیں کئے گئے بلکہ معززین کو بھیجے گئے (جن میں شاہی خاندان کے ممبر اور گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدے دار اور ارکین شامل تھے) یہانتک کہ ملکہ معظمہ کو بھی ایک کتاب دعوتِ اسلام کی بھیجی گئی اور انہوں نے ایسی محبت اور قدر سے اُسے دیکھا کہ بذریعہ تار ایک اور نسخہ اس کا منگوایا۔ یہ عجیب بات ہے۔ یہ کیسا خدا تعالیٰ کا ہم پر فضل اور احسان ہے کہ اس نے ایسی جگہ ہمیں بھیجا جہاں ہر طرح پُوری آزادی کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کر سکتے ہیں۔ میں سچ

سچ کہتا ہوں کہ ہم اس کی نظیر دوسری جگہ نہیں پا سکتے۔ لوگ اس پر تعجب کریں گے یا خام خیالی اور ظاہر پرستی کی وجہ سے میری ان باتوں کو خوشامد پر قیاس کریں گے۔ مگر میں حلفاً کہتا ہوں کہ اگر یہ سلسلہ مکہ معظمہ میں جاری ہوتا تو ہر روز دو چار خون ہوتے۔ ایسا ہی مدینہ یا روم میں ہوتا تو کوئی سزا پاتا۔ کوئی کوئی دکھ پاتا۔ غرض کسی نہ کسی مصیبت کا سامنا رہتا۔ ایسا ہی کابل میں ہوتا تو قسم قسم کے حملے ہوتے اور تجربہ نے ثابت بھی کر دیا ہے۔ سب کو معلوم ہے۔ کہ ہمارے دو معزز دوست کابل میں شہید ہو چکے ہیں۔ انہوں نے وہاں کوئی بغاوت نہیں کی۔ خون نہیں کیا اور کوئی سنگین جرم نہیں کیا۔ صرف یہ کہا کہ جہاد حرام ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ انہوں نے اس سے زیادہ ہرگز نہیں کہا جو میں یہاں گورنمنٹ کو عیسائی مذہب کی بابت سنا چکا ہوں۔ وہ نہایت نیک، راستباز اور خاموش تھے۔ مولوی عبداللطیف صاحب تو بہت ہی کم گو[1] تھے۔ مگر کسی خود غرض نے جا کر امیر کابل کو کہہ دیا اور انہیں ان کے خلاف بھڑکایا کہ یہ شخص جہاد کا مخالف ہے اور آپ کے عقائد کا مخالف ہے۔ اس پر وہ ایسی بے رحمی سے قتل ہوئے کہ سخت سے سخت دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور اس امر پہ غور کر کے کہ وہ کیا گناہ تھا جس کے بدلہ میں وہ قتل کئے گئے بے اختیار ہر شخص کو کہنا پڑے گا کہ یہ سخت ظلم ہے جو آسمان کے نیچے ہوا ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں ہماری تیس سالہ کارروائی کو دیکھو۔ بار بار پادریوں اور عیسائیوں کے مذہب پر حملہ ہوا ہے اور انہیں بتایا گیا ہے کہ تم سخت غلطی پر ہو۔ تمہاری تثلیث غلط ہے۔ کفارہ باطل ہے مگر کبھی ان مسائل کی غلطیوں کے ظاہر کرنے پر اور یہ بیان کرنے پر کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے اور یہی نجات کا ذریعہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی افضل الرسل ہیں اور ان کی کامل اتباع ہی سے نجات ملتی ہے۔ کوئی وارنٹ گرفتاری کا گورنمنٹ کی طرف سے جاری نہیں ہوا۔ اور

[1] حاشیہ:- " اور ملک میں نہایت معزز تھے اور ہزاروں آدمی اُن کے مُرید تھے اور دربار کابل میں ان کی بڑی عزت تھی " (بدر جلد ۶ نمبر ۲ صفحہ ۸)

نہیں پوچھا گیا کہ تم اپنے مذہب کی اشاعت کیوں کرتے ہو؟ پھر بتاؤ کہ ہم اگر اس کی اس آزادی اور امن کے لئے اس کی تعریف کریں اور اس کے لئے شکر گذاری کا جوش ظاہر کریں تو یہ خوشامد ہو سکتی ہے؟ یہ تو امر واقعہ کا اظہار ہے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور سخت گنہگار ہے۔ میں نے خوب غور کیا ہے اور تجربہ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ اس قوم کی فطرت میں ہے کہ باوجودیکہ ہم نے عیسائی مذہب کی غلطیوں اور کمزوریوں کو سختت سے سخت طریق سے ظاہر کیا ہے مگر اس نے یہ سمجھ کر جو آزادی اُس نے عیسائیوں کو دی ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کا رڈ کریں اور اپنے دین کی اشاعت کریں اس کے سایہ ہونے کی وجہ سے ویسے ہی حقدار ہیں اور اُن کے فطرتی انصاف نے اس مساوات کو توڑنے کا ارادہ نہیں کیا۔ ہر ایک کو اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے پوری آزادی دی ہے بلکہ اس سے بھی عجیب تر یہ بات ہے کہ جب ایک جنٹلمین پادری نے مجھ پر اقدام قتل کا مقدمہ کیا تو گورنمنٹ نے اپنے انصاف کا کامل نمونہ دکھایا۔ اگر ہمارے ساتھ کوئی کینہ ہوتا تو یہ عمدہ موقعہ تھا کہ ہمیں دُکھ دیا جاتا۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ کوئی رعایت اس جنٹلمین پادری کی میرے مقابلہ میں نہیں کی جاتی تھی۔ صاحب ضلع مجھے عزت سے بلاتے تھے اور کُرسی دیتے رہے۔ انجام کار جب انہیں بخوبی معلوم ہو گیا کہ وہ مقدمہ محض شرارت سے مجھ پر بنایا گیا ہے اور سراسر جھوٹا ہے تو اس نے[1] کہا کہ یہ بدذاتی مجھ سے نہیں ہو سکتی کہ سزا دے دوں چنانچہ اس نے عزت کے ساتھ مجھے بری کیا۔

---

[1] بدر سے:۔ "میں نے سُنا ہے کہ اس کے پاس میرے برخلاف سفارشیں کی گئیں تو اس نے جواب دیا کہ مجھ سے ایسی بدذاتی نہیں ہو سکتی کہ میں ایک شریف آدمی کو بے گناہ سزا دوں۔ پس اس نے مجھے عزت کے ساتھ بری کیا اور عدالت میں مجھے مبارکباد کہی"

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۸ مورخہ ۱۷؍ جنوری ۱۹۰۷ء)

اور یہ بات مجھ سے ہی خاص نہیں بلکہ سب کے لئے یکساں حقوق حاصل ہیں۔ اگر ہمیں یہ تجربہ ذاتی بھی نہ ہوتا تو بھی ہم شکر گذاری کے لئے بہت سے سامان پاتے ہیں اور علاوہ بریں یہ بات ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ کسی قوم کو اس قدر اقبال مندی اور غیر ملکوں پر اس قدر فتوحات نہیں دیتا جب تک اس میں خوبی نہ ہو۔ اور یہ تو ایک کھُلی کھُلی بات ہے کہ اس وقت اگر گورنمنٹ نہ ہو تو سب کے سب آپس ہی میں لڑ کر مر جاویں۔ یہ ایسا ثالث ہے کہ اس نے اپنے انصاف اور اقبال سے باہمی جھگڑوں سے بچا لیا ہے۔ ہماری جماعت کا ہر ایک آدمی سوچ کر دیکھ لے کہ کیا اس کا کسی اَور جگہ گذارہ ہو سکتا ہے۔ وہ اگر اس سلطنت کے سایہ میں نہ ہو تو اس کے دشمن اسے قسم قسم کے عذاب دے کر ہلاک کر دیں۔ اگر کوئی جاہل یہ سمجھے کہ ہاں کسی اور جگہ گذارہ ہو سکتا ہے تو میں اُسے حیوانات میں سمجھتا ہوں۔

دن رات ہم اپنے منصب کی وجہ سے اسی کام میں لگے ہوئے ہیں کہ عیسائی مذہب کی غلطیوں سے لوگوں کو آگاہ کریں اور ہم اس کام میں لگے ہوئے ہیں لیکن گورنمنٹ کو باوجود عیسائی ہونے کے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کے احسانوں میں سے ایک نشان ہے جو اُس نے ہمارے لئے ظاہر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس درخت کا نشوونما کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے اچھی زمین تجویز ہوتی ہے جہاں وہ لگایا جاتا ہے اور اس کی آبپاشی اور نشوونما کے دوسرے سامان وہاں اُسے بہم پہنچائے جاتے ہیں اور جسے ستیاناس کرنا چاہتا ہے اُسے ایسی زمین میں جگہ ملتی ہے جہاں وہ کچلا جاتا ہے۔ پس اسی طرح پر یہ بیج جو ہمارے سلسلہ کا بیج ہے ایسی زمین میں لگایا گیا ہے جو اس کی ترقی اور نشوونما کے لئے بہت ہی مفید اور مبارک ہے کیونکہ یہاں کوئی آفت اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ اپنے دشمنوں سے محفوظ ہے اور اس کا بڑا بھاری ذریعہ یہ گورنمنٹ ہے۔ جبکہ یہ احسان ہم پر ہے تو ہمارا فرض ہے کہ اس احسان شناسی کے بعد اس کا شکریہ ادا کریں کیونکہ خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ[1]۔

[1] الرحمٰن : ۶۱

اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ مسلمان احسان کرے تو اس کے بدلہ میں احسان کرو اور اگر غیر مذہب والا کرے تو نیش زنی کرو۔ یہ تو خبیث کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی منشا ہے کہ کوئی ہو جو احسان کرتا ہے۔ اس کے ساتھ احسان کرنا فرض ہے۔ احسان کی تو یہ طاقت ہے کہ اگر ایک کُتّے کو تم ٹکڑا ڈال دو تو وہ بار بار تمہاری طرف آئے گا خواہ تم اُسے مار کر بھی نکالو مگر وہ تمہیں دیکھ کر اس احسان کے شکریہ کے لئے دُم ہلا دے گا۔ پھر وہ انسان تو کُتّے سے بھی بدتر ہے جو انسان ہو کر احسان شناسی سے کام نہیں لیتا۔

اپنی جماعت کو نصیحت

میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان نادان، تنگ خیال اور سفلہ مزاج ملاؤں سے نفرت اور پرہیز کریں جو بغاوت پسند ہیں اور ناحق خون کر کے غازی بنتے ہیں۔[1] میری جماعت کے ہر فرد کو لازم ہے کہ وہ گورنمنٹ کی قدر کریں اور پوری اطاعت اور وفاداری کے ساتھ اس کے احسانات کے شکرگزار ہوں اور یقیناً سمجھ لیں کہ جو شخص مخلوق کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بھی نہیں ہو سکتا۔

غرض اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے اس سلسلہ کو گورنمنٹ انگلشیہ کی حکومت میں قائم کیا جو آزادی پسند اور امن دوست گورنمنٹ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے یہ دوسرا احسان ہے کہ اس نے اس سلسلہ کو پنجاب میں قائم کرنا پسند فرمایا اور اس سرزمین کو اس کے لئے منتخب کیا۔ ہندوستان بھی تو تھا پھر کیا وجہ ہے اور اس میں کیا حکمت ہے کہ پنجاب کو ترجیح دی؟ اس میں جو حکمت ہے وہ تجربہ سے معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ پنجاب کی زمین نرم ہے اور اس میں قبول حق کا مادہ ہندوستان کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ مجھے کئی مہینے تک دلی اور دوسری جگہ رہنے

[1] بدلا ہے :- " ان کے کام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھو "

(بدر جلد ٦ نمبر ٣ صفحہ ٩)

کا اتفاق ہوا ہے مگر انہوں نے قبول نہیں کیا اور برخلاف اس کے پنجاب میں لوگوں نے مجھے اس وقت قبول کیا جب دوسروں نے نہیں کیا۔ حالانکہ میں نے ان کو اپنے دعویٰ کے دلائل سُنائے۔ قرآن اور حدیث کو ان کے سامنے پیش کیا۔ نشانات پیش کئے۔ مگر انہوں نے نہیں مانا الا ماشاء اللہ۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس ملک میں اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا۔ علاوہ بریں یہ ملک حق رکھتا تھا کہ یہ سلسلہ قائم ہو۔ کیونکہ چالیس پچاس برس تک سکھوں کا دھکا کھا چکا تھا۔ بچوں کو تو ان دکھوں اور تکلیفوں کی خبر نہیں اور میں بھی اس وقت بچہ تھا۔ اس لئے پورا علم تو نہیں مگر جس قدر علم مجھے ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا رؤیت کا علم ہوتا ہے۔ اس وقت اگر بانگ دی جاتی تو اس کی سزا بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوتی تھی کہ بانگ دینے والا قتل کیا جاوے۔ حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جب وہ سنکھ وغیرہ بجاتے ہیں تو ہم کبھی اُن کے مزاحم نہیں ہوتے اور نہ انہیں تکلیف دیتے ہیں مگر بانگ سے انہیں ایسی ضد تھی کہ جو نہی کسی نے دی وہ قتل کیا گیا۔ جس جگہ میں اس وقت کھڑا ہوں یہ کارداروں کی جگہ تھی اور دارالحکومت نہیں بلکہ دارالظلم تھا۔ جب انگریزی عدالت کا شروع شروع میں دخل ہوا۔ اس وقت یہاں ایک کاردار رہتا تھا[1]۔ اس کا ایک سپاہی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ اس نے مُلّاں کو کہا کہ بانگ دے۔ مگر ملّاں نے بہت ہی آہستہ آہستہ بانگ کہی۔ سپاہی نے کہا کہ اونچی آواز سے بانگ کیوں نہیں دیتا جو دوسروں تک بھی پہنچ جائے۔ ملّاں نے کہا میں اونچی آواز سے بانگ کیونکر دوں کیا میں پھانسی چڑھوں اس پر سپاہی نے کہا کہ نہیں تو کوٹھے پر چڑھ کر بہت اونچی آواز سے بانگ دے کیونکہ وہ

---

[1] بدر سے:- "ابتدا میں انگریزوں کا دخل پنجاب پر ہوا اور ہنوز لوگوں کو عام خبر نہ تھی اور کاردار وہی پرانے تھے اور مقامِ عدالت بھی وہی پُرانے تھے کہ ایک مسلمان سپاہی باہر سے یہاں قادیان میں آیا اور ایک مسجد میں نماز پڑھنے گیا" (بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۹)

جانتا تھا کہ سلطنت کی تبدیلی ہو چکی ہے۔ آخر جب ملّاں نے سپاہی کے کہنے سے بلند آواز سے اذان دی تو ایک شور مچ گیا اور کاردار کے پاس جا کر شکایت کی کہ ہمارے آٹے بھرشٹ ہو گئے اور ہم اور ہمارے بچّے بھوکے رہے۔ ہم پر ظلم ہوا۔ اس پر کاردار نے کہا کہ اچھا پکڑ لاؤ۔ ملّاں کو پکڑ کر لے گئے۔ وہ نیک بخت سپاہی بھی ملّاں کے پیچھے پیچھے گیا۔ جب ملّاں کاردار کے سامنے گیا تو کاردار نے اُس سے پوچھا کہ تو نے بانگ دی ہے؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اس نے نہیں دی بانگ تو میں نے دی ہے۔ جب کاردار نے یہ سُنا تو اُس نے شکایت کرنے والوں کو کہا کہ اندر جا کر بیٹھو۔ لاہور میں تو گائے ذبح ہوتی ہے[۱]

اذان بھی ایک اسلامی دعوت ہے اور اس حالت میں اسلام کی اجمالی دعوت ہے حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کا کیا مطلب ہے؟ یہی کہ مسلمان ہو جاؤ۔ مگر یہ لوگ اسلام کے دشمن تھے۔ اس لئے اس بانگ کے دشمن تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ ہوشیارپور میں ہوا۔ وہاں کسی شخص نے بانگ دی تو اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا گیا۔ صاحب ضلع نے اس مقدمہ کو نہایت حیرانی سے سُنا۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس شخص کو حاضر کرو۔ چنانچہ جب وہ حاضر ہوا تو اُسے کہا گیا کہ اچھا بانگ دو اور جس قدر اُونچی آواز سے تم نے وہاں دی ہے اسی قدر آواز سے یہاں بھی دو اور اپنے سررشتہ دار کو بھی کہا کہ تم بھی خیال رکھو اس سے کیا تکلیف ہوتی ہے۔ بانگ دینے والے نے آہستہ آواز سے بانگ دی تو شکایت کرنے والوں نے کہا کہ اس نے اُونچی آواز میں دی تھی اب یہاں آہستہ دیتا ہے۔ تب اسے کہا گیا کہ خوب زور سے دو۔ آخر اُس نے بانگ دی جب

---

[۱] بدر سے۔ "گورنمنٹ انگریزی کی پہلی برکت تھی جو کہ ہم کو حاصل ہوئی تھی۔ کیونکہ بانگ دعوت اسلام کا ایک طریقہ ہے جو مختصر الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۲ صفحہ ۹)

وہ ختم کر چکا تو صاحب نے سررشتہ دار سے پوچھا کہ تمہیں کچھ تکلیف ہوئی؟ اُس نے کہا کہ نہیں صاحب۔ صاحب نے کہا کہ ہم کو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور اُسے کہا کہ جاؤ بیشک جا کر بانگ دو کچھ ہرج نہیں ہے۔[۱]

۱ بدر میں یہ واقعہ یوں درج ہے:-

"مسلمان کے مسجد میں بلند آواز سے اذان کہنے پر تمام پنڈت برہمن جمع ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے مجسٹریٹ ضلع کے پاس پہنچے جو کہ انگریز تھا اور اس کے سامنے شکایت کی کہ ہم پر بڑا سخت ظلم ہوا ہے کہ ایک مسلمان نے بانگ دی ہے اور اس بانگ نے سخت نقصان کیا ہے کیونکہ اس سے ہماری چیزیں بھرشٹ ہو گئی ہیں۔ نہ آٹے گوندھے ہوئے پکانے کے کام کے رہے نہ روٹیاں پکی ہوئی کھانے کے لائق رہیں۔ نہ کپڑا پہننے کے قابل رہا۔ گھر کے سب برتن بھرشٹ ہو گئے۔ مجسٹریٹ دانا تھا۔ اُس نے کہا کہ وہ بڑی پُر تاثیر اذان معلوم ہوتی ہے۔ اس مؤذن کو فوراً بلایا۔ چنانچہ وہ مؤذن طلب کیا گیا۔ اور مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہوا۔ ایک طرف غریب مؤذن اکیلا کھڑا تھا اور دوسری طرف پنڈتوں، برہمنوں اور کھتریوں کے گروہ کے گروہ داد فریاد کرتے ہوئے جمع تھے۔ انگریز نے اس مؤذن کو کہا کہ ہم تمہاری اذان سننا چاہتے ہیں۔ تم ہمارے سامنے اسی طرح اذان کہو۔ چنانچہ اس نے اذان کہی۔ صاحب نے کہا کہ اس اذان سے تو کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوتی اور ہندوؤں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا اس ملاں نے اسی طرح اذان بانگ دی تھی؟ اس پر سب برہمن اور اُن کے ساتھی چلا اُٹھے کہ نہیں حضور وہ بانگ تو بلند آواز سے تھی۔ تب مجسٹریٹ نے کہا کہ تم نے یہ بانگ بہت آہستہ کہی ہے۔ تم بلند آواز سے بانگ کہو۔ تب اس نے بہت بلند آواز سے بانگ کہی جس کو مجسٹریٹ نہایت غور سے سنتا رہا اور بعد ختم ہونے کے تعجب کے ساتھ اپنے سررشتہ دار کی طرف منہ کر کے کہنے لگا کہ اس بانگ سے تو ہمارا کچھ بھرشٹ نہیں ہوا۔ کیا تم پر کوئی ایسا اثر ہوا ہے کہ تمہاری کوئی چیز بھرشٹ ہو گئی ہو۔ سررشتہ دار ہنسا اور کہا کہ کچھ نہیں۔ تب مجسٹریٹ نے کہا کہ یہ پنڈت شریر معلوم ہوتے ہیں۔ ان سب کو دھکے لگا کے نکال دیا جاوے اور اگر آئندہ کوئی ایسی شرارت کریں تو اُن کو سزا دی جاوے۔" (بدر جلد ۲ نمبر ۲ صفحہ ۱۰ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء)

اب خیال کرو کہ انگریزوں کا قدم کس قدر مبارک ہے اور ان کے آنے سے کس قدر ترقیات ہوئی ہیں۔ کتابوں کی اشاعت ہی کی طرف دیکھو کیسی ہو رہی ہے۔ ایک شخص کتے شاہ نام کہنے لگا کہ میرے مرشد ہمیشہ صحیح بخاری کی تلاش میں رہا کرتے تھے اور پنج وقت اس کے ملنے کے لئے دعا کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی مایوس ہو کر رونے لگتے تھے اور اس قدر روتے کہ ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ اور اب یہ حال ہے کہ صحیح بخاری تین چار روپے کو مل جاتی ہے۔ لیکن اُس وقت یہ حال تھا کہ کسی ملّاں کے پاس بھی اگر کوئی کتاب ہو تو بس کنز، قدوری، کافیہ تک ہی اس کی تعداد ہو سکتی تھی اور اس وقت اس قدر خزانے نکل آئے ہیں کہ کوئی ان کو گن بھی نہیں سکتا۔

غرض میں سچ کہتا ہوں کہ گورنمنٹ کا قدم ڈالنا اس سلسلہ کے لئے . . . . . . بطور ارہاص تھا۔ ارہاص یہ ہوتا ہے کہ اصل چیز کے ظہور سے پہلے علامات ظاہر ہوں[1]۔ اب غور کر کے دیکھ لو کہ یہ کیسے صاف صاف نشان ہیں۔ کتابوں کے ذخیرے نکل آئے۔ ان کے چھاپنے اور شائع کرنے میں ہر قسم کی آسانیاں ہو گئیں۔ ارکان مذہبی کے ادا کرنے میں کوئی روک اور مزاحمت نہیں۔ کوئی بانگ اور نماز سے روک نہیں سکتا یا تو وہ وقت تھا کہ گائے کے بدلے خون ہو جاتے تھے۔ مجھے معلوم ہے کہ ایک وقت سکھوں کے عہد میں محض ایک جانور کے لئے سات ہزار آدمی مارے گئے۔ اور بٹالہ کا ایک واقعہ مشہور ہے۔ بھنڈاری جو وہاں کے رئیس ہیں ان کی حکومت تھی۔ ایک سیّد شام کو دروازے میں داخل ہوا تو وہاں گائے بھینسوں کا بڑا ہجوم تھا۔ اُس نے تلوار کی نوک سے ایک گائے کو ہٹایا۔ جس کی وجہ سے اس کی دُم کے پاس ذرا سی خراش ہو

---

[1] بدر سے۔ "کسی امر کے ظہور سے پہلے مقدمہ اور پیش خیمہ ہوتا ہے۔ انگریزوں کا آنا اسلام کی ترقی کا مقدمہ ہے۔"
(بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۶)

گئی۔ برہمن اُسے پکڑ کر لے گئے اور اس جرم میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔ اس قسم کے ظُلم اور سختیاں ہوتی تھیں۔ اب بتاؤ کہ ہم لوگ جنہوں نے اس قدر مصیبتیں اُٹھائی ہیں اگر اس کا انکار کریں[1] تو پھر خدا کا انکار کرنے والے ٹھہریں گے۔ اس وقت ایسا امن ہے کہ جو چاہے اور جس طرح چاہے عبادت کرے، بانگ دے، کوئی روکنے والا نہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت (گورنمنٹ انگلشیہ) کا شکریہ ادا کریں اور اس کی قدر کریں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے جیسا شکر گذاری کا حق تھا ادا نہیں کیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جب امن ہو گیا تھا تو خدا تعالےٰ کی طرف زیادہ توجہ کرتے اور عبادت میں مشغول ہوتے۔ مگر نماز تو درکنار بانگ تک کے روادار نہیں ہیں بلکہ ناگفتنی عیبوں میں مبتلا ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ یہ امن تو اس لئے تھا کہ نیکی میں ترقی کریں مگر انہوں نے اس کے برخلاف کیا۔ یہ سچ ہے کہ امن کی حالت دو پہلو رکھتی ہے خواہ انسان نیکی میں ترقی کرے یا شراب خانے میں چلا جاوے مگر میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ مسلمانوں نے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔[2] مگر ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ اس سے فائدہ اُٹھائے۔

---

[1] بدر سے:۔ "اگر اب اس نعمت کا انکار کریں تو خدا کا انکار ہوگا۔ کیونکہ خدا ہی نے یہ نعمت بھیجی ہے" (بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۹)

[2] بدر سے:۔ "اس قدر امن پا کر تو مسلمانوں کو لازم تھا کہ اور بھی زیادہ دین کی طرف توجہ کرتے لیکن برخلاف اس کے اب تو مساجد بھی خالی پڑی ہیں۔ پہلے تو یہ شکایت تھی کہ سکھ اذان نہیں کہنے دیتے اور اب یہ ہے کہ اذان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ دنیا کے جھگڑوں میں اور ناگفتنی عیبوں میں ایسے مبتلا ہوئے ہیں کہ دین کو بالکل بھول ہی گئے ہیں۔ چاہیے تھا کہ نیکی میں ترقی کرتے نہ کہ بدی میں۔ امن کی حالت میں انسان کو اختیار ہوتا ہے کہ خواہ مساجد کو آباد کرے اور خواہ قمار خانے کو۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان نیکی کی طرف نہیں جھکے اور انہوں نے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حالت زمانہ ضرورت امام کی داعی ہے

میں یہ کہہ چکا ہوں کہ پنجاب میں یہ سلسلہ کیوں قائم ہوا؟ سکھوں کا زمانہ ایسا تھا جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے مکہ میں قریش کا زمانہ تھا۔ اب تک بھی کہ ان کے عہد کو گذرے پچاس ساٹھ سال ہونے کو آئے پھر بھی دوسرے ہندوؤں کی نسبت ان کی حالت وحشیانہ پائی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسانی فطرت کا تنزل ہو گیا تھا اور قریب تھا کہ لوگ جانوروں کی سی زندگی بسر کرنے لگیں۔ صرف دُم کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ مسلمانوں سے بعض کی حالت یہانتک پہنچ گئی تھی کہ انہوں نے کچھ پہن لی تھی اور سکھ ہو گئے تھے اس لئے یہ ملک حق رکھتا تھا کہ خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو یہاں ہی قائم کرتا کیونکہ جو ملک زیادہ جہالت میں ہو اس کا حق ہوتا ہے کہ اس کی اصلاح ہو۔ یہی وجہ تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کا حق سب سے بڑھ کر تھا کیونکہ وہاں کی حالت ایسی خراب ہو چکی تھی کہ کسی دوسری جگہ اس کی نظیر پائی نہیں جاتی تھی۔ ان کی حالت ایسی وحشیانہ تھی کہ اس کو بیان کرتے ہوئے بھی شرم آجاتی ہے۔ وہ بالکل خلیع الرسن ہو چکے تھے۔ قمار باز وہ تھے۔ شرابخور وہ تھے۔ یتیموں کا مال مار کر کھا جاتے تھے۔ زنا کرنے میں دلیر اور بے باک تھے۔ غرض خیانت، بد دیانتی اور ہر قسم کے فسق و فجور اور معصیت میں دلیر تھے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہاں ہی آتے جہاں نہ حقوق اللہ کی پروا کی جاتی تھی اور نہ حقوق العباد کی کوئی رعایت باقی تھی۔ جیسا کہ میں نے کل ذکر کیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے جو یہ ذکر قرآن مجید میں کیا ہے کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے وقت ایسے ایسے خبیث موجود تھے کہ اُن کی مختلف بدیاں ذکر کی ہیں اور پھر اس کے بعد یہ فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بدی کو اختیار کیا ہے مگر ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ ایسا نہ کرے بلکہ اس امر کی قدردانی کرے" (بدر جلد ۶ نمبر ۹-۱۰ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء)

تک جس قدر بدیاں مختلف اوقات میں پیدا ہوئیں وہ آپ کے وقت میں سب جمع ہو گئی تھیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ زمانہ بالطبع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کو پکار پکار کر بیان کر رہا تھا اور یہ ایک امر آپ کی سچائی کی دلیل ہے اور یہ ایسی واضح دلیل ہے کہ اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ عام طور پر سب جانتے ہیں کہ جب مثلاً کوئی بیماری درجہ کمال تک پہنچ جاوے اور وہ ایسی عالمگیر ہو جاوے کہ ہر طرف موت ہی موت نظر آنے لگے تو عادت اللہ یہی ہے کہ اس وقت کوئی نہ کوئی علاج اس کا نکل آتا ہے اور گورنمنٹ کو بھی اس کے انسداد اور علاج کی طرف خاص توجہ ہونے لگتی ہے۔ وہ دیکھتی ہے کہ یہ کیا اندھیر ہوا کہ موت ہی موت ہونے لگی۔ اسی طرح پر رُوحانی نظام ہے جب کسی ملک اور قوم کی حالت بگڑ جاتی ہے اور وہ انسانیت کے جامہ سے نکل کر وحشیانہ حالت میں آجاتی ہے اور ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کا کوئی سامان پیدا کر دیتا ہے یہ بالکل صاف بات ہے۔ پس جب عرب کی حالت ایسی خراب ہو گئی تو ضروری تھا کہ اس کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کسی کامل انسان کو بھیجتا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا جو ایسے وقت آئے کہ دُنیا آپ کی اصلاح کے لئے پکار رہی تھی۔ یہ خدا تعالیٰ کے رحم کا تقاضا تھا اور مسلمانوں کے لئے یہ فخر اور ناز کا مقام ہے کہ آپ کی بعثت کے وقت زمانہ کی حالت آپ کی سچائی کی ایک روشن دلیل ہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے جو اصلاح کی وہ بھی آپ کی حقانیت کی دلیل ہے کیونکہ جب ایک طبیب بیماروں میں آوے اور مختلف قسم کے مریض موجود ہوں۔ کوئی طاعون میں مبتلا ہو۔ کوئی دق سل کا شکار اور کوئی ذات الریہ اور ذات الجنب وغیرہ میں اور پھر وہ طبیب اپنے علاج سے اکثروں کو اچھا کر دے تو اس کے حاذق اور ڈاکٹر ماننے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ بلا تکلف ماننا پڑیگا کہ وہ کامل طبیب ہے لیکن جبکہ وہ سب ہی کو اچھا کر دے اور جو دعویٰ کرے اس کو پُورا کر دکھائے اور ایسا کہ اس کی نظیر ہی نہ مل سکے تو پھر اس کے کمال میں کوئی شک ہی نہیں ہو

سکتا۔ اسے راستباز اور اپنے فن میں یکتا ماننا پڑے گا۔ یہی حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ وہ ایسے وقت آئے کہ ضرورت پکار رہی تھی اور پھر اپنی تاثیرات سے ان تمام رُوحانی مریضوں کو جو اس وقت پڑے ہوئے تھے اچھا کر دیا۔ میں دیکھتا ہوں اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ دلیلیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی ایسی جمع ہوئی ہیں کہ نہ حضرت موسیٰ کو ملیں اور نہ حضرت عیسیٰ کو (علیہما السلام)۔ سب جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ایسی قوم میں آئے جو تورات پڑھتے تھے اور فقیہوں فریسیوں کے تابع تھے۔ یہ سچ ہے کہ ان میں غافل دنیا دار بھی تھے لیکن پھر بھی تورات پڑھی جاتی تھی۔ بیت المقدس قبلہ موجود تھا لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس قوم میں آئے وہ تو کسی بات کے بھی قائل نہ تھے نہ اُن میں کوئی شریعت تھی اور نہ وہ کسی کتاب کے قائل اور پابند بلکہ اکثر تو خدا تعالیٰ کے بھی قائل نہ تھے۔ وہ کہتے تھے۔

مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ[1]

وہ جو کچھ سمجھتے تھے اسی دنیا کو سمجھتے تھے کہ آگے جا کر کسی نے کیا دیکھا ہے۔ یہی دنیا ہی دنیا ہے۔ اس آیت میں دہر کا لفظ اسی لئے بیان کیا ہے تا کہ ظاہر کیا جاوے کہ وہ دہریہ تھے۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت عرب میں قریباً تمام بیہودہ اور باطل مذہب جمع ہوئے تھے۔ وہ گویا ایک چھوٹا سا نقشہ تھا جو گندے اور افراط تفریط کے طریق تھے وہ عملی طور پر اس میں دکھائے گئے تھے۔ جیسے کسی ملک کا نقشہ ہو۔ اس میں سب مقام موٹے موٹے دکھائے جاتے ہیں۔ اسی طرح وہاں کی حالت تھی۔ یہ کیسی بڑی روشن دلیل آپ کی سچائی کی ہے کہ ایسی قوم اور ایسے ملک میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا جو انسانیت کے دائرہ سے نکل چکا تھا۔

میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ خواہ کیسا ہی پکا دشمن ہو اور خواہ وہ عیسائی ہو یا آریہ جب وہ ان حالات کو دیکھے گا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب کے تھے۔ اور

[1] الجاثیۃ: ۲۵

پھر اس تبدیلی پر نظر کرے گا جو آپ کی تعلیم اور تاثیر سے پیدا ہوئی تو اسے بے اختیار آپ کی حقانیت کی شہادت دینی پڑے گی۔ موٹی سی بات ہے کہ قرآن مجید نے اُن کی پہلی حالت کا تو یہ نقشہ کھینچا ہے۔ یَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ۔ یہ تو ان کی کفر کی حالت تھی۔ پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک تاثیرات نے ان میں تبدیلی پیدا کی تو ان کی یہ حالت ہو گئی۔ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا یعنی وہ اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے راتیں کاٹ دیتے ہیں جو تبدیلی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب کے وحشیوں میں کی اور جس گڑھے سے نکال کر جس بلندی اور مقام تک انہیں پہنچایا۔ اس ساری حالت کے نقشہ کو دیکھنے سے بے اختیار ہو کر انسان رو پڑتا ہے کہ کیا عظیم الشان انقلاب ہے جو آپ نے کیا۔ دُنیا کی کسی تاریخ اور کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ نری کہانی نہیں۔ یہ واقعات ہیں جن کی سچائی کا ایک زمانہ کو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

قرآن مجید تو ایسی کتاب ہے کہ وہ ان میں پڑھی جاتی تھی اور یہ سب باتیں اس میں درج ہیں۔ کفار سُنتے تھے جہاں وہ اس کی مخالفت کے لئے ہر قسم کی کوششیں کرتے تھے۔ اگر یہ باتیں غلط ہوتیں تو وہ آسمان سر پر اُٹھا لیتے کہ یہ ہم پر اتہام اور الزام ہے۔ یہ معمولی بات نہیں بلکہ بہت ہی قابلِ غور مقام ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہزاروں ہزار دلائل ہیں۔ لیکن یہ پہلو آپ کی حقانیت کے ثبوت میں ایک علمی پہلو ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور جس دلیل کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ یا تو عربوں کی وہ حالت تھی اور یا یہ تبدیلی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی[1]۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے ناواقف اور اس سے دُور پڑی ہوئی قوم کو اس مقام تک پہنچا دینا کہ

[1] بدر سے :- "میرے اصحاب میں اللہ ہی اللہ ہے۔ ان کا رنگ ہی بدل گیا تھا" (بدر جلد ۶ نمبر ۲ صفحہ ۱۱ مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۰۷ء)

محمد: ۱۳ ۔ الفرقان: ۶۵

پھران کی نظر ماسوی اللہ سے خالی ہو جاوے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی دلیل کہ آپ کا مذہب زندہ ہے

پھر آپ کی حقانیت پر ایک اور دلیل بھی عجیب تر ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں پائی نہیں جاتی اور وہ آپ کے دیئے ہوئے مذہب کا زندہ مذہب ہونا ہے۔ زندہ مذہب وہ مذہب ہوتا ہے جس کی زندگی کے آثار ہر وقت ثابت ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے ثمرات اور برکات اور تاثیرات کبھی مُردہ نہیں ہوتے بلکہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ پائے جاتے ہیں۔ جو درخت خریف کے دنوں میں ٹنڈ ہو جاتے ہیں اور کوئی پھل پھول اور پتا ان کا نظر نہیں آتا بلکہ نری خشک کڑیاں نظر آتی ہیں انہیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھلدار درخت ہے[1]۔ لیکن جب ربیع کا موسم شروع ہوتا ہے اور خزاں کا دور ختم ہو جاتا ہے تو پھلدار درختوں کی شان ہی الگ ہوتی ہے۔ ان میں پھل پھول شروع ہو جاتے ہیں۔ جیسے یہ خریف اور ربیع کا دَور جسمانی رنگ میں ہے اسی طرح پر رُوحانی طور پر دین میں بھی خریف اور ربیع کے دو سلسلے ہوتے ہیں۔ ایک صدی جب گذر جاتی ہے تو لوگوں میں سُستی اور غفلت اور دین کی طرف سے لاپرواہی شروع ہو جاتی ہے اور ہر قسم کی اخلاقی کمزوریاں اور عملی اور اعتقادی غلطیاں اُن میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ زمانہ غفلت اور لاپرواہی کا خریف کے زمانہ سے مشابہ ہوتا ہے[2]۔ اس کے بعد دوسرا دَور

---

[1] بدر سے:۔ "اس وقت کوئی شناخت نہیں کر سکتا کہ ان درختوں کے درمیان پھل دینے والا زندہ درخت کونسا ہے اور مُردہ درخت کونسا ہے" (بدر جلد ۶ نمبر ۲ صفحہ ۱۱ مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۰۷ء)

[2] بدر سے:۔ "مرورِ زمانہ سے وہ اصلیت نہیں رہتی۔ چھ سات دن میں تو بدن کا کپڑا بھی مَیلا ہو جاتا ہے۔" (بدر حوالہ مذکور)

شروع ہوتا ہے اور یہ ربیع کا زمانہ ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ ایک مجدد کو بھیج دیتا ہے جو نئے سرے سے دین کو تازہ کرتا ہے۔

پس یہ مجدد کا اور اسلام کا تازہ بتازہ رہنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کیونکہ اسی سے اس مذہب کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ غور کرو کہ جن باغوں کے لئے خریف ہی ہو اور ربیع میں وہ اپنا کوئی نمونہ نہ دکھائیں اور ان میں تازگی اور شگفتگی پیدا نہ ہو۔ پھر وہ کیا بچیں گے۔ آخر وہ تو کاٹ کر جلا لئے جائیں گے۔ یہی حال اس وقت دوسرے مذاہب کا ہو رہا ہے۔ ان پر خزاں کا اثر تو ہو چکا مگر ربیع کا دور ان میں نہیں آتا۔ اور خود ان کے ماننے والے تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں وہ برکات، تاثیرات اور ثمرات جو ایک زندہ مذہب میں ہونے چاہئیں نہیں ہیں تو پھر ان کی اپنی شہادت کے موجود ہوتے ہوئے کسی اور دلیل کی کیا حاجت ہے؟

زندہ مذہب کا مقابلہ

ہندوؤں اور عیسائیوں کے مذہب پر تو خزاں کا تصرف اور دخل ہو چکا۔ ان میں کوئی تاثیرات اور نشانات نہیں ہیں۔ میں علانیہ کہتا ہوں کہ ان میں زندہ مذہب کی برکات نہیں ہیں۔ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو میں ہر سزا کے لئے جو وہ میرے لئے تجویز کریں تیار ہوں۔ لیکن سچ یہی ہے کہ وہ رُوحانیت سے خالی ہیں اور بالکل مر چکے ہیں۔ ان میں زندگی کے آثار بالکل نہیں۔ وہ بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں اور ان مذاہب کے ماننے والے صرف ایک مُردہ کو لئے ہوئے ہیں کیونکہ وہ خدا جس پر کامل یقین اس سے سچا تعلق پیدا کر دیتا ہے اور جس تعلق سے پھر نجات ملتی ہے وہ اُن کے نزدیک ایک وہمی ہستی ہے جس پر کوئی روشن دلیل نہیں ہے۔ کیا کوئی ان میں ایسا شخص ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ میں نے خدا تعالےٰ کو خود بولتے سُنا ہے؟ اس نے میری دُعاؤں کا جواب دیا ہے؟

یا اُس نے اپنے فضل سے غیروں میں امتیاز کے لئے کوئی خارق عادت نشانات ایسے دیئے ہیں جس سے اس میں اور اس کے غیروں میں امتیاز قائم ہو جاوے اگر کوئی ایسا شخص ہے تو اس کا نشان دو۔ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس امر کے تسلیم کرنے میں سب طرح[1] سے کام نہ لو کہ فی الحقیقت یہ مذہب خزاں کا نشانہ ہو چکے ہیں۔

خدا تعالےٰ کی ہستی پر جیسی یہ واضح دلیل ہے کہ خود وہ اپنے بندے سے کلام کرے اور نشانات ظاہر ہوں اور کوئی دلیل اس کے مقابلہ میں نہیں آسکتی باقی صرف قیاسات ہیں۔

وید کی رو سے یہ طے شدہ امر ہے کہ اب کوئی نشان ظاہر نہیں ہو سکتا اور خدا تعالےٰ کسی سے کلام نہیں کرتا اور خواہ کوئی شخص کتنا ہی اُسے پکارے اُس کی پکار کا جواب اُسے مل ہی نہیں سکتا۔ کبھی ایک بار خدا تعالیٰ نے کلام کیا تھا مگر اب وہ خاموش ہے۔ جب یہ اصول اور عقیدہ ہو تو بتاؤ اس سے انسان کو خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین لانے کے لئے کیا تسلّی ہو سکتی ہے اور اس سے وہ یقین کیونکر پیدا ہو سکتا ہے جس سے انسان حقیقی نجات حاصل کرے۔

آریوں کے عقیدہ کے موافق خدا کی ہستی پر دلیل نہیں

یہ تو سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان لانے کے لئے دلائل کی حاجت ہے۔ اگر مصنوعات اور مخلوقات اس کے وجود پر دلائل ہیں، مثلاً یہ کہ چاند سورج بطور نشان کے ہیں تو اُن کے عقیدہ کے موافق اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یہ دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے مذہب کے موافق ارواح یعنی جیو خود بخود ہیں اور وہ انادی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی نہیں کیا۔ جب وہ پیدا شدہ ہی نہیں

---

[1] حاشیہ۔ معلوم ہوتا ہے سہو کتابت ہے "سب طرح" کی بجائے "ہٹ دھرمی" ہوگا۔ (مرتب)

ہیں تو اپنے پیدا کرنے والے پر دلیل کس طرح ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح پر ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ذرات جن کو اجسام کہتے ہیں یہ بھی خود بخود ہیں۔ پرمیشر کا صرف اتنا کام ہے کہ وہ ان کو جوڑ جاڑ دیتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جب وہ عظیم الشان کام خود بخود ہیں تو جوڑنے جاڑنے کے لئے اس کی کیا حاجت ہے وہ بھی خود بخود ہو جائے گا۔ اس لئے آریوں کے عقیدہ کے موافق پرمیشر کے وجود پر کوئی دلیل نہیں۔ اگر ان سے پوچھا جاوے کہ پرمیشر کے وجود پر کیا دلیل ہے؟ تو جواب یہی ہے کہ کوئی نہیں۔ نہایت کار وہ یہ کہیں گے کہ وہ ارواح اور مواد کو جوڑتا جاڑتا ہے۔ سو یہ کچی اور بیہودہ بات ہے۔ کوئی عقلمند انسان اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

اسلام ہستی باریتعالیٰ کا کیا ثبوت دیتا ہے

برخلاف اس کے اسلام یہ سکھاتا ہے کہ کوئی چیز خود بخود نہیں خواہ وہ ارواح ہوں یا اجسام، سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ ہر چیز کا مبدء فیض اور سرچشمہ وہی ہے۔ اس لحاظ سے اس کے مصنوعات پر نظر کر کے ہم اس کو پہچان سکتے ہیں۔ پس یہ دلیل اگر کام دے سکتی ہے اور مفید ہو سکتی ہے تو مسلمانوں کے لئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی معرفت مسلمانوں کو نہیں دی بلکہ اپنی شناخت اور معرفت کے اور بہت سے نشانات ان کو دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[1]

اور پھر فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ[2]

یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر انہوں نے استقامت دکھائی اور کوئی مشکل اور مصیبت انہیں اس اقرار سے پھرا نہیں سکی ان پر ملائکہ

[1] یونس: ۶۵ [2] حٰمٓ السجدۃ: ۳۱

کا نزول ہوتا ہے۔ یہ بڑا بھاری طریق ہے خدا کو پہچاننے کا۔ اس سے وہ یقین پیدا ہوتا ہے جو انسان کو نجات کا وارث بنا دیتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے وجود پر کامل یقین پیدا ہو جاوے تو انسان کی زندگی میں ایک معجزنما تبدیلی ہوتی ہے وہ گناہ آلود زندگی سے نکل آتا ہے اور پاکیزگی اور طہارت کا جامہ پہن لیتا ہے اور یہی نجات ہے جو اس کو گناہ سے بچالیتی ہے۔ اس کے ثمرات اور برکات خدا تعالےٰ پر کامل یقین اور توکل پیدا ہونے لگتے ہیں اور معجزات اور نشانات مشاہدہ کرائے جاتے ہیں۔

اب چونکہ زمین و آسمان پر مدت ہائے دراز گذر گئی ہیں اس لئے نرا اُن کا وجود یقین کے لئے کافی نہیں۔ اگر یہ کافی ہوتے تو لوگ دہریہ کیوں بنتے[1]؟ میں یقیناً کہتا ہوں کہ دوسرے لوگ دہریوں کو خدا تعالےٰ کی ہستی پر قائل نہیں کر سکتے لیکن ہمارے سامنے لاؤ۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ مان جاویں مگر ہم یہ دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ لاجواب ہو جائیں گے۔ وہ طریق جس سے ہم دہریوں اور دوسروں پر حجت قائم کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کے اقتداری نشان اور اقتداری پیشگوئیاں۔ اسلام پر اللہ تعالےٰ کا خاص فضل اور رحم ہے کہ ایک سچا مسلمان یہانتک ترقی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کو مکالمہ مخاطبہ نصیب ہو جاتا ہے مگر یہ سب کچھ تقویٰ سے نصیب ہوتا ہے۔ جہاں قرآن شریف میں تقویٰ کا ذکر کیا ہے وہاں بتایا ہے کہ ہر ایک علم (اس سے اخروی علم مراد ہے

---

[1] بدر سے :۔ "خدا تعالےٰ کی شناخت کے واسطے یہ ایک بڑا طریق ہے کہ نشانات کا مشاہدہ کرایا جاوے۔ جب ایک سلسلہ نشانات اور کرامات کو مدت دراز گذر جاتی ہے تو لوگ دہریہ مزاج ہو جاتے ہیں اور بیہودہ باتیں بنانے لگتے ہیں" (بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۱۲ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء)

زمینی اور دنیوی علم مراد نہیں)، کی جڑ تقویٰ ہی ہے اور تمام نیکیوں کی جڑ یہی تقویٰ ہے۔ متقی کا خدا تعالیٰ خود متکفل ہوتا ہے اور اس کے لئے عجیب در عجیب نشان ظاہر کرتا ہے۔

تقویٰ علوم دینیہ کی کلید ہے

قرآن شریف نے شروع میں ہی فرمایا۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ[*] پس قرآن شریف کے سمجھنے اور اس کے موافق ہدایت پانے کے لئے تقویٰ ضروری اصل ہے۔ ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔[1] دوسرے علوم میں یہ شرط نہیں۔ ریاضی، ہندسہ و ہیئت وغیرہ میں اس امر کی شرط نہیں کہ سیکھنے والا ضرور متقی اور پرہیزگار ہو۔ بلکہ خواہ کیسا ہی فاسق و فاجر ہو۔ وہ بھی سیکھ سکتا ہے مگر علم دین میں خشک منطقی اور فلسفی ترقی نہیں کر سکتا اور اس پر وہ حقائق اور معارف نہیں کھل سکتے۔ جس کا دل خراب ہے اور تقویٰ سے حصہ نہیں رکھتا اور پھر کہتا ہے کہ علوم دین اور حقائق اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں وہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہرگز ہرگز اُسے دین کے حقائق اور معارف سے حصہ نہیں ملتا بلکہ دین کے لطائف اور نکات کے لئے متقی ہونا شرط ہے جیسا کہ یہ فارسی شعر ہے:۔

عروسِ حضرتِ قرآں نقاب آنگہ بر دارد
کہ دارالملک معنے را کند خالی ز ہر غوغا

جب تک یہ بات پیدا نہ ہو اور دارالملک معنے خالی نہ ہو، وہ غوغا کیا ہے؟ یہی فسق و فجور دنیا پسندی ہے۔ ہاں یہ جُدا امر ہے کہ چور کی طرح کچھ کہلائے تو کہہ دے۔[2] لیکن جو روح القدس سے بولتے ہیں وہ بجز تقویٰ کے نہیں بولتے

---

[1] بدر سے :۔ "اللہ تعالیٰ نے اس بات کو حرام کیا ہے
[2] کہ فسق و فجور اور شرارت کے ساتھ کسی کو دینی علوم بھی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

[*] البقرۃ: ۳ [1] الواقعۃ: ۸۰

یہ خوب یاد رکھو کہ تقویٰ تمام دینی علوم کی کنجی ہے۔ انسان تقویٰ کے سوا ان کو نہیں سیکھ سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الٓمٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ[1]۔ یہ کتاب تقویٰ کرنے والوں کو ہدایت کرتی ہے اور وہ کون ہیں؟ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ[2] جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ یعنی ابھی وہ خدا نظر نہیں آتا۔ اور پھر نماز کو کھڑی کرتے ہیں یعنی نماز میں ابھی پورا سرور اور ذوق پیدا نہیں ہوتا۔ تاہم بے لطفی اور بے ذوقی اور وساوس میں ہی نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ تجھ پر یا تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ متقی کے ابتدائی مدارج اور صفات ہیں۔ جیسا کہ میں نے ایک مرتبہ بیان کیا تھا بظاہر یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ جب وہ خدا پر ایمان لاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، خرچ کرتے ہیں اور ایسا ہی خدا کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، پھر اس کے سوائے ہدایت کیا ہوئی؟ یہ تو گویا تحصیل حاصل ہوئی۔ ینفقون میں دونو باتیں داخل ہیں یعنی دوسروں کو روٹی یا کپڑا یا مال دیتا ہے اور یا قومی خرچ کرتا ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ عبادتیں اور یہ الفاظ اسی حد تک جو بیان کی گئی ہیں انسان کے کمال سلوک اور معرفت تامہ پر دلالت نہیں کرتے۔ اگر ہدایت کا انتہائی نقطہ یؤمنون بالغیب ہی تک ہو تو پھر معرفت کیا ہوئی؟ اس لئے جو شخص قرآن مجید کی ہدایت*

*بقیہ حاشیہ: حاصل ہو جائیں۔ ہاں چور کی طرح کوئی دوسروں کی بات لے کر بیان کر دے تو وہ مال مسروقہ ہے لیکن وہ کلام جو روح القدس کی تائید کے ساتھ ہوتا ہے وہ تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام دینی علوم کی کنجی تقویٰ ہی ہے"

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۱۲ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء)

*حاشیہ بدر سے۔ (اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

[1] البقرۃ: ۲، ۳ [2] البقرۃ: ۴

پر کاربند ہوگا وہ معرفت کے اعلیٰ مقام تک پہنچے گا۔ اور وہ یؤمنون بالغیب سے نکل کر مشاہدہ کی حالت تک ترقی کرے گا۔ گویا خدا تعالیٰ کے وجود پر عین الیقین کا مقام ملیگا۔
اسی طرح پر نماز کے متعلق ابتدائی حالت تو یہی ہوگی جو یہاں بیان کی کہ وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں یعنی نماز گویا گری پڑتی ہے گرنے سے مراد یہ ہے کہ اس میں ذوق اور لذت نہیں بے ذوقی اور وساوس کا سلسلہ ہے اس لئے اس میں وہ کشش اور جذب نہیں کہ انسان جیسے بھوک پیاس سے بیقرار ہو کر کھانے اور پانی کے لئے دوڑتا ہے اسی طرح پر نماز کے لئے دیوانہ وار دوڑے۔ لیکن جب وہ ہدایت پاتا ہے تو پھر یہ صورت نہیں رہے گی۔ اُس میں ایک ذوق پیدا ہو جائے گا۔ وساوس کا سلسلہ ختم ہو کر اطمینان اور سکینت کا رنگ شروع ہوگا۔ کہتے ہیں کسی شخص کی کوئی چیز گُم ہو گئی تو اس نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ نماز میں یاد آجائیگی یہ نماز کاملوں کی نہیں ہوا کرتی کیونکہ اس میں تو شیطان انہیں وسوسہ ڈالتا ہے لیکن جب کامل کا درجہ ملے گا تو ہر وقت نماز ہی میں رہے گا اور ہزاروں روپیہ کی تجارت اور مفاد بھی اس میں کوئی ہرج اور روک نہیں ڈال سکتا۔ اسی طرح پر باقی جو کیفیتیں ہیں وہ نرے قال کے

بدر سے :- "پہلا ایمان غیب پر ہے۔ لیکن اگر ایمان صرف غیب تک محدود رہے تو اس میں کیا فائدہ؟ وہ تو ایک سُنی سُنائی بات ہے۔ اس کے بعد معرفت اور مشاہدہ کا درجہ حاصل کرنا چاہیئے جو کہ اس ایمان کے بعد رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام کے عطا ہوتا ہے اور انسان کی حالت غیب سے منتقل ہو کر علم شہود کی طرف آجاتی ہے۔ جن باتوں پر وہ پہلے غیب کے طور پر ایمان لاتا تھا اب ان کا عارف بن جاتا ہے۔ اور اس کو رفتہ رفتہ وہ درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے۔ پس غیب پر ایمان لانے کو آگے ترقی دی جاتی ہے اور وہ مشاہدہ کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۱۲ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء)

رنگ میں نہ ہوں گی ان میں حالی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور غیب سے شہود پر پہنچ جاوے گا یہ مراتب نرے سُنانے ہی کو نہیں ہیں کہ بطور قصہ تم کو سُنا دیا اور تم بھی تھوڑی دیر کے لئے سُنکر خوش ہو گئے۔ نہیں یہ ایک خزانہ ہے اس کو مت چھوڑو۔ اس کو نکال لو۔ یہ تمہارے اپنے ہی گھر میں ہے اور تھوڑی سی محنت اور سعی سے اس کو پا سکتے ہو۔

ایک شخص کے پاس کنواں ہو اور وہ اس کے گھر ہی میں ہو۔ لیکن وہ کیسا بدنصیب ہے اگر اسے اس کا علم نہ ہو۔ اسی طرح اس مسلمان سے کون زیادہ بدنصیب ہے جس کو خدا تعالےٰ وعدہ دیتا ہے کہ میں اپنے کلام سے مشرف کروں گا مگر وہ اس کی طرف توجہ نہ کرے۔ یہ خدا تعالےٰ کا بڑا فضل ہے اور اسلام سے خاص ہے۔ کسی آریہ سے پوچھو کہ تم وعدہ ہی دکھاؤ وہ یہ بھی نہیں دکھا سکتے۔ ماتم زدہ اور مُردہ وہ مذہب ہے جس کے الہام پر مہر لگ گئی اور ویران اور اُجڑا ہوا وہ باغ ہے جس پر خزاں کا قبضہ ہو چکا لیکن ربیع کا اثر اس پر نہیں ہو سکتا۔

کیسے افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ انسانی فطرت پر تو مہر نہ لگی اس میں تو معرفت حقیقی کی وہی بھوک پیاس موجود ہے لیکن الہام پر مُہر لگا دی گئی جو معرفت الٰہی کا سرچشمہ تھا افسوس بھُوک میں غذا پھینک دی گئی اور پیاس کی حالت میں پانی لے لیا گیا۔

ایسا ہی عیسائی مذہب کا حال ہے۔ باوجود ہزاروں ضعف اور غربت کے ایک عاجز انسان کو خدا بنانا اَور بات ہے یہ تو بڑی لاف زنی ہے۔ زبان سے کہدیا لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس کی خدائی مان کر جو فضل تم پر ہوا اور جو معرفت بڑھی ہے اُسے بھی تو پیش کرو یہ کیسا میزبان ہے کہ دعوت کر کے بُلایا ہے اور بھُوک پیاس بھی لگی ہوئی ہے۔ ہاتھ دُھلا دیتے ہیں مگر نہ روٹی دیتا ہے اور نہ پانی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ وہ مُردہ مذہب ہیں۔ ان میں زندگی کے آثار اور زندگی کی حس و حرکت نہیں۔ وہ خشک ٹہنیاں ہیں۔ ان میں اب پھل پھُول نہیں نکل سکتے۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے۔ یہی ہے

جس کا ربیع ہمیشہ آتا ہے جبکہ اس کے درخت سرسبز ہوتے ہیں اور شیریں اور لذیذ پھل دیتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی مذہب یہ خوبی نہیں رکھتا۔ اگر اس میں سے یہ خوبی نکال دی جاوے تو یہ بھی مُردہ ہو جاتا۔ مگر نہیں وہ زندہ مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اس کی زندگی کا ثبوت دیا ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی اس نے اپنے فضل سے اس سلسلہ کو اسی لئے قائم کیا ہے تا وہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر گواہ ہو اور تا خدا کی معرفت بڑھے اور اس پر ایسا یقین پیدا ہو جو گناہ اور گندگی کو بھسم کر جاتا ہے اور نیکی اور پاکیزگی پھیلاتا ہے۔

موجودہ حالتِ زمانہ

یہ زمانہ سخت ابتلا کا زمانہ ہے۔ ہر قسم کے جرائم کا مجموعہ ہے۔ ہر قسم کی ضلالت پورے جوش میں ہے۔ وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں ہر قسم کے عیب اور معاصی ان میں پائے جاتے ہیں۔ زانی، شرابی، قمار باز، بد دیانت اور خائن ہیں۔ قرضہ دیا جاوے تو دیتے نہیں۔ عہد کرتے ہیں تو توڑتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق کو پامال کرنے اور ظلم کرنے میں دلیر ہیں۔ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں۔ غرض وہ کونسا عیب اور جرم ہے جو نہیں کرتے۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ان کی وہی حالت ہو رہی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت قریش کی تھی۔ پھر اس قسم کے فسق و فجور کے ساتھ ایک اور خطرناک ابتلا دوسرے مذاہب کا ہے۔ وہ ہر قسم کے لالچ دے کر مرتد کر لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی لاکھ مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔ اب اندرونی طور پر تو مسلمانوں کی وہ حالت ہے جو میں نے ابھی بیان کی ہے اور بیرونی حالت وہ ہے جو عیسائی اور آریہ اور دوسرے مذاہب اسلام سے گمراہ کرنے کے لئے اپنی تدبیروں کو کام میں لا رہے ہیں اور اس طرح پر نہ اندرونی حالت کو دیکھ کر آرام آتا ہے اور نہ بیرونی حالت کو دیکھ کر کوئی راحت ہو سکتی ہے۔

پھر جبکہ اس حد تک اسلام کی حالت ہو گئی ہے تو کیا خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ اِنَّا

نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحافظون[1] بالکل غلط ہوگیا؟ کیا حق نہ تھا کہ اس وقت اس کی حفاظت کی جاتی؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ قوم پورا پورا صدمہ خریف کا اُٹھا چکی ہے اب ضروری ہے کہ اسے ربیع کا حصہ ملے اور اسلام کے پاک درخت کے پھل پھول نکلیں سکھوں کے عہد میں اسلام کو جو صدمہ پہنچا ہے وہ بہت ہی ناگوار ہے۔ مساجد گرا دی گئیں۔ وحشیانہ حالت ایسی تھی کہ بانگ اور نماز تک سے روکا جاتا اور شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو جسے قرآن آتا ہو۔ اپنی حالت بھی انہوں نے سکھوں کی سی بنا لی۔ کچھ پہن لئے اور مونچھیں بڑھا لیں اور السلام علیکم کی جگہ واہگوروجی کی فتح رہ گئی۔ یہ تو وہ حالت تھی جو سکھوں کے عہد میں ہوئی۔ اب جب امن ہوا تو فسق و فجور میں ترقی کی اور ادھر عیسائیوں نے ہر قسم کے لالچ دے کر ان کو عیسائی بنانا چاہا اور ان کا وار خالی نہیں گیا۔ ہر گرجا میں ہر شریف قوم کی لڑکیاں اور لڑکے پاؤ گے جو مُرتد ہو کر ان میں مل گئے ہیں۔ وہ کیسا دردناک واقعہ ہوتا ہے جب کسی شریف خاندان کی لڑکی کو پھُسلا کر لے جاتے ہیں اور پھر وہ بےپردہ ہو کر پھرتی ہے اور ہر قسم کے معاصی سے حصہ لیتی ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر ایک معمولی عقل کا آدمی بھی کہہ اُٹھے گا کہ یہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد آوے۔ ان لوگوں کا تو ہم منہ بند نہیں کر سکتے جو کہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑا۔ ایسے لوگوں کے نزدیک تو اگر سب کے سب دہریہ ہو جائیں تب بھی کچھ نہیں بگڑے گا۔ لیکن سچی بات یہی ہے کہ اس وقت اسلام خدا کی مدد کا سخت محتاج ہے۔

مجدد زمانہ حاضر کا میں ہوں

اور یہ کیسی خوشی کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے وقت میں اسلام کو بے مدد نہیں چھوڑا۔ اس نے اپنے قانون کے موافق مجھے بھیجا ہے تا میں اسے زندہ کروں مگر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ باوجودیکہ زمانہ کی حالت مجدد کی داعی تھی اور مولویوں سے پوچھو

[1] الحجر: ۱۰

وہ اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہر صدی پر ایک مجدد آئے گا۔ لیکن جب اُن سے پوچھا جاوے کہ اب بتاؤ اس صدی کا مجدد کون ہے؟ تو جواب نہیں دیتے۔ حالانکہ ۲۴ سال صدی میں سے گزر گئے اور جب میں پیش کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس صدی کا مجدد کرکے بھیجا ہے تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں دجال آیا۔ اور ابھی کہتے ہیں کہ ایک نہیں تیس دجال آنے والے ہیں۔

افسوس باوجود اس سرگردانی کے کیا تمہارے حصہ میں دجال ہی آیا ہے۔ کیا کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے مجدد آئیں گے مگر چودھویں صدی پر جو سب سے زیادہ فتنوں کی صدی ہے دجال آئے گا[لہ]۔ موجودہ حالت تو کھول کھول کر پکار رہی ہے کہ اصلاح کی ضرورت ہے مگر یہ ابھی اور فساد چاہتے ہیں۔ یہ پکی بات ہے کہ جب زمین پر معصیت اور پاپ پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اصلاح کے لئے کسی کو بھیجتا ہے اور اب وہ حالت ہو چکی تھی اس لئے اب بھی اسی نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔

حالتِ زمانہ کے بعد وہ نشانات ہیں جو اس سلسلہ کی سچائی کے لئے ظاہر ہوئے اور ان نشانات سے وہ نشانات مراد ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرار دیئے تھے اور قبل از وقت بتا دیئے تھے۔ منجملہ ان کے ایک کسوف خسوف کا نشان ہے۔ مولوی جب تک یہ نشان پُورا نہیں ہوا تھا رو رو کر اس حدیث کو پڑھا کرتے تھے۔ مولوی محمد لکھو کے والے نے اپنی کتاب احوال الآخرت میں اس نشان کو بڑے زور شور سے بیان کیا ہے کہ مہدی کے زمانہ میں رمضان کے مہینے میں کسوف اور خسوف ہوگا۔ دار قطنی کھول کر دیکھ لو کہ کیا یہ حدیث اس میں موجود ہے یا نہیں؟ لیکن جب یہ نشان پورا ہوا اور نہ ایک دفعہ بلکہ دو مرتبہ

لہ بدر سے :- "کیا سبب ہے کہ اس صدی کے سر پر آکر وہ حدیث بھی جھوٹی ہو گئی جو ۱۳۰۰ سال تک ٹھیک ثابت ہوتی چلی آتی تھی"

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۱۲ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء)

ایک مرتبہ اس ملک میں ہوا۔ دوسری مرتبہ امریکہ میں ہوا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ تا دو مرتبہ حجت پُوری ہو جاوے اور اس ملک میں اس لئے کہ چونکہ وہ ملک عیسائی مذہب کی اشاعت کرتے ہیں۔ ان پر بھی اتمام حجت ہو۔ اب بتاؤ کہ علاوہ اور بے شمار نشانات کے یہ زبردست نشان ظاہر ہوا۔ اور اس کو پورا ہوئے بھی دس گیارہ سال گذر گئے۔ اگر حقیقی مدعی موجود نہ تھا تو پھر یہ نشان کس لئے ظاہر ہوا؟ نشان پورا ہو چکا مگر تم ابھی تک حقیقی دعویدار کو دجّال اور اور واجب القتل کہے جاتے ہو۔ میرے ایک دوست نے بیان کیا کہ جب یہ نشان پورا ہوا تو ایک مولوی غلام مرتضیٰ نام نے خسوف قمر کے وقت اپنی رانوں پر ہاتھ مار مار کر (جیسے کوئی سیاپا کرتا ہے۔ ایڈیٹر) کہا کہ اب دُنیا گمراہ ہو گی۔ خیال تو کرو کیا وہ خدا تعالیٰ سے بڑھ کر دُنیا کا خیر خواہ تھا۔ اس نے کیسی غلطی کھائی۔ اگر انصاف اور خدا ترسی ہوتی تو میرے معاملہ میں اس کے بعد خاموش ہو جاتے۔ مگر نہیں اور بھی دلیر ہوئے۔ یہ کسوف خسوف کا نشان حدیث ہی میں بیان نہیں ہوا۔ بلکہ قرآن مجید نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

پھر قرآن شریف میں ایک اَور نشان بتایا گیا تھا کہ اس زمانہ میں طاعون کثرت سے پھیلے گی۔ احادیث میں بھی یہ پیشگوئی تھی۔ قرآن مجید میں لکھا تھا۔ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا[1]۔ اور دوسری جگہ صاف طور پر بتایا گیا تھا کہ وہ ایک زمینی کیڑا ہوگا (دابۃ الارض)۔ آخری زمانہ میں بہت سے لوگ اس سے مریں گے۔ اب کوئی بتائے کہ کیا اس نشان کے پُورا ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی رہ گیا ہے؟

پھر اس آخری زمانے کے نشانات میں بتایا گیا تھا کہ نہریں نکالی جاویں گی اور نئی آبادیاں ہوں گی۔ پہاڑ چیرے جاویں گے۔ کتابوں اور اخباروں کی اشاعت ہو گی۔ اور یہ بھی لکھا تھا وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ[2] یعنی ایک ایسی نئی سواری نکلے گی جس کی وجہ سے اُونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی۔ اور ایسا ہی حدیث میں بھی فرمایا گیا تھا لَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا۔ اب دیکھ لو کہ ریل کے اجراء سے یہ پیشگوئی کیسی صاف صاف پُوری ہو گئی۔ اور

[1] بنی اسرائیل: ۵۹ [2] التکویر: ۵

عنقریب جب مکہ تک ریل آئے گی تو اَور بھی اس کا نظارہ قابلِ دید ہوگا۔ جب وہاں کے اُونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ مگر میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ انہوں نے محض میرے ساتھ بخل کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر بھی حملہ کیا اور آپ کی پیشگوئیوں کی تکذیب کی۔ وہ امر جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت ثابت ہوتی تھی۔ میری عداوت کی وجہ سے اُسے مٹانا چاہا ہے۔ مجھ سے عداوت ہی سہی لیکن آپؐ کی پیشگوئی کو کیوں پامال کر دیا! میں سچ کہتا ہوں کہ طاعون اور ریل کے اجراء وغیرہ کی پیشگوئیوں کا محض اس وجہ سے اُنہوں نے انکار کیا کہ اُن سے میری سچائی ثابت ہوتی تھی جس سے معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہیں کوئی تعلق محبت کا باقی نہیں کیونکہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ دشمن کو آزار پہنچانے کے لئے محبوب کے نشانات کو پامال کر دیا جاوے مگر انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات اور نشانات کو جو اس زمانہ میں ظاہر ہوئے پامال کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو نشانات اور معجزات آپ کے وقت میں ظاہر ہوئے وہ اس زمانہ کے لوگوں تک محدود تھے اور اس زمانہ کے لئے وہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کے مصداق تھے۔ لیکن چونکہ آپ کا دامن نبوت بہت وسیع ہے اور اس زمانہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ معجزات رکھے تھے اور وہ ظاہر ہوئے لیکن میری مخالفت اور عداوت کی وجہ سے اُنہوں نے بُخل سے مٹانا چاہا ہے۔ ایک طرف تو آپ کی محبت اور آپ کے اتباع کا دعویٰ ہے۔ دوسری طرف جب نشان ظاہر ہوتا ہے تو انکار کر دیتے ہیں۔

یہ تو وہ نشانات تھے جو اس زمانہ کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر بیان کئے تھے مگر اس کے سوا نشانات کا ایک اَور بھی نیا سلسلہ ہے۔ یہ وہ نشانات ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے۔ جن کی قبل از وقت خبر دی گئی۔ اُن کی تعداد بہت بڑی ہے۔

منجملہ ان کے ایک زلزلہ کی پیشگوئی ہے جو اگرچہ قرآن شریف میں بھی اس کی خبر دی گئی تھی لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے بھی اس کا علم دیا جیسا کہ براہین احمدیہ اور دوسری کتابوں میں مَیں نے درج کر دیا۔ اور پھر جن دنوں میں گورداسپور میں تھا زلزلہ کا دھکا الہام ہوا تھا جو انہیں ایام میں اخبارات میں شائع کر دیا گیا اور پھر عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّھَا وَ مُقَامُھَا بھی الہام ہوا تھا۔ اور یہ پیشگوئی ۴ ؍ اپریل گذشتہ کو پوری ہو گئی اور پھر اسی کے ضمن میں اور زلزلوں کی پیشگوئیاں تھیں جو آتے رہے۔ منجملہ ان کے ایک بھاری زلزلہ کی پیشگوئی تھی۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ چنانچہ وہ بھاری زلزلہ بھی آ گیا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ محض میری عداوت کی وجہ سے قرآن شریف کی پیشگوئی کا بھی انکار کر دیا۔ یہ ان کی ایمانی حالت ہے۔ جو کچھ میرے تصدیقِ دعویٰ میں ظاہر ہو خواہ وہ قرآن مجید میں بھی موجود ہو یہ اس سے ضرور انکار کر دیتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کی قدرت ہے کہ نشان پر نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ کہانتک خدا تعالےٰ کی قدرتوں کا مقابلہ کریں گے اور میرے ساتھ کُشتی لڑیں گے۔ جو لوگ حقیقۃ الوحی کو جب وہ شائع ہو گی، پڑھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر نشانات کا سلسلہ ہے۔ میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ نشان ظاہر ہو چکے ہیں۔ اب غور کرو کہ اگر کوئی شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے نہ ہو تو کیا اس کی اس قدر نصرت اور تائید ہوا کرتی ہے؟ پھر جبکہ اُسے یہ بھی کہا جائے کہ وہ خدا کا دشمن اور خدا اس کا دشمن ہے۔

جس قدر مقدمات مجھ پر کئے گئے یا کرائے گئے ان میں میرے ہی مخالفوں کو ناکامی اور نامرادی ہوئی اور خدا تعالیٰ نے مجھے ہی بامُراد کیا۔ آتما رام کے سامنے یہ ناکام ہوئے۔ جہلم میں انہیں نامرادی ہوئی اور اس سے پہلے وہ شرمندہ ہوئے۔

ماسوا اس کے ایک اور بات میں پیش کرتا ہوں جو بہت ہی صاف اور بدیہی بات ہے۔ براہین احمدیہ کے زمانہ میں جس کو ۲۲ سال کے قریب گذرے۔ کیونکہ کتاب تالیف پہلے

ہوتی ہے اور پھر طبع ہوتی ہے۔ اس کو شائع ہوئے بھی چھبیس سال گذرے۔ اور وہ
تالیف اس سے بہت پہلے ہوئی۔ اس میں اس قدر پیشگوئیاں ہیں کہ میں اس وقت ان سب
کو بیان نہیں کرسکتا۔ نمونہ کے طور پر میں ایک کو بیان کرتا ہوں۔

ایک زبردست نشان جو ہر روز پورا ہوتا ہے

اس کتاب براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ مجھے ایک دُعا سکھاتا ہے یعنی بطور الہام
فرماتا ہے۔

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ

یعنی مجھے اکیلا مت چھوڑ اور ایک جماعت بنا دے۔ پھر دوسری جگہ وعدہ دیتا ہے:۔

یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

ہر طرف سے تیرے لئے وہ زر اور سامان جو مہمانوں کے لئے ضروری ہیں اللہ تعالیٰ خود مہیا
کرے گا اور وہ ہر ایک راہ سے تیرے پاس آئیں گے۔ اور پھر فرمایا۔

یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ لَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَ لَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ

ہر ایک طرف اور ہر ایک راہ سے تیرے پاس مہمان آئیں گے اور اس قدر کثرت سے آئیں گے کہ
قریب ہے تو اُن سے تھک جاوے یا بدخُلقی کرے۔ اس لئے پہلے سے بتا دیا کہ نہ تُو اُن سے تھکے
اور نہ اُن سے بدخُلقی کرے۔

یہ پیشگوئیاں اس براہین احمدیہ میں موجود ہیں۔ جن کو شائع ہوئے چھبیس سال کا عرصہ گذرتا
ہے اور جس کی تالیف پر ۳۲ سال گذرتے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جو مخالفوں کے پاس بھی موجود
ہے۔ اور گورنمنٹ میں بھی بھیجی گئی اور مکہ مدینہ اور بخارا میں بھی اس کے نسخے پہنچے۔ اب تو
اس میں یہ الہامات درج نہیں کر دیئے گئے۔

اب غور کرو کہ جس زمانہ میں یہ پیشگوئی شائع ہوئی یا لوگوں کو بتائی گئی اس وقت کوئی
شخص یہاں آتا تھا؟ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی مجھے جانتا بھی نہ تھا۔ اور

کبھی سال بھر میں بھی ایک خط یا مہمان نہ آتا تھا۔ میں بالکل ایک گمنامی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ یہ ہندو جو یہاں رہتے ہیں اور اب گالیاں دیتے ہیں اور ہر قسم کی مخالفت کرتے اور خباثت دکھاتے ہیں۔ ان کو قسم دو اور یا وہ بغیر قسم ہی بتائیں کہ کیا ان لوگوں میں سے کوئی ہمارے پاس تھا؟ یہ سب سے پہلے گواہ ہیں اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے ان نشانات کو دیکھا ہے اور اب وہ چھپاتے ہیں۔ اس طرح پر گویا سب سے پہلے جہنم کے لئے تیار ہیں۔

آریہ سماج والے ملاوامل اور شرمپت رائے یہاں موجود ہیں۔ یہ میرے ساتھ عموماً آیا جایا کرتے تھے۔ میرے ساتھ براہین احمدیہ چھپوایا کرتے اور اس کے پروف بھی انہوں نے دیکھے ہیں اور جب ہم امرتسر جاتے تھے تو کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا تھا کہ کہاں گئے اور وہاں جا کر کوئی نہیں جانتا تھا کہ کہاں رہے۔ اب اگر وہ ایمان رکھتے ہیں اور دھرم رکھتے ہیں تو وہ جواب دیں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے بہت سے نشانات دیکھے ہیں اور وہ گواہ ہیں لیکن قوم اور برادری کے ڈر سے خاموش ہیں۔ وہ کیوں اس شہادت کو ظاہر نہیں کرتے؟ یہ سچائی کا خون کرنا ہے۔ وہ عنقریب جان لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہے۔ وہ قسم کھا کر بتائیں کہ کیا یہ رجوع لوگوں کا تھا؟ کیا اسی طرح فتوحات آتی تھیں؟ اسی طرح پر خطوط آتے تھے؟ تم نے یہ عبارتیں پڑھی تھیں۔ اگر یہ سچ ہے اور تمہارے سامنے قبل از وقت ایسی حالت میں کہ کوئی مجھے جانتا بھی نہ تھا خدا تعالیٰ سے وحی پا کر میں نے خبر دی تھی اور وہ پوری ہوئی تو پھر بتاؤ کہ کیا یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ اس طرح پر قبل از وقت خبر دے اور ایک زمانہ دراز کے بعد وہ پوری ہو جاوے؟ ایک آدمی جو گمنامی کی حالت میں ہے اس کو اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ تیرے لئے ایک زمانہ آتا ہے کہ تو عالم میں مشہور ہو جائے گا

فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ

ایک زمانہ آئے گا کہ تیری مدد کی جائے گی اور تو لوگوں میں شناخت کیا جائے گا۔ کیا یہ انسانی

کام اور منصوبہ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے کہ پہلے ایک واقعہ کی خبر دیتا ہے کیونکہ علم غیب اسی کو ہے اور یہ اسی کا خاصہ ہے اور وہ اپنے مرسلین پر ایسے ظاہر کرتا ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر سوچو کہ مَر کر خدا تعالیٰ کے سامنے جانا ہے۔ اس کا کیا جواب ہے؟ کیا باوجودیکہ تم نے اپنی آنکھوں سے ان نشانات کو دیکھا اور تم اُن کے گواہ ٹھیرے اور سُننے سُنائے گواہ نہیں بلکہ رُویت کے گواہ اور وہ بھی ایسے کہ دُنیا بھر میں جواب نہ دے سکیں۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی حُجّت تم پر قائم ہے۔ میں حلفاً کہتا ہوں سب سے زیادہ حُجّت تم پر قائم ہے۔ اگرچہ ساری دُنیا پر حُجّت ہے مگر تم پر سب سے زیادہ ہے۔ میرا وجود اس وقت نہ ہونے کے برابر تھا۔ ایک محض وجود تھا۔ پھر جب کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور جس کا تمہیں علم دے دیا گیا تھا اسی طرح پُورا ہونا آسان بات نہیں ہے۔ دیکھو یہ کیسا بزرگ نشان ہے، ایسا نشان ہے جو ہر روز تازہ بتازہ پُورا ہو رہا ہے۔

یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ وہ رحیم و کریم خدا ہے لیکن جب انسان شوخی کرتا ہے تو اُسے ڈرنا چاہیئے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اسی قادیان میں طاعون نہیں ہُوا تھا تو میں نے شائع کر دیا تھا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہندوؤں کے تو گھر خالی ہو جاویں اور میرے گھر کا چُوہا بھی نہ مَرے۔ میں پھر کھول کر کہتا ہوں کہ یہ اور اس قسم کے بہت سے نشانات یہاں کے ہندوؤں نے دیکھے ہیں جو اگرچہ سب دنیا پر حجت ہیں لیکن ان پر سب سے زیادہ حجت ہے۔ وہ مجھے اور میری جماعت کو طرح طرح کی اذیتیں دینے اور دکھ دینے کے ارادوں میں رہتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ خدا ہے اور ضرور ہے۔ اور وہ بے باک اور شوخ کو سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

آخر کار میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم دشمن کے مقابلہ پر صبر اختیار کرو۔ تم گالیاں سُن کر چُپ رہو۔ گالی سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ گالی دینے والے کے اخلاق کا پتہ لگتا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم کو کوئی زد و کوب بھی کرے تب بھی صبر سے کام لو۔

یہ یاد رکھو کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے دل سخت نہ ہوتے تو وہ کیوں ایسا کرتے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ ہماری جماعت امن جُو ہے۔ اگر وہ ہنگامہ پرداز ہوتی۔ تو بات بات پر لڑائی ہوتی۔ اور پھر اگر ایسے لڑنے والے ہوتے اور ان میں صبر و برداشت نہ ہوتی تو پھر ان میں اور ان کے غیروں میں کیا امتیاز ہوتا؟

ہمارا مذہب یہی ہے کہ ہم بدی کرنے والے سے نیکی کرتے ہیں یہی گھر جو سامنے موجود ہے اس کے متعلق میرے لڑکے مرزا سلطان احمد نے مقدمہ کیا تھا۔ باوجودیکہ میرے لڑکے نے مقدمہ کیا تھا اور یہ سخت ایذا دینے والے دشمن تھے مگر میں نے کہا کہ میں اظہار نہیں دوں گا۔ کیا اس وقت میں نے سلطان احمد کی رعایت کی تھی یا اُن کی؟ اور ان کی دشمنیوں کا خیال رکھا یا ان کے ساتھ نیکی کی؟ یہ ایک ہی بات نہیں۔ جب جب ان کو میری مدد کی ضرورت ہوئی میں نے اُن کو مدد دی ہے اور دیتا رہتا ہوں جب ان کو مصیبت آئی یا کوئی بیمار ہوا تو میں نے کبھی سلوک یا دوا دینے سے دریغ نہیں کیا۔ ایسی حالت میں کہ ہم ان سے سلوک کرتے ہیں اور ان کی سختیوں پر صبر کرتے ہیں تم اُن کی بدسلوکیوں کو خدا پر چھوڑ دو۔ وہ خوب جانتا ہے اور اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ میں تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ ان سے نرمی کرو اور خدا تعالیٰ سے دُعا کرو۔ مگر یہ بھی یاد رکھو کہ دعائیں منظور نہ ہوں گی جب تک تم متقی نہ ہو۔ اور تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کی دو قسم ہیں۔ ایک علم کے متعلق دوسرا عمل کے متعلق۔ علم کے متعلق تو میں نے بیان کر دیا کہ علوم دین نہیں آتے اور حقائق معارف نہیں کھلتے جب تک متقی نہ ہو اور عمل کے متعلق یہ ہے کہ نماز۔ روزہ اور دوسری عبادات اس وقت تک ناقص رہتی ہیں جب تک متقی نہ ہو۔

اس بات کو بھی خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں۔ اول یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں۔ اور دوسرے نوع انسان سے ہمدردی کرو۔ اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے

کرو بلکہ کوئی ہو۔ آدم زاد ہو اور خدا تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ہو۔ مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو۔ جس قدر نرمی تم اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالیٰ اسی قدر تم سے خوش ہوگا۔ اپنے دشمنوں کو تم خدا تعالیٰ کے حوالے کرو۔ قیامت نزدیک ہے۔ تمہیں اُن تکلیفوں سے جو دشمن تمہیں دیتے ہیں گھبرانا نہیں چاہئیے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تم کو اُن سے بہت دُکھ اُٹھانا پڑے گا کیونکہ جو لوگ دائرہ تہذیب سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اُن کی زبان ایسی چلتی ہے۔ جیسے کوئی پُل ٹوٹ جاوے تو ایک سیلاب پھوٹ نکلتا ہے۔ پس دیندار کو چاہئیے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان کسی کا مقابلہ کرتا ہے تو اسے کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑتا ہے جیسے مقدمات میں ہوتا ہے۔ اس لئے آرام اسی میں ہے کہ تم ایسے لوگوں کا مقابلہ ہی نہ کرو سدِ باب کا طریق رکھو اور کسی سے جھگڑا مت کرو۔ زبان بند رکھو۔ گالیاں دینے والے کے پاس سے چپکے سے گذر جاؤ گویا سُنا ہی نہیں اور ان لوگوں کی راہ اختیار کرو جن کے لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔[1] اگر یہ باتیں اختیار کرلو گے تو یقیناً یقیناً اللہ تعالیٰ کے سچے مخلص بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی رپورٹ کی حاجت نہیں۔ وہ خود دیکھتا ہے اور سُنتا ہے۔ اگر تم تین ہو تو چوتھا خدا ہوتا ہے۔ اس لئے خدا کو اپنا نمونہ دکھاؤ۔

اگر تمہارے نفسانی جوش اور بدزبانیاں ایسی ہیں جیسے تمہارے دشمنوں کی ہیں پھر تم ہی بتاؤ کہ تم میں اور تمہارے غیروں میں کیا فرق اور امتیاز ہوا؟ تمہیں تو چاہئیے کہ ایسا نمونہ دکھاؤ کہ جو مخالف خود شرمندہ ہو جاوے۔ بڑا ہی عقلمند اور حکیم وہ ہے جو نیکی سے دشمن کو شرمندہ کرتا ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ نرمی اور رفق سے معاملہ کرو۔ اپنی ساری مصیبتیں اور بلائیں خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ یقیناً سمجھو اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ ہر شخص کی شرارت پر صبر

[1] الفرقان: ۷۳

کرتا ہے اور خدا پر اُسے چھوڑتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اُسے ضائع نہیں کرے گا۔ اگرچہ دنیا میں ایسے آدمی موجود ہیں جو ہنسی کریں گے اور ان باتوں کو سن کر ٹھٹھا کریں گے مگر تم اس کی پروا نہ کرو۔ خدا تعالیٰ خود اس کے لئے موجود ہے۔ وہ خدا پرانا نہیں ہو گیا جیسے انسان بڈھا ہو کر پیر فرتوت ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تھا اور وہی خدا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ اس کی وہی طاقتیں اب بھی ہیں جو پہلے تھیں۔ **لیکن جو کچھ میں کہتا ہوں تم اس پر عمل نہ کرو تو میری جماعت میں نہ رہے۔**

اللہ تعالیٰ اپنے مصالح کو خوب جانتا ہے۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے ہمیں مارا اور مسجد سے نکال دیا۔ میں یہی جواب دیتا ہوں کہ اگر تم جواب دو تو میری جماعت میں سے نہیں۔ تم کیا چیز ہو۔ صحابہؓ کی حالت کہ اُن کے کس قدر خون گرائے گئے۔ پس تمہارے لئے اُسوہ حسنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ دیکھو وہ کیسے دنیا سے باہر ہو گئے تھے۔ انسان میں جس قدر جوش ہوتے ہیں وہ دنیا کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ کسی ہنگامہ کی خبر دنیا کا مال، عزت یا اولاد خدا سے آتی ہے۔ ☒ اس کے سوا جھوٹی عزتوں کا کیا ہے۔ نبیوں سے بڑھ کر عزت کسی کی نہیں مگر دیکھو انہیں کیسے کیسے دُکھ دیئے گئے۔ نماز میں ان پر گندے گوبر ڈالے گئے۔ قتل کے ارادے کئے گئے اور آخر مکّہ سے نکالا گیا لیکن خدا تعالیٰ کے حضور آپ کی وہ عزت اور عظمت ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [1]۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خدا تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ بغیر اس کے یہ مقام مل ہی نہیں سکتا۔

اب بتاؤ کہ کیا یہ اطاعت کا کام ہے کہ دشمن کا ایسا دشمن بنے کہ جب تک اُسے پیس

☒ بدر سے:۔ "دراصل کوئی شخص عزت کو پا نہیں سکتا جب تک کہ آسمان سے اس کو عزت نہ ملے۔ سچی اور پاک عزت خدا سے ہی ملتی ہے"

(بدر حوالہ مذکور صفحہ ۱۵)

[1] آل عمران: ۳۲

نہ لے اور تکلیف اور دُکھ نہ پہنچا لے صبر ہی نہ کرے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ انسانی فطرت میں یہ بات ہے کہ گالی سے مشتعل ہو جاتا ہے مگر اس سے ترقی کرنی چاہیئے۔ جو دُکھ دیتے ہیں انہیں سمجھو کہ وہ کچھ چیز نہیں۔※ اگر تم پر خدا راضی ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ ناراض ہے تو خواہ ساری دنیا تم سے خوش ہو وہ بے فائدہ ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تم مداہنہ سے دوسری قوموں کو ملو تو کامیاب نہیں ہو سکتے۔ خدا ہی ہے جو کامیاب کرتا ہے۔ اگر وہ راضی ہے تو ساری دنیا ناراض ہو تو پروا نہ کرو۔ ہر ایک جو اس وقت سُنتا ہے **یاد رکھے کہ تمہارا ہتھیار دُعا ہے اس لئے چاہیئے کہ دُعا میں لگے رہو۔**

یہ یاد رکھو کہ معصیت اور فسق کو نہ واعظ دُور کر سکتے ہیں اور نہ کوئی اَور حیلہ۔ اُس کے لئے ایک ہی راہ ہے اور وہ دُعا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہی ہمیں فرمایا ہے۔ اس زمانہ میں نیکی کی طرف خیال آنا اور بدی کو چھوڑنا چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ یہ انقلاب چاہتی ہے اور یہ انقلاب خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور یہ دُعاؤں سے ہوگا۔

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ راتوں کو رو رو کر دُعائیں کریں۔ اس کا وعدہ ہے۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[1]۔ عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ دعا سے مراد دنیا کی دعا ہے۔ وہ دُنیا کے

※ بدر سے:۔ "تم کو جو دُکھ اور گالیاں دی جاتی ہیں وہ کچھ چیز نہیں۔ اس کی ہرگز پروا نہ کرو۔ اور انسانوں کے راضی رکھنے کے پیچھے نہ پڑو۔ بلکہ اپنے خدا کو راضی کرو۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا یہی مضمون ہے کہ اگر تم لوگوں کو راضی رکھنے کے واسطے ان کے ساتھ مداہنت سے پیش آؤ گے تو اس میں تم کو ہرگز کامیابی نہیں ہوگی۔"

(بدر حوالہ مذکور)

[1] المومن: ۶۱

کیڑے ہیں۔ اس لئے اس سے پرے نہیں جا سکتے۔ اصل دعا دین ہی کی دعا ہے[1]۔ لیکن یہ مت سمجھو کہ ہم گنہگار ہیں یہ دعا کیا ہوگی اور ہماری تبدیلی کیسے ہو سکے گی[2]۔ یہ غلطی ہے۔ بعض وقت انسانی خطاؤں کے ساتھ ہی ان پر غالب آسکتا ہے۔ اس لئے کہ اصل فطرت میں پاکیزگی ہے۔ دیکھو پانی خواہ کیسا ہی گرم ہو لیکن جب وہ آگ پر ڈالا جاتا ہے تو وہ بہرحال آگ کو بجھا دیتا ہے اس لئے کہ فطرتاً برودت اس میں ہے۔ ٹھیک اسی طرح پر انسان کی فطرت میں پاکیزگی ہے ہر ایک میں یہ مادہ موجود ہے وہ پاکیزگی کہیں نہیں گئی۔ اسی طرح تمہاری طبیعتوں میں خواہ کیسے ہی جذبات ہوں رو کر دعا کروگے تو اللہ تعالیٰ دُور کر دے گا۔

اس کے بعد آپ نے نہایت درد سے ایک لمبی دُعا کی

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲ صفحہ ۲ تا ۱۵ مورخہ ۱۴ر جنوری ۱۹۰۷ء)

جنوری ۱۹۰۷ء[3]

فرمایا:-

حضرت عیسٰی کے معجزے تو ایسے ہیں کہ اس زمانہ میں وہ بالکل معمولی سمجھے جا سکتے ہیں اکمہ سے مراد شب کور ہے۔ اب ایسا بیمار معمولی کلیجی سے بھی اچھا ہو سکتا ہے۔ احیاء موتیٰ سے مراد بھی خطرناک مریضوں کا تندرست ہونا ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں یہ

---

[1] بدر سے:- "اصل دعا دین کے واسطے ہے اور اصل دین دعا میں ہے" (بدر حوالہ مذکور)

[2] بدر سے:- "اس سے مت گھبراؤ کہ ہم گناہ سے ملوث ہیں گناہ اس مَیل کی طرح ہے جو کپڑے پر ہوتی ہے اور دُور کی جا سکتی ہے" (بدر حوالہ مذکور صفحہ ۱۶)

[3] ان ملفوظات پر کوئی تاریخ درج نہیں۔ جنوری کے پہلے یا دوسرے ہفتے کے معلوم ہوتے ہیں (مرتب)

باتیں کچھ بھی نہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۶ صفحہ ۴ مورخہ ۷ فروری ۱۹۰۷ء)

۱۵؍جنوری ۱۹۰۷ء

فرمایا کہ

طاعون کی موت بالخزی موت ہے۔ نمونیہ جس سے چند گھنٹوں میں فیصلہ ہو جائے طاعون نہیں تو اور کیا ہے؟

مولوی محمد حسین کا ذکر آیا کہ وہ رجوع کیونکر کرے گا۔ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی مشکل بات نہیں۔ وہ جب چاہے دل پھیر دے۔ وہ اگر غور کرے تو اس کے لئے یہی ایک نشان کافی ہے کہ براہین احمدیہ کے ریویو کے زمانہ میں مَیں اکیلا تھا اور اب یأتون من کل فج عمیق کی پیشگوئی پوری ہو رہی ہے۔ باقی رہے عقائد سو ان میں تو کوئی اتنا بڑا فرق نہیں۔ صرف سمجھ کا پھیر ہے۔ پہلے لیجئے وفات مسیح کو۔ سو اس مسئلہ میں خود اُن کے اپنے علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ پس ہمیں ایک قول کو ترجیح دینے سے یہ کیونکر بُرا کہہ سکتے ہیں۔ توفیتنی کے معنوں میں جھگڑا ہے۔ مگر میرے نزدیک تو جو معنے کریں ہمارا مطلب حاصل ہے۔ فلمّا توفیتنی کے اگر یہ معنے ہوں کہ جب تو نے مجھے اُٹھا لیا تو پھر تُو ہی اُن کا نگرانِ حال تھا۔ اس صورت میں بھی یہ ظاہر ہے کہ آپ دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائے۔ ورنہ یہ حصر نہ کرتے۔ پھر معراج کو لو۔ ہمارا یہ مذہب ہرگز نہیں کہ وہ ایک خواب تھا یا صرف رُوح گئی بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو عین بیداری میں معراج ہوا اور ایک لطیف جسم بھی ساتھ تھا۔ مگر یہ باطنی امور ہیں۔ خشک مُلّاں اسے کیا سمجھیں؟

پھر مکالمہ الٰہی کا دعویٰ ہے۔ یہ بھی کوئی نئی بات نہیں۔ سنت اللہ سے بھی یہ بات ثابت ہے اور انسان کے دل کی تڑپ بھی یہی چاہتی ہے۔ فتوح الغیب میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور

اشاعت السنۃ میں بھی چھپا تھا۔ ولہم مکالمات۔ مجدد صاحب نے بھی یہی لکھا ہے اور ولی و نبی میں قلت و کثرت مکالمات کا فرق بتایا ہے۔ یہ نبی کا لفظ صرف انہی معنوں میں ہے اور اپنی اپنی اصطلاح ہے ورنہ خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں۔ عوام الناس کو بدظن کرنے کے لئے ہم پر طرح طرح کے الزام لگائے جاتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں ملائکہ کے منکر ہیں کبھی کچھ حالانکہ ہم ملائک پر، خدا کی کتابوں پر، احادیث رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر، بہشت، دوزخ، عذاب قبر، تقدیر، حشر اجساد سب پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں۔ ہم ایسے امور کی تفاصیل خدا کے حوالے کرتے ہیں کیونکہ محتاط مذہب یہی ہے کہ انسان مجمل پر ایمان لاوے اور تفاصیل کو حوالہ بخدا کردے۔ باقی رہا شریعت کا عملی حصہ، سو ہمارے نزدیک سب سے اول قرآن مجید ہے۔ پھر احادیث صحیحہ جن کی سُنّت تائید کرتی ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ ملے تو پھر میرا مذہب تو یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جاوے کیونکہ ان کی کثرت اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالےٰ کی مرضی یہی ہے۔ مگر ہم کثرت کو قرآن مجید و احادیث کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں۔ ان کے بعض مسائل ایسے ہیں کہ قیاس صحیح کے بھی خلاف ہیں۔ ایسی حالت میں احمدی علماء کا اجتہاد اولیٰ بالعمل ہے۔ دیکھو مفقود الخبر کے لئے ۹۰ برس یا کم و بیش میعاد رکھی ہے۔ یہ ہی نہیں کہدیا کہ وہ نکاح نہ کرے۔ یہ واہیات ہے۔

حکیم الامت نے عرض کیا کہ حضور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جس ملک میں جس مذہب کی کتابیں بسہولت میسّر آئیں اس پر عمل ہونا چاہیئے۔

فرمایا:-

بیشک ہماری طرف حنفی مذہب کی کتابیں ہی ہیں۔ اعمال کی اصل رُوح تو معرفت الٰہی و اخلاص ہے۔ یہ نہ ہو تو یہ لفظی جھگڑے ہیچ ہیں ہماری بعثت کی ایک بھاری غرض یہ ہی ہے کہ ہم مسلمانوں کو عملاً مسلمان بنادیں۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۹ صفحہ ۴ مورخہ ۷ فروری ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

روزہ

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا:۔

جائز ہے

اسی شخص کا ایک اور سوال پیش ہوا کہ حالت روزہ میں سر کو یا داڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:۔

جائز ہے

اسی شخص کا ایک اور سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:۔

یہ سوال ہی غلط ہے۔ بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں

اسی شخص کا یہ سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو۔ اس کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا چاہیئے۔ اس کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:۔

ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں کسی مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے۔

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ نماز فجر کی اذان کے بعد دوگانہ فرض سے پہلے اگر کوئی شخص نوافل ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] "المفتی" کے زیر عنوان "بدر" میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ ملفوظات استفتا کے جواب میں بلا تاریخ درج ہیں (مرتب)

فرمایا:۔

نماز فجر کی اذان کے بعد سورج نکلنے تک دو رکعت سُنّت اور دو رکعت فرض کے سوا اور کوئی نماز نہیں ہے۔

ایک شخص نے حضرت سے سوال کیا کہ بندوق کی گولی سے جو حلال جانور ذبح کرنے سے پہلے مرجائے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا:۔

گولی چلانے سے پہلے تکبیر پڑھ لینی چاہیئے۔ پھر اس کا کھانا جائز ہے۔

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ جو شخص بسبب ملازمت کے ہمیشہ دَورہ میں رہتا ہو اس کو نمازوں میں قصر کرنی جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا:۔

جو شخص رات دن دَورہ پر رہتا ہے اور اسی بات کا ملازم ہے وہ حالت دَورہ میں مسافر نہیں کہلا سکتا۔ اس کو پوری نماز پڑھنی چاہیئے۔

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا:۔ جائز ہے

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار آنکھوں میں سُرمہ ڈالے یا نہ ڈالے؟

فرمایا:۔

مکروہ ہے اور ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سُرمہ لگائے۔ رات کو سُرمہ

نکاسکتا ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۶ صفحہ ۲ مورخہ ۷ر فروری ۱۹۰۷ء)

۱۶ر جنوری ۱۹۰۷ء

آج حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر سیر کو تشریف لے گئے۔ راستہ میں حضرت مولوی سید محمد احسن فاضل امروہی نے مسیح موعود کے متعلق ایک حدیث نواس بن سمعان کی جو حاشیہ مسند احمد بن حنبل پر چھپی ہوئی ہے کے دو جملے پیش کئے۔ ایک جملہ ہے تُقبض لہ الارض یعنی مسیح موعود کے لئے زمین طے کی جاوے گی جس سے ریل و اگنبوٹ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ کتب و رسالہ جات تبلیغ اسلام کے یورپ و امریکہ وغیرہ ممالک میں انہی ذرائع سے شائع ہو رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

بیشک اس سے پہلے کسی مامور من اللہ کے لئے طی الارض واقع نہیں ہوا۔ اور نہ یہ اسباب ظاہر ہوئے تھے۔

دوسرا جملہ اس حدیث میں سے مولوی صاحب نے یہ پیش کیا۔ من مَسّ ابن مریم یکون لہ ارفع قدرًا ویعظم مسہ یعنی جو شخص کہ چھوئے گا مسیح موعود کو اس کی قدر خدا تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند ہوگی اور اس کا مس کرنا و چھوتا اس کے حلقہ خادمین میں داخل ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی عظمت رکھتا ہے۔

سبحان اللہ! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس حدیث کی خبر بھی نہیں۔ قریباً اکتیس برس کا الہام مطبوعہ براہین احمدیہ میں درج ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اس الہام کا مضمون قریباً حدیث مذکورہ سے ملتا ہے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳ صفحہ ۱۴ مورخہ ۲۴ر جنوری ۱۹۰۷ء)

۴ ۲ جنوری ۱۹۰۷ء

حضرت اقدس بوقت صبح مع احباب باہر سیر کو تشریف لے جاتے ہیں۔ آج جب حضرت اقدس باہر تشریف لائے تو پہلے ایک بھائی نو مسلم نے دعا کے لئے عرض کی حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ حضور یہ شخص اپنی قوم میں واعظ بھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

وعظ و اعمال صالحہ کا فائدہ تب ہی ہوتا ہے کہ محض خدا کے لئے ہو۔ اس میں کوئی غرض نہ ہو۔ ریائی عمل کو خدا تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ اگر عمل میں کسی اور کو شریک سمجھا جاوے تو خدا کئے ہوئے عمل کو ردّ کر دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جس کے لئے تم نے یہ عمل کیا ہے اس سے اس کا ثواب بھی لو۔

بعد ازاں قادیان کے آریوں کے تعصب اور ان کی حق پوشی کا ذکر ہوا کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے نشانات بینات دیکھ کر اُن کو چھپا رہے ہیں۔

اثنائے راہ میں آج کا الہام بیان فرمایا:۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے اے اہل بیت ناپاکی دور کر دے اور تم کو بالکل پاک کر دے پھر پچیس چھبیس برس کا ایک پرانا الہام بیان فرمایا جو کسی شخص کے متعلق ہے۔

فارتدا علی آثارھما و وھب لہ الجنۃ[۱]۔ اتنے میں طاقت بالا اس کو کھینچ کر لے گئی

مفتی محمد صادق صاحب نے ایک شخص کے خط میں سے بیان کیا کہ وہ پوچھتا ہے۔ کہ جب صبح روشن ہو جائے تو اس وقت فرضوں سے پہلے صبح کی سنتوں کے بعد نوافل

---

[۱] (ترجمہ از مرتب) پھر وہ دونوں پچھلے پاؤں واپس لوٹ گئے اور اس کو جنت عطا کی گئی (مرتب)

کی نماز درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس و مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ

دو رکعت سُنّت کے سوا فرضوں سے پہلے اور کوئی نماز جائز نہیں

پھر مفتی محمد صادق صاحب نے ایک شخص کا خط پیش کیا کہ وہ پوچھتا ہے کہ مشکلات و مصائب کے وقت کیا کرنا چاہیئے؟

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

استغفار بہت پڑھے اور اپنے قصوروں کی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ صفحہ ۷ مورخہ ۳۱ر جنوری ۱۹۰۷ء)

۲۶ر جنوری ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

ایک احمدی بھائی کا خط پیش کیا گیا کہ میں نے ایک احمدی بھائی کے دو بیٹوں کا معالجہ کیا تھا ایک ان میں سے شفایاب ہوا اور دوسرا مر گیا۔ اور اس بھائی نے دس روپے فیس کے دیئے تھے کیا وہ میرے لئے جائز ہیں؟

فرمایا۔ ہاں جائز ہے

ولیمہ

تعریف ولیمہ بھی اس ضمن میں پوچھی گئی تھی۔ فرمایا کہ

ولیمہ یہ ہے کہ نکاح کرنے والا نکاح کے بعد اپنے احباب کو کھانا کھلائے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ صفحہ ۱۱ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۰۷ء)

۲۷؍جنوری ۱۹۰۷ء

(بوقت سیر)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع احباب بوقت صبح باہر سیر کو تشریف لے گئے۔ راستہ میں آریوں کے تعصب اور ان نشانات بینات الٰہی کا ذکر ہوا جو خدا تعالیٰ نے اُن کو دکھائے اور پھر بھی اپنی ضد پر اڑے رہے ہیں۔

سلسلہ کے ساتھ مصری لوگوں کی دلچسپی و توجہ کا ذکر ہوا کہ وہ لوگ حضور کی تصانیف چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ

عربی کتابوں کی کثیر تعداد ان کو ارسال کی جاوے

تھوڑی دُور گئے تھے کہ حضرت اقدس کو طبیعت میں ناسازی معلوم ہوئی اور واپس لوٹ آئے۔ واپس آتے ہوئے کتاب صحیح بخاری کا ذکر ہوا کہ اب بہت سستی ہو گئی ہے۔ ایک زمانہ میں صدہا روپیہ سے نہ ملتی تھی اور آجکل صحیح بخاری مصری کی چھپی ہوئی اڑھائی روپیہ سے مل سکتی ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا:-

بخاری والے نے وفات مسیح پر زبردست دلائل پیش کئے ہیں۔ متوفیک کے معنی ممیتک کے لکھے ہیں اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ بطور تنظاہر آیات وفات مسیح کے لئے آیت فلمّا توفیتنی کو پیش کیا اور وہ حدیث لکھی جس میں نبی علیہ السلام نے اپنے متعلق آیت فلما توفیتنی فرمائی اور اس میں توفیتنی کے معنے وفات کے ظاہر فرمائے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ صفحہ ۱۵ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۷ء)

۲۸؍جنوری ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

حضرت اقدس ظہر کی نماز میں تشریف لائے تو مندرجہ ذیل سوالات خطوط سے حضرت کے حضور

میں پیش ہوئے۔ ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میری پہلی بیوی کو جلدی اولاد ہو جاتی ہے جس
کے باعث وہ کمزور ہو گئی ہے کیا میں دوسرا نکاح کر سکتا ہوں یا نہیں؟

حضرت نے فرمایا:۔

اس کو بہر صورت اختیار ہے

پھر ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے اور پھر توبہ کر لیتا ہوں۔ پھر
گناہ ہو جاتا ہے کیا علاج کروں؟

حضرت نے فرمایا:۔

پھر توبہ کرے اور اس کا کیا علاج ہے

سوال پیش ہوا کہ بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ جس کی عورت آگے موجود ہو اس کو ہم
ناطہ نہیں دیتے۔

حضرت نے فرمایا:۔

پھر وہ اس سے تو مثنیٰ و ثلاث و ربٰع کو بند کرنا چاہتے ہیں

سوال پیش ہوا کہ بندوق کے شکار کے متعلق کیا حکم ہے؟

حضرت نے فرمایا:۔

تکبیر پڑھ کر بندوق مارے، شکار مر جاوے تو حلال ہے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ صفحہ ۴ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۰۷ء)

۲۹؍جنوری ۱۹۰۷ء

(صبح کی سیر)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بوقت صبح مع احباب باہر سیر کو تشریف لے گئے۔ مرتد ڈاکٹر عبدالحکیم کے تذکرہ پر حضرت نے فرمایا کہ

ایک آریہ اخبار نے باوجود ہمارے مذہبی تخالف کے لکھا کہ عبدالحکیم کا آپ کو گالیاں دینا اس کی سفلہ پنی کو ظاہر کرتا ہے۔ نہایت نامناسب امر ہے۔

ایک صاحب نے کہا عبدالحکیم کہتا ہے جعفر زٹلی جو مرزا صاحب کو سخت گالیاں دیتا رہا ہے اس کو کیا ہوا جو مجھے کچھ ہوگا۔

حضرت نے فرمایا

اس کو پادری عبداللہ آتھم، لیکھرام، چراغدین ساکن جموں اور دوسرے مباہلین کے احوال سے عبرت پکڑنی چاہیئے۔[1]

---

[1] اسی سیر کے دوران کے مزید ملفوظات حسب ذیل ہیں:-

میں* نے عرض کیا کہ حضور لاالٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ بار بار پڑھنے اور اس کے ذکر کا بھی ثواب ہے یا نہیں؟ فرمایا:-

دل میں خدا تعالیٰ سے تعلق ہو تو

پھر زیادہ تشریح طلب کرنے پر فرمایا:-

اصل بات یہ ہے کہ میرا یہ مذہب نہیں کہ زبانی جمع خرچ کیا جاوے۔ ان طریقوں میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ ان تمام اذکار کی اصل روح ان پر عمل کرنا ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ اللہ بآواز بلند کہہ رہے تھے تو حضرت نے فرمایا تمہارا خدا بہرہ نہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ کلمہ سے مراد ہے توحید کو قائم رکھنا اور اس کے رسول کی اطاعت۔ اب ثواب اس میں ہے کہ ہر بات میں اللہ کو مقدم رکھے اور اللہ پر پورا پورا ایمان لائے۔ اس کی صفات کے خلاف

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

* اس سے مراد قاضی محمد اکمل صاحب کو لیکچ ہیں (مرتب)

ایک صاحب نے ایک شخص مرید کے کچھ الہامات حضرت اقدس کو سُنائے۔

حضرت نے فرمایا:۔

الہام کا بڑا نازک معاملہ ہے۔ انسان کو اپنے اعمال صاف کرنا چاہیئے۔ الہام کا مہبط صاف ہونا چاہیئے۔ اب جو خدا تعالیٰ کی چلائی ہوئی ہوا چل رہی ہے۔ یہی ہوا بعض انسانوں کے جسموں کیسلئے

بقیہ حاشیہ: کوئی کلام کوئی کام نہ کرے حتیٰ کہ خیال بھی نہ لائے۔ وہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رجالٌ لا تلھیھم تجارۃٌ و لا بیعٌ عن ذکر اللّٰہ[1]۔ اس سے بھی یہی مراد ہے کہ دنیا کے کاموں میں بھی میرے احکام کو نہیں بھلاتے۔ دیکھو اس وقت ہم ان طریقوں کی طرح ذکر نہیں کر رہے مگر حقیقت میں اسی کی عظمت وجلال کا ذکر ہے۔ پس یہی ذکر ہے"

(بدر جلد ۶ نمبر ۷ صفحہ ۸ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء)

لہ بدر سے:۔ عرض کیا گیا ایک نوجوان احمدی یہ الہامات سُناتا ہے

رؤیا میں خلقت نے مجھے سجدہ کیا۔ بہشت کی سیر کی اور الہام انا النذیر المبین۔ فرمایا:۔

"یہ بڑے ابتلاء کا مقام ہے۔ میرا مذہب تو یہ ہے کہ جب تک درخشاں نشاں اس کے ساتھ بار بار نہ لگائے جاویں تب تک الہامات کا نام لینا بھی سخت گناہ اور حرام ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ قرآن مجید اور میرے الہامات کے خلاف تو نہیں۔ اگر ہے تو یقیناً خدا کا نہیں بلکہ شیطانی القاء ہے۔ اصل میں ایسے تمام لوگوں کی نسبت میرا تجربہ ہے کہ انجام کار ہلاک ہوتے ہیں۔ اپنے اعمال کی طرف خیال نہیں کرتے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے قلب کا اللہ سے کیسا تعلق ہے اور ان الہامات میں پڑ جاتے ہیں۔ ان سے عجب واستکبار پیدا ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ پھر کسی کی بات پسند نہیں کرتے اور ہر سچی بات کو اپنے اوہام کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ جب مطابق نہیں پاتے تو انکار کرتے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرتے ہیں۔ ان لوگوں کے دلوں میں ایک قسم کا گند ہوتا ہے اور شیطان متسلط ہونے کے لئے ایک عجیب راہ نکال لیتا ہے۔ استغفار پڑھنا چاہیئے اور بالکل ان باتوں سے کُلی طور سے مجتنب

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

[1] النور: ۳۸

مفید اور بعض کے لئے مفسد ہوگی۔ اگر کسی کا اندر غلیظ ہو۔ معدہ گندہ ہو اور بیمار ہو تو اس کو بھی غذا مضر ہوگی۔ ایسا ہی خدا کا کلام ہے۔ ابھی تھوڑے روز ہوئے فقیر مرزا ساکن دولمیال ضلع جہلم جس نے ہماری مخالفت میں لوگوں کو الہام سنایا کہ مجھے عرش سے آواز آئی ہے کہ مرزا جھوٹا ہے رمضان میں مر جاوے گا اور اسی پر اس نے بس نہیں کی بلکہ لوگوں کو کہا کہ یہ معمولی بات نہ سمجھو۔ میرا دستخط لے لو کہ یہ بات ضرور ہونے والی ہے اور خود اس نے اپنا دستخط کر کے اور بہت سے لوگوں کو اپنے الہام کا گواہ ٹھیرایا اور ان کے بھی دستخط لئے۔ جب رمضان کا مہینہ آیا تو خود ہی مر گیا۔

بوقتِ ظہر

عام نمازیوں سے پیشتر ہی حضرت اقدس نماز ظہر کے لئے مسجد میں تشریف لے

ورنہ یاد رکھیں کہ یہ بڑے خطرے کا مقام ہے۔ خدا تعالےٰ کسی کے الہام کو نہیں پوچھے گا۔ بیشک یہ الہام انعام الٰہی سے ہے مگر دیکھو ہوا بنفسہٖ تو ایک بڑی اور مفرح ذات چیز ہے مگر ایک روڑی پر گذرے تو کثافت پھیلائے گی۔ یہی حال ہے ایسے لوگوں کا۔ میں سمجھتا ہوں مخلوق نے کیا سجدہ کرنا تھا۔ شیطان اور اس کی ذریت نے سجدہ کیا ہوگا کہ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ بیشک گمراہی پھیلا۔

عرض کیا گیا۔ حضور ایسے لوگوں کی نسبت ہم تو اس لئے کچھ نہیں کہتے کہ وہ آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔ فرمایا:۔

یہ جھوٹ بات ہے ان کے دلوں میں گند نہاں ہے۔ ان کے جھوٹے الہامات کو شیطانی کہا جائے تو فوراً ہماری بھی تکذیب کریں۔

آپ نے بہت تاکیدی الفاظ سے پورے جوش میں تقریر فرمائی۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۷ صفحہ ۸ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء)

آئے۔ کسی نے ذکر کیا کہ بعض قرب وجوار کے دیہات میں طاعون ہے۔

حضرت نے فرمایا:-

اس دفعہ یہ بیماری زیادہ تر خطرناک صورت میں ہے۔ سارے موسم سرما میں بھی اکثر مقامات میں ترقی پر رہی ہے۔ اعتدالی ایام میں اور بھی خطرناک ہوگی۔ بجز توبہ واستغفار اس کا کوئی علاج نہیں۔

فرمایا:-

مولوی نورالدین صاحب کو بلاؤ کہ نماز پڑھی جاوے

مولوی صاحب بلائے گئے اور ڈیڑھ بجے نماز ظہر ادا کی گئی۔ فرض کی نماز باجماعت ادا کرکے حضرت اندر تشریف لے گئے۔ حضرت اقدس کا مدام یہی اصول ہے کہ آپ ظہر کی پہلی چار سُنتیں گھر میں ادا کرکے باہر تشریف لاتے ہیں۔ پچھلی دو سُنتیں بھی جا کر اندر پڑھتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر ادائے فرض کے بعد مسجد میں بیٹھنا منظور ہو تو پچھلی دو سُنتیں فرضوں کے بعد مسجد میں ہی ادا فرماتے ہیں۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ صفحہ ۹ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۷ء)

۳۰؍جنوری ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

آج ظہر کی نماز میں حضرت اقدس تشریف لائے۔ آپ کی طبیعت قدرے علیل معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت کوئی تذکرہ نہیں ہوا۔ نماز باجماعت ادا فرما کر اندر تشریف لے گئے عصر کی نماز میں آپ اذان ہونے کے بعد جلدی تشریف لے آئے۔

فرمایا:-

مولوی صاحب کو بُلاؤ۔ نماز ادا کی جائے

فرمایا:۔

درد گُردہ ہو رہا ہے۔ سرد ہوا تیز چلتی ہے تو درد شروع ہو جاتا ہے

پھر آپ بیٹھ گئے۔ مولوی محمد علی صاحب و مفتی محمد صادق صاحب بھی آگئے۔ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:۔

رسول میں کوئی نئی خبر آپ نے پڑھی ہے ؟

مولوی صاحب نے عرض کی کہ یورپ کی تار خبروں[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جگہ سخت سردی پڑ رہی ہے حتیٰ کہ انجنوں میں بھی پانی جم جاتا ہے۔

آپ نے پوچھا کہ

کیا غیر معمولی سردی لکھا ہے یا کہ معمولی ؟

مولوی صاحب نے عرض کی کہ غیر معمولی سردی کی تار خبریں درج ہیں۔ اتنے میں مولوی محمد احسن صاحب بھی آگئے۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور کا الہام ہے ؎

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن

ثلج برف کے معنے ہیں اور یہ غیر معمولی سردی اس پیشگوئی کو پورا کر رہی ہے۔

اتنے میں حضرت حکیم الامت تشریف لے آئے۔ نماز کی جماعت کھڑی ہو گئی۔ آپ نماز با جماعت ادا فرما کر اندر تشریف لے گئے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ صفحہ ۴ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۰۷ء)

۱۳ر جنوری ۱۹۰۷ء

(بوقت عصر)

حضرت اقدس نماز عصر میں تشریف لائے۔ مفتی صاحب سے فرمایا کہ

---

[1] یعنی تار کے ذریعہ پہنچنے والی خبریں (مرتب)

بعض شکایتیں آئی ہیں کہ خطوں کا جواب نہیں ملتا۔ خطوں کے جواب لکھے جاویں۔

واضح ہو کہ حضرت اقدس امام ہمام علیہ السلام کے نام جو خطوط آتے ہیں وہ براہِ راست چٹھی رساں حضرت اقدس کو جا کر دیتا ہے اور سب خطوں کو حضرت اقدس خود ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اکثر جواب لکھنے کے لئے ہدایتیں کر کے منشی کو سپرد فرماتے ہیں۔ ناسازیٔ طبع نہ ہو اور فرصت ہو تو بہت کا جواب خود تحریر فرماتے ہیں۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ صفحہ ۱۰ - ۱۱ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۰۷ء)

۹ر فروری ۱۹۰۷ء

خط سے سوال پیش ہوا کہ مکان میں میرا پانچ سو روپیہ کا حصہ ہے۔ اس حصہ میں مجھ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

حضرت نے فرمایا:۔

جواہرات و مکانات پر کوئی زکوٰۃ نہیں

بوقت عصر

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ

اس وقت جو بے وقت بارش متواتر برس رہی ہے۔ واللہ اعلم اس سے طاعونی کیڑے ہی پرورش پا رہے ہیں۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ صفحہ ۱۳ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۰۷ء)

۱۰ر فروری ۱۹۰۷ء

(بوقت عصر)

آریوں کی مذہبی کانفرنس مقام گوجرانوالہ کے ذکر پر مفتی صاحب کو فرمایا:۔

ان کو لکھو کہ اگر تم کم از کم تین گھنٹے ہماری تقریر کے لئے مقرر کرو تو ہم مضمون لکھ کر سُنانے کو بھیج سکتے ہیں۔[۱]

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ صفحہ ۱۳ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۰۷ء)

۱۷ر فروری ۱۹۰۷ء

بوقت ظہر

مفتی صاحب نے کسی شخص کا سوال خط سے پیش کیا کہ میں نے ایک بیوہ عورت کے

---

[۱] بدر میں ہے کہ
مینجر گوردکل گوجرانوالہ کا ایک اور خط حضرت صاحب کے نام آیا جس کا جواب حضور نے مفتی صاحب کو لکھنے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ مفصلہ ذیل خط لکھا گیا۔

جناب مینجر صاحب گوردکل گوجرانوالہ تسلیم۔ آپ کا دوسرا خط حضرت کی خدمت میں پہنچا جس میں آپ نے ظاہر کیا ہے کہ آپ نصف گھنٹہ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے اور ایک عالم کے واسطے بسبب اس کے علم کے اتنا وقت کافی ہے۔ بجواب گذارش ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ اہم مذہبی امور پر گفتگو کرنے کے واسطے اتنا تھوڑا وقت کسی صورت میں کافی نہیں ہو سکتا اس واسطے ہم ایسی مجلس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اگر آپ کم از کم تین گھنٹہ کا وقت ہمارے مضمون کے واسطے رکھتے تو ممکن تھا کہ ہم خود جاتے یا اپنا کوئی فاضل دوست اپنا مضمون دے کر بھیج دیتے ہم کسی طرح سمجھ ہی نہیں سکتے کہ ایسے مضامین عالیہ میں صرف آدھ گھنٹہ کی تقریر کافی ہے۔ ہم رسوم کے پابند نہیں ہم پابند احقاق ہیں۔ باقی آپ کا یہ فرمانا کہ بڑے عالم کے واسطے نصف گھنٹہ کافی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ یہ بات کیونکر آپ درست قرار دیتے ہیں جبکہ آپکے وید مقدس کے لکھنے والوں نے اپنی باتوں کو ختم نہ کیا جبتک کہ وہ ایک گدھے کے بوجھ کے برابر نہ ہو گئے تو پھر آپ ہم سے یہ امید کیونکر رکھتے ہیں۔ ایک نکتہ معرفت کا قبل از تکمیل گھونٹنا درحقیقت

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ساتھ نکاح کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس کے ساتھ نکاح سے منع فرمایا کیا اس پر عمل کیا جاوے یا نہیں؟

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من رأنی فقد رأی الحقّ لہٰذا اس پر عمل کیا جاوے۔

پھر خط سے سوال پیش ہوا کہ کئی اشخاص نے ایک گائے قربانی کرنے کے لئے خریدی تھی جن میں سے ایک احمدی تھا۔ غیر احمدیوں نے اس کو اس وجہ سے اس گائے کا حصہ قیمت واپس دے دیا کہ اس کا حصہ قربانی میں رکھنے سے قربانی نہ ہوگی۔ اس لئے اس شخص نے لکھا کہ میں اپنی قربانی کا حصہ نقد قادیان میں بھیج سکتا ہوں یا نہیں؟

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

سچائی کا خون کرنا ہے جس کو کوئی راستباز پسند نہیں کرے گا۔ اگر علم اور فضل کا معیار حد درجہ کے اختصار اور تھوڑے وقت میں ہوتا تو چاہیئے تھا کہ وید صرف چند سطوں میں ختم ہو جاتا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس تھوڑے وقت نے مجھے اس اشتراک سے محروم رکھا۔ کیا خدا تعالےٰ کی ذات صفات کی نسبت کچھ بیان کرنا اور پھر رُوح اور مادہ میں جو فلاسفی مخفی ہے اس کو کھولنا آدھ گھنٹہ کا کام ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ لفظ ہی سوء ادب میں داخل ہے جن لوگوں کو محض شراکت کا فخر حاصل کرنا مقصود ہے وہ جو چاہیں کریں مگر ایک محقق ناتمام تقریر سے خوش نہیں ہو سکتا۔ سچائی کو ناتمام چھوڑنا ایسا ہے جیسا کہ بچہ اپنے پورے دنوں سے پہلے پیٹ سے ساقط ہو جائے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔

خادم مسیح موعود محمد صادق عفا اللہ عنہ
۱۷ فروری ۱۹۰۷ء

(بدر جلد ۶ نمبر ۸ صفحہ ۵ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء)

اس کو لکھو کہ قربانی کا جانور اس قیمت سے لے کر وہاں ہی قربانی کر دے۔

عرض کی گئی کہ اس کا حصہ قیمت جو گائے کے خریدنے میں معاوضہ بہت تھوڑا ہے۔ اس سے دُنبہ بکرا خرید نہیں سکے گا۔

حضرت نے فرمایا۔

اس کو لکھو کہ تم نے جبکہ اپنے اُوپر قربانی ٹھہرائی ہے اور طاقت ہے تو اب تم پر اس کا دینا لازم ہے اور اگر طاقت نہیں تو پھر اس کا دینا لازم نہیں۔

خط سے سوال پیش ہوا کہ میں بوقتِ سحر بماہِ رمضان اندر بیٹھا ہوا بے خبری سے کھاتا پیتا رہا۔ جب باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سفیدی ظاہر ہو گئی ہے۔ کیا وہ روزہ میرے اوپر رکھنا لازم ہے یا نہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ

بے خبری میں کھایا پیا تو اس پر اس روزہ کے بدلے میں دوسرا روزہ لازم نہیں آتا۔

پھر سوال پیش ہوا کہ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ[1] سے فرضی روزے مراد ہیں یا اور روزے مراد ہیں؟ فرمایا۔

کتب سے فرضی روزے مراد ہیں

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ صفحہ ۱۳-۱۴ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۷ء)

---

۱۲ فروری ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

ایک مولوی صاحب حدود افغانستان سے حضرت کی ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے

[1] البقرۃ: ۱۸۴

مصافحہ کے بعد حضرت نے ان کے کوائف سفر و صعوبت راہ کی حالت دریافت فرمائی

بعد ازاں حکومتِ افغانستان کی عدم حریت و آزادی کے متعلق ذکر ہوا۔[۱]

فرمایا کہ

اخبارات میں جو آجکل لکھا جا رہا ہے کہ حکومت افغانستان میں ہر مذہب کے لوگوں کو عام آزادی حاصل ہے سراسر دروغ بے فروغ ہے کیونکہ اگر افغانستان میں ہندوستان جیسی حریت و آزادی ہر مذہب کے لوگوں کو حاصل ہوتی تو اخوند زادہ حضرت مولوی عبد اللطیف کو اس بیدردی سے اختلاف مذہب کے سبب اس حکومت میں ہلاک نہ کیا جاتا۔[۲]

تازہ وحی

بعد ازاں حضرت نے خدا تعالیٰ کی تازہ وحی کا ذکر فرمایا جو پہلے درج ہو چکی ہے اور اس میں سے مندرجہ ذیل فقرہ سنایا:۔

آسمان ٹوٹ پڑا سارا معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے

تشریح میں فرمایا۔

---

[۱] بدر سے:۔ "افغانستان کا ذکر تھا کہ اگر ہماری جماعت کے لوگ جو کہ اس جگہ ہیں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں تو امید ہے کہ بہت فائدہ ہو۔ فرمایا:۔ اگر ایک شخص بھی تمہارے ذریعہ سے دین کو اچھی طرح سمجھ لے تو یہ ایک بڑے ثواب کا کام ہے۔" (بدر جلد ۶ نمبر ۸ صفحہ ۴)

[۲] بدر سے:۔ "خیر ہم خدا تعالیٰ پر امید رکھتے ہیں کہ وہ ضرور کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دے گا جس سے ان ممالک میں پوری تبلیغ ہوگی" (بدر جلد ۶ نمبر ۸ صفحہ ۴ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء)

اگرچہ کثرت بارش سے بھی آسمان کا ٹوٹ پڑنا مراد ہو سکتا ہے مگر ان الہامات کی تشریح میں ہم کسی پہلو پر زور نہیں دیتے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جس رنگ و صورت میں چاہا ، واقع ہوں گے۔ ان الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی وحشت ناک امر واقع ہونے والا ہے۔ جس سے لوگ متحیر و خوف زدہ ہو جاویں گے لہذا خدا تعالیٰ نے ان کی طرف سے حکایتاً بیان فرمایا ہے کہ معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔

فرمایا:۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت دُور نہیں ہے۔ قریب آگیا ہے۔

پھر حضرت اقدس نے فاضل امروہی سے استفسار فرمایا کہ

خطوط سے معلوم ہوتا ہوگا آپ کی طرف بارش زور سے برس رہی ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب نے عرض کی: اس طرف اتنی بارش نہیں ہے جس قدر اس طرف برس رہی ہے۔ پھر حضرت نے بیماری طاعون کا حال پوچھا۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ بیماری اس طرف بہت ہے۔ پھر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ثناء اللہ لکھتا ہے کہ سعد اللہ کی وفات کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ یہ پیشگوئی روز روشن کی طرح پوری ہو گئی ہے۔ حقیقۃ الوحی میں اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے متعلق زبردست دلائل لکھے جاویں گے۔

فرمایا:۔

ثناء اللہ بہ نسبت محمد حسین بٹالوی کے بدگوئی میں بڑھ گیا ہے۔

محمد حسین بٹالوی کا ذکر ہوا۔ فاضل امروہی نے عرض کی کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ اس نے کہا تھا کہ میں نے ہی ان کو یعنی حضور کو عروج پر چڑھایا تھا اور میں ہی گراؤں گا مگر معاملہ برعکس ہوا۔ اس جگہ تو یوماً فیوماً ترقی ہو رہی ہے اور مشرق و مغرب کی مخلوق آپہنچی ہے اور محمد حسین اکیلا طرید رہ گیا ہے۔ اکثر احباب نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اشاعت السنۃ

سے اس کو تین سو روپیہ تک نکل جاتا تھا۔ اب کوئی اس سے پوچھے کہ کیا حال ہے۔

حضرت نے فرمایا :-

محمد حسین ہمیشہ ہمارے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ اور زمک بٹالہ میں نہیں ٹھہر سکتا تھا بلکہ ہمارے پاس آجاتا تھا ایک دفعہ اس کے متعلق اس کے باپ نے ایک سخت ناگوار اشتہار دینا چاہا تھا اور محمد حسین نے مجھے کہا کہ میرے باپ کو اس امر سے منع کرو۔ چنانچہ ہم نے اس کو اس امر سے روکا تھا۔

میر ناصر نواب صاحب نے خواب بیان کیا کہ تھوڑے روز ہوئے میں نے محمد حسین کو خواب میں دیکھا کہ سامنے سے چلا آتا ہے اور میرے ساتھ مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ تو میں نے بھی اس کے ساتھ مصافحہ کیا اتنے میں مجھے آواز آئی۔ جو جھکے آپ سے اس سے جھک جائیے۔

بوقت عصر

حضرت اقدس مسجد میں تشریف لائے تو نو وارد افغان مولوی صاحب سے بزبانِ فارسی استفسار فرمایا کہ آپ کے ملک میں سردی کا کیا حال ہے۔ انہوں نے عرض کی ہمارے ملک میں بہت سردی ہوتی ہے۔ بالخصوص تین ماہ میں سخت سردی پڑتی ہے۔ فصل برف کے نیچے دب جاتے ہیں۔

حضرت نے پوچھا کہ

افغانستان میں عربی کی کیا کیا کتابیں لوگ پڑھتے ہیں؟

افغان مولوی صاحب نے عرض کی کہ فقہ کا زیادہ رواج ہے۔ قدوری۔ کنز۔ شرح وقایہ ہدایہ پڑھ لیتے ہیں۔ زیادہ علوم سے اکثر علماء بے بہرہ ہوتے ہیں۔ حدیث کے علم کا رواج افغانستان میں نہیں ہے۔ سفر دیل میں ایک افغان مولوی مجھے ملا۔ میرے پاس بخاری شریف

دیکھ کر کہا۔ تم وہابی ہو۔

حضرت حکیم الامت نے فرمایا خود مولف بخاری شریف کو ان لوگوں کے بھائی بندوں نے بخارا سے جلاوطن کر دیا تھا۔

بعد ازاں نماز کھڑی ہو گئی۔ ادائے نماز کے بعد حضرت اندر تشریف لے گئے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ صفحہ ۱۴ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۰۷ء)

۱۳ر فروری ۱۹۰۷ء

بوقت ظہر

مفتی صاحب نے مسٹر ویب باشندہ امریکہ کا خط حضرت اقدس کو سنایا۔ حضرت نے فرمایا :-

ویب اگر دلی کوشش کرتا تو ضرور اس کا اثر لوگوں میں ہوتا کیونکہ

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

ویب اہل امریکہ کو کیا کوستا ہے اس کو اپنے دل کو کوسنا چاہیئے۔ اس نے ہمارے سلسلہ کی طرف پوری توجہ نہیں کی بلکہ بدگوئی کے ساتھ ہندوستان سے واپس چلا گیا تھا۔ اس سے تو ہمارے نزدیک عبداللہ کوئلم بدرجہا بہتر ہے جس نے ایک جماعت مسلمانوں کی بنا لی ہے۔

فاضل امروہی نے عرض کیا کہ ویب کے متعلق حضور نے ایک پیشگوئی کی تھی جبکہ وہ قادیان میں آنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ وہ یہاں نہیں آئے گا اور واپس چلا جاوے گا اور جس بات کے لئے واپس گیا تھا وہ بھی اس کو نصیب نہ ہوئی۔ چنانچہ واپس جا کر نادم ہوا۔

بوقت عصر

قبل نماز عصر حضرت اقدس مسجد میں تشریف لائے۔ مولوی محمد علی صاحب کو فرمایا کہ

اگر اہلِ امریکہ و یورپ ہمارے سلسلہ کی طرف توجہ نہیں کرتے تو وہ معذور ہیں اور جب تک ہماری طرف سے ان کے آگے اپنی صداقت کے دلائل نہ پیش کئے جاویں وہ انکار کا حق رکھتے ہیں۔ ہماری صداقت کے دلائل و حقیت اسلام پر ایک مستقل کتاب انگریزی میں چھاپ کر ان کو پیش کی جاوے۔ جن باتوں کو ہمارے مخالف مسلمان ان کے آگے پیش کرتے ہیں ان میں بہت غلطیاں ہیں۔ مثلاً حیاتِ مسیح، مسئلہ ختمِ نبوت، مکالماتِ الٰہیہ کے متعلق اس زمانہ کے مسلمانوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ اس کتاب میں ان مسائل کی تنقیح اور ہمارے سلسلہ کے دلائل صداقت لکھے جاویں۔

ڈیب نے ایک چٹھی لکھی کہ جو معجزات اب پیش کئے جاتے ہیں ان پر اب ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔ ان سب باتوں کے لئے ایک مستقل کتاب جامع ہو جس میں یہ سب مضمون لکھے جاویں۔[1]

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۸ صفحہ ۹ مورخہ ۱۰؍ مارچ ۱۹۰۷ء)

---

[1] بدر سے:-

"مولوی محمد علی صاحب کو بلا کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہم چاہتے ہیں کہ یورپ امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جاوے اور یہ آپ کا کام ہے۔ آجکل جو ان ملکوں میں اسلام نہیں پھیلتا اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے تو وہ بہت کمزوری کی حالت میں رہتا ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہیں اور نہ اُن کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا حق ہے کہ ان کو حقیقی اسلام دکھلایا جاوے جو خدا تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے۔ وہ امتیازی باتیں جو کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ میں رکھی ہیں۔ وہ ان پر ظاہر کرنی چاہئیں اور خدا تعالیٰ کے مکالمات مخاطبات کا سلسلہ ان کے سامنے پیش کرنا چاہیئے اور ان سب باتوں کو جمع کیا جاوے جن کے ساتھ اسلام کی عزت اس زمانہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۱۵ر فروری ۱۹۰۷ء

سرعت الہام

ایک الہام کا ذکر تھا۔ فرمایا:-

یاد نہیں لیکن لکھا ہوا ہے۔

پھر فرمایا:-

بعض دفعہ الہام الٰہی ایسی سرعت کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ ایک پرندہ پاس سے نکل جاتا ہے اور اگر اسی وقت لکھ نہ لیا جاوے یا اچھی طرح سے یاد نہ کر لیا جاوے تو بھول جانے کا خوف ہوتا ہے۔

تفہیم الہام

آج کی وحی الٰہی " اس ہفتہ میں کوئی باقی نہ رہے گا " کے متعلق فرمایا کہ

ابھی ٹھیک طور پر نہیں کہہ سکتے کہ اس الہام میں ہفتہ سے کیا مراد ہے اور یہ کس کے متعلق ہے

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے عرض کیا کہ بعض اس قسم کے الہامات کسی خاص مکان اور خاص زمانہ کے متعلق ہوتے ہیں۔

فرمایا:-

درست ہے۔ دانیال کی کتاب میں صدہا سال کو ہفتہ کہا گیا ہے اور دنیا کی عمر بھی ایک ہفتہ بتلائی گئی ہے۔ اس جگہ ہفتہ سے مراد سات ہزار سال ہیں۔ ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوتا

ہیں وابستہ ہے۔ ان تمام دلائل کو ایک جگہ جمع کیا جاوے جو اسلام کی صداقت کے واسطے خدا تعالیٰ نے ہم کو سمجھائے ہیں۔ اس طرح ایک جامع کتاب تیار ہو جاوے تو امید ہے کہ اس سے ان لوگوں کو بہت فائدہ حاصل ہو"

(بدر جلد ۶ نمبر ۸ صفحہ ۴ مورخہ ۲۱ر فروری ۱۹۰۷ء)

ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ یومًا عند ربّك کالفِ سنةٍ مما تعدون[1]۔ تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہے۔

آخر فنا

فرمایا:-

آخر ایک دن اس دنیا کا خاتمہ ہونے والا ہے اور سب فنا ہو جائیں گے اور اس فنا کا وقت دنیا کی عمر کے مطابق ساتویں ہزار سال کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ یہ گنتی ہم حضرت آدم سے کرتے ہیں مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ اس سے پہلے انسان نہ تھا یا دنیا نہ تھی بلکہ ایک خاص مورث اعلیٰ سے اس گنتی کو لیا جاتا ہے جس کا نام آدم تھا۔ جیسا کہ اوّل میں وہ آدم تھا ایسا ہی آخر میں ایک آدم ہے۔ حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اس دنیا کی عمر کے روز میں گویا عصر کا وقت تھا۔ جبکہ وہ عصر کا وقت تھا تو خود اندازہ ہو سکتا ہے کہ اب کتنا وقت باقی ہوگا۔ انجیل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اب دُنیا کی عمر تھوڑی باقی ہے۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے عرض کیا کہ اس قسم کے الفاظ جیسا کہ قیامت فنا وغیرہ ہیں بعض جگہ کسی خاص قرن اور خاص قوم کے متعلق آتے ہیں۔

فرمایا:-

یہ درست ہے اور خدا تعالےٰ قدیم سے خالق چلا آتا ہے۔ لیکن اس کی وحدت اس بات کو بھی چاہتی ہے کہ کسی وقت سب کو فنا کر دے۔ کُلُّ من علیھا فانٍ[2]۔ سب جو اس پر ہیں فنا ہو جانے والے ہیں۔ خواہ کوئی وقت ہو۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ وقت کب آئے گا۔ مگر ایسا وقت ضرور آنے والا ہے۔ یہ اس کے آگے ایک کرشمۂ قدرت ہے۔ وہ چاہے پھر خلق جدید کر سکتا ہے۔

[1] الحج : ۴۸ [2] الرحمٰن : ۲۷

عجائب قدرت

تمام آسمانی کتابوں سے ظاہر ہے کہ ایسا وقت ضرور آنے والا ہے۔ خدا کی قدرت کا خیال کیا جاوے تو یہ بات مستبعد اور قابل تجویز[1] نہیں رہی۔ زلزلہ کا ایک دھکا لگتا ہے تو شہروں کے شہر ویران ہو جاتے ہیں۔ اس سے خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ جب امن کا زمانہ ہوتا ہے تو لوگوں کو منطق یاد آتی ہے اور باتیں بناتے ہیں۔ لیکن جب خدا تعالیٰ ایک ہاتھ دکھاتا ہے تو تمام فلسفہ بھول جاتا ہے۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل ذکر کرتے ہیں کہ ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء والے زلزلہ میں ان کے کالج کا ایک ہندو لڑکا دہریہ بے ساختہ رام رام بول اٹھا۔ جب زلزلہ تھم گیا تو پھر کہنے لگا کہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ غرض ایسے لوگ درست نہیں ہوتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ عجوبۂ قدرت نہ دکھائے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جب تک کہ ایسا نہ ہو توحید قائم نہیں ہوتی۔

طاعونی موت

ذکر آیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ طاعون کوئی عذاب الٰہی نہیں بلکہ یہ تو ایک شہادت ہے

فرمایا:۔

شہادت تو مومن کے واسطے ہوتی ہے جو پہلے ہی سے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس کو قربانی کر چکا ہوتا ہے۔ اس کی موت ہر حالت میں شہادت ہے۔ لیکن یہ ایک عام قانون بنانا کہ ہر ایک شخص جو طاعون سے مرتا ہے وہ شہید ہے تو پھر کیا چوہڑے، چمار، ہندو، آریہ، عیسائی دہریہ، بُت پرست جو ہزارہا طاعون سے مر رہے ہیں وہ سب درجہ شہادت کو حاصل کر رہے ہیں سید عبدالحی عرب نے مولوی ثناء اللہ کو کہا تھا کہ امرتسر کا رسل بابا طاعون کے عذاب سے ہلاک ہوا ہے تو ثناء اللہ نے کہا کہ وہ شہادت کی موت مَرا ہے تو عرب صاحب نے کہا پھر خوب ہے میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو بھی اس قسم کی شہادت کی موت دے۔

---

[1] نقل مطابق اصل۔ ممکن ہے "تردید" ہو۔ واللہ اعلم بالصواب (مرتب)

غرض شہادت نفس طاعونی موت میں شامل نہیں ہے بلکہ شہادت کا درجہ تو ان مومنوں کے واسطے ہے جو اپنی زندگی میں اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر چکے ہیں۔ طاعونی عذاب حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بھی اُن کے مخالفوں پر پڑا تھا۔ اور پھر حضرت عیسیٰ کے بعد بھی یہ عذاب ان کے مخالفوں پر وارد ہوا تھا اور اب بھی خدا تعالیٰ نے بطور نشان کے یہ عذاب نازل فرمایا ہے

آدم والا بہشت

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ بہشت میں جو لوگ داخل ہوں گے وہ لوگ نکالے نہیں جاویں گے تو پھر آدم اور حوا کیوں نکالے گئے تھے؟

حضرت نے فرمایا کہ

آدم جس بہشت سے نکالا گیا تھا وہ زمین پر ہی تھا بلکہ توریت میں اس کی حدود بھی بیان کی گئی ہیں۔ نصوص قرآنیہ سے یہی ثابت ہے کہ انسان کے رہنے اور مرنے کے واسطے یہی زمین ہے۔ جو شخص اس کے برخلاف کچھ مذہب رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی بے ادبی کرتا ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۸ صفحہ ۴-۵ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

قرض پر زکوٰۃ

ایک شخص کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ جو روپیہ کسی شخص نے کسی کو قرضہ دیا ہوا ہے کیا اس پر اس کو زکوٰۃ دینی لازم ہے؟

فرمایا۔ نہیں

اعتکاف

ایک شخص کا سوال حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا کہ جب آدمی اعتکاف میں ہو

تو اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کر سکتا ہے یا نہیں؟

فرمایا:۔

سخت ضرورت کے سبب کر سکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لئے اور حوائج ضروری کے واسطے باہر جا سکتا ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۸ صفحہ ۵ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء)

---

۱۶ فروری ۱۹۰۷ء

بوقت ظہر

مونگھیر کی جماعت اور وہاں کے کسی مباحثہ کا ذکر ہوا۔ فرمایا:۔

تحریری سوالات ہوں تو ہماری طرف سے بھی مخالفین کے لئے تحریری جواب دیا جاوے۔ اور زبانی مباحثات مظنہ فساد ہوتے ہیں

قاضی ظفر الدین متوفی کے قصیدہ کا ذکر ہوا جو اس نے حضرت کے قصیدہ کے مقابلہ میں بنایا تھا اور اس کو خدا نے اتنی فرصت نہیں دی کہ شائع کر سکے۔ اب اس کو ثناء اللہ چھاپتا ہے۔ حضرت نے فرمایا:۔

قصیدہ بنانے والا تو اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا اور جہان سے رخصت ہو گیا اور وہ اس کو اپنی زندگی میں بھی شائع نہ کر سکا۔ ثناء اللہ کو تو اتنی لیاقت نہیں کہ اس کی تصحیح کر سکے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ صفحہ ۱۲ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۷ء)

---

۱۷ فروری ۱۹۰۷ء

حضرت حکیم الامت نے کسی شخص کا مقولہ بیان فرمایا کہ وہ کہتا ہے کہ زلزلے بیماریاں

آیا ہی کرتی ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ کے غضب سے کیا تعلق ہے؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

ایسے لوگوں کو خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں ہوتا۔ قرآن کریم کے منکر ہیں۔ دہریے ہیں کیا موسیٰ نوح علیہما السلام کے وقت میں یونہی بیماریاں آتی تھیں یا کہ خدا تعالیٰ نے ان کا کوئی سبب بیان فرمایا ہے؟

فرمایا:۔

اس دفعہ طاعون خطرناک شکل پکڑتی جاتی ہے۔ ہمیں تو اس سے خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے خدا تعالیٰ کی ہستی اور دنیا کی ناپائیداری اہلِ دنیا پر ثابت ہو رہی ہے ؎

خدا را بخدا توان شناخت

سوفسطائی جو حقیقت اشیاء کے منکر ہیں ان کا جواب یہی لکھا ہے کہ جب ان کو آگ میں ڈالا جاتا ہے تب حقیقت اشیاء کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی ہستی کا ثبوت دُنیا پر واضح فرما رہا ہے۔

سعد اللہ لدھیانوی کا ذکر ہوا تو فرمایا:۔

میں نے اپنے قصیدہ انجام آتھم میں اس کے متعلق لکھا تھا:۔

اٰذَیْتَنِیْ خُبْثًا فَلَسْتُ بِصَادِقٍ

اِنْ لَمْ تَمُتْ بِالْخِزْیِ یَا ابْنَ بِغَاءِ

یعنی خباثت سے تو نے مجھے ایذا دی ہے۔ پس اگر تو اب رسوائی سے ہلاک نہ ہوا تو میں اپنے دعویٰ میں سچا نہ ٹھہروں گا اے سرکش انسان۔

فرمایا:۔

اسی طرح سعد اللہ نے بھی میرے حق میں لکھا ہے کہ تیرا اخذ یمین اور قطع وتین اور تیرا

سلسلہ تباہ ہوگا۔ اب یہ اس نے مباہلہ کر لیا تھا۔ دیکھو اب کون تباہ و ہلاک ہوا یہی مباہلہ کا نتیجہ تھا کہ وہ لکھتا ہے کہ یہ کذاب ہے۔ اب دیکھو کہ کذاب کا یہی حال ہوا کرتا ہے کہ اس کے مقابل پر مومن اور سچے ہلاک ہوتے جاویں۔ ہر امر میں کاذب غالب ہو اور اس کو خدا کی نصرت ملتی جاوے اور خدا تعالیٰ سچوں پر تباہی اور ہلاکت وارد کرتا جاوے۔

ہماری صداقت کا آفتاب چڑھ آیا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ دجالوں اور کاذبوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا آیا ہے کہ کاذبوں کو مہلت دیتا جاوے اور اُن کے مقابل سچوں کو ہلاک کرتا جاوے؟ کیا اس بات کا ثبوت کسی سابق زمانہ میں کوئی بھی گذرا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیا ہو؟ دراصل اب دُنیا میں دہریت پھیل گئی ہے۔ اب تو ہماری صداقت کا آفتاب چڑھ آیا ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔[۱]

(بوقت ظہر)

آجکل جو خطرناک امراض ترقی پذیر ہو رہے ہیں ان کے متعلق ذکر ہونے پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تقریر فرما رہے تھے۔ جب خاکسار[۲] حاضر ہوا تو کلمات ذیل بر زبان درافشاں جاری تھے:۔

توحید اسلام ہی کی توحید ہے۔ اسلام سکھلاتا ہے کہ جو زہریلے ذرات انسان کے اندر جا کر خطرناک امراض کا باعث ہوتے ہیں۔ وہ سب خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت چلتے اور اثر پذیر ہوتے ہیں۔ بغیر اذنِ الٰہی کوئی ذرہ اثر نہیں کر سکتا۔ لہٰذا خدا تعالیٰ کے آگے تضرع وزاری کرنی چاہیئے کہ وہ زہریلے ذرات و مواد کے اثر سے محفوظ رکھے۔ اگر زہریلے ذرات و مواد انسان کے اندر خود بخود اثر پذیر ہوتے تو پھر ان ذرات کے آگے ہاتھ جوڑنے پڑتے کہ اثر نہ کریں مگر ایسا

---

[۱] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ صفحہ ۱۲ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۷ء

[۲] یعنی ایڈیٹر صاحب الحکم (مرتب)

امر نہیں ہے بلکہ کوئی چیز و ذرہ خدا تعالیٰ کے حکم و اذن کے سوا اثر نہیں کر سکتا۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۸ صفحہ ۹ مورخہ ۱۰ / مارچ ۱۹۰۷ء)

---

۱۲ / فروری ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

ذکر ہوا کہ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون روز بروز ترقی پکڑتی جاتی ہے حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا۔

شاید وہ جو ہمارا الہام ہے ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہ رہے گا، یہ خاص اشخاص کے متعلق ہو اور اس کا ظہور اس شکل میں ہو۔

کل دہلی سے خط آیا ہے کہ مولوی عبدالمجید دہلوی جو ہمارا سخت معاند تھا یکایک مرگیا۔ ایسا ہی ایک اور بڑے معاند کی مرگ مفاجات کا ذکر تھا۔

نواب بہاولپوری کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا۔

میرے نزدیک اس کا خاتمہ اچھا ہوا۔ اس خاندان کا پیر (غلام فرید صاحب مرحوم ساکن چاچڑاں) ہمارا معتقد تھا۔ نواب بہاولپور شاید اس نوجوانی کی عمر میں واپس آتا تو غلطیوں میں مرتکب ہو جاتا۔ اس کا حسن خاتمہ بطور یادگار رہے گا۔

(بوقت عصر)

ایک صاحب نے سوال کیا کہ قرآن شریف کس طرح پڑھا جاوے؟

حضرت اقدس نے فرمایا۔

قرآن شریف تدبر و تفکر و غور سے پڑھنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ

فنا پر یلعنہ القرآن۔ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گذر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبّر و غور سے پڑھنا چاہیئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۸ صفحہ ۱۵ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

کمیاب ڈائری

یہ ڈائری اس وقت کی ہے جبکہ حضرت اقدس اندر کے مکان میں ہوتے ہیں اور اس کو صاحبزادہ حضرت مرزا محمود احمد صاحب نے لکھ کر اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان کے جلد ۲ نمبر ۱ میں درج کیا ہے۔ وہاں سے ہم درج کرتے ہیں:۔

"امیر حبیب اللہ خاں والئے افغانستان کی آمد پر فرمایا کہ

لوگ اس کے لئے بڑے بڑے جلسے کرتے ہیں اور اس کے آنے پر خوش ہیں۔ مگر ہم اس کا آنا نہ آنا برابر سمجھتے ہیں۔ ہم اس آدمی کی پرواہی کیا کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ کرے۔ ہمارا بادشاہ خدا ہے اور امیر حبیب اللہ اس کا مجرم ہے کیونکہ اس نے بلا کسی حق کے صاحبزادہ عبد اللطیف کو صرف اس لئے کہ وہ گورنمنٹ انگریزی سے جہاد کرنا ناجائز قرار دیتے تھے قتل کیا اور پھر نہایت بیدردی کے ساتھ۔ اور ایسے شخص کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ[1] یعنی جو شخص کہ ایک مومن کو بلا کسی کافی عذر کے قتل کر دے پس اس کی سزا جہنم ہے۔ پس ہم تو الٰہی فیصلہ کے منتظر ہیں۔ اور

[1] النساء: ۹۴

یہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے شخص پر میرا غضب نازل ہوگا۔ پس خدا کے غضب سے اور کونسی چیز ہے جو خطرناک ہے۔

حضرت صاحب مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں اور علاوہ مسواک کے اور مختلف چیزوں سے دن میں کئی دفعہ دانتوں کو صاف کرتے ہیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سنت تھی۔ پس سب کو چاہیئے کہ اس طرف بھی توجہ رکھا کریں۔

فرمایا کہ

لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور مسلمان ہیں لیکن دراصل وہ نہیں ہوتے۔ زبانی اقرار تو ایک آسان بات ہے لیکن کرکے دکھانا اور بات ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اَحسب الناس الاٰیۃ۔ یعنی کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ مومن اور پکے ایماندار ہیں اور ابھی وہ آزمائے نہیں گئے۔ پس جب تک آزمائش نہ ہو ایمان کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ بہت لوگ ہیں جو آزمائش کے وقت پھسل جاتے ہیں اور تکلیف کے وقت ان کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔

ایک یہودی کا قصہ ہے جو کہ ایک بڑا طبیب گذرا ہے اور جس کا نام ابوالخیر تھا کہ ایک دفعہ وہ ایک کوچہ میں سے گذر رہا تھا جبکہ اس نے ایک شخص کو یہ پڑھتے ہوئے سُنا۔ کہ اَحسب الناس[1] الاٰیۃ۔ اگرچہ وہ یہودی تھا۔ اس نے آیت کو سُنکر اپنے ہاتھوں سے ایک دیوار پر ٹیک لگائی اور سر جھکا کر رونے لگا۔ جب رو چکا تو اپنے گھر آیا اور جب وہ سو گیا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے آکر فرمایا کہ اے ابوالخیر تعجب ہے کہ تیرے جیسا فضل و کمال والا انسان مسلمان نہ ہو۔ صبح جب اُٹھا تو اُس نے تمام شہر میں اعلان کردیا کہ میں آج مذہب اسلام قبول کرتا ہوں۔

فرمایا کہ

[1] العنکبوت : ۳

یہودی اگرچہ آجکل بہت تھوڑے ہیں لیکن وہ اصل میں بہت سے مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ اوپر ایک قصہ بیان بھی کیا ہے کچھ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور کچھ دیگر سلاطین کے زمانہ میں۔ ایک شخص کا قصہ ہے کہ اس نے ایک یہودی کو بہت نصیحت کی کہ تو مسلمان ہو جا۔ اُس یہودی نے جواب دیا کہ میں جانتا ہوں کہ اسلام کوئی آسان مذہب نہیں صرف مُنہ سے کہدینا کوئی بڑی بات نہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ میں نے اپنے ایک بیٹے کا نام خالد رکھا تھا یعنی ہمیشہ رہنے والا اور دوسرے دن میں اس کو گاڑ بھی آیا تھا۔ پس صرف نام رکھانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ مگر انسان کا نام رکھا ہوا اگر غلط جاتا ہے تو خدا کا نہیں۔ خدا جس کا نام رکھتا ہے وہی ٹھیک ہوتا ہے۔

ایک دفعہ ہمارے والد صاحب نے ایک خواب دیکھا کہ آسمان سے تاج اُترا اور اُنہوں نے فرمایا یہ تاج غلام قادر کے سر پر رکھ دو (آپ کے بڑے بھائی) مگر اس کی تعبیر اصل میں ہمارے حق میں تھی جیسا کہ اکثر دفعہ ہو جاتا ہے کہ ایک عزیز کے لئے خواب دیکھو اور وہ دوسرے کے لئے پوری ہو جاتی ہے۔ اور دیکھو کہ غلام قادر تو وہی ہوتا ہے جو قادر کا غلام اپنے آپ کو ثابت بھی کر دے اور انہیں دنوں میں مجھ کو بھی ایسی ہی خوابیں آتی تھیں۔ پس میں دل میں سمجھتا تھا کہ یہ تعبیر اُلٹی کرتے ہیں۔ اصل میں اس سے میں مراد ہوں۔ سید عبدالقادر جیلانی نے بھی لکھا ہے کہ ایک زمانہ انسان پر ایسا آتا ہے کہ اس کا نام عبدالقادر رکھا جاتا ہے جیسا کہ میرا نام بھی خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے عبدالقادر رکھا ہے۔

فرمایا کہ

انسان عادت کو چھوڑ سکتا ہے بشرطیکہ اس میں ایمان ہو اور بہت سے ایسے آدمی دُنیا میں موجود ہیں جو اپنی پُرانی عادات کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ جو ہمیشہ سے شراب پیتے چلے آئے ہیں۔ بڑھاپے میں آکر جبکہ عادت کا چھوڑنا خود بیمار پڑنا ہوتا ہے بلا کسی

خیال کے چھوڑ بیٹھتے ہیں اور تھوڑی سی بیماری کے بعد اچھے بھی ہو جاتے ہیں۔ میں حُقّہ کو نہ منع کہتا اور نہ جائز قرار دیتا ہوں مگر ان صورتوں میں کہ انسان کو کوئی مجبوری ہو۔ یہ ایک لغو چیز ہے اور اس سے انسان کو پرہیز کرنا چاہیئے۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۹ صفحہ ۱۰ مورخہ ۲۸؍فروری ۱۹۰۷ء)

۲۵؍فروری ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

فرمایا:۔

اب تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اتمام حجت کر دی ہے۔ نشان پر نشان ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جیسے تسبیح کے دانے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اسی طرح متواتر نشان ظاہر ہوں گے اسی وقت کے لئے تھا چنانچہ تم دیکھ رہے ہو کہ ایک نشان پورا ہو رہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی دوسرا پورا ہو جاتا ہے۔

طاعون کے متعلق ایک شخص نے ذکر کیا کہ لدھیانہ میں پانچ جنازے ایک گھر کے ایک ہی وقت میں نکلے۔ دوسرے نے یہاں سے ۱۳ یا ۱۴ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا ذکر کیا کہ وہاں ۹ آدمی ایک کنبہ کے اکٹھے رات کو چنگے بھلے سوئے اور صبح سات مُردہ پائے گئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد ایک لڑکا مر گیا۔

آپ نے فرمایا:۔

یہ خدا تعالیٰ کے قہری نشان ہیں۔ افسوس کہ لوگ اس پر بھی نہیں سمجھتے۔ الہام اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ[1] سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جب تک خلقت رجوع الی الحق نہ کرے گی یہ بیماری نہ جائے گی۔ دیکھو اس سال سب کی رائے یہ بندھی تھی کہ طاعون سے یہ ملک بہت کچھ پاک ہو گیا ہے اور اب عنقریب بالکل صاف ہو جائے گا۔ مگر اس سال پہلے

[1] الرعد: ۱۲

سالوں سے بڑھ کر حملہ ہوا ہے۔ ایسا حملہ کہ کئی گھرانے تباہ ہو گئے ہیں۔ بعض گاؤں کے گاؤں خالی ہو گئے۔ وہ جو قرآن مجید میں ہے وان من قریۃ الّا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذّبوھا عذابًا شدیدًا[1] سب کچھ پورا ہو رہا ہے۔ قادیان کے متعلق مجھے الہام ہوا تھا لولا الاکرام لھلک المقام۔ یعنی یہ گاؤں بھی ہلاکت کا مستوجب تھا مگر اکرام کے سبب محفوظ رکھ لیا گیا جس کے متعلق اِنّہٗ اٰوی القریۃ ہے۔ اٰوٰی کے معنے تمام لغت کی کتابوں میں یہی لکھے ہیں کہ کسی مصیبت کے بعد پناہ دینا۔ قرآن مجید میں بھی انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے الم یجدک یتیمًا فاٰوٰی۔[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قادیان میں کچھ عذاب طاعون آنا تھا اور پھر اس کے بعد حفاظت ہوگی۔

عاجز اکمل نے خُذ بیدک ضغثًا فاضرب بہٖ ولا تحنث[3] کی نسبت پوچھا کہ اگر اس کے وہ معنی کئے جاویں جو عام مفسّروں نے کئے ہیں تو شرع میں حیلوں کا باب کھل جائے گا۔

آپ نے فرمایا:۔

چونکہ حضرت ایوب کی بیوی بڑی نیک، خدمتگزار تھی اور آپ بھی متقی صابر تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور ایسی تدبیر سمجھا دی جس سے قسم بھی پوری ہو جائے اور ضرر بھی نہ پہنچے۔ اگر کوئی حیلہ اللہ تعالیٰ سمجھائے تو وہ شرع میں جائز ہے کیونکہ وہ بھی اسی راہ سے آیا جس سے شرع آئی۔ اس لئے کوئی ہرج کی بات نہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۹ صفحہ ۹ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۰۷ء)

---

۲۶ فروری ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

حضرت اقدس نے جو رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" لکھا ہے وہ چھپ کر شائع ہو گیا

[1] بنی اسرائیل : ۵۹ [2] الضحیٰ : ۷ [3] ص : ۴۵

ہے۔ بعض مخالفین کو بھی ارسال کرنے کے لئے فرمایا۔

فرمایا :-

قلوب کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض کو نثر سے بعض کو نظم سے اثر ہوتا ہے۔ ایک شخص کو صرف ہماری براہین احمدیہ کی نظم سے اثر ہوا۔ اور وہ ہمارے پاس پہنچا۔

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنیکے دن

سال گذشتہ کا الہام ہے۔ اس کے متعلق ذکر ہوا کہ ہر طرف سے خبریں آرہی ہیں کہ اس سال غیر معمولی سردی پڑی ہے اور یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔

(بوقت عصر)

آریوں کے گندے اعتقادات کا ذکر ہوا۔ فرمایا :-

آریوں کا اعتقاد ہے کہ خدا نے تو کچھ پیدا ہی نہیں کیا اور اولاد حرام طور پر حاصل کرنے کے شائق ہیں۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ صفحہ ۱۱ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء)

یکم مارچ ۱۹۰۷ء

طاعون زدہ علاقہ سے باہر نکلنا

ایک دوست نے ذکر کیا کہ ہمارے گاؤں میں طاعون ہے۔ فرمایا کہ

گاؤں سے فوراً باہر نکل جاؤ۔ اور کھلی ہوا میں اپنا ڈیرہ لگاؤ۔ مت خیال کرو کہ طاعون زدہ جگہ سے باہر نکلنا انگریزوں کا خیال ہے اور اس واسطے اس کی طرف توجہ کرنا فرض نہیں۔ یہ بات نہیں طاعون والی جگہ سے باہر نکلنا یہ فیصلہ شرعی ہے۔ گندی ہوا سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ جان بوجھ کر

ہلاکت میں مت پڑو اور راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعائیں کرو اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہ بخشواؤ کہ وہ قادر خدا ہے اور سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ باوجود ان احتیاطوں کے اگر تقدیر الٰہی آجاوے تو صبر کرو۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۰ صفحہ ۶ مورخہ ۱۶ر مئی ۱۹۰۷ء)

۳ر مارچ ۱۹۰۷ء

(قبل نماز ظہر)

سید حبیب اللہ صاحب آئی۔ سی۔ ایس مجسٹریٹ[1] آگرہ[2] بمعہ ایک عزیز رفیق کے قبل نماز ظہر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو مخاطب کرکے حضرت نے فرمایا کہ اتنی تکلیف اُٹھا کر اس جگہ کوئی شخص بغیر قوت ایمانی کے نہیں آسکتا۔ دنیاداری کے خیال سے تو یہاں آنا گویا اپنے وقت کو ضائع کرنا سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے

دین و دنیا ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے

فرمایا:۔

دین اور دنیا ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے سوائے اس حالت کے جب خدا چاہے تو کسی شخص کی فطرت کو ایسا سعید بنائے کہ وہ دنیا کے کاروبار میں پڑ کر بھی اپنے دین کو مقدم رکھے۔ ایسے شخص بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص ہزارہا روپیہ کے لین دین کرنے میں مصروف تھا۔ ایک ولی اللہ نے اس کو دیکھا اور کشفی نگاہ اس پر ڈالی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا دل باوجود اس قدر لین دین روپیہ کے خدا تعالیٰ سے ایک دم غافل نہ تھا۔ ایسے ہی آدمیوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لا

---

[1] حاشیہ۔ "جو گورنمنٹ انڈیا کی طرف سے امیر کابل کے ہمراہ تھے" (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ صفحہ ۱۰)

[2] حاشیہ۔ الحکم نے مجسٹریٹ الٰہ آباد لکھا ہے (مرتب)

تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ[1]۔ کوئی تجارت اور خرید و فروخت ان کو غافل نہیں کرتی۔ اور انسان کا کمال بھی یہی ہے کہ دنیوی کاروبار میں بھی مصروفیت رکھے اور پھر خدا کو بھی نہ بھولے۔ وہ ٹٹو کس کام کا ہے جو بروقت بوجھ لادنے کے بیٹھ جاتا ہے اور جب خالی ہو تو خوب چلتا ہے۔ وہ قابلِ تعریف نہیں۔ وہ فقیر جو دنیوی کاموں سے گھبرا کر گوشہ نشین بن جاتا ہے وہ ایک کمزوری دکھلاتا ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ ہم کبھی نہیں کہتے کہ عورتوں کو اور بال بچوں کو ترک کر دو اور دنیوی کاروبار کو چھوڑ دو۔ نہیں بلکہ ملازم کو چاہیئے کہ وہ اپنی ملازمت کے فرائض ادا کرے اور تاجر اپنی تجارت کے کاروبار کو پورا کرے لیکن دین کو مقدم رکھے۔ ※

اس کی مثال خود دنیا میں موجود ہے کہ تاجر اور ملازم لوگ باوجود اس کے کہ وہ اپنی تجارت اور ملازمت کو بہت عمدگی سے پورا کرتے ہیں۔ پھر بھی بیوی بچے رکھتے ہیں اور ان کے حقوق برابر ادا کرتے ہیں۔ ایسا ہی ایک انسان ان تمام مشاغل کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حقوق کو ادا کر سکتا ہے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر بڑی عمدگی سے اپنی زندگی گذار سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تو انسان کا فطرتی تعلق ہے کیونکہ اس کی فطرت خدا تعالیٰ کے حضور میں الست بربکم[2] کے جواب میں قالوا بلیٰ کا اقرار کر چکی ہوئی ہے۔

یاد رکھو کہ وہ شخص جو کہتا ہے کہ جنگل میں چلا جائے اور اس طرح دنیوی کدورتوں سے بچ کر خدا کی عبادت کرے وہ دُنیا سے گھبرا کر بھاگتا ہے اور نامردی اختیار کرتا ہے۔ دیکھو ریل کا انجن بے جان ہو کر ہزاروں کو اپنے ساتھ کھینچتا ہے اور منزلِ مقصود پر پہنچاتا ہے۔ پھر افسوس ہے اس جاندار پر جو اپنے ساتھ کسی کو بھی کھینچ نہیں سکتا۔ انسان کو خدا تعالیٰ نے بڑی بڑی

※ الحکم میں ہے۔ "تجارت کرو۔ نوکری کرو۔ دنیا کے کام کرو مگر خدا تعالیٰ کو نہ بھولو۔ جو لوگ بیوی بچوں اور روزگار دنیا کے تعلقات میں ہو کر خدا تعالیٰ سے غافل ہو جاتے ہیں وہ نامرد ہوتے ہیں۔"

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ صفحہ ۱۰ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء)

[1] النور: ۳۸ [2] الاعراف: ۱۷۳

طاقتیں بخشی ہیں۔ اس کے اندر طاقتوں کا ایک خزانہ خدا تعالیٰ نے رکھ دیا ہے لیکن وہ کسل کے ساتھ اپنی طاقت کو ضائع کر دیتا ہے اور عورت سے بھی گیا گذرا ہو جاتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جن قویٰ کا استعمال نہ کیا جائے وہ رفتہ رفتہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر چالیس دن تک کوئی شخص تاریکی میں رہے تو اس کی آنکھوں کا نُور جاتا رہتا ہے۔

ہمارے ایک رشتہ دار تھے انہوں نے فصد کرایا تھا۔ جرّاح نے کہہ دیا کہ ہاتھ کو حرکت نہ دیں۔ انہوں نے بہت احتیاط کے سبب بالکل ہاتھ کو نہ ہلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۴۰ دن کے بعد وہ ہاتھ بالکل خشک ہو گیا۔ انسان کے قویٰ خواہ رُوحانی ہوں اور خواہ جسمانی جب تک کہ اُن سے کام نہ لیا جائے وہ ترقی نہیں پکڑ سکتے[۱]۔ بعض لوگ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ جو شخص اپنے قویٰ سے خوب کام لیتا ہے اس کی عمر بڑھ جاتی ہے۔ بے کار ہو کر انسان مُردہ ہو جاتا ہے۔ بیکار ہوا تو آفت آئی[۲]۔

مہمان کا حق

سید حبیب اللہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

آج میری طبیعت علیل تھی اور میں باہر آنے کے قابل نہ تھا مگر آپ کی اطلاع ہونے پر میں نے سوچا کہ مہمان کا حق ہوتا ہے جو تکلیف اُٹھا کر آیا ہے اس واسطے میں اس حق کو ادا کرنے کے لئے باہر آگیا ہوں۔

بے تحقیق فتویٰ

فرمایا:۔ خدا کی قدرت ہے کہ ہمارے سلسلہ کے متعلق علماء زمانہ نے

---

[۱] الحکم سے:۔ "انسان کو خدا نے دل تدبّر و تفکّر کے لئے دیا ہے۔ لوگ تدبّر و تفکّر سے کام نہیں لیتے۔ اس سے دل سیاہ ہو جاتے ہیں۔"
(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ صفحہ ۱۰ مورخہ ۱۷ر مارچ ۱۹۰۷ء)

[۲] بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ صفحہ ۶ مورخہ ۱۴ر مارچ ۱۹۰۷ء

بے دیکھے سمجھے فتویٰ دے دیا اور ہم کو نصاریٰ سے بھی بدتر لکھا۔ ان کو چاہیئے تھا کہ پہلے ہمارے حالات کی تحقیقات کرتے۔ ہماری کتابیں اچھی طرح سے پڑھ لیتے پھر جو انصاف ہوتا وہ کرتے تعجب ہے کہ یہ لوگ اب تک اسلام کی حالت سے غافل ہیں گویا ان کو معلوم ہی نہیں کہ اسلام کس شکنجہ میں پڑا ہے۔ اسلام کی اندرونی حالت بھی اس وقت خراب ہے اور بیرونی حالت بھی خراب ہو رہی ہے۔

سارا زور ان لوگوں کا اس بات پر ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ نہیں سوچتے کہ یہ بات تو قرآن شریف میں لکھی ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر شہادت دی ہے کہ میں ان کو مُردوں میں دیکھ آیا ہوں۔ قرآن شریف میں پہلے توفّی کا لفظ ہے اور رفع اس کے بعد ہے۔[1] پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زندہ ماننے میں اسلام کو کیا فائدہ حاصل ہے۔ سوائے اس کے کہ عیسائیوں کے جھوٹے خدا کو ایک خصوصیت حاصل ہو جاتی ہے اور عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کو خدا بنا لیتے ہیں۔ اور جاہل مسلمانوں کو دھوکہ دے کر عیسائی بنا لیتے ہیں۔ یسوع کو زندہ ماننے کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک لاکھ مسلمان مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا ہے۔ یہ نسخہ تو آزمایا جا چکا ہے اب چاہیئے کہ دوسرا نسخہ بھی چند روز آزمالیں جو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ جب ایک دوائی سے فائدہ حاصل نہ ہو تو انسان دوسری کو استعمال کرلے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ عیسائیت کو مٹانے کے واسطے اس سے بڑا اور کوئی ہتھیار نہیں کہ جس وجود کو وہ خدا بناتے ہیں اُسے مُردوں میں داخل ثابت کیا جائے۔ پہلے پادری لوگ قادیان میں بہت آیا کرتے تھے اور خیموں میں ڈیرے لگاتے تھے اور وعظ کیا کرتے تھے مگر جب سے ہم نے یہ دعویٰ کیا ہے انھوں نے قادیان آنا

[1] الحکم سے :۔ "رفع کے لفظ کو لئے پھرتے ہیں حالانکہ قرآن شریف میں مسیح علیہ السلام کے فوت ہونے کا بار بار ذکر ہو چکا ہے۔"

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ صفحہ ۱۰ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء)

بالکل چھوڑ دیا ہے۔ ایسا ہی لاہور میں لارڈ بشپ نے ایک بڑے مجمع میں مسیح کی زندگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ایک بڑا لیکچر دے کر حضرت مسیح کی فضیلت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ثابت کرنی چاہی تھی۔ تب کوئی مسلمان بھی اس کا جواب نہ دے سکا۔ لیکن ہماری جماعت میں سے مفتی محمد صادق صاحب نے اُٹھ کر جواب دیا اور کہا کہ قرآن شریف اور انجیل ہر دو سے ثابت ہے کہ حضرت عیسٰی فوت ہو چکے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں کیونکہ آپ سے فیض حاصل کر کے معجزات دکھلانے والے اب تک موجود ہیں۔ اس سے بشپ لاچار ہو گیا⊕ اور اس نے ہماری جماعت کے ساتھ گفتگو کرنے سے بالکل گریز کیا۔

ہمارے اصول عیسائیوں پر ایسے پتھر ہیں کہ وہ ان کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔ یہ مولوی لوگ بڑے بدقسمت ہیں جو ترقی اسلام کی راہ روکتے ہیں۔ عیسائیوں کا تو سارا منصوبہ خود بخود ٹوٹ جاتا ہے جبکہ ان کا خدا ہی مرگیا تو پھر باقی کیا رہا!

وقت بہار

اسلام نے بڑے بڑے مصائب کے دن گذارے ہیں۔ اب اس کا خزاں گذر چکا ہے اور اب اس کے واسطے موسم بہار ہے۔ ان مع العسر یسرًا۔[1] تنگی کے بعد فراخی آیا کرتی ہے۔ مگر ملاں لوگ نہیں چاہتے کہ اسلام اب بھی سرسبزی اختیار کرے۔ اسلام کی حالت اس وقت اندرونی بیرونی سب خراب ہو چکی ہوئی ہے۔ ظاہری سلطنت اسلامی جو کچھ ہے وہ بھی نہایت ضعف کی حالت میں ہے اور اندرونی حالت یہ ہے کہ ہزاروں گرجاؤں میں جا بیٹھے ہیں اور بہت سے دہریہ ہو گئے ہیں۔ جب یہ حالت اسلام کی ہو چکی تو کیا وہ خدا جس کا وعدہ

⊕ الحکم سے:- "آخر اس نے جواب دیا کہ تم میرزائی معلوم ہوتے ہو۔ ہمارے مخالف مسلمانوں نے اس وقت کہا کہ یہ لوگ کافر تو ہیں مگر ہمارے کام آئے۔ ہم کو مدد دی اور ہماری عزت رکھ لی"

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ صفحہ ۱۰ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء)

[1] الم نشرح: ۷

تھا کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[۱] ۔ ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ کیا وقت نہیں آیا کہ اب بھی اسلام کی حفاظت کرے؟

صدی کا سر

فرمایا:۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ لوگ تکذیب کرتے ہیں کہ اس صدی کے مجدد کو نہیں مانتے۔ کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد ہوگا۔ صدی سے ۲۵ سال گذر چکے یعنی پورا چوتھا حصہ صدی کا طے ہوگیا ہے۔ اب بتائیں کہ وہ مجدد کون ہے اور کہاں ہے؟ ہم سے پہلے سب لوگ اس مجدد کے منتظر تھے بلکہ صدیق حسن خاں کا یہ خیال تھا کہ شاید میں ہی بن جاؤں اور عبدالحی لکھنو والے کا بھی ایسا ہی خیال تھا۔ مگر اپنے خیال سے کیا بنتا ہے جب تک خدا تعالیٰ کسی کو نہ بنائے کون بن سکتا ہے جس کو خدا تعالیٰ کسی کام پر مامور کرتا ہے وہ اس کو عمر عطا کرتا ہے۔ اسے اس کے کام کے واسطے توفیق عطا کرتا ہے۔ اس کے لئے اسباب مہیا کرتا ہے۔ دوسرے لوگ اپنے خیال میں ہی مرکھپ جاتے ہیں اور ان سے کچھ بن نہیں سکتا۔ کوئی جھوٹا تحصیلدار بھی بنے تو دو چار روز کے بعد گرفتار ہو کر جیل خانہ میں چلا جاتا ہے چہ جائیکہ کوئی خدا کی طرف سے مامور اپنے آپ کو کہے حالانکہ وہ مامور نہ ہو۔※

※ الحکم سے:۔ "جو شخص انسانی سلطنت میں جھوٹا عہدہ تحصیلداری کا یا چپڑاسی ہونے کا کرے اس کو پکڑا جاتا ہے اور سزا دی جاتی ہے۔ پھر کیا خدا کی سلطنت میں ایسا اندھیر چل سکتا ہے؟ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین۔ ثم لقطعنا منہ الوتین[۲] یعنی اگر یہ نبی ہمارے اوپر بعض باتیں جھوٹی بنا لیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگِ جان کو کاٹ دیتے۔ یہ آیت صاف بیان کر رہی ہے کہ خدا تعالیٰ پر کوئی جھوٹی وحی و الہام بنانے والا جلدی پکڑا جاتا اور ناکامیاب ہو کر مرتا ہے۔" (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ صفحہ ۱۰ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء)

[۱] الحجر: ۱۰ [۲] الحاقۃ: ۴۵ - ۴۷

امام

ذکر ہوا کہ چکڑالوی کا عقیدہ ہے کہ نماز میں امام آگے نہ کھڑا ہو بلکہ صف کے اندر ہو کر کھڑا ہو۔ فرمایا:-

امام کا لفظ خود ظاہر کرتا ہے کہ وہ آگے کھڑا ہو۔ یہ عربی لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں وہ شخص جو دوسرے کے آگے کھڑا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ چکڑالوی زبان عربی سے بالکل جاہل ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۸ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء)

ایک صاحب نے اپنا ایک خواب بیان کیا جس میں کسی بڑے کام کے کرنے کی طرف اشارہ تھا مگر اس کام کے واسطے سامان سر دست مہیا نہ تھے اور ان کا منشا تھا کہ خواب کی بناء پر فوراً اس کام کو شروع کر دیں۔

حضرت نے فرمایا کہ

بعض خوابیں مدت کے بعد پوری ہونے والی ہوتی ہیں۔ جب تک کہ اس کام کے واسطے اللہ تعالیٰ اسباب مہیا نہ کرے تب تک صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیئے۔ دیکھو حضرت یوسفؑ پر جس قدر مصائب آئے وہ سب بے وقت خواب سنانے کی وجہ سے آئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ فقیر کو چاہیئے کہ قیام فی ما اقام اللہ پر عمل کرے۔ یعنی جہاں خدا تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے وہاں کھڑا رہے۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ خود وہاں سے نکلنے کے سامان نہ بنائے۔[1]

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ صفحہ ۵ مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء)

---

[1] اسی تاریخ کے مزید ملفوظات الحکم سے:-

بات یہ ہے کہ ایمانی طاقت علم کے سوا پیدا نہیں ہوتی۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت صحابہؓ نے بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی جانیں دے دی تھیں۔ اُن کو حق کا علم ہو گیا تھا۔ پھر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بلا تاریخ

قاضی ظہور الدین صاحب اکمل نے سوال کیا کہ محرم دسویں کو جو شربت و چاول وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اگر یہ للہ بہ نیت ایصال ثواب ہو تو اس کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے؟

فرمایا۔

ایسے کاموں کے لئے دن اور وقت مقرر کر دینا ایک رسم و بدعت ہے اور آہستہ آہستہ ایسی رسمیں شرک کی طرف لے جاتی ہیں۔ پس اس سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ ایسی رسموں کا انجام اچھا نہیں۔ ابتدا میں اسی خیال سے ہو مگر اب تو اس نے شرک اور غیر اللہ کے نام کا

انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو نہ دیکھا۔

میں نے جو کتاب حقیقۃ الوحی لکھی ہے اس کو جو شخص حرف بحرف پڑھ لے گا میں نہیں خیال کرتا کہ پھر وہ یہ خیال کرے کہ میں وہی ہوں جو اس کے خیال میں پڑھنے سے پہلے تھا جو شخص ہمارے سلسلہ کو آہستگی اور ٹھنڈے دل سے دیکھے گا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں حق پر پائے گا۔ سچائی میں خدا تعالیٰ نے ایک قوت رکھی ہے۔ سچائی دلوں کو خود اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو لوہے میں بھی ایک کشش کی خاصیت رکھی ہے تو کیا سچ میں کوئی جذب نہیں ہے؟ سچ میں ایک کشش ہے وہ خود بخود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

دنیا میں ایک دہریت پھیل رہی ہے۔ تحصیل دنیا کے لئے ہر وقت دوڑ دھوپ میں لوگ لگے ہوئے ہیں۔ اس کے لئے مجلسیں ہوتی ہیں اور شور و پکار ہے کہ یہ کرو وہ کرو مگر اسلام کی بہبودی کا کسی کو کوئی فکر نہیں۔ ایسی غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں کہ عذاب کے سوائے ان سے غفلت رفع نہیں ہوتی۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے صدہا بار بتایا ہے کہ خدا کے عذاب کے دن نزدیک ہیں اور جب تک لوگوں کے دل سیدھے نہ ہو جاویں خدا تعالیٰ کے عذاب پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ[1]۔ یعنی خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو درست

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

[1] الرعد: ۱۲

لنگ اختیار کر لیا ہے اس لئے ہم اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ جبتک ایسی رسوم کا قلع قمع نہ ہو عقائدِ باطلہ دُور نہیں ہوتے۔

یہ مسئلہ پیش ہوا کہ دو احمدی کسی گاؤں میں ہوں تو وہ بھی جمعہ پڑھ لیا کریں یا نہ؟ حضور نے مولوی محمد احسن صاحب سے خطاب فرمایا تو انہوں نے عرض کی کہ دو سے جماعت ہو جاتی ہے۔ اس لئے جمعہ بھی ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔
ہاں پڑھ لیا کریں۔ فقہاء نے تین آدمی لکھے ہیں۔ اگر کوئی اکیلا ہو۔ تو وہ اپنی بیوی وغیرہ کو پیچھے کھڑا کر کے تعداد پُوری کر سکتا ہے۔

روزہ اور وصال

ایک شخص کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال

نہ کرلیں۔ طاعون کو دفع کرنے کے لئے بیچارے چوہوں کے مارنے کے درپے ہو رہے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ جب تک ان کے اندر کا چوہا نہ مرے گا اس وقت تک طاعون ان کا ہرگز پیچھا نہ چھوڑے گی۔ پس اپنی اصلاح کریں اور خدا تعالیٰ سے ڈریں۔ اگر یہ لوگ اپنی اصلاح کریں تو خدا تعالےٰ کو کیا ضرورت ہے کہ ہلاک ہی کرے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم[1] کہ خدا تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔
ہمارے مسلمان سلاطین کا ذکر ہے کہ جب کوئی بلا آتی تھی تو بادشاہ دعا وزاری بدرگاہِ رب العالمین کرتے تھے اور رعیت کو نیکیوں کی طرف رغبت دلاتے تھے۔ جب ٹیکہ لگایا جانا شروع ہوا تو میں نے کتاب کشتی نوح لکھی تھی اور اس میں مَیں نے ظاہر کیا تھا کہ اس ٹیکہ سے جو میں آسمانی ٹیکہ پیش کرتا ہوں بہتر ہے۔ آخر وہی بات سچی ثابت ہوئی جو ہم نے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

[1] النساء ۱۴۸

کے دن روزہ رکھنا ضروری ہے یا کہ نہیں؟

فرمایا: ضروری نہیں ہے

روزہ محرم

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ محرم کے پہلے دس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے یا کہ نہیں؟

فرمایا:

ضروری نہیں ہے

پیش کی تھی۔ شاید کسی کو کسی وقت سمجھ آجاوے۔ طاعون تو اب ہاتھ دھو کر لوگوں کے پیچھے ہو پڑی ہے۔

قادیان کے کسی شخص کا ذکر ہوا کہ فلاں جگہ طاعون ہے اور وہ وہاں بار بار جاتا رہا۔ آخر وہ طاعون میں گرفتار ہو کر مرگیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا:

جبکہ ایک جگہ آگ برستی ہے تو اس جگہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟

فرمایا: اس ملک کے کئی ایک آدمی جو ہمیں گالیاں دیتے رہتے تھے۔ اور پیچھا نہ چھوڑتے تھے۔ جب ان کی مدت نزدیک آئی تو خود ہی انہوں نے مباہلہ کر لیا کہ یا الٰہی ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس کو ہلاک کر دے۔ آخر وہ خود ہی ہلاک ہو کر ہماری سچائی پر مُہر کر گئے۔ ایسا ہی ابوجہل نے بدر کے دن نبی علیہ السلام سے مباہلہ کیا تھا۔ ابوجہل نے کہا تھا کہ جو ہم دونوں میں سے قطع رحم کرنے والا اور مفسد ہو اے خدا اس کو آج ہلاک کر دے۔ آخر خدا تعالیٰ نے ابوجہل کو اسی دن ہلاک کر دیا اور اس کی دعا قبول ہو کر اس پر ہی پڑی۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ صفحہ ۱۰-۱۱)

چھٹہ

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ برائے برآمدگی مراد یا سیرابی ملک یا بطور چھٹہ جو لوگ ذبیحہ دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ جائز نہیں ہے۔

جھنڈ یا بودی

جھنڈ یعنی بودی رکھی جاتی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ ناجائز ہے۔ ایسا نہیں چاہیئے۔

تابوت

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ محرم پر جو لوگ تابوت بناتے ہیں اور محفل کرتے ہیں۔ اس میں شامل ہونا کیسا ہے؟

فرمایا کہ گناہ ہے

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ صفحہ ۵ مورخہ ۱۴؍ مارچ ۱۹۰۷ء)

۹؍ مارچ ۱۹۰۷ء

الہام الٰہی " ہزاروں تیرے پروں کے نیچے ہیں " پر فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رسول آتا ہے اس کے ذریعہ سے ایک باطنی پرورش انسانوں کی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اول نزول فیضان اس پر ہوتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ مولوی معنوی صاحب فرماتے ہیں ؎

قطب شیر و صید کردن کارِ او
باقیاں ہستند باقی خوار او

اصل غرض جو تقویٰ اور ایمان سے ہے وہ تو سب کو حاصل ہو ہی جاتی ہے کسی کو بلاواسطہ اور کسی کو بالواسطہ۔ اصل مقصود تو یہ ہے کہ انسان کامل ایمان حاصل کرے اور ابدی نجات کو پالے۔ اگر یہ بات خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو جائے تو پھر اس کی مثال ایسی ہے۔

جیسا کہ کچھ آدمی راہ پر چلتے ہیں اور کچھ دوسرے ان کے ذریعہ راہ کو پہچانتے ہیں۔ منزل مقصود پر پہنچ کر سب برابر ہو جاتے ہیں۔ باعتبار بہشت میں داخل ہو جانے کے تو سب مومن برابر ہی ہو جائیں گے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ صفحہ ۴ مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء)

۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء

بوقت دس بجے دن

ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب، حکیم محمد حسین صاحب قریشی، ڈاکٹر حکیم نور محمد صاحب، حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ، بابو غلام محمد صاحب لاہور سے آکر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس ملاقات کے واسطے قریب دس بجے صبح کے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور قریب دو گھنٹہ کے تشریف فرما رہے۔ چند آدمیوں نے بیعت کی اور مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ دو ایک دوستوں کے درمیان کسی دنیوی امر پر اختلاف اور باہمی رنج کا ذکر تھا اس پر حضرت نے فرمایا کہ

دیکھو آجکل موسم کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے اور ایک غیر معمولی تغیر زمانے کی حالت میں نظر آتا ہے۔ آسمان ہر وقت غبار ناک رہتا ہے گویا کہ وہ بھی اداس ہو رہا ہے۔ چاہیئے کہ آپس میں جلد صفائی کر لیں۔ معلوم نہیں کہ کس کی موت آ جائے۔ میں تو یہ بھی سُننا نہیں چاہتا کہ اختلاف کی کیا باتیں ہیں۔ معلوم نہیں کہ کس کی زندگی ہے اور کون اس سال میں مر جائے گا۔

کس کی دُعا غیر مقبول ہوتی ہے

جب تک سینہ صاف نہ ہو دُعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر کسی دنیوی معاملہ میں ایک شخص کے ساتھ بھی تیرے سینہ میں بغض ہے تو تیری دُعا قبول نہیں ہو سکتی۔ اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہیئے اور دنیوی معاملہ کے سبب کبھی کسی کے ساتھ بغض نہیں رکھنا چاہیئے۔ اور

دُنیا اور اس کا اسباب کیا ہستی رکھتا ہے کہ اس کی خاطر تم کسی سے عداوت رکھو۔

دنیا کی بے ثباتی

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا عمدہ واقعہ بیان کیا ہے کہ دو شخص آپس میں سخت عداوت رکھتے تھے۔ ایسا کہ وہ اس بات کو بھی ناگوار رکھتے تھے کہ ہر دو ایک آسمان کے نیچے ہیں۔ ان میں سے ایک قضائے کار فوت ہو گیا۔ اس سے دوسرے کو بہت خوشی ہوئی۔ ایک روز اس کی قبر پر گیا اور اس کو اکھاڑ ڈالا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا نازک جسم خاک آلود ہے اور کیڑے اس کو کھا رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دیکھ کر دنیا کے انجام کا نظارہ اس کی آنکھوں کے آگے پھر گیا اور اس پر سخت رقت طاری ہوئی اور اتنا رویا کہ اس کی قبر کی مٹی کو تر کر دیا اور پھر اس کی قبر کو درست کرا کر اس پر لکھوایا ؎

مکن شادمانی بمرگِ کسے

کہ دہرت پس از وے نماند بسے

خدا کا حق تو انسان کو ادا کرنا ہی چاہیئے مگر بڑا حق برادری کا بھی ہے جس کا ادا کرنا نہایت مشکل ہے۔ ذرا سی بات پر انسان اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ سخت کلامی کی ہے۔ پھر علیحدہ ہو کر اپنے دل میں اس بدظنی کو بڑھاتا رہتا ہے اور ایک رائی کے دانے کو پہاڑ بنا لیتا ہے اور اپنی بدظنی کے مطابق اس کینے کو زیادہ کرتا رہتا ہے۔ یہ سب بغض ناجائز ہیں۔

جائز بغض

ہم بھی بعض دفعہ کسی پر ناراض ہوتے ہیں۔ مگر ہماری ناراضگی دین کے واسطے اور اللہ کے لئے ہے جس میں نفسانی جذبات کی ملونی نہیں اور دنیوی خواہشات کا کوئی حصہ نہیں۔ ہمارا بغض اگر کسی کے ساتھ ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے واسطے ہے اور اس واسطے وہ بغض ہمارا

نہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ کا ہی ہے کیونکہ اس میں کوئی ہماری نفسانی یا دنیوی غرض نہیں۔ ہم کسی سے کچھ لینا نہیں چاہتے نہ کسی سے کوئی خواہش رکھتے ہیں۔ جوش نفسانی اور الٰہی جوش میں فرق کے واسطے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے سبق حاصل کرو۔

حضرت علیؓ کا واقعہ

لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کا ایک کافر پہلوان کے ساتھ جنگ شروع ہوا۔ بار بار آپ اس کو قابو کرتے تھے وہ قابو سے نکل جاتا تھا۔ آخر اس کو پکڑ کر اچھی طرح سے جب قابو کیا اور اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے اور قریب تھا کہ خنجر کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیتے کہ اس نے نیچے سے آپ کے مُنہ پر تھوک دیا۔ جب اس نے ایسا فعل کیا تو حضرت علیؓ اس کی چھاتی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو چھوڑ دیا اور الگ ہو گئے۔ اس پر اُس نے تعجب کیا اور حضرت علیؓ سے پُوچھا کہ آپ نے اس قدر تکلیف کے ساتھ پکڑا۔ اور میں آپ کا جانی دشمن ہوں اور خون کا پیاسا ہوں۔ پھر باوجود ایسا قابو پا چکنے کے آپ نے مجھے اب چھوڑ دیا۔ یہ کیا بات ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی ذاتی عداوت نہیں۔ چونکہ تم دین کی مخالفت کے سبب مسلمانوں کو دُکھ دیتے ہو اس واسطے تم واجب القتل ہو۔ اور میں محض دینی ضرورت کے سبب تم کو پکڑتا تھا۔ لیکن جب تم نے میرے مُنہ پر تھوک دیا اور اس میں مجھے غُصّہ آیا تو میں نے خیال کیا کہ یہ اب نفسانی بات درمیان میں آگئی ہے اب اس کو کچھ کہنا جائز نہیں تاکہ ہمارا کوئی کام نفس کے واسطے نہ ہو۔ جو ہو سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ جب میری اس حالت میں تغیّر آئے گا اور یہ غُصّہ دُور ہو جائے گا تو پھر وہی سلوک تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ اس بات کو سُنکر کافر کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ تمام کُفر اس کے دل سے خارج ہو گیا اور اس نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر اور کونسا دین دُنیا میں اچھا ہو سکتا ہے جس کی تعلیم کے اثر سے انسان ایسا پاک نفس بن جاتا ہے۔ پس اس نے اسی وقت توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

غرض انسانوں کو چاہیئے کہ دنیوی کدورتوں کے سبب باہم رنجش پیدا نہ کریں اور پھر یہ دن تو وبا اور زلازل اور قہر الٰہی کے دن ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ کے خوف سے لرزاں رہنا چاہیئے۔

کمزور لوگ

ایک شخص نے ذکر کیا کہ بعض مولوی قسما قسم کے افتراء کر کے لوگوں کو بہکاتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا:۔

ان کے ہاتھ سوائے افتراء پردازی کے اور کیا ہے؟ لیکن جو لوگ ان کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں وہ خود کمزور اور ضعیف ہیں اور دنیاداری میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ دین کی ان کو ہرگز کوئی خبر ہی نہیں۔ وہ خود سوچ فکر سے کام نہیں لیتے ورنہ ایسے شریر لوگوں کے شر سے محفوظ رہتے جو ہماری باتوں کو تراش خراش کر افتراء کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

حقیقۃ الوحی

فرمایا:۔

کتاب حقیقۃ الوحی میں ہم نے تمام قسم کی باتوں کو مختصر طور پر جمع کر دیا ہے اور اُس میں قسم دی ہے کہ لوگ کم از کم اول سے آخر تک اس کو پڑھ لیں۔ دوسرے کی قسم کا نہ ماننا بھی تقویٰ کے برخلاف ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دوسرے کی قسم پوری ہونے دی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دوسرے آدمی کی قسم کو پورا کیا تھا۔ غرض ہم ایک نیک کام کے واسطے قسم دیتے ہیں کہ وہ بلا سوچے سمجھے گالیاں نہ دیں اور مخالفت نہ کریں کم از کم ہمارے دلائل کو ایک دفعہ بغور مطالعہ کر لیں خواہ تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھیں۔ پھر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ حق کس بات میں ہے۔

(ابو قت ظہر)

علی گڑھ کالج کے طالب علم مولوی غلام محمد صاحب نے وہاں کے طلباء کی سٹرائیک اور اپنے استادوں کی مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اس جماعت (فرقہ احمدیہ) کا کوئی لڑکا اس سٹرائیک میں شامل نہیں ہوا۔ میاں محمد دین۔ عبدالغفار خاں وغیرہ سب علیحدہ رہے لیکن عزیز احمد ان طلباء کے ساتھ شریک رہا اور باوجود ہمارے سمجھانے کے باز نہ آیا۔ اور چونکہ بعض اخباروں میں اس قسم کے مضمون نکلے تھے کہ مسیح موعود کا پوتا علیگڑھ کالج میں ہے اس وجہ سے عام طور پر عزیز احمد کا رشتہ حضور کے ساتھ سب کو معلوم ہونے کے سبب وہاں کے اراکین نے اس امر پر تعجب ظاہر کیا کہ عزیز احمد اس مفسدہ میں ایسا حصہ لیتا ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

عزیز احمد نے اپنے استادوں اور افسروں کی مخالفت میں مفسد طلباء کے ساتھ شمولیت کا جو طریق اختیار کیا ہے یہ ہماری تعلیم اور ہمارے مشورہ کے بالکل مخالف ہے لہذا وہ اس دن سے جس دن سے وہ اس بغاوت میں شریک ہے ہماری جماعت سے علیحدہ اور ہماری بیعت سے خارج کیا جاتا ہے۔ ہم ان لڑکوں پر خوش ہیں جنہوں نے اس موقعہ پر ہماری تعلیم پر عمل کیا بہت سے لوگ بیعت میں آکر داخل ہو جاتے ہیں لیکن جب وہ شرائط بیعت پر عمل نہیں کرتے تو خود بخود اس سے خارج ہو جاتے ہیں۔ یہی حال عزیز احمد کا تھا۔ اس میں خصوصیت نہ تھی۔ اور یہ امر کہ ہمارا وہ پوتا ہے اس وجہ سے وہ ہمارا رشتہ دار ہے۔ سو واضح ہو کہ ہم ایسے رشتوں کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ ہمارے رشتے سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں۔ عزیز احمد کا باپ خود ہم سے برگشتہ ہے اور ہم اس کو اپنا بیٹا نہیں سمجھتے تو پھر عزیز احمد کا پوتا ہونا کیسا؟ عزیز احمد کو چاہیئے تھا کہ اس معاملہ میں اول ہم سے مشورہ کرتا یا اس مثال کو دیکھتا جو پہلے میڈیکل کالج لاہور میں قائم ہو چکی تھی کہ جب طلباء نے لاہور میں اپنے پروفیسروں کی مخالفت میں سٹرائک

کیا تھا تو جو لڑکے اِس جماعت میں شامل تھے ان کو میں نے حکم دیا تھا کہ وہ اس مخالفت میں شامل نہ ہوں اور اپنے استادوں سے معافی مانگ کر فوراً کالج میں داخل ہو جاویں۔ چنانچہ انہوں نے میرے حکم کی فرمانبرداری کی اور اپنے کالج میں داخل ہو کر ایک ایسی نیک مثال قائم کی کہ دوسرے طلبار بھی فوراً داخل ہو گئے۔ عزیز احمد کو اس واقعہ کی خبر ہو گی کیونکہ اخبار میں چھپ چکا تھا۔ اور اگر خبر نہ ہوتی تو اس کے واسطے ضروری تھا کہ اوّل مجھ سے مشورہ کرتا یا اپنے ساتھیوں کے مشورہ پر چلتا۔ اس کا علیگڑھ میں جانا بھی اس کے باپ کے مشورہ اور حکم سے تھا نہ کہ ہمارا اس میں کوئی حکم تھا۔ ایسا ہی مخالفت استادان میں شمولیت ہمارے کسی تعلق کی وجہ سے نہیں اور اسی وجہ سے اس کو خارج از بیعت کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ اپنے فعل سے توبہ کر کے[1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۷ پر صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کا تجدید بیعت کا خط اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب شائع ہوا جو درج ذیل کیا جاتا ہے (مرتب)

"**مرزا عزیز احمد صاحب نے تجدید بیعت کی**

مرزا عزیز احمد صاحب نے میانوالی سے جہاں آپ بتقریب موسمی رخصت مقیم ہیں مفصلہ ذیل خط حضرت کی خدمت میں بھیجا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بحضرت امام زمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام — السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

فدوی اپنے گذشتہ قصوروں کی معافی طلب کرتا ہے اور التماس کرتا ہے کہ اس خاکسار کی گذشتہ کوتاہیوں کو معاف کر کے زمرۂ تابعین میں شامل کیا جائے۔ نیز اس عاجز کے حق میں دعا فرمائیں کہ آئندہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے

حضور کا عاجز عزیز احمد"

اس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ:-

ہم وہ قصور معاف کرتے ہیں۔ آئندہ اب تم پرہیزگار اور سچے مسلمانوں کی طرح زندگی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اپنے استادوں سے معافی نہ مانگے۔ ہاں دوسرے طلباء مولوی غلام محمد صاحب وغیرہ نے علی گڑھ جانے سے پہلے ہم سے مشورہ لیا تھا اور ہم نے یہی مشورہ دیا تھا کہ وہاں کے لڑکوں کی صحبت سے بچتے رہیں اور کسی بدی میں شامل نہ ہوں تو ہرج نہیں کہ وہاں جائیں۔ انسان ضرورتاً پاخانہ میں بھی جاتا ہے مگر اپنے آپ کو نجاست سے بچائے رکھتا ہے۔

عاجز[1] کو مخاطب کرکے حضور نے فرمایا کہ

ان باتوں کو عام اطلاع کے واسطے اخبار بدر میں شائع کر دیں[2]

مخالفین کے اس مذہب کا ذکر تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر قیامت سے پہلے دُنیا میں آئیں گے اور چالیس سال تک اس زمین پر رہیں گے اور عیسائیوں کی خوب خبر لیں گے اور اُن کو بتائیں گے کہ تمہارا دین باطل ہے اور کسر صلیب کریں گے اور پھر اس زمین پر فوت ہو جائیں گے۔

حضرت نے فرمایا کہ

اس عقیدہ کو قرآن شریف کی اس آیت کے آگے پیش کرنا چاہیئے کہ

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۗ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۗ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بسر کرو اور بُری صحبتوں سے پرہیز کرو۔ بُری صحبتوں کا انجام آخر بُرا ہی ہوا کرتا ہے۔" (بدر حوالہ مندرجہ بالا)

[1] یعنی ایڈیٹر صاحب بدر۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ (مرتب)

[2] بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ صفحہ ۵ مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء

مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝[1]

یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو کہیں گے کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں کو یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانو اور اللہ کو چھوڑ دو تو حضرت عیسیٰ جواب دیں گے کہ یا اللہ تو پاک ہے مجھے کب لائق تھا کہ میں ایسا کلمہ بولتا جو حق نہیں ہے۔ اگر میں کہتا تو تجھے معلوم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ کہ میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا کہ تیرے نفس میں کیا ہے تو علام الغیوب ہے۔ میں نے تو انہیں سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور جب تک کہ میں ان میں رہا۔ میں اُن کا نگران رہا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی اس کے بعد تو خود ان کا نگران تھا۔ (مجھے کچھ خبر نہیں) اور تو ہر بات کو دیکھتا ہے۔

اب اس جگہ سوچنے کے قابل یہ بات ہے کہ قیامت کا دن ہوگا اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہوں گے اور وہ گھڑی ہوگی جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ ھٰذا یوم ینفع الصادقین صدقھم۔[2] وہ دن ہوگا جبکہ سچ بولنے والوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔ اچھا تو ایسے وقت میں حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کو یہ کہیں گے کہ میں جب تک دُنیا میں تھا تب تو اُن کو وحدانیت کا وعظ کرتا تھا۔ بعد کی خبر نہیں انہیں کیا ہوگیا۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ اس وقت زمین میں مدفون ہیں یا کہیں آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس جگہ یہ امر سب سے زیادہ قابلِ غور ہے کہ اگر وہ قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے اور چالیس سال تک رہیں گے اور عیسائیوں کو انہیں اور ان کی ماں کو خدا بنانے کے سبب خوب سزا بھی دیں گے اور پھر ان کی اصلاح بھی کریں گے اور ماننے والوں کو مسلمان بنائیں گے تو پھر قیامت کے دن اُن کا جواب یہ کیوں ہونا چاہیئے کہ مجھے تو کچھ خبر نہیں کہ میرے بعد کیا ہوا اور کیا نہ ہوا بلکہ انہیں تو یہ جواب دینا چاہیئے کہ اے باری تعالیٰ میں نے تو اُن کے ایسے عقیدے کے سبب ان کو خوب سزائیں

[1] المائدۃ: ۱۱۷-۱۱۸ [2] المائدۃ: ۱۲۰

دی ہیں اور ان کی صلیب کو توڑتا ہے اور چالیس سال تک اُن کی خوب خبر لی ہے
سو دیکھنا چاہیئے کہ اگر مسیح دوبارہ دنیا میں آوے گا تو کیا اس کا یہ جواب جو قرآن شریف میں درج ہے سچا ہوگا۔ اور اگر ان ملانوں کی بات درست مان لی جاوے تو روز قیامت حضرت عیسیٰ کو ایسا جواب دینے سے کیا انعام ملے گا۔ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ ایسی باتیں بنا کر وہ ایک خدا کے نبی کو نعوذ باللہ جھوٹ بولنے والا قرار دے رہے ہیں اور پھر جھوٹ بھی قیامت کے دن اور پھر وہ بھی خدا تعالیٰ کے دربار میں نعوذ باللہ من ذالک۔

خشیت الٰہی کس طرح پیدا ہوتی ہے

ذکر تھا کہ باوجود اس قدر وبا اور تکالیف کے لوگوں میں شوخی بڑھی ہوئی ہے اور کچھ پروا نہیں کرتے۔ فرمایا:۔

خدا تعالیٰ پر پورا ایمان ہو تو انسان کے دل میں خوف اور خشیت بھی ہوتی ہے۔ جیسے ایمان کم ہوتا جاتا ہے ویسے ہی خشیت بھی کم ہوتی جاتی ہے۔

دنیا میں عذاب الٰہی کا باعث شوخی ہے

فرمایا:۔

میرا مذہب سچائی کے ساتھ اس بات پر قائم ہے کہ جس قدر لوگ نوحؑ اور لوطؑ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا دیگر پیغمبروں کے زمانہ میں ہلاک ہوئے۔ اگر وہ انبیاء کے ساتھ شوخی سے پیش نہ آتے اور ان کی تکذیب نہ کرتے تو معمولی طور پر زندگی بسر کرتے۔ دنیا میں جو گناہ فسق و فجور کے کرتا ہے ان کے واسطے جزا کا وقت آخرت میں رکھا گیا ہے۔ اس دنیا میں عذاب جب آتا ہے وہ انبیاء کی تکذیب کی وجہ سے زیادہ تر آتا ہے۔ اگر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بدسلوکی نہ کرتا تو چند دن اور دنیا میں سلطنت کر لیتا۔ معمولی گناہوں کے واسطے محاسبہ اور مؤاخذہ کا دن قیامت ہے۔ لیکن وہ گناہ جس پر خدا تعالیٰ بڑی غیرت دکھلاتا ہے وہ اس کے فرستادوں کی

تکذیب اور اُن کے ساتھ شوخی سے پیش آتا ہے جبکہ شوخی حد سے بڑھ جاتی ہے اور خدا تعالےٰ کے پاک نبیوں کو دُکھ دیا جاتا ہے اور اس کے برخلاف ظلم اور شرارت اور بدمعاشی سے کام لیا جاتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو اسی دُنیا میں عذاب کا مزا چکھاتا ہے۔ اگر یہ لوگ انکسار اختیار کرتے تو ہلاک نہ ہوتے۔ حضرت عیسٰی نے اپنے مخالفوں کو کہا تھا کہ تم کنجروں سے بدتر ہو کیونکہ وہ گناہ کرتے ہیں پر اپنے آپ کو گناہگار سمجھ کر انکسار اختیار کرتے ہیں اور تم گناہ کرتے ہو اور اس پر خوش ہوتے ہو اور کارِ ثواب جانتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم[1] یعنی اگر تم شکریہ ادا کرو اور ایمان لاؤ تو خدا نے تمہیں عذاب کر کے کیا لینا ہے۔ یہ تمہارے بداعمال ہی تم کو عذاب میں گراتے ہیں۔

امریکہ میں تبلیغ

یہ اعتراض ناجائز ہے کہ امریکہ میں آپ کی تبلیغ نہیں پہنچی پھر وہاں عذاب کیوں آیا۔ ہماری تبلیغ بہت ہو چکی ہے۔ ابتدا میں مَیں نے ایک اشتہار سولہ ہزار چھپوا کر یورپ امریکہ میں روانہ کیا تھا اور اسی اشتہار کو پڑھ کر امریکہ سے محمد ویب نے خط و کتابت شروع کی تھی جبکہ وہ مسلمان بھی نہ ہوا تھا۔ اس کے بعد ڈوئی کے متعلق پیشگوئی کے اشتہارات امریکہ میں کثرت سے تقسیم ہوئے اور امریکہ کی بہت سی اخباروں میں ہماری تصویر اور ہمارے حالات چھپے جس کو لاکھوں آدمیوں نے پڑھا اور ان کے درمیان اس سلسلہ کی تبلیغ ہو چکی ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قدیم سے سُنّت اللہ اسی طور پر جاری ہے کہ جب عذاب الٰہی آتا ہے تو بدوں کے ساتھ جو نیک ملے جُلے ہوتے ہیں۔ اُن میں سے بھی بعض کو لپیٹتا ہے۔ پھر اُن کا حشر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت موسٰی کے وقت میں پلوٹھے ہلاک ہوئے تھے تو پلوٹھوں کا اس میں کیا قصور تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں قحط پڑا۔ تو ظاہر ہے کہ اس کا اثر سب پر ہوا تھا نہ یہ کہ صرف بعض پر ہوا ہو۔ یہ

[1] النساء : ۱۴۸

لوگ سُنّت اللہ سے بے خبر ہیں جو اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔

ردّ بلا

فرمایا:۔

تمام مذاہب کے درمیان یہ امر متفق ہے کہ صدقہ خیرات کے ساتھ بلا ٹل جاتی ہے۔ اور بلا کے آنے کے متعلق اگر خدا تعالیٰ پہلے سے خبر دے تو وہ وعید کی پیش گوئی ہے۔ پس صدقہ وخیرات سے اور توبہ کرنے اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے وعید کی پیش گوئی بھی ٹل سکتی ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس بات کے قائل ہیں کہ صدقات سے بلا ٹل جاتی ہے۔ ہندو بھی مصیبت کے وقت صدقہ خیرات دیتے ہیں۔ اگر بلا ایسی شئے ہے کہ ٹل نہیں سکتی تو پھر صدقہ خیرات سب عبث ہو جاتے ہیں۔

آتھم اور لیکھرام

آتھم اور لیکھرام میں بھی فرق تھا کہ پیش گوئی کو سُن کر آتھم خوف کھا گیا۔ اسی وقت بھری مجلس میں کانوں کو ہاتھ لگا کر کہنے لگا کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی گالی نہیں دی۔ اور تمام شوخیاں چھوڑ دیں۔ اس واسطے اس کو چند روز اَور مہلت مل گئی۔ لیکن برخلاف اس کے لیکھرام نے شوخی اختیار کی اور روز بروز شوخی میں بڑھتا گیا۔ پس اس کو میعاد کے دنوں کی بھی پُوری مہلت نہ دی گئی۔ اگر وہ بھی آتھم کی طرح خاموش ہو جاتا اور خدا سے ڈرتا تو اس کے ایام میں بھی تاخیر دی جاتی۔ ایسا ہی احمد بیگ نے چونکہ کوئی نمونہ نہ دیکھا ہوا تھا۔ اُس نے خوف نہ کھایا اور جلد ہلاک ہوا۔ اور پچھلے خوفزدہ ہو گئے اور مہلت حاصل کی۔

اختلاف

یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی نبی کو سب نے مان لیا ہو۔ اختلاف تو ضرور ہوتا ہی ہے۔ کچھ نہ کچھ مخالفت ضرور باقی رہتی ہے۔ ہر نبی کے وقت میں ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

فہم قرآن

فرمایا:۔

بعض نادان لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم قرآن شریف کو نہیں سمجھ سکتے اس واسطے اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے کہ یہ بہت مشکل ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ قرآن شریف نے اعتقادی مسائل کو ایسی فصاحت کے ساتھ سمجھایا ہے جو بے مثل اور بے مانند ہے اور اس کے دلائل دلوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ یہ قرآن ایسا بلیغ اور فصیح ہے کہ عرب کے بادیہ نشینوں کو جو بالکل اَن پڑھ تھے سمجھا دیا تھا تو پھر اب کیونکر اس کو نہیں سمجھ سکتے۔[۱]

قبل از نماز عصر

ریاست جموں کے ایک معزز ہندو اہلکار ساکن قادیان حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر تھے۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے کشمیر کی آب و ہوا کی تعریف کرتے ہوئے عرض کیا کہ جناب بھی کبھی کشمیر کی سیر کے واسطے تشریف لاویں۔

سیر و سیاحت کس نیت سے

فرمایا:۔ ہمارا یہ مذہب نہیں کہ صرف تفریح کے واسطے یا سیر و تماشا کے واسطے کوئی سفر کریں۔ ہاں جس دینی کاروبار میں ہم مصروف ہیں اگر اس کی ضرورتوں میں ہم کو کوئی سفر پیش آجاوے۔ اور خدمت دین کے واسطے کشمیر جانا بھی ضروری پڑ جاوے تو پھر ہم تیار ہیں کہ اس ملک کو جاویں۔

آریوں کا فیصلہ

رسالہ جدیدہ "قادیان کے آریہ اور ہم" کا تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ

---

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۴-۵ مورخہ ۲۱ر مارچ ۱۹۰۷ء

سُنا گیا تھا کہ مخاطب آریوں میں سے ایک کہتا تھا کہ ہم بذریعہ اشتہار شبھ چنتک کے مضمون کی تردید کر دیتے ہیں حضرت صاحب رسالہ نہ لکھیں۔ مگر ہم نے کہا کہ اب رسالہ کا نکلنا نہیں رُک سکتا۔ ان کو چاہیئے کہ بعد رسالہ کے نکلنے کے تصدیق یا تکذیب میں قسم کھالیں۔ تمام ہندوستان کے آریوں کو چاہیئے کہ اس امر پر غور کریں۔ ان کے واسطے اسلام پر حملہ کرنا حرام ہے جب تک کہ اس بات کا فیصلہ نہ کریں۔ اُن کو چاہیئے کہ ایک ڈیپوٹیشن بنا کر ملاوامل اور شرمپت کے پاس آویں اور ان کو حلف دے کر پوچھیں کہ کیا وہ ہمارے نشانات کے گواہ ہیں یا کہ نہیں ہیں۔ ہماری یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے مگر اس نے آریوں کا فیصلہ کر دیا ہے۔

تمام مذاہب پر حجت پوری ہوئی

فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ سے تمام ادیان باطلہ پر حجت قائم کر دی ہے اور ہر ایک مذہب کے متعلق ایک ایسی بات پیش کی گئی ہے جو قطعاً لاجواب ہے۔ آریوں کے واسطے اول تو اسی کتاب کا مضمون ہے کہ خود آریہ ہمارے نشانات کے پُورا ہونے کے گواہ ہیں جس سے وہ کبھی انکار نہیں کر سکتے۔ پھر ان کا مسئلہ نیوگ اندر ہی اندر ان کے دلوں کو ملزم اور خوار کر رہا ہے۔ پھر اُن کا یہ مذہب کہ خدا تعالیٰ کسی کا خالق نہیں وغیرہ ایسی باتیں ظاہر ہوئی ہیں کہ کوئی آریہ جواب نہیں دے سکتا۔ سکھوں کی ہدایت کے واسطے خدا تعالیٰ نے چولا صاحب ظاہر کر دیا ہے جس پر صاف لکھا ہے کہ اسلام کے سوائے کوئی مذہب مقبول نہیں اور اس سے ثابت ہے کہ باوا نانک کا مذہب کیا تھا۔ عیسائیوں کے خدا کی خود قبر ہی نکل آئی ہے اور ہمارے مخالف مسلمانوں پر بھی حجت قائم ہے کیونکہ قرآن شریف حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا قائل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کو مُردوں میں دیکھا ہے۔[1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ صفحہ ۶ مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء

نبی کریمؐ کا سلام

فرمایا:۔

یہ عجب بات ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو سلام کہا ہے اور وصیت کی ہے کہ مسیح موعود کو میرا سلام کہہ دینا۔ اب اگر آنے والا مسیح وہی ہے جو آسمان پر نبیوں کے درمیان موجود ہے تو وہ تو خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہو کر دُنیا میں آئے گا چاہیئے تھا کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلام لے کر مسلمانوں کے پاس آتا نہ یہ کہ جب وہ یہاں آوے تو اس جہان کے لوگ اس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچائیں۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ "گھر سے میں آؤں اور خبریں تم سُناؤ" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ سلام پیغام صاف بتلاتا ہے کہ وہ امت میں سے پیدا ہونے والا ایک شخص ہے جس کی ملاقات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں ہوئی۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ صفحہ ۹ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

(رقم فرمودہ حضرت صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد)

یک لڑکی کی اس کی ساس کے ساتھ کچھ اچھی طرح نہیں بنتی تھی۔ لڑکی نے بر سبیل شکایت اور گلہ کچھ عورتوں کے سامنے کہا کہ بُرا مقام ہے جس میں میری ساس وغیرہ رہتے ہیں۔

آپ نے اس کو بہت بُرا منایا کہ

شہر تو کوئی بُرا ہوتا ہی نہیں۔ اگر کسی شہر کو بُرا کہا جائے تو اس سے مُراد اس کے شہر والے ہوتے ہیں۔ پس نہایت قابل افسوس ہے اس عورت کی حالت جو ایسا فقرہ اپنی زبان پر لاتی ہے

---

[1] یہ ملفوظات "اندرونی ڈائری" کے زیرِ عنوان الحکم نے شائع کئے جن پر کوئی تاریخ درج نہیں۔ "اندرونی ڈائری" کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ارشادات فرمائے (مرتب)

یا اور اس طرح اپنے خاوند اور اس کے والدین کی بُرائی کرتی ہے

اور اس کے بعد اس عورت کو بہت سمجھایا اور کہا کہ

خدا تعالیٰ ایسی باتیں پسند نہیں کرتا۔ یہ مرض عورتوں میں بہت کثرت سے ہوا کرتا ہے کہ وہ ذراسی بات پر بگڑ کر اپنے خاوند کو بہت کچھ بھلا بُرا کہتی ہیں بلکہ اپنی ساس اور سُسر کو بھی سخت الفاظ سے یاد کرتی ہیں۔ حالانکہ وہ اس کے خاوند کے بھی قابلِ عزت بزرگ ہیں۔ وہ اس کو ایک معمولی بات سمجھ لیتی ہیں اور ان سے لڑنا وہ ایسا ہی سمجھتی ہیں جیسا کہ محلّہ کی اور عورتوں سے جھگڑا حالانکہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی خدمت اور رضا جوئی ایک بہت بڑا فرض مقرر کیا ہے یہانتک کہ حکم ہے کہ اگر والدین کسی لڑکے کو مجبور کریں کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے تو اس کے لڑکے کو چاہیئے کہ وہ طلاق دیدے۔ پس جبکہ ایک عورت کی ساس اور سُسر کے کہنے پر اس کو طلاق مل سکتی ہے تو اَور کونسی بات رہ گئی ہے۔ اس لئے ہر ایک عورت کو چاہیئے کہ ہر وقت اپنے خاوند اور اس کے والدین کی خدمت میں لگی رہے۔ اور دیکھو کہ عورت جو کہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے تو اس کا کچھ بدلہ بھی پاتی ہے۔ اگر وہ اس کی خدمت کرتی ہے . . . . . .

. . . . تو وہ اس کی پرورش کرتا ہے مگر والدین تو اپنے بچّہ سے کچھ نہیں لیتے۔ وہ تو اس کے پیدا ہونے سے لے کر اس کی جوانی تک اس کی خبر گیری کرتے ہیں اور بلا کسی اجر کے اس کی خدمت کرتے ہیں اور جب وہ جوان ہوتا ہے تو اس کا بیاہ کرتے اور اس کی آئندہ بہبودی کے لئے تجاویز سوچتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اور پھر جب وہ کسی کام پر لگتا ہے اور اپنا بوجھ آپ اُٹھانے اور آئندہ زمانہ کے لئے کسی کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو کس خیال سے اس کی بیوی اس کو اپنے ماں باپ سے جُدا کرنا چاہتی ہے یا کسی ذرا سی بات پر سب وشتم پر اُتر آتی ہے اور یہ ایک ایسا ناپسند فعل ہے جس کو خدا تعالےٰ اور مخلوق دونوں ناپسند کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے انسان پر دو ذمہ داریاں مقرر کی ہیں۔ ایک حقوق اللہ اور ایک حقوق العباد۔

پھر اس کے دو حصّے کئے ہیں۔ یعنی اول تو ماں باپ کی اطاعت اور فرماں برداری اور پھر دوسری مخلوق الٰہی کی بہبودی کا خیال۔ اور اسی طرح ایک عورت پر اپنے ماں باپ اور خاوند اور ساس سسر کی خدمت اور اطاعت۔ پس کیا بدقسمت ہے وہ جو ان لوگوں کی خدمت نہ کرکے حقوق عباد اور حقوق اللہ دونوں کی بجاآوری سے مُنہ موڑتی ہے۔

کسی لڑکی کا نام جنّت تھا۔ کسی شخص نے کہا کہ یہ نام اچھا نہیں کیونکہ بعض اوقات انسان آواز دیتا ہے کہ جنّت گھر میں ہے؟ اور اگر وہ نہ ہو تو گویا اس سے ظاہر ہے کہ دوزخ ہی ہے۔ یا کسی کا نام برکت ہو اور یہ کہا جائے کہ گھر میں برکت نہیں تو گویا نحوست ہوئی۔

فرمایا:۔

یہ بات نہیں ہے۔ نام کے رکھنے سے کوئی ہرج نہیں ہوتا اور اگر کوئی کہے کہ برکت اندر نہیں ہے تو اس کا تو مطلب یہ ہے کہ وہ انسان اندر نہیں ہے نہ یہ کہ برکت نہیں یا اگر کہے کہ جنّت نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جنت نہیں اور دوزخ ہے بلکہ یہ کہ وہ انسان اندر نہیں جس کا نام جنّت ہے۔

کسی اور نے کہا کہ حدیث میں بھی حرمت آئی ہے۔

فرمایا کہ

میں ایسی حدیثوں کو ٹھیک نہیں جانتا اور ایسی حدیثوں سے اسلام پر اعتراض ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے نام عبداللہ، عبدالرحیم اور عبدالرحمٰن جو ہیں ان پر بھی بات لگ سکتی ہے۔ کیونکہ جب ایک انسان کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن اندر نہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ عبدالشیطان اندر ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ شخص جس کا نام نیک فال کے طور پر رکھا جاتا ہے تا وہ شخص بھی اس نام کے مطابق ہو۔

ذکر ہوا کہ خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ کے وقت جو کچھ انگریزوں نے سلوک کیا ہے
اس پر ایک اخبار نے بہت سا شور مچایا ہے اور اس کو بُرا منایا ہے

فرمایا:۔

یہ بات نہیں۔ خدا تعالیٰ کسی قوم پر یا کسی خاص شخص پر ظلم نہیں کرتا۔ جب انسان خود کوئی گناہ کرتا ہے تو اس وقت اس کی تادیب کے لئے خدا تعالیٰ اس پر مصیبتیں نازل فرماتا ہے بہادر شاہ سے اور اُس کے چند پہلے بزرگوں سے چونکہ بہت کچھ خطائیں سرزد ہوئیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو اس بات کے لائق نہ دیکھا کہ وہ حکومت کرسکیں۔ تب انگریزوں کو ان پر مسلط کر دیا اگر وہ ایسے کام نہ کرتے تو خدا تعالیٰ بھی ایسا نہ کرتا۔ بلکہ میرے خیال میں خدا تعالیٰ نے بہادر شاہ پر بہت بڑا احسان کیا کیونکہ اس طرح تکلیفیں برداشت کرکے اس کے گناہ معاف ہو گئے اور جو سلوک انگریزوں نے کیا وہ تو فاتح قومیں کیا ہی کرتی ہیں۔ اگر بہادر شاہ فتحیاب ہو جاتا تو کیا وہ ایسا نہ کرتا؟

طِب

ایک صاحب گھر میں آئے۔ طب کا ذکر شروع ہوا۔ فرمایا کہ

طبیب میں علاوہ علم کے جو اس کے پیشہ کے متعلق ہے ایک صفت نیکی اور تقوےٰ بھی ہونی چاہیئے۔ ورنہ اس کے بغیر کچھ کام نہیں چلتا۔ ہمارے پچھلے لوگوں میں اس کا خیال تھا اور لکھتے ہیں کہ جب نبض پر ہاتھ رکھے تو یہ بھی کہے سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا[1]۔ یعنی اے خداوند بزرگ ہمیں کچھ علم نہیں مگر وہ جو تو نے سکھایا۔

فرمایا کہ

دیکھو پچھلے دنوں میں مبارک احمد کو خسرہ نکلا تھا۔ اس کو اس قدر کھجلی ہوتی تھی کہ وہ پلنگ پر کھڑا ہو جاتا تھا اور بدن کی بوٹیاں توڑتا تھا۔ جب کسی بات سے فائدہ نہ ہوا تو میں نے سوچا

[1] البقرة: ۳۳

کہ اب دُعا کرنی چاہیئے۔ میں نے دُعا کی اور دعا سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کچھ چھوٹے چوہوں جیسے جانور مبارک احمد کو کاٹ رہے ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ ان کو چادر میں باندھ کر باہر پھینک دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب میں نے بیداری میں دیکھا تو مبارک احمد کو بالکل آرام ہو گیا تھا۔ اسی طرح دست شفا جو مشہور ہوتے ہیں۔ اس میں کیا ہوتا ہے وہی خدا تعالیٰ کا فضل اور کچھ نہیں۔

دُعا

فرمایا کہ

دعا میں بعض دفعہ قبولیت نہیں پائی جاتی تو ایسے وقت اس طرح سے بھی دعا قبول ہو جاتی ہے کہ ایک شخص بزرگ سے دعا منگوائیں اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ اس مرد بزرگ کی دعاؤں کو سُنے۔ اور بارہا دیکھا گیا ہے کہ اس طرح دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ہمارے ساتھ بھی بعض دفعہ ایسا واقعہ ہوُا ہے اور پچھلے بزرگوں میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ باوا غلام فرید ایک دفعہ بیمار ہوئے اور دعا کی مگر کچھ بھی فائدہ نظر نہ آیا۔ تب آپ نے اپنے ایک شاگرد کو جو نہایت ہی نیک مرد اور پارسا تھے (شاید شیخ نظام الدینؒ یا خواجہ قطب الدینؒ) دعا کے لئے فرمایا۔ انہوں نے بہت دعا کی مگر پھر بھی کچھ اثر نہ پایا گیا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے ایک رات بہت دُعا مانگی کہ اے میرے خدا۔ اس شاگرد کو وہ درجہ عطا فرما کہ اس کی دُعائیں قبولیت کا درجہ پائیں۔ اور صبح کے وقت ان کو کہا کہ آج ہم نے تمہارے لئے یہ دُعا مانگی ہے۔ یہ سُنکر شاگرد کے دل میں بہت ہی رقت پیدا ہوئی اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ جب انہوں نے میرے لئے ایسی دعا کی ہے تو آؤ پہلے انہیں ہی شروع کرو۔ اور انہوں نے اس قدر زور شور سے دعا مانگی کہ باوا غلام فرید کو شفا ہو گئی۔

دُعا

بارش سخت زور سے ہو رہی تھی اور کوئی وقت ایسا نہ ہوتا تھا کہ بادل پھٹے۔ مکانوں کے گرنے کا سخت اندیشہ ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ

ہمیشہ بارشوں یا آندھیوں یا اور طوفانوں میں خدا تعالیٰ سے دُعا مانگنی چاہیئے کہ وہ ہمارے لئے اس عذاب میں کوئی بہتری کی ہی صورت پیدا کرے اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھے جو اس سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایسے وقتوں میں دُعا مانگا کرتے تھے اور جب بارش یا آندھی آتی تھی تو گھبرائے سے معلوم ہوتے تھے اور کبھی اندر جاتے تھے اور کبھی باہر جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی۔ گو قیامت کی بہت سی نشانیاں ان کو بتائی گئی تھیں اور ابھی مسیح کی آمد کا بھی انتظار تھا مگر پھر بھی وہ خیال کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ اس لئے سب کو چاہیئے کہ اس کی بے نیازی سے ڈرتے رہیں اور ہمیشہ ایسے موقعوں پر خصوصیت سے دُعامیں لگے رہیں۔

حضرت عیسیٰؑ

فرمایا کہ

حضرت عیسیٰؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مہد میں بولنے لگے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پیدا ہوتے ہی یا دو چار مہینہ کے بولنے لگے بلکہ اس سے مطلب ہے کہ جب وہ دو چار برس کے ہوئے کیونکہ یہی وقت تو بچوں کا پنگھوڑوں میں کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچے کے لئے باتیں کرنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ ہماری لڑکی امۃ الحفیظ بھی بڑی باتیں کرتی ہے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۱۱ صفحہ ۱۰-۱۱ مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

۱۴؍مارچ ۱۹۰۷ء

خوف کا علاج

امرتسر سے برادر احمد حسین صاحب کا خط حضرت کی خدمت میں آیا جس میں دل کے خوف کا علاج حضرت سے پوچھا ہوا تھا۔ اور لکھا تھا کہ سُنا گیا ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ ۲۵ دن سے پہلے سب لوگ یہاں چلے آئیں اور ڈوئی کے نشان پر مبارکباد لکھی۔ اس کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا:۔

"دل کی استقامت کے لئے بہت استغفار پڑھتے رہیں"

زلزلہ سے بچاؤ کس طرح ہو

اور میں نے کسی کو نہیں کہا کہ زلزلہ یا طاعون سے ڈر کر قادیان میں آجائیں۔ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور زلزلہ کے دن قریب آتے جاتے ہیں جس سے جانوں کا بہت نقصان ہوگا مگر نہیں معلوم کہ وہ نہایت سخت زلزلہ کب آئے گا۔ ڈوئی کا مرنا حقیقت میں بڑی فتح ہے۔ تمام اخباروں میں اس کا ذکر ہے۔

ایک اور تازہ نشان

ذکر تھا کہ آجکل بہت سے شہروں میں سخت طاعون ہے اور قادیان کے اردگرد بھی بہت طاعون ہے۔ صرف گاؤں میں نسبتاً آرام ہے۔

فرمایا:۔

ہر ایک خبر کا حال نسبتاً ہی معلوم ہوتا ہے۔ دوسری جگہوں میں قہر الٰہی کی آگ برس رہی ہے مگر جب سے کہ یہ الہام ہوا ہے کہ

"یا العذاب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے"

تب سے قادیان میں گویا امن ہے۔ یہ بھی ایک تازہ نشان ہے اور سوچنے والوں کے

واسطے ازدیادِ ایمان کا موجب ہے۔

خواص کی موت کا نشان

ذکر آیا کہ اب تو اخباروں میں بڑے بڑے آدمیوں کے مرنے کی خبریں آرہی ہیں۔

فرمایا:۔

یہ اس الہامِ الٰہی کے منشاء کے مطابق ہے جس میں خبر دی گئی ہے کہ من النّاس والعامۃ یعنی طاعون میں اس حصہ خاص کے لوگ بھی ہلاک ہوں گے اور عام بھی۔

عذابِ برزخ

ایک دوست کا خط پیش ہوا کہ چکڑالوی مُلّاں نے اپنا مذہب یہ شائع کیا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو ساتھ ہی رُوح بھی مَرجاتی ہے اور قیامت کے دن پھر ہر دو زندہ کئے جاویں گے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی کو جو پہلے مرا ہے زیادہ مدت تک عذاب ہو اور جو قیامت کے قریب مرے گا اس کو عذاب تھوڑی مدت ہو۔

حضرت نے فرمایا:۔

یہ چکڑالوی کی جہالت کا خیال ہے۔ یہ اعتراض تو تب وارد ہو سکتا ہے جبکہ جہنم کا عذاب ہمیشہ کے واسطے ہو جس سے انسان کے واسطے کبھی بھی چھٹکارا ہونے والا نہیں ہے اور ہمیشہ کے واسطے وہ جہنم میں رہے گا۔ یہ مذہب بالکل غلط ہے اور قرآن شریف اور حدیث کے بالکل برخلاف ہے۔ قرآن شریف سے یہ امر ثابت ہے کہ ایک وقت عذاب کا گذار کر انسان رفتہ رفتہ عذاب جہنم سے بچایا جائے گا۔ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ جس انسان کو خدا تعالیٰ نے آپ پیدا کیا ہے اور وہ اس کی مخلوق ہے۔ اور اس کی کمی بیشی میں اس کے خلق کا حصہ ہے وہ اس کو ایسا عذاب دیدے کہ کبھی اس کے

واسطے نجات ہی نہ ہو۔ یہ مذہب تو آریوں کا ہے کہ انسان کے واسطے نجات کبھی نہیں۔ وہ کسی نہ کسی جُون میں پڑا رہے گا۔ لیکن معلوم نہیں ہوتا ہے کہ لاکھوں کروڑوں کیڑے مکوڑے کب تک انسان بنیں گے۔ ایک ایک قطرے میں صدہا کیڑے پائے جاتے ہیں۔ آریوں کا پرمیشر کیا دیالو ہے کہ کلجگ آگیا مگر تا حال کوئی صورت مکتی کی انسانوں کے واسطے پیدا نہیں ہوئی

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ صفحہ ۴ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

بچے کے کان میں اذان

حکیم محمد عمر صاحب نے فیروز پور سے دریافت کیا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو مسلمان اس کے کان میں اذان کہتے ہیں۔ کیا یہ امر شریعت کے مطابق ہے یا صرف ایک رسم ہے؟ فرمایا:۔

یہ امر حدیث سے ثابت ہے اور نیز اس وقت کے الفاظ کان میں پڑے ہوئے انسان کے اخلاق اور حالات پر ایک اثر رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ رسم اچھی ہے اور جائز ہے۔

نشان کے پُورا ہونے پر دعوت

خانصاحب عبد الحمید نے کپورتھلہ سے حضرت کی خدمت میں ڈوئی کے شاندار نشان کے پُورا ہونے کی خوشی پر دوستوں کو دعوت دینے کی اجازت حاصل کرنے کے واسطے خط لکھا۔

حضرت نے اجازت دی اور فرمایا کہ

تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ایسی دعوت کا دینا جائز ہے۔

سفری تاجر

ایک صاحب محمد سعید الدین کا ایک سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ میں اور میرے بھائی ہمیشہ تجارت عطریات وغیرہ میں سفر کرتے رہتے ہیں کیا ہم نماز قصر کیا کریں۔ فرمایا۔

سفر تو وہ ہے جو ضرورتاً گاہے گاہے ایک شخص کو پیش آوے نہ یہ کہ اس کا پیشہ ہی یہ ہو کہ آج یہاں کل وہاں اپنی تجارت کرتا پھرے۔ یہ تقویٰ کے خلاف ہے کہ ایسا آدمی آپ کو مسافروں میں شامل کر کے ساری عمر نماز قصر کرنے میں ہی گذار دے۔

صنعت کفار سے فائدہ حاصل کرنا

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ جب ریل دجّال کا گدھا ہے تو ہم لوگ اس پر کیوں سوار ہوں؟

فرمایا۔

کفار کی صنعت سے فائدہ اُٹھانا منع نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ گھوڑی کو گدھے کے ساتھ ملانا دجل ہے۔ پس ملانے والا دجّال ہے۔ لیکن آپ برابر خچر پر سواری کرتے تھے۔ اور ایک کافر بادشاہ نے ایک خچر آپ کو بطور تحفہ کے بھیجی تھی اور آپ اس پر برابر سواری کرتے رہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ صفحہ ۴ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء)

---

۱۹ مارچ ۱۹۰۷ء

اسلام اور عیسائیت کے مابین فیصلہ

فرمایا کہ

ڈوئی کے ساتھ کوئی ہمارا ذاتی جھگڑا نہ تھا بلکہ وہ مذہب عیسوی کا اس زمانہ میں ایک

ہی پیغمبر تھا اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو ہلاک کرنے کے واسطے دعا اور کوشش میں مصروف تھا۔ پس اس کی ہلاکت سے اسلام اور عیسائیت کے مابین فیصلہ ہوگیا ہے وہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح موعود خنزیر کو قتل کرے گا وہ خنزیر یہی ڈوئی تھا اور اتنا بڑا آدمی تھا کہ اس کے مرنے کی تاریں فوراً تمام دنیا میں دی گئی تھیں اور صدہا اخباروں میں اس کا ذکر چھپا کرتا تھا اور سب لوگ اُسے بخوبی جانتے ہیں۔ لیکھرام وغیرہ کے حالات تو اسی ملک میں محدود تھے اور ممکن ہے کہ ان کے متعلق پیشگوئی اور پھر ان کی موت کی خبر ان ممالک میں نہ پہنچی ہو۔ مگر اس کے متعلق کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ لیکھرام تو صرف پنجاب اور بعض علاقہ جات ہند میں مشہور تھا ورنہ ایک گمنام اور بے نشان آدمی تھا۔ لیکن ڈوئی کے نام اور حالات سے یورپ اور امریکہ کے بادشاہ بھی واقف تھے۔ اس نے ایک دفعہ دُنیا کے گرد دورہ کیا تھا اور ہند کے جزیرہ سیلون میں بھی آیا تھا۔ جو شخص ایسے عظیم الشان نشان کا بھی انکار کرے وہ بہت ہی بیحیا ہوگا اور اس کا جرم قابلِ عفو نہ ہوگا۔ قدرت خدا! اُدھر ڈوئی مرا اِدھر بذریعہ الہام ہم کو اس کی موت کی خبر دی گئی۔ اور ساتھ ہی الہام ہوا۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰدِقِیْن

یہ اس مباہلہ کی طرف اشارہ تھا جو اس کے اور میرے درمیان ہو چکا تھا کہ خدا تعالےٰ نے صادق کو فتح دی۔

کیا لیکھرام زندہ ہے؟

ذکر تھا کہ ایک آریہ کہتا تھا کہ ہم لوگ تناسخ کے قائل ہیں۔ ہم میں کوئی مرتا نہیں اور لیکھرام مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔

حضرت نے فرمایا۔

لیکھرام نے جب خود مباہلہ کیا تھا۔ اپنے پرمیشر کے آگے وید پیش کر کے فیصلہ چاہا تھا۔

کہ سچے اور جھوٹے کے درمیان فیصلہ ہو جائے اور میرے حق میں پیشگوئی کی تھی کہ مرزا صاحب تین سال میں مرجائیں گے اور میں نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر پیشگوئی کی تھی کہ وہ چھ سال میں مرجائے گا۔ تو پھر جب وہ اس مباہلہ کے نتیجہ میں مرگیا اور اپنی موت سے خود شہادت دے گیا کہ اسلام سچا ہے اور وید جھوٹے ہیں تو اب اس کو زندہ کہنا کیا معنے رکھتا ہے اور اگر بہرحال تناسخ ہی درست ہوتا تو پھر بھی کسی کو کیا معلوم ہے کہ وہ کس کیڑے یا پرندے یا چارپائے کی جُون میں ہے اور کس عذاب اور دکھ میں گرفتار ہے۔

کن ویدوں پر آریہ عاشق ہوئے

فرمایا:۔

تعجب ہے کہ آریہ لوگ ویدوں کے کیوں شیدائی بنے پھرتے ہیں۔ نہ اُن میں کوئی معجزہ ہے نہ کوئی نشان ہے نہ کوئی عمدہ تعلیم ہے۔ بلکہ ان لوگوں نے اس کو دیکھا نہیں۔ اس کو پڑھا نہیں۔ ان کے بڑے بڑے پنڈت اس کے فہم سے قاصر ہیں۔ کیونکہ اول تو سنسکرت خود مُردہ زبان ہے۔ پھر ویدوں کی سنسکرت اَور بھی نرالی ہے۔ باوجود اس قدر جہالت کے یہ لوگ شوخیاں دکھاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ شوخی اچھی نہیں ہوتی۔ اس کا انجام بد ہوتا ہے اپنی شوخیوں سے ہی آدمی مارا جاتا ہے۔

کثرت ملاقات کی برکات

سیالکوٹ کے ایک مولوی صاحب کا ذکر ہوا۔ کہ وہ ایک جگہ مخالف مولویوں کے ساتھ مباحثہ کرنے گئے ہیں۔

فرمایا:۔

مباحثات کا حق ان کو نہیں پہنچتا کیونکہ وہ ہماری ملاقات سے بہت تھوڑا حصہ لئے ہوئے ہیں اور ان کو ہماری صحبت میں رہنے کا اتفاق بہت تھوڑا ہوا ہے اور جو ہوا ہے اس

کو بہت مدت گذر چکی ہے۔ یہاں رات دن نئے دلائل پیدا ہوتے ہیں۔ صرف کتابوں کے دیکھنے سے کام نہیں چلتا بلکہ حاضری شرط ہے کیونکہ علم میں دن بدن ترقی ہوتی ہے۔

حضرت مولوی محمد احسن صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:۔

ہاں یہ حق آپ کو پہنچتا ہے کیونکہ آپ کی توجہ دن رات اسی کام کی طرف ہے۔ پُرانی باتیں بھی آپ کے ذہن نشین ہیں اور تازہ باتیں بھی آپ کے دماغ میں ہیں اور آپ کو اس سلسلہ کے امور اور دلائل سے اچھی طرح واقفیت ہے جب تک ایسا آدمی نہ ہو اس سے خطرہ ہے کہ لاعلمی کے سبب کہیں ٹھوکر کھائے۔

فری میسن

امیر کابل کا ذکر تھا کہ اس کے فری میسن ہونے کے سبب اس کی قوم اس پر ناراض ہے

فرمایا:۔

اس ناراضگی میں وہ حق پر ہیں کیونکہ کوئی موحد اور سچا مسلمان فری میسن میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس کا اصل شعبہ عیسائیت ہے اور بعض مدارج کے حصول کے واسطے کھُلے طور پر بپتسمہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں داخل ہونا ایک ارتداد کا حکم رکھتا ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ صفحہ ۹ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء)

---

۲۰ مارچ ۱۹۰۷ء

دعا خاص

ایک دوست نے کسی خاص چیز کے حصول کے واسطے عرض کیا۔ فرمایا کہ

یہی دعا کرو کہ جو امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے وہی ہو جائے کیونکہ بعض دفعہ انسان ایک چیز کو اپنے لئے بہتر سمجھ کر خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے وہ حاصل ہو جاتی ہے لیکن اور شر

اس سے پیدا ہوتا ہے جو پہلے شر سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس واسطے دعا جامع کرنی چاہیئے۔ میں آپ کے واسطے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے اور در اصل محفوظ رکھنے والا وہی ہے۔

حضرت عیسٰی کی دوبارہ آمد

فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت عیسٰی زمین پر آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دوبارہ آکر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کے خواہشمند ہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ صفحہ ۵ مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء)

---

۱۲ مارچ ۱۹۰۷ء

ثلج والی پیشگوئی[1]

فرمایا کہ

دیکھو۔ ثلج کے آنے کے دن والی پیشگوئی کس طرح پوری ہو گئی اور میں نے اس کے دو پہلو لئے تھے ایک تو یہ کہ خدا تعالیٰ کچھ ایسے نشان دکھائے جن کی وجہ سے لوگوں پر حجت قائم ہو جائے اور دل تسکین پکڑ جائے۔ اور دوسرا یہ کہ سخت بارش اور سردی اور ژالہ باری ہو جو ایک زمانہ دراز سے کبھی نہ ہوئی ہو۔ تو خدا تعالیٰ نے یہ دونو پہلو پورے کر دیئے۔ یہ نشان اس طرح متواتر ظہور میں آئے کہ نہ صرف پنجاب بلکہ یورپ اور امریکہ پر بھی حجت قائم ہو گئی یعنی ڈوئی کی موت سے۔ کیونکہ جب ڈوئی نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ اسلام بالکل تباہ ہو جائے اور امید کرتا ہوں کہ میری دعا قبول ہو گی تو اس وقت میں نے ایک

---

[1] بدر میں یہ ملفوظات تشحیذ الاذہان سے نقل کئے گئے ہیں (مرتب)

اشتہار شائع کیا اور اس میں ڈوئی سے مباہلہ کیا کہ تُو تو حضرت عیسیٰ کو خدا اور عیسائیت کو سچا سمجھتا ہے مگر میں اس کے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک انسان اور خدا تعالیٰ کا نبی مانتا ہوں اور اسلام کو سچا مذہب جانتا ہوں۔ پس ہم میں سے جو جھوٹا ہوگا وہ سچے کے سامنے مرجائے گا۔ اور میں نے یہ بھی لکھا کہ اگر تُو مباہلہ نہ کرے گا تو بھی تُو ضرور ہلاک ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں ڈوئی نے لکھا کہ میں کیڑوں مکوڑوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا اور اگر میں چاہوں تو اُن کو پاؤں کے نیچے کچل دوں۔ اور یہ ڈوئی امریکہ کا ایک شخص تھا جس کا دعویٰ تھا کہ میں نبی ہوں اور اس کا اثر امریکہ سے لے کر یورپ تک پڑا تھا اور کہتے ہیں کہ سات کروڑ روپے کا مالک تھا۔ پس اس مباہلہ کے بعد اس کا روپیہ چھینا گیا اور صیحون گاؤں جس کو اس نے بسایا تھا اس میں سے نکالا گیا۔ پھر فالج پڑا اور ایسا پڑا کہ پچکاری سے پاخانہ نکالتے تھے اور آخر فروری ۱۹۰۷ء میں مر ہی گیا۔

پس یہ ایک نشان تھا جس نے تمام یورپ اور امریکہ پر اور سعد اللہ کی موت نے ہندوستان پر حجت قائم کردی ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ شخص بھی ہمارا سخت دشمن تھا۔ پس ان دو نشانوں اور دوسرے کئی نشانوں نے مل کر دُنیا پر تلج کی پیشگوئی کا پورا ہونا ثابت کردیا۔ اور پھر یہی نہیں اصل الفاظ میں بھی یہ پیشگوئی کھلے طور سے پُوری ہوگئی۔ یعنی اس موسم بہار کے موسم میں جیسا کہ لکھا گیا تھا کہ بہار کے موسم میں ایسا ہوگا۔ ایسی سخت سردی اور بارش اور ژالہ باری ہوئی ہے کہ دُنیا چیخ اُٹھی ہے۔ جیسا کہ آج (۱۲ر مارچ ۱۹۰۷ء) کو بھی بارش ہورہی ہے اور سخت سردی پڑ رہی ہے۔ پس یاد رکھنا چاہیئے کہ کیسے کھلے الفاظ میں اور کیسی صریح یہ پیشگوئی تھی جو کہ اپنے ہر ایک پہلو پر پُوری ہوئی۔

طاعون

فرمایا کہ

ہندوستان میں چاروں طرف طاعون پھیل رہی ہے اور قریباً گیارہ برس ہوگئے

کہ یہ مرض یہاں ترقی کر رہا ہے اور اب کے سال تو بہت ہی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ معلوم نہیں کہ کب تک اس کا دور دورہ رہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک لوگ اپنے دلوں کو صاف نہیں کریں گے میں اس مرض کو نہیں ہٹاؤں گا۔ اور باوجود انگریزوں کے زور لگانے کے اس کا اب تک تو علاج کوئی نہیں نکلا۔ ٹیکہ ایجاد کیا وہ بھی ناکارہ ثابت ہوا چوہے مروائے اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب مچھر مروانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر طاعون اسی طرح تیزی پر شروع ہے بلکہ اور بھی بڑھ رہا ہے۔ مگر مجھ کو خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ تیرے گھر کی چار دیواری میں رہنے والوں کو اس مرض سے بچاؤں گا اور دیکھو کہ اب تک کئی دفعہ اس نواح میں سخت طاعون پڑ چکی ہے اور گاؤں کے گاؤں خالی ہو گئے ہیں اور خود قادیان میں بھی طاعون کئی دفعہ پڑ چکا ہے مگر اس گھر کو خدا تعالیٰ نے بچائے رکھا اور کوئی آدمی بھی اس مرض سے نہیں مرا بلکہ اس گھر کا کوئی چوہا بھی ہلاک نہیں ہوا۔ پس کیا ہی خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ صفحہ ۶ مورخہ ۲۵ ر اپریل ۱۹۰۷ء)

۲۸ر مارچ ۱۹۰۷ء

(بوقتِ ظہر)

صدقہ جاریہ

ایک شخص کا خط حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ انسان اپنی زندگی میں کس طرح کا صدقہ جاریہ چھوڑ جائے کہ مرنے کے بعد قیامت تک اس کا ثواب ملتا رہے۔

فرمایا کہ

قیامت تک کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں ہر ایک عمل انسان کا جو اس کے مرنے کے بعد اس کے آثار دنیا میں قائم رہیں وہ اس کے واسطے موجب ثواب ہوتا ہے مثلاً انسان

کا بیٹا ہو اور وہ اسے دین سکھلائے اور دین کا خادم بنائے تو یہ اس کے واسطے صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب اس کو ملتا رہے گا۔ اعمال نیت پر موقوف ہیں۔ ہر ایک عمل جو نیک نیتی کے ساتھ ایسے طور سے کیا جائے کہ اس کے بعد قائم رہے وہ اس کے واسطے صدقہ جاریہ ہے۔

اپنے آپ کو مارو

ذکر ہوا کہ اس سال طاعون بہت پھیل رہی ہے اور پچھلے سالوں کی طرح صرف عام لوگ گرفتار نہیں ہوئے بلکہ خواص اور بڑے بڑے امیر ہلاک ہو رہے ہیں جیسا کہ اخباروں میں درج ہو رہا ہے۔

فرمایا:۔

باوجود اس سختی کے جو طاعون کے سبب وارد ہو رہی ہے لوگ اس طرف ابتک نہیں آتے کہ دنیوی حیلے تو سب فضول ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف جھکنا چاہیئے بلکہ ابھی تک لوگ یہی تجاویز پیش کرتے ہیں کہ مچھروں کو مارو اور پسوؤں کو مارو لیکن جب تک اپنے آپ کو مارنے کی طرف متوجہ نہ ہوں گے وہ کبھی نجات نہ پائیں گے۔

نقلی فقیر کی عزت

ذکر تھا کہ جو لوگ دراصل خدا تعالیٰ کے عابد نہیں ہیں لیکن ریا کے طور پر یا غلط راہ پر چل کر لمبی عبادتیں کرتے ہیں ان کو بھی کچھ کچھ ظاہری قبولیت اور فوائد حاصل ہو ہی جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا:۔

چونکہ ایک محنت شاقہ اٹھاتے ہیں اس کا عوض کچھ نہ کچھ ان کو دے دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک گبر چالیس سال تک ایک جگہ آگ پر بیٹھا رہا اور اس کی پرستش میں مصروف رہا۔ چالیس سال کے بعد جب وہ اٹھا تو لوگ اس کے پاؤں کی مٹی آنکھ میں ڈالتے تھے تو اُن کی

آنکھ کی بیماری اچھی ہوجاتی تھی۔ اس بات کو دیکھ کر ایک صوفی گھبرایا اور اس نے سوچا کہ جھوٹے کو یہ کرامت کس طرح سے مل گئی اور وہ اپنی حالت میں مذبذب ہوگیا۔ اس پر ہاتف کی آواز اُسے پہنچی جس نے کہا کہ تو کیوں گھبراتا ہے۔ سوچ کہ جب جھوٹے اور گمراہ کی محنت کو خدا تعالےٰ نے ضائع نہیں کیا تو جو سچا اس کی طرف جائے گا اس کا کیا درجہ ہوگا؟ اور اس کو کس قدر انعام ملے گا۔ تم اس زمانہ میں نہیں دیکھتے کہ پادری لوگ باوجود جھوٹے ہونے کے اپنی محنت کے سبب ۴۰ کروڑ اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں۔

کیا ڈوئی آسمان پر گیا ہے

فرمایا:-

آج علیگڑھ سے ماسٹر محمد دین صاحب کا خط آیا ہے۔ انہوں نے خوب لطیفہ لکھا ہے کہ مصر کے اخباروں میں بھی ڈوئی کے مرنے کی خبریں لکھی ہیں۔ ایک عربی اخبار تو لکھتا ہے کہ مَاتَ ڈوئی اور دوسرا لکھتا ہے کہ توفی ڈوئی۔ آپس میں تو انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ توفی کے معنے مادت کے ہیں۔ لیکن ہمارے مولوی کہیں عربی اخباروں کو پڑھ کر اس کی جگہ بھی یہ معنے نہ کر لیں کہ ڈوئی مرا نہیں۔ آسمان پر چلا گیا ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۴ صفحہ ۷ مورخہ ۴ر اپریل ۱۹۰۷ء)

۳۱ر مارچ ۱۹۰۷ء

(بوقتِ سَیر)

صبح ۹ بجے کے قریب حضرت اقدس مع خدام سَیر کے واسطے باہر تشریف لے گئے۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی کی لڑکی کے فوت ہوجانے کا ذکر تھا۔ فرمایا:-

اُن کے خطوط اور تاریں آئی تھیں اور میں نے اُن کے واسطے دعا کی تھی۔ وہ ہماری جماعت

کے مخلص اور بڑی خدمت کرنے والے ہیں۔ ان کی لڑکی کے متعلق بہت دن پہلے الہام ہو چکا تھا کہ " لاہور سے افسوسناک خبر آئی "۔ ہمیں تو بہت فکر تھا کہ اس سے کیا مراد ہے اور اس وقت ایک آدمی بھی لاہور بھیجا تھا۔ اچھا خدا کرے کہ اب اتنے پر ہی اکتفا ہو۔

ایک حکم

لاہور میں بیماری کا ذکر تھا کہ بہت پھیلتی جاتی ہے اور قریباً ہر محلہ میں اس کا اثر ہے فرمایا۔

یہ ہمارا حکم ہے۔ بہتر ہے کہ لاہور کے دوست اشتہار دے دیں کہ جس گھر میں چوہے مریں اور جس کے قریب بیماری ہو فوراً وہ مکان چھوڑ دینا چاہیئے اور شہر کے باہر کسی کھلے مکان میں چلا جانا چاہیئے۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ ظاہری اسباب کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے گندے اور تنگ و تاریک مکانوں میں رہنا تو ویسے بھی منع ہے خواہ طاعون ہو یا نہ ہو۔ والرجز فاھجر کا حکم ہے۔ ہر ایک پلیدی سے پرہیز رکھنا چاہیئے کپڑے صاف ہوں۔ جگہ ستھری ہو بدن پاک رکھا جائے۔ یہ ضروری باتیں ہیں اور دعا اور استغفار میں مصروف رہنا چاہیئے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی طاعون ہوئی تھی۔ ایک جگہ مسلمانوں کی فوج گئی ہوئی تھی۔ وہاں سخت طاعون پڑی۔ جب مدینہ شریف میں امیرالمومنین کے پاس خبر پہنچی تو آپ نے حکم لکھ بھیجا کہ فوراً اس جگہ کو چھوڑ دو اور کسی اونچے پہاڑ پر چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ فوج اس سے محفوظ ہو گئی۔ اس وقت ایک شخص نے اعتراض بھی کیا کہ کیا آپ خدا تعالےٰ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں؟ فرمایا۔ میں ایک تقدیر خداوندی سے دوسری تقدیر خداوندی کی طرف بھاگتا ہوں اور وہ کونسا امر ہے جو خدا تعالےٰ کی تقدیر سے باہر ہے۔

طاعون سے بچانیکے دو وعدے

فرمایا:۔

خدا تعالیٰ نے دو وعدے اپنی وحی کے ذریعہ سے کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس گھر کے رہنے والوں کو طاعون سے بچائے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ انی احافظ کل من فی الدار۔ دوسرا وعدہ اس کا ہماری جماعت کے متعلق ہے کہ ان الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون (ترجمہ) جن لوگوں نے مان لیا ہے اور اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کو نہ ملایا۔ ایسے لوگوں کے واسطے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اس میں خدا تعالےٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ جماعت کے وہ لوگ بچائے جائیں گے جو پوری طور سے ہماری ہدایتوں پر عمل کریں اور اپنے اندرونی عیوب اور اپنی غلطیوں کی مَیل کو دُور کر دیں گے اور اپنے نفس کی بدی کی طرف نہ جھکیں گے بہت سے لوگ بیعت کر کے جاتے ہیں مگر اپنے اعمال درست نہیں کرتے۔ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے کیا بنتا ہے۔ خدا تعالیٰ تو دلوں کے حالات سے واقف ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۴ صفحہ ۷ مورخہ ۴؍ اپریل ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

معالجہ وہمدردی

سوال ہوا کہ طاعون کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں طبیب کے واسطے کیا حکم ہے؟

فرمایا:۔

طبیب اور ڈاکٹر کو چاہیئے کہ وہ علاج معالجہ کرے اور ہمدردی دکھائے لیکن اپنا بچاؤ رکھے۔ بیمار کے بہت قریب جانا اور مکان کے اندر جانا اس کے واسطے ضروری نہیں ہے۔ وہ حال معلوم کر کے مشورہ دے۔ ایسا ہی خدمت کرنے والوں کے واسطے بھی ضروری ہے کہ اپنا بچاؤ بھی رکھیں اور بیمار کی ہمدردی بھی کریں۔

غُسلِ میّت

سوال ہوا کہ طاعون زدہ کے غسل کے واسطے کیا حکم ہے ؟

فرمایا :-

مومن طاعون سے مرتا ہے تو وہ شہید ہے ۔ شہید کے واسطے غسل کی ضرورت نہیں ۔

کفن

سوال ہوا کہ اس کو کفن پہنایا جائے یا نہیں ؟

فرمایا :-

شہید کے واسطے کفن کی ضرورت نہیں ۔ وہ انہیں کپڑوں میں دفن کیا جاوے ۔ ہاں اس پر ایک سفید چادر ڈال دی جائے تو ہرج نہیں ۔

اسم اعظم

ایک شخص کا سوال حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا کہ قرآن شریف میں اسم اعظم کونسا لفظ ہے ؟

فرمایا :-

اسم اعظم اللہ ہے

خواب کا پورا کرنا

ایک دوست نے حضرت کی خدمت میں اپنی بیوی کا خواب لکھا کہ " کسی شخص نے خواب میں میری بیوی کو کہا کہ تمہارے بیٹے پر بڑا بوجھ ہے اس پر سے صدقہ اُتارو اور ایسا کرو کہ چنے بھگو کر مٹی کے برتن میں رکھ کر اور لڑکے کے بدن کا کرتہ اُتار کر اُس میں

باندھ کر رات سوتے وقت سرہانے چارپائی کے نیچے رکھ دو اور ساتھ چراغ جلا دو
صبح کسی غیر کے ہاتھ اُٹھوا کر چوراہے میں رکھ دو۔" یہ خواب لکھ کر حضرت سے
دریافت کیا کہ کیا جائز ہے کہ ہم خواب اسی طرح سے پُورا کرلیں۔
جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ
جائز ہے کہ اس طرح سے کریں اور خواب کو پورا کرلیں

دُعا میں صیغہ واحد کو جمع کرنا

ایک دوست کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ میں ایک مسجد میں امام ہوں
بعض دُعائیں بصیغہ واحد متکلم میں ہوتی ہوں یعنی انسان کے اپنے واسطے ہی ہوسکتی ہیں
میں چاہتا ہوں کہ ان کو صیغہ جمع میں پڑھ کر مقتدیوں کو بھی اپنی دُعا میں شامل کرلیا کروں
اس میں کیا حکم ہے؟

فرمایا:۔

جو دعائیں قرآن شریف میں ہیں ان میں کوئی تغیر جائز نہیں کیونکہ وہ کلام الٰہی ہے وہ
جس طرح قرآن شریف میں ہے اسی طرح پڑھنا چاہیئے۔ ہاں حدیث میں جو دعائیں آئی ہیں۔ اُن
کے متعلق اختیار ہے کہ صیغہ واحد کی بجائے صیغہ جمع پڑھ لیا کریں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۴ صفحہ ۶ مورخہ ۴ اپریل ۱۹۰۷ء)

یکم اپریل ۱۹۰۷ء

(بوقت سیر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حکم طاعون زدہ علاقوں کے احمدیوں کے واسطے

صبح کو حضرت اقدس مع خدام باہر سیر کے واسطے تشریف لے گئے۔ راستہ میں عاجز راقم[1]

[1] حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر (مرتب)

کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

اخبار میں چھاپ دو اور سب کو اطلاع کر دو کہ یہ دن خدا تعالیٰ کے غضب کے دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی بار مجھے بذریعہ وحی فرمایا ہے کہ غضبت غضبا شدیدًا۔ آجکل طاعون بہت بڑھتا جاتا ہے اور چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ میں اپنی جماعت کے واسطے خدا تعالیٰ سے بہت دُعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بچائے رکھے۔ مگر قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ جب قہرِ الٰہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں۔ اور پھر ان کا حشر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ دیکھو حضرت نوحؑ کا طوفان سب پر پڑا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک مرد عورت اور بچے کو اس سے پورے طور پر خبر نہ تھی کہ نوحؑ کا دعویٰ اور اس کے دلائل کیا ہیں۔ جہاد میں جو فتوحات ہوئیں وہ سب اسلام کی صداقت کے واسطے نشان تھیں لیکن ہر ایک میں کفار کے ساتھ مسلمان بھی مارے گئے۔ کافر جہنم کو گیا اور مسلمان شہید کہلایا۔ ایسا ہی طاعون ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ہماری جماعت کے بعض آدمی بھی شہید ہوں۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور دعا میں مصروف ہیں کہ وہ ان میں اور غیروں میں تمیز قائم رکھے لیکن جماعت کے آدمیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ ہماری تعلیم پر عمل نہ کیا جاوے۔ سب سے اول حقوق اللہ کو ادا کرو۔ اپنے نفس کو تمام جذبات سے پاک رکھو۔ اس کے بعد حقوق عباد کو ادا کرو اور اعمال صالحہ کو پورا کرو۔ خدا تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ اور تضرع کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور میں دُعا کرتے رہو اور کوئی دن ایسا نہ ہو جس دن تم نے خدا تعالیٰ کے حضور رو کر دُعا نہ کی ہو۔ اس کے بعد اسباب ظاہری کی رعایت رکھو۔ جس مکان میں چوہے مرنے شروع ہوں اس کو خالی کر دو۔ اور جس محلہ میں طاعون ہو اس محلہ سے نکل جاؤ اور کسی کھلے میدان میں جا کر ڈیرا لگاؤ۔ جو تم میں سے بتقدیرِ الٰہی طاعون میں مبتلا ہو جاوے اس کے ساتھ اور اس کے لواحقین کے ساتھ پوری ہمدردی کرو اور ہر طرح سے اس کی مدد کرو اور اس کے

علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھو لیکن یاد رہے کہ ہمدردی کے یہ معنے نہیں کہ اس کے زہریلے سانس یا کپڑوں سے متاثر ہو جاؤ۔ بلکہ اس اثر سے بچو۔ اُسے کھُلے مکان میں رکھو اور جو خدانخواستہ اس بیماری سے مَرجائے وہ شہید ہے۔ اس کے واسطے ضرورت غُسل کی نہیں اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے وہی کپڑے رہنے دو اور ہو سکے تو ایک سفید چادر اس پر ڈال دو اور چونکہ مرنے کے بعد میّت کے جسم میں زہریلا اثر زیادہ ترقی پکڑتا ہے اس واسطے سب لوگ اس کے گرد جمع نہ ہوں حسب ضرورت دو تین آدمی اس کی چارپائی کو اُٹھائیں اور باقی سب دُور کھڑے ہو کر مثلاً ایک سَو گز کے فاصلہ پر جنازہ پڑھیں جنازہ ایک دُعا ہے اور اس کے واسطے ضروری نہیں کہ انسان میّت کے سر پر کھڑا ہو۔ جہاں قبرستان دُور ہو مثلاً لاہور میں سامان ہو سکے تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر میّت کو لاد کر لے جاویں اور میّت پر کسی قسم کی جزع فزع نہ کی جاوے۔ خدا تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔

اس بات کا خوف نہ کرو کہ ایسا کرنے سے لوگ تمہیں بُرا کہیں گے وہ پہلے کب تمہیں اچھا کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں شریعت کے مطابق ہیں اور تم دیکھ لوگے کہ آخرکار وہ لوگ جو تم پر ہنسی کریں گے خود بھی ان باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔

مکرّر یہ بہت تاکید ہے کہ جو مکان تنگ اور تاریک ہو اور ہوا اور روشنی خوب طور پر نہ آ سکے اس کو بلا توقف چھوڑ دو کیونکہ خود ایسا مکان ہی خطرناک ہوتا ہے گو کوئی چوہا بھی اس میں نہ مَرا ہو اور حتی الامکان مکانوں کی چھتوں پر رہو۔ نیچے کے مکان سے پرہیز کرو اور اپنے کپڑوں کو صفائی سے رکھو۔ نالیاں صاف کراتے رہو۔ سب سے مقدم یہ کہ اپنے دلوں کو بھی صاف کرو اور خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری صلح کر لو۔

حضرت نے فرمایا ہے کہ کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم" تمام دوست مرد اور عورت جو مقدرت رکھتے ہیں۔ ایک ایک جلد خرید فرماویں اور نیز آریوں کے درمیان مفت تقسیم

کرنے کے واسطے خریدی جائے۔ کیونکہ یہ کتاب غلطی کے سبب ساری کی ساری ہر دو اخباروں میں یک دفعہ چھپ چکی ہے اور جس دوست کی ملکیت میں وہ کتاب ہے اس کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۴ صفحہ ۵-۶ مورخہ ۴؍اپریل ۱۹۰۷ء)

۵؍اپریل ۱۹۰۷ء

پیشگوئی

تازہ الہام حٰمٓ۔ تلک اٰیات الکتاب المبین۔ راز کھل گیا کا ذکر تھا۔ فرمایا:-

تفہیم یہی ہوئی ہے کہ یہ پیشگوئی ہے

کتب اوّلین

پہلی کتابوں کا ذکر تھا جو منسوخ شدہ ہیں اور محرف و مبدّل ہیں۔ فرمایا:-

اب ان کی مثال ایک مسمار شدہ عمارت کی طرح ہے۔ جس طرح کوئی عمارت گر جاتی ہے اور اس کی اینٹیں اُوپر نیچے کہیں کی کہیں جا پڑتی ہیں۔ پاخانے کی اینٹ باورچیخانے میں اور باورچیخانے کی اینٹ پاخانے میں چلی جاتی ہے۔ وہ مکانات اب اس قابل نہیں رہے کہ اُن میں رہائش اختیار کی جائے جو اُن کو اپنا مسکن بنائے۔ وہ محلات میں رہنے والوں کی طرح آرام پا نہیں سکتا۔

دیسی بُوٹیاں

سیر میں برلب سڑک خودرَو بُوٹیوں کی طرف اشارہ کر کے اور حضرت مولوی حکیم نورالدین

صاحب کو مخاطب کر کے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ دیسی بُوٹیاں بہت کارآمد ہوتی ہیں مگر افسوس کہ لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ بُوٹیاں بہت مفید ہیں۔ گندلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہندو فقیر لوگ بعض اسی کو جمع کر رکھتے ہیں اور پھر اسی پر گذارا کرتے ہیں۔ یہ بہت مقوی ہے اور اس کے کھانے سے بواسیر نہیں ہوتی۔ ایسا ہی کنڈیاری کے فائدے بیان کئے جو پاس ہی تھی۔

حضرت نے فرمایا کہ

ہمارے ملک کے لوگ اکثر اُن کے فوائد سے بے خبر ہیں اور اس طرح توجہ نہیں کرتے کہ اُن کے مُلک میں کیسی عمدہ دوائیں موجود ہیں جو کہ دیسی ہونے کے سبب اُن کے مزاج کے موافق ہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۵ صفحہ ۱۰ مورخہ ۱۱ر اپریل ۱۹۰۷ء)

۱۰ر اپریل ۱۹۰۷ء

(بوقتِ سیر)

محبتِ قرآن

صبح کو حضرت سیر کے واسطے تشریف لے گئے۔ خدام ساتھ تھے۔ حافظ محبوب الرحمٰن صاحب جو کہ اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ اور بھائی جان منشی ظفر احمد صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں ساتھ تھے۔ حضرت نے حافظ صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

یہ قرآن شریف اچھا پڑھتے ہیں اور میں نے اسی واسطے ان کو یہاں رکھ لیا ہے کہ ہر روز اُن سے قرآن شریف سُنا کریں گے۔ مجھے بہت شوق ہے کہ کوئی شخص عمدہ، صحیح،

خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنے والا ہو تو اس سے سُنا کروں۔

پھر حافظ صاحب موصوف کو مخاطب کر کے حضرت نے فرمایا کہ

آج آپ سیر میں کچھ سُنائیں

چنانچہ تھوڑی دُور جا کر آپ نہایت سادگی کے ساتھ ایک کھیت کے کنارے زمین پر بیٹھ گئے اور تمام خدام بھی زمین پر بیٹھ گئے اور حافظ صاحب نے نہایت خوش الحانی سے سورہ دہر پڑھی۔ جس کے بعد آپ سیر کے واسطے آگے تشریف لے گئے۔

اخبارات میں غلطیاں

فرمایا۔

بڑا افسوس ہے کہ قرآن شریف کی جو آیات اخبار الحکم اور بدر میں لکھی جاتی ہیں اُن میں اکثر غلطیاں ہوتی ہیں۔ اخبار والوں کو بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔

آریہ مسافر

ذکر تھا کہ لیکھرام کی یادگار میں ایک رسالہ نکلتا ہے۔ چونکہ لیکھرام نے اپنا نام آریہ مسافر لکھا تھا اس واسطے اس رسالہ کا نام بھی آریہ مسافر رکھا گیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ

وہ تو اپنے اعتراضات کا جواب اپنی موت کے ساتھ آپ ہی دے گیا ہے۔ وہ مسافر بنتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اُسے ایسا مسافر بنایا کہ پھر کبھی واپس نہ آیا۔

فرعون کہنے والے مرتے جاتے ہیں

ایسا ہی وہ تمام لوگ جو مجھے فرعون کہتے تھے، ہلاک ہو گئے۔ محی الدین لکھو کے والے نے اپنا الہام شائع کیا تھا کہ مرزا صاحب فرعون ہیں۔ چراغ الدین نے بھی مجھے فرعون لکھا تھا۔

الٰہی بخش نے بھی مجھے فرعون لکھا۔ مگر یہ عجیب فرعون ہے کہ پہلا فرعون تو موسیٰؑ کے مقابلہ میں ہلاک ہوگیا تھا اور یہاں فرعون تو زندہ ہے اور موسیٰ دن بدن ہلاک ہوتے جاتے ہیں۔

وقتِ بلا

فرمایا۔

حدیثوں سے ثابت ہے کہ نزولِ بلا عموماً رات کے وقت اور بعد مغرب تاریکی پھیلنے کے وقت ہوتا ہے۔[1]

فرمایا۔

خدا تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کرنا بڑی گستاخی ہے۔ یہ لوگ کس گنتی میں ہیں۔ ایک نبی (یونس) بھی صرف لن ارجع الی قومی کذاباً کہنے سے زیرِ عتاب ہوا دراصل خدا تعالیٰ کے کسی فعل پر شرحِ صدر نہ رکھنا ایک مخفی اعتراض ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے ولا تکن کصاحب الحوت۔[2] ایسے امور میں مخاطب تو انبیاء ہوتے ہیں مگر دراصل سبق امت کو دینا منظور ہوتا ہے۔ ہمارے بارے میں حق کے فیصلہ کے لئے کس قدر کھلی ہوئی راہ ہے کہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی نظیر اگلی اُمتوں میں موجود نہیں۔ دیکھو مسیح کی دوبارہ آمد کا مسئلہ ایلیا کی آمد سے کیسا صاف ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس پر دونو قوموں کا باوجود اختلاف کے اتفاق ہے جیسا مسیح کے صلیب پر چڑھایا جانے کے بارے میں۔

آتھم جب رجوع والی شرط سے فائدہ اُٹھا کر پندرہ ماہ میں نہ مرا تو خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے نے کیا عمدہ جواب دیا کہ بعض اشخاص آسمان پر مرجاتے ہیں اور

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ صفحہ ۷ مورخہ ۲۵ ر اپریل ۱۹۰۷ء

[2] القلم : ۴۹

اللہ کا ولی اس کو مُردہ دیکھ لیتا ہے مگر دوسرے عوام الناس اس معرفت تک نہیں پہنچتے اور اعتراض کرتے ہیں۔

سلب امراض و دفع بلیات

ان سب کی تہہ میں واستفتحوا وخاب کُل جبارٍ عنیدٍ[۱] کا قانون کام کر رہا ہے۔ ہر نبی پہلے صبر کی حالت میں ہوتا ہے۔ پھر جب ارادہُ الٰہی کسی قوم کی تباہی سے متعلق ہوتا ہے تو نبی میں درد کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ وہ دعا کرتا ہے۔ پھر اس قوم کی تباہی یا خیرخواہی کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں۔ دیکھو نوح علیہ السلام پہلے صبر کرتے رہے اور بڑی مدت تک قوم کی ایذائیں سہتے رہے۔ پھر ارادہ الٰہی جب اُن کی تباہی سے متعلق ہوا تو درد کی حالت پیدا ہوئی اور دل سے نکلا رَبِّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً[۲]۔ جب تک خدا تعالےٰ کا ارادہ نہ ہو وہ حالت پیدا نہیں ہوتی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تیرہ سال پہلے صبر کرتے رہے۔ پھر جب درد کی حالت پیدا ہوئی تو قتال کے ذریعہ مخالفین پر عذاب نازل ہوا۔ خود ہماری نسبت دیکھو جب یہ شبہ چنتک جاری ہوا تو اس کا ذکر تک بھی نہیں کیا گیا۔ مگر جب ارادہ الٰہی اس کی تباہی کے متعلق ہوا۔ تو ہماری توجہ اس طرف بے اختیار ہو گئی اور پھر تم دیکھتے ہو کہ رسالہ ابھی اچھی طرح شائع بھی نہ ہونے پایا کہ خدا تعالیٰ کی باتیں پُوری ہو گئیں۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو صفت خلق یا تکوین دی گئی۔ اس سے یہی مراد ہے کہ وہ اُن کی دُعا کا نتیجہ ہوتا ہے اور الٰہی صفت ایک پردہ میں ظاہر ہوتی ہے۔

یہ عیسائی اور آریہ کہتے ہیں کہ شمشیر کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کئے۔ ہم کہتے ہیں یہ بھی ایک دو برس تلوار چلا کر دیکھیں کوئی ان کے مذہب میں داخل ہوتا ہے یا نہیں۔ ایمان جو ایک قلبی معاملہ ہے ہم نہیں سمجھ سکتے تلوار کے ذریعہ کیونکر کسی کو شرح صدر حاصل ہو سکتا ہے۔

[۱] ابراھیم: ۱۶ [۲] نوح: ۲۷

اس میں بھی خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ فلاں فلاں مسلمان عالم ہمارے سلسلہ میں داخل نہیں۔ اگر یہ داخل ہوتے تو خدا جانے کیا کیا فتنے برپا کرتے۔ لو علم اللّٰہ فیھم خیرًا لاسمعھم[1]۔ یہ وہ وقت ہے جس کی تمام نبیوں نے خبر دی کہ اس وقت عام تباہی ہوگی اور کوئی ایسی آفت باقی نہ رہے گی جو دُنیا پر نازل نہ ہو۔ تضرع کا مقام ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ صفحہ ۴ مورخہ ۹ رمئی ۱۹۰۷ء)

---

۱۱ راپریل ۱۹۰۷ء

(بوقتِ سیر)

غلام دستگیر قصوری کے بارے میں ذکر تھا کہ بعض مخالفین کہتے ہیں۔ اس نے کب مباہلہ کیا؟

حضور نے فرمایا کہ

یہ جو اس نے لکھا فقطع دابر القوم الذین ظلموا[2]۔ اس کا مصداق بنا۔ اس فقرے کے اس کے سوا اور کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ وہ ظالم کی ہلاکت کا خدا تعالیٰ سے خواستگار ہے اب اللہ تعالیٰ کے فعل نے بتا دیا کہ ظالم کون ہے۔ قرآن مجید میں بھی لعنت اللّٰہ علی الکاذبین[3] آیا ہے۔ یوں کھول کر تو نہیں کہا گیا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر عذاب نازل ہو۔ گو اس کا مفہوم یہی ہے مگر یہ عبارت نہیں۔ ایسا ہی وہاں جو قصوری نے اپنی کتاب میں لکھا تو اس کا مطلب یہی تھا۔ پھر بطریقِ تنزل ہم مان لیتے ہیں کہ اس نے صرف ہمارے لئے بددُعا کی مگر اب بتاؤ کہ اس کی دُعا کا اثر کیا ہوا؟ کیا وہ الفاظ جو میرے حق میں کہے اور وہ دعا جو میرے برخلاف کی اُلٹی اس پر ہی نہیں پڑی؟ اب بتلاؤ کہ کیا مقبولانِ الٰہی کا یہی نشان ہے کہ جو دعا وہ نہایت تضرع و ابتہال سے کریں اس کا اُلٹا اثر ہو اور اثر بھی یہ کہ خود ہی ہلاک ہو کر اپنے کاذب ہونے پر مُہر لگا جاویں۔ خصوصاً ایسے شخص کے مقابل میں جسے وہ مفتری اور کیا کیا سمجھتا ہے۔ دراصل وہ مجمع البحار والے کی مثال دے کر خود اس

[1] الانفال: ۲۴ [2] الانعام: ۴۶ [3] آل عمران: ۶۲

کا قائمقام بننا چاہتا تھا اور اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ جاتا تو بڑے لمبے لمبے اشتہار شائع ہوتے لیکن خدا تعالیٰ نے دشمن کو بالکل موقعہ نہ دیا کہ وہ کسی قسم کی خوشی منائے۔ اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اس نے میرے برخلاف بددعا کی اور خدا تعالیٰ سے میری جڑ کے کٹ جانے کی درخواست کی۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی جڑ کٹ گئی اور مجھے روز افزوں ترقی حاصل ہوئی کیا یہ متعصب مخالف کے لئے عبرت کا مقام نہیں؟ افسوس کہ یہ لوگ ذرا بھی غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ قرآن مجید کی آیت یہاں کیسی صادق آرہی ہے۔ یَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَائِر علیھم دائرۃ السَّوْء[1] (تاکتے ہیں تم پر زمانے کی گردشیں انہی پر آوے گردش بُری)

خدا تعالیٰ کے مامور کے جو مقابل میں آتا ہے سب دعائیں اور لعنتیں اسی پر اُلٹ کر پڑتی ہیں جیسا کہ سب نے دیکھ لیا۔ یہ آریہ جو مَرے ہیں خدا تعالیٰ نے پسند نہیں کیا کہ اس کے مرکز تجلیات میں کوئی ہم پر افترا کرے۔ واقعی یہ بڑی خیانت کا کام ہے کہ اپنی آنکھوں سے نشان دیکھیں اور پھر نہ صرف خود انکار کریں بلکہ اوروں کو بھی بہکائیں۔ یہ سخت بُرا کام تھا جو انہوں نے اپنے ذمہ لیا جیسا روشنی میں سیاہ دل چور نہیں ٹھہر سکتا ایسے ہی اس مقام میں جو تجلیات و انوار الٰہی کا مرکز ہو۔ کوئی سیاہ دل خائن بہت مدت نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا لا یجاورونک فیھا الا قلیلا[2] (نہ پڑوس میں رہیں گے تیرے مگر چند دن)

میرے نزدیک سب سے بڑے مشرک کیمیا گر ہیں کہ یہ رزق کی تلاش میں یوں مارے مارے پھرتے ہیں اور ان اسباب سے کام نہیں لیتے جو اللہ تعالیٰ نے جائز طور سے رزق کے حصول کے لئے مقرر کئے ہیں اور نہ پھر توکل کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ فی السماء رزقکم وما توعدون[3] (اور آسمان میں ہے تمہارا رزق اور جو کچھ تم وعدہ دیئے جاتے ہو) ہم ایسے ہوسوں کو ایک کیمیا کا نسخہ بتلاتے ہیں بشرطیکہ وہ اس پر عمل کریں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث

[1] التوبۃ: ۹۸ [2] الاحزاب: ۶۱ [3] الذاریات: ۲۳

لا یحتسب[1]۔ پس تقویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ جسے یہ حاصل ہو اسے گویا تمام جہان کی نعمتیں حاصل ہو گئیں۔ یاد رکھو متقی کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ اس مقام پر ہوتا ہے کہ جو چاہتا ہے خدا تعالیٰ اس کے لئے اس کے مانگنے سے پہلے مہیا کر دیتا ہے۔

میں نے ایک دفعہ کشف میں اللہ تعالیٰ کو تمثل کے طور پر دیکھا۔ میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

پس یہ وہ نسخہ ہے جو تمام انبیاء و اولیاء و صلحاء کا آزمایا ہوا ہے۔ نادان لوگ اس بات کو چھوڑ کر بوٹیوں کی تلاش میں مارے پھرتے ہیں۔ اتنی محنت اگر وہ ان بوٹیوں کو پیدا کرنے والے کے پانے میں کرتے تو سب من مانی مرادیں پا لیتے۔

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ تقویٰ کی راہوں پر قدم ماریں اور اپنے دشمن کی ہلاکت سے بے جا خوش نہ ہوں۔ تورات میں لکھا ہے بنی اسرائیل کے دشمنوں کے بارے میں کہ میں نے اُن کو اس لئے ہلاک کیا کہ وہ بد ہیں نہ اس لئے کہ تم نیک ہو۔ پس نیک بننے کی کوشش کرو میرا ایک شعر ہے۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

ہمارے مخالف جو ہیں وہ بھی متقی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ہر چیز اپنی تاثیرات سے پہچانی جاتی ہے۔ نرا زبانی دعویٰ ٹھیک نہیں۔ اگر یہ لوگ متقی ہیں تو پھر متقی ہونے کے جو نتائج ہیں وہ ان میں کیوں نہیں۔ نہ مکالمہ الٰہی سے مشرف ہیں نہ عذاب سے حفاظت کا وعدہ ہے۔ تقویٰ ایک تریاق ہے جو اسے استعمال کرتا ہے تمام زہروں سے نجات پاتا ہے۔ مگر تقویٰ کامل ہونا چاہیئے۔ تقویٰ کی کسی شاخ پر عمل پیرا ہونا ایسا ہے جیسے کسی کو بھوک لگی ہو اور وہ ایک دانہ کھا لے۔ ظاہر ہے کہ اس کا کھانا اور نہ کھانا برابر ہے۔ ایسا ہی پانی کی

[1] الطلاق : ۳-۴

پیاس ایک قطرہ سے نہیں بجھ سکتی۔ یہی حال تقویٰ کا ہے۔ کسی ایک شاخ پر عمل موجب ناز نہیں ہو سکتا۔ پس تقویٰ وہی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا[1]۔ خدا تعالیٰ کی معیّت بتا دیتی ہے کہ یہ متقی ہے۔

خدا تعالیٰ جب سے خالق ہے تب سے اس کی مخلوق ہے گو ہمیں یہ علم نہ ہو کہ وہ مخلوق کس قسم کی تھی۔ غرض نوعی قدم کے ہم قائل ہیں۔ ایک نوع فنا کر کے دوسری بنا دی۔ مگر یہ نہیں کہ جیسے آریہ مانتے ہیں رُوح مادہ ویسا ہی ازلی ابدی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ۔ ہمارا ایمان ہے کہ رُوح ہو یا مادہ۔ غرض خواہ کچھ ہی ہو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ صفحہ ۸ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء

جو کچھ ہے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو چاہے کرتا ہے بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ[2]۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں کیسا امتیاز رکھا ہے۔ یہی قادیان ہے جس میں کئی مرے اور پھر ہماری جماعت بالکل محفوظ رہی۔ ان مسلمانوں میں کئی گدی نشین ہیں۔ کئی الہام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کئی مقربان الٰہی بنتے ہیں۔ مگر کیا کسی کو یہ بھی وعدہ دیا گیا ہے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار۔ یقیناً نہیں۔ اگر کسی کو یہ دعویٰ ہے تو پیش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کا جھوٹ ثابت کرے۔ دیکھو ان میں سے جس نے دعویٰ کیا وہ فوراً پکڑے گئے۔ جموں کے چراغ دین نے دعویٰ کیا تھا اور پھر الٰہی بخش جو میری نسبت طاعون سے مرنے کا خیال رکھتا تھا طاعون ہی سے ہلاک ہوئے۔ مومن کامل تو کبھی طاعون سے نہیں مرتا۔ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی نظیر موجود ہے۔ کیا کوئی نبی طاعون سے مرا؟ پھر کامل مومنین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی سوانح کو پڑھو کیا اُن میں سے کوئی طاعون سے مَرا؟ ہرگز نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ تورات و انجیل

[1] النحل: ۱۲۹ [2] یٰسٓ: ۸۴

میں اس طاعون کو عذاب قرار دیا گیا۔ گویا ایک قسم کا جہنم ہے۔ چنانچہ میرے الہامات میں اکثر جہنم کا ذکر آیا ہے تو اس سے مراد طاعون ہی ہے۔ پس مومن کامل تو جہنم سے بالکل محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اگر وہ اس میں پڑے تو پھر مومن کیسا ہوا؟ خدا تعالےٰ بھی فرماتا ہے۔

انزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون[۱] یعنی طاعون کا عذاب ظالموں اور فاسقوں کے لئے ہے۔ یہ مامور من اللہ کے انکار اور فسق کی سزا ہے گویا اس کی خصوصیت کفر کے ساتھ ہے۔ ہاں جو مومن کامل نہیں بلکہ معمولی ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کو اُن کی تمحیص مقصود ہوتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ انہیں اسی دنیا میں اصلاح کے لئے بطور کفارہ ذنوب جہنم میں داخل کرے اور یہ سب فرقہ ہائے اسلام کی مانی ہوئی بات ہے کہ ایک فریق مومنوں کا بھی جہنم میں کچھ مدت کے لئے پڑے گا۔ پس ماننا پڑتا ہے کہ بعض مومنوں کو بھی طاعون ہو سکتا ہے مگر یاد رہے وہی مومن جو کامل نہیں۔ اسی لئے میرے الہام میں ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے جو لم یلبسوا ایمانھم بظلم[۲] کے مصداق ہیں یعنی اپنے ایمان کے نُور میں کسی قسم کی تاریکی شامل نہیں کرتے اور یہ مقام سوائے کاملین کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ سنہ ۶ ہجری میں جب طاعون پڑا ہے تو کوئی مسلمان نہیں مَرا لیکن جب حضرت عمرؓ کے عہد میں طاعون پڑا تو کئی صحابی بھی شہید ہوئے وجہ یہ کہ کامل مومن ہی ایسی باتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

اب دیکھنا تو یہ ہے کہ جسے موسیٰ ہونے کا دعویٰ تھا وہ تو یقیناً کامل مومنین سے ہے۔ پس اس کے لئے ضرور تھا کہ طاعون سے محفوظ رہتا کیونکہ یہ ایک عذاب جہنم ہے جس میں خدا تعالیٰ کے برگزیدے نہیں پڑ سکتے۔ وہ تو اپنی نسبت یہ الہام سُناتا تھا کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اب ایسے عالیشان آدمی کو (اگر وہ واقعی تھا) یہ جہنم (طاعون) کیوں نصیب ہوا۔ یہ تو واقعی عجیب بات ہے کہ جسے وہ فرعون کہتا تھا وہ تو اب تک زندہ ہے اور اس کے گھر کا ایک چوہا بھی نہیں مرا مگر وہ جو موسیٰ تھا وہ

---

[۱] البقرۃ : ۶۵ [۲] الانعام : ۸۳

طاعون سے مرگیا جو ایک عذاب جہنم ہے۔ کیا خدا تعالےٰ کے فرشتہ کو دھوکہ ہو گیا
جیسے روافض کہا کرتے ہیں کہ وحی نبوت آئی تو علی پر تھی مگر بھول کر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم پر چلی گئی۔ ایسا ہی طاعون کا فرشتہ بجائے قادیان میں آنے کے لاہور چلا گیا۔
اس نکتہ کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جو معمولی مومن ہو اس کے لئے ممکن ہے کہ
تمحیص کے لئے طاعون کے جہنم میں پڑے تا کہ آخرت میں جنت نصیب ہو۔ مگر وہ جو
کامل مومنین سے ہو اس کے لئے ہرگز سنت اللہ نہیں کہ ایسے عذاب میں گرفتار ہو۔
بعض لوگوں کی نسبت اعتراض کیا جاتا ہے کہ فلاں تو نماز پڑھتا تھا یا ایسا تھا پھر کیوں
اُسے طاعون ہوا۔ اصل میں اعمال کا تعلق قلب سے ہے اور قلب کے حالات سے بجز
اللہ کے کوئی آگاہ نہیں۔ پس نہیں کہہ سکتے کہ فلاں متقی تھا یا مخلص احمدی تھا۔ پھر کیوں
طاعون سے مرا۔ کیونکہ ہر انسان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ فلاں
کے دل میں کیا کیا گند بھرے ہیں۔ دعا کرتا رہتا تھا تو کیا عیسائی دعا نہیں کرتے ؟
کیا وہ بعض اوقات نہیں روتے ؟ پس ایسے معاملے خدا تعالیٰ کے سپرد ہونے چاہئیں
ہاں جب ایمان کا ثبوت ہو تو پھر ایسے طاعون سے مرنے والے شہید ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نشان دکھائے مگر یہ لوگ ایسے ہیں کہ مانتے نہیں۔ اگر
نجاست قلبی نہ ہو تو بعض اوقات ایک نکتہ ہی کفایت کرتا ہے۔ دیکھو جب لدھیانہ
میں بیعت ہوئی تو صرف قریباً ۴۰ آدمی تھے۔ پھر اب چار لاکھ ہیں۔ کیا ایسی کامیابی کسی
مفتری کو بھی ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کی پیشگوئی بھی کر چکا ہو؟ اچھا میں نے اگر کوئی نشان
نہ دکھلایا تو اُن کے موسیٰ نے کیا دکھایا؟ کیا یہی کہ طاعون سے مرگیا۔ اگر خدا تعالیٰ کے
اولیاء کا یہی انجام ہوتا ہے تو پھر اسلام کا خدا ہی حافظ۔

بوقت ظہر

محض قول پر فریفتہ ہونے والوں کا وہی انجام ہوتا ہے جو الٰہی بخش کا ہوا۔ یاد رکھو

محض الہام جب تک اس کے ساتھ فعلی شہادت نہ ہو ہرگز کسی کام کا نہیں۔ دیکھو جب کفار کی طرف سے اعتراض ہوا لَسْتَ مُرْسَلاً تو جواب دیا گیا کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ[1] یعنی عنقریب خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت میری صداقت کو ثابت کر دے گی۔ پس الہام کے ساتھ فعلی شہادت بھی چاہیئے۔ دیکھو گورنمنٹ جب کسی کو ملازمت عطا کرتی ہے تو اس کی وجاہت کے سامان بھی مہیا کر دیتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ اس کا مقابلہ کرتے ہیں وہ توہین عدالت کے جرم میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو ماموران الٰہی کے مقابلہ پر آتے ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ آجکل پچاس آدمی کے قریب ایسے ہیں جو اس مرض میں گرفتار ہیں یعنی اپنے قولی الہام پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ سب غلطی پر ہیں۔ شیطان انسان کا بڑا دشمن ہے مگر خود مفتری بھی ایک شیطان ہے۔ پس وہ اپنا آپ دشمن ہے اس لئے جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ کیسے ناعاقبت اندیش ہیں وہ لوگ جو ایسوں کے دام تزویر میں پھنس جاتے ہیں جس کے دعویٰ کے ساتھ عظمت وجلال ربانی کی چمک نہ ہو تو ایسے شخص کو تسلیم کرنا اپنے تئیں آگ میں ڈالنا ہے۔

دو مخالفوں کا ذکر تھا کہ اس مسئلہ کے بارے میں ایک دوسرے کے مخالف باہم کفر کے فتوے دے رہے ہیں۔ ایک کہتا ہے ضرور ہے کہ انبیاء بہشت میں اور فاسقین جہنم میں پڑیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[2] کی بنا پر چاہے تو انبیاء کو دوزخ میں ڈال دے۔

فرمایا:۔

اول الذکر حق پر ہے۔ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے یہ معنے تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ خودکشی پر بھی قادر ہے۔ اس طرح تو وہ اپنا بیٹا بنانے پر بھی قادر کہا جا سکتا ہے؟ پھر عیسائی مذہب کے اختیار کرنے میں کیا تأمل ہے؟

[1] الرعد: ۴۴ [2] البقرۃ: ۱۰۷

یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ بیشک قادر ہے مگر وہ اپنے تقدس اور ان صفات کے خلاف نہیں کرتا جو قدیم سے الہامی کتب میں بیان کی جا رہی ہیں گویا ان کے خلاف اس کی توجہ ہوتی ہی نہیں۔ وہ ذات پاک اپنے مواعید کے خلاف بھی نہیں کرتا اور نہ اس طرف وہ متوجہ ہوتا ہے پس ازلی ابدی اس کی صفت ہر کتاب الٰہی میں پڑھ کر پھر اس بات کے امکان پر بحث کرنا کہ وہ خودکشی پر قادر ہے یا ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد و لم یولد[1]۔ پڑھتے ہوئے پھر اس کے بیٹے کے امکان کا قائل ہونا نہایت لغو حرکت ہے۔ پس ایسی باتوں کے بارے میں اس بہانے سے گفتگو کرنا کہ ہم نفس امکان پر بحث کرتے ہیں سخت درجے کی گستاخی ہے۔ (بدر جلد ۶ نمبر ۷ صفحہ ۸-۹ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

مُعجزاتِ نبی کریمؐ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کروڑ معجزوں سے بڑھ کر معجزہ تو یہ تھا کہ جس غرض کے لئے آئے تھے اُسے پُورا کر گئے۔ یہ ایسی بے نظیر کامیابی ہے کہ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی میں کامل طور سے نہیں پائی جاتی۔ حضرت موسیٰؑ بھی رستے ہی میں مر گئے اور حضرت مسیحؑ کی کامیابی تو اُن کے حواریوں کے سلوک سے ہویدا ہے۔ ہاں آپ کو ہی یہ شان حاصل ہوئی کہ جب گئے تو رأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجًا[2] یعنی دین اللہ میں فوجوں کی فوجیں داخل ہوتے دیکھ کر۔

دوسرا معجزہ تبدیل اخلاق ہے کہ یا تو وہ اولٰئك كالانعام بل ھم اضلّ[3] چارپایوں سے بھی بدتر تھے یا یبیتون لربھم سجدًا و قیامًا[4] رات دن نمازوں میں گذارنے والے ہو گئے۔

تیسرا معجزہ۔ آپ کی غیر منقطع برکات ہیں۔ کل نبیوں کے فیوض کے چشمے بند ہو گئے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا چشمہ فیض ابد تک جاری ہے چنانچہ اسی چشمہ سے

[1] الاخلاص: ۲-۴ [2] النصر: ۳ [3] الاعراف: ۱۸۰ [4] الفرقان: ۶۵

پی کہ ایک مسیح موعود اس امت میں ظاہر ہوا۔

چوتھی یہ بات بھی آپ ہی سے خاص ہے کہ کسی نبی کے لئے اس کی قوم ہر وقت دعا نہیں کرتی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں نماز میں مشغول ہوتی ہے اور پڑھتی ہے اللّٰھم صلّ علٰی محمّد۔ اس کے نتائج برکات کے رنگ میں ظاہر ہو رہے ہیں چنانچہ انہی میں سے سلسلہ مکالمات الٰہی ہے جو اس امت کو دیا جاتا ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ صفحہ ۴ مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء)

---

۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء

(قبل عصر) **طاعون**

ابوسعید عرب صاحب نے ذکر کیا کہ رنگون میں بندروں میں بھی طاعون کی وبا پڑی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ

براہین کے لکھنے کے زمانے میں خدا تعالیٰ نے ہم کو اس طاعون کے پڑنے کی خبر دی تھی۔ بد قسمت کفار کی ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ وہ انبیاء کے مقابلہ میں اپنی موت کا نشان مانگا کرتے ہیں۔ اب ہمارے مخالفوں کا بھی یہی حال ہے۔ اس واسطے خدا تعالیٰ نے ان کے واسطے یہ تلوار بھیج دی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ براہین میں جو دلائل کا وعدہ دیا گیا تھا وہ پورا نہیں ہوا۔ حالانکہ براہین میں صداقت اسلام کے واسطے کئی لاکھ دلیل ہے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے سے اس میں یہ باتیں لکھوا دی ہیں۔ کیا ہی شان ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ پہلے زمانہ میں جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کو نامراد اور ذلیل کر کے ہلاک کیا جاتا تھا ایسا ہی آخر میں بھی ہو رہا ہے۔ اس وقت شریروں کی سزا کے واسطے تلوار آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں دی گئی تھی اور اس زمانہ میں تلوار خدا خود چلا رہا ہے۔ جو لوگ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ بد قسمت کفار اس وقت بھی اپنے

شامت اعمال کے سبب اسی طرح ہلاک ہوئے تھے جیسے کہ اب ہو رہے ہیں۔ دینِ اسلام کی خاطر اگر اس وقت تلوار چلی تھی تو اس وقت بھی دینِ اسلام ہی کی خاطر تلوار چل رہی ہے۔

ثناء اللہ

فرمایا:۔

یہ زمانہ کے عجائبات ہیں۔ رات کو ہم سوتے ہیں تو کوئی خیال نہیں ہوتا کہ اچانک ایک الہام ہوتا ہے اور پھر وہ اپنے وقت پر پورا ہوتا ہے۔ کوئی ہفتہ عشرہ نشان سے خالی نہیں جاتا۔ ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالےٰ ہی کی طرف سے اس کی بُنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ اجیب دعوۃ الداع[1]۔ صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے۔ باقی سب اس کی شاخیں ہیں

خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تسلّی

احمد صاحب جو کہ مدراس سے بیعت کے واسطے آئے ہیں۔ ان کے متعلق عرب صاحب ابو سعید نے ذکر کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ قادیان میں آنے سے پہلے میں نے رؤیا میں یہ سارا نقشہ ہو بہو دیکھا تھا۔ یہ تمام مکانات وغیرہ مجھے بعینہٖ دکھائے گئے تھے۔

حضرت نے فرمایا:۔

خدا تعالیٰ تسلّی دینے کے واسطے یہ باتیں دکھلا دیتا ہے اور اس کی تسلّی بے نظیر ہوتی ہے۔ دیکھو شرقاً غرباً تمام زمین پر کسی کو یہ تسلّی نہیں دی گئی کہ انی احافظ کل من فی الدار یہ تسلّی فقط ہم کو اس گھر کے متعلق عطا فرمائی گئی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے عجیب کام ہیں۔

---

[1] البقرۃ: ۱۸۷

معجزنما صحت

اس جگہ ایک لڑکے کو طاعون شدید ہو گئی تھی۔ حضرت نے اس کے واسطے دُعا کی۔
اللہ تعالیٰ نے اس کو صحت دی۔ اس کا ذکر تھا۔ مولوی محمد علی صاحب نے عرض کیا کہ
میں ہمیشہ غور کرتا رہا ہوں کہ جس شخص کو طاعون کے سبب خون شروع ہو جاوے وہ
کبھی نہیں بچتا۔ صرف یہی ایک لڑکا دیکھا ہے جو باوجود خون آنے کے بچ نکل گیا۔

فرمایا:۔

یہ صرف دُعا کا نتیجہ ہے اور اُس کا بچنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عبدالکریم کا بچنا تھا جس
کے واسطے کسولی سے تار آیا تھا کہ اب اس کی دیوانگی کے آثار نمودار ہونے پر کوئی علاج نہیں
ہو سکتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کے حق میں ہماری دعا کو قبول کیا اور وہ بالکل تندرست ہو
گیا۔ کبھی کوئی اس طرح سے بچتا دیکھا یا سُنا نہیں گیا۔

شہر کی بلائیں

فرمایا:۔

یہ جو الہام تھا کہ یا اللہ اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے۔ گو اس کے معنے اور بھی ہوں
مگر ایک معنے اس کے یہ بھی ہیں کہ یہ سخت بدزبان آریہ سوم راج اور اچھر جو ہر ہفتہ گندی
گالیوں سے بھرے ہوئے اخبار چھاپتے تھے یہ بھی اس شہر کی بلائیں تھیں۔ خدا تعالیٰ نے اُن
کو ٹال دیا اور جہنم واصل کر دیا۔

اس سال طاعون کا بہت ہی سخت زور ہے۔ دوسرے شہروں میں بہت تیز ہے
اس کے بالمقابل یہاں گویا کچھ نہیں۔ بعض گاؤں بالکل تباہ ہو گئے ہیں۔ بعض میں صرف ایک
یا دو آدمی باقی رہ گئے ہیں اور بس۔ بہت سے گاؤں حصید بن گئے ہیں اور ابھی معلوم نہیں
کہ انجام کیا ہو گا۔ بڑے احمق ہیں وہ لوگ جو بے باکی نہیں چھوڑتے اور خدا تعالیٰ کے ارادے

سے غافل اور بے خبر بیٹھے ہیں۔

دابۃ الارض

دابۃ الارض بھی یہی طاعونی کیڑا ہے۔ تکلیم کاٹنے کو کہتے ہیں۔ وہ لوگوں کو ہلاک کر رہا ہے۔ آئے دن بادل بھی بن جاتا ہے اور موسم بہار قائم رہتا ہے جس میں طاعون کا زور ہوتا ہے۔ اس سال موت بہت کثرت سے ہو رہی ہے۔ **ہم تو چاہتے ہیں کہ کسی طرح خدا پہچانا اور مانا جاوے** خواہ کتنے ہی ہلاک ہوں۔ اس کی کیا پروا ہے۔ اگر خدا تعالےٰ کے منکر اور گستاخ زندہ رہے تو اس میں کوئی فائدہ کی بات نہیں۔ یاد رہے کہ خدا تعالےٰ بس نہ کرے گا جب تک کہ اس کی قہری تجلی اس کی ہستی کو منوا نہ لے گی۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۸ صفحہ ۷-۸ مورخہ ۲۵ر اپریل ۱۹۰۷ء)

۱۶ر اپریل ۱۹۰۷ء

فرمایا:-

خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے سے کسی نے سوال کیا کہ ہم میں وہ سب پیشگوئیاں ظاہری طور پر پوری نہیں ہوتیں تو انہوں نے کیا اچھا جواب دیا کہ کیا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہودیوں کے خیال کے مطابق سب باتیں پوری ہو گئی تھیں؟ وہ تو کہتے تھے کہ بنی اسحاق میں سے ہوگا تو کیا پھر وہ نبی انہیں میں سے آیا؟ ایسا ہی مسیح کی نسبت جو کچھ لوگ خیال کئے بیٹھے تھے کہ پہلے اُن سے ایلیا آئے گا تو کیا الیاس آسمان سے اُتر آیا تھا؟ ہرگز نہیں۔ پس اُسی طرح ضرور نہیں کہ مسیح موعود کے بارے میں سب نشان ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق ہی ظہور میں آتے۔ ایسی غلطیاں ہر ایک قوم میں پڑ جاتی ہیں۔ آخر مامور من اللہ آ کر ان عقائد و خیالات کی اصلاح کر دیتا ہے۔ اصل میں جب کسی شخص

کے منجانب اللہ ہونے کو اللہ تعالیٰ اپنے متواتر نشانوں سے ثابت کر دے تو پھر اس کی ہر بات اختلافی مسئلہ میں قول فیصل ہوتی ہے اور سب پیشگوئیوں کے معنے وہی کئے جانے چاہئیں جو وہ کہے۔

الہام کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ ایک حدیث النفس ہے۔ انسان کے جو اپنے خیالات ہوں وہی سُنائی دیتے ہیں۔ دوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام کا نزول ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر مابہ الامتیاز کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ اگر کسی کی ایک آدھ بات شاذ و نادر پوری ہو جاوے تو اسے نبی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ فاسق سے فاسق شخص کا خواب بھی بعض اوقات سچا ہو جاتا ہے۔ فاسق تو درکنار ایک کافر کا خواب بھی بعض اوقات ٹھیک نکل آتا ہے۔ یہ اصل میں اتمام حجت کے لئے ہے۔ گویا خدا تعالیٰ سمجھاتا ہے کہ یہ مادہ انسان کی فطرت میں داخل ضرور ہے کیونکہ جس کا کوئی نمونہ ہی نہ ہو اسے تو لوگ مانتے ہی نہیں مگر یہ بات نہیں کہ جسے کوئی خواب آوے وہی ولی بن جاوے بلکہ جب پوری شوکت کے ساتھ کلام الٰہی نازل ہو اور ساتھ بارش کی طرح نشانوں کا نزول ہو تو پھر یقین کرنا چاہیئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنا الہام یاتون من کل فج عمیق پیش کیا اور فرمایا کہ

دیکھو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ اس قدر مخلوق الٰہی یہاں آئے گی کہ چلنا بھی دشوار اور سب سے مصافحہ کرنا بھی ناممکن ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کے نبی شہرت پسند نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے تئیں چھپانا چاہتے ہیں مگر الٰہی حکم انہیں باہر نکالتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰؑ کو جب مامور کیا جانے لگا تو انہوں نے پہلے عرض کیا کہ ہارون مجھ سے زیادہ افصح ہے۔ پھر کہا وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ[1] مگر الٰہی منشا یہی تھا کہ وہی نبی بنیں اور وہی اس لائق تھے اس لئے حکم ہوا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تم جاؤ اور تبلیغ کرو۔

[1] الشعراء: ۱۵

(بوقت ظہر)

۱۳-۱۴ اپریل کی درمیانی رات کو گیارہ بجے کے قریب سخت زلزلہ آنے کے بہت سے خط آئے ہیں جو پڑھ کر بھی سُنائے گئے۔

فرمایا:-

الہام پہلے ہو چکا تھا۔ کیا یہ کسی انسان کا کام ہے کہ پردۂ غیب کی باتیں قبل از ظہور متواتر بتاتا جاوے اور پھر اسی طرح پُوری ہو جاویں۔ اب جو لوگ نہیں مانتے وہ یقیناً بڑے مجرم ہیں۔ ایک نشان کے متعلق خطوط و خبروں کا سلسلہ ختم نہیں ہونے پاتا کہ دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ہم افترا کرتے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُسے پُورا کرتا جاتا ہے۔ کیا جب سے دُنیا ہے کسی اَور مفتری سے کبھی ایسا سلوک ہوا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ ہمارا محکوم ہے کہ ہم جو کچھ کہیں وہ پُورا کر دے۔ آخر کچھ تو سوچنا چاہیئے۔ یہ لوگ جب ایک نشان دیکھ کر دیدہ دانستہ حق پوشی کرتے ہیں اور نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ ایک اور نشان کی پیشگوئی کرا دیتا ہے تاکہ ان پر اتمام حجت ہو۔

حکیم الامت کے نام امرت سر سے خط آیا تھا کہ الٰہی بخش کو موت سے پہلے الرحیل کا الہام ہوا۔ فرمایا:-

طاعون کے معنے ہی موت ہیں۔ پس ایسی حالت میں تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اب میرا کُوچ ہے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ بالفرض اگر یہ الہام پورا بھی ہو گیا تو اس سے پہلے جو الہاموں کا انبار تھا وہ کیا ہوا۔ وہ سب کیوں دریا بُرد ہو گئے۔ کہاں گئے اس کے وہ دعوے کہ یہ سلسلہ میرے سامنے تباہ ہوگا۔ عجیب بات ہے کہ موسیٰ تو طوفانِ طاعون میں غرق ہو گیا اور فرعون جیتا موجود ہے۔ انذاری الہام تو پورا ہوا یا نہ ہوا مگر وہ مبشرات کیا ہوئے۔ انذاری خبر تو بجائے خود ایک عذاب ہے۔ جس شخص کو بتا دیا جائے کہ تین دن بعد تم پھانسی ملوگے اس کے دل پر جو گذرتی ہے اور گذرنی چاہیئے۔ وہ ہر ایک شخص جانتا ہے۔ الہام تو وہ ہوتا

ہے جس سے کچھ تسکین و راحت ہو نہ کہ اُلٹا عذاب۔ اپنے پر عذاب کی خبر پہلے ہو جانا تو معمولی بات ہے جنگ بدر سے پہلے ایک عورت مشرکہ کو خواب آیا تھا کہ ہمارے خیموں کے نیچے لہو بہہ رہا ہے۔ آخر وہ بات پوری ہو گئی تو کیا اس سے وہ نبیہ سمجھ لی جاوے؟

ممکن ہے الرحیل شیطان نے کہا ہو کہ لو اب میں رخصت ہوتا ہوں جیسا کہ لکھا ہے کہ جب عذاب دیکھے گا تو شیطان کہے گا میں تم سے جدا ہوتا ہوں کیونکہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

نرمی

فرمایا:-

دشمن اگر سخت کلامی کرے تو اس کے مقابل سختی کرنے سے فائدہ نہیں کیونکہ سخت الفاظ سے برکت دُور ہو جاتی ہے۔

فرمایا۔

ثناء اللہ کے واسطے بھی ہم نے توبہ کی شرط لگا دی ہے کیونکہ رحم کا مقتضاء ہوتا ہے کہ توبہ سے انسان بچ جاوے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ صفحہ ۴-۵ مورخہ ۹ رمئی ۱۹۰۷ء)

---

۱۷ را پریل ۱۹۰۷ء

(قبل ظہر)

فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کی قدرتیں اس کے نشانات کے ذریعہ سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ اگر یہ معجزات

اور نشانات جو اس وقت ظاہر ہو رہے ہیں ایک شخص کے ایمان کے واسطے کافی نہیں تو پھر کسی نبی کے ماننے کے واسطے کوئی راہ دُنیا میں باقی نہیں رہتی۔ اگر معجزات اور خوارق کسی کی سچائی کے واسطے کافی نہیں تو پھر کسی نبی کے ثبوت کے واسطے کوئی دلیل قائم نہیں رہتی۔

ٹھٹھا کرنے کا انجام

ایک شخص کا ذکر تھا کہ جو سلسلہ حقہ کے ساتھ ہنسی کیا کرتا تھا اور اب طاعون میں اس کا بیٹا اور پوتا مر گیا ہے۔

فرمایا:۔

خدا تعالیٰ کے رسُولوں کے ساتھ ہنسی کرنے والا مرتا نہیں جب تک کہ وہ نشانات کا نمونہ اپنے پر وارد ہوتا نہ دیکھ لے۔ (بدر جلد ۶ نمبر ۲۶ صفحہ ۷ مورخہ ۲۷ جون ۱۹۰۷ء)

مرشد کو سجدہ کرنا ناجائز ہے

ایک شخص حضرت کی خدمت میں آیا۔ اس نے سر نیچے جھکا کر آپ کے پاؤں پر رکھنا چاہا۔ حضرت نے ہاتھ کے ساتھ اس کے سر کو ہٹایا اور فرمایا:۔

یہ طریق جائز نہیں۔ السلام علیکم کہنا اور مصافحہ کرنا چاہیئے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ صفحہ ۵ مورخہ ۸ اگست ۱۹۰۷ء)

---

۲۱ اپریل ۱۹۰۷ء

(بوقت سیر)

فرمایا:۔

ہماری جماعت کو علم دین میں تفقہ پیدا کرنا چاہیئے۔ مگر اس کے وہ معنے نہیں جو عام ملّاں لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں کہ استنجا وغیرہ کے چند مسائل آگئے وہ بھی تقلیدی رنگ میں فقیہ بن بیٹھے۔ بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ وہ آیات قرآنی و احادیث نبوی اور ہمارے کلام میں تدبر کریں۔ قرآنی معارف و حقائق سے آگاہ ہوں۔ اگر کوئی مخالف ان پر اعتراض کرے تو اسے کافی جواب دے سکیں۔ ایک دفعہ جو امتحان لینے کی تجویز کی گئی تھی بہت ضروری تھی۔ اس کا ضرور بندوبست ہونا چاہیئے۔ حقیقۃ الوحی اس مطلب کے لئے بہت مفید کتاب ہے۔ اصل میں مسلمانوں کے لئے تو یہی جواب کافی ہے کہ تم کوئی ایسا اعتراض اس سلسلہ پر کرکے دکھاؤ جو اور انبیاء علیہم السلام پر نہ ہوسکے وہ ہرگز کوئی ایسا اعتراض نہیں کرسکیں گے۔

اجتہادی غلطی

یہ آتھم یا احمد بیگ والی پیشگوئیوں پر تو اعتراض کرتے ہیں مگر دوسری پیشگوئیوں اور نشانیوں کا ذکر تک نہیں کرتے۔ یہ کیسی بے انصافی ہے۔ ہم انہیں بارہا سمجھا چکے ہیں کہ وعید میں تاخیر بھی ہوجاتی ہے۔ دیکھو یونس نبی کی پیشگوئی ٹل گئی اور اس کی قوم پر عذاب نہ آیا۔ یاد رکھو کہ یہ تمام اقوام کا مذہب ہے کہ صدقہ سے ردّ بلا ہوجاتا ہے اور خدا تعالےٰ یہی فرماتا ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ[1]۔ استغفار عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ ہمارے تجربوں کی طرف کوئی جائے تو ایک منذر امر صبح کو ہو تو شام کو منسوخ ہوجاتا ہے۔

دوسرا اعتراض ہمارے بعض الہامات کی نسبت اپنی رائے پر ہے کہ وہ غلط نکلی۔ بشرط تسلیم ہم کہتے ہیں کہ امر تنقیح طلب تو یہ ہے کہ نبی اپنے اجتہاد میں غلطی کھا سکتا ہے یا نہیں؟ سو ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے پہلے پہلے اپنی بادشاہت دنیاوی سمجھ کر مریدوں کو ہتھیار خریدنے کا حکم دیا مگر آخر معلوم ہوگیا کہ یہ میری غلطی تھی اور وہ اس ارادہ سے باز آئے۔ پھر ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا صلح حدیبیہ والا معاملہ کہ آپ کس ارادے سے آئے اور پھر کیا ہوا۔ چونکہ آپ کی ذات بابرکات تمام انبیاء کے کمالات کی جامع تھی اس لئے صرف ایک ہی واقعہ سے

[1] الانفال : ۳۴

ثابت ہوگیا کہ نبی اپنے اجتہاد میں غلطی کر سکتا ہے۔ پس اس صورت میں ہم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ صفحہ ۴ مورخہ ۲۵؍اپریل ۱۹۰۷ء)

۲۲؍اپریل ۱۹۰۷ء

فرمایا:-

تعجب کی بات ہے کہ مسلمان نصاریٰ سے بھی گئے گذرے ہیں۔ عیسائیوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں کہ مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر گئے۔ وہ سب قائل ہیں کہ جلالی جسم تھا۔ مگر یہ مسلمان ہو کر کہتے ہیں کہ نہیں اسی خاکی جسم کے ساتھ گئے اور اسی کے ساتھ اُتریں گے حالانکہ عیسائی ان کے نزول کو بھی ایسا نہیں مانتے۔

الہام لولاک کے معنے

لولاک لما خلقت الافلاک میں کیا مشکل ہے؟ قرآن مجید میں ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعًا[1]۔ زمین میں جو کچھ ہے وہ عام آدمیوں کی خاطر ہے تو کیا خاص انسانوں میں سے ایسے نہیں ہو سکتے کہ ان کے لئے افلاک بھی ہوں؟ دراصل آدم کو جو خلیفہ بنایا گیا تو اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ وہ اس مخلوقات سے اپنے منشار کا خدا تعالیٰ کی رضامندی کے موافق کام لے اور جن پر اس کا تصرف نہیں وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے انسان کے کام میں لگے ہوئے ہیں سورج، چاند، ستارے وغیرہ۔

شورش بنگال

آریہ اور بنگالیوں کی شورش کا ذکر تھا۔ فرمایا:-

[1] البقرۃ: ۳۰

ان کے خیالات و حرکات سے ہمیں قطعی نفرت ہے۔ ہماری جماعت کو بالکل ان سے الگ رہنا چاہیئے۔ تعجب کی بات ہے کہ جو قوم حیوان کو انسان پر ترجیح دیتی ہو اور ایک گائے کے ذبح سے انسان کا خون کر دینا کچھ بات نہ سمجھتی ہو۔ وہ حاکم ہو کر کیا انصاف کریگی۔

مردانِ خدا۔ خدا نہ باشند
لیکن از خدا۔ جدا نہ باشند

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے وہ کام دکھلاتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ صفحہ ۵ مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

فاتحہ خوانی

سوال پیش ہوا کہ کسی کے مرنے کے بعد چند روز لوگ ایک جگہ جمع رہتے اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ فاتحہ خوانی ایک دعا مغفرت ہے پس اس میں کیا مضائقہ ہے؟

فرمایا کہ

ہم تو دیکھتے ہیں وہاں سوائے غیبت اور بے ہودہ بکواس کے اور کچھ نہیں ہوتا پھر یہ سوال ہے کہ آیا نبی کریمؐ یا صحابہ کرامؓ و آئمہ عظام میں سے کسی نے یُوں کیا؟ جب نہیں کیا تو کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ بدعات کا دروازہ کھولنے کی؟ ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ اس رسم کی کچھ ضرورت نہیں ناجائز ہے۔ جو جنازہ میں شامل نہ ہو سکیں وہ اپنے طور سے دُعا کریں یا جنازہ غائب پڑھ دیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ صفحہ ۵ مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء)

۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء

امام کے سلام سے پہلے سلام

نماز مغرب میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے پیش امام صاحب کی آواز آخری صفوں تک نہ پہنچ سکنے کے سبب درمیانی صفوں میں سے ایک شخص حسب معمول تکبیر کی آواز بلند تکرار کرتا جاتا تھا۔ آخری رکعت میں جب سب التحیات بیٹھے تھے اور دعائے التحیات اور درود شریف پڑھ چکے تھے اور قریب تھا کہ پیش امام صاحب سلام کہیں مگر ہنوز انہوں نے سلام نہ کہا تھا کہ درمیانی مکبّر کو غلطی لگی اور اس نے سلام کہدیا جس پر آخری صفوں کے نمازیوں نے بھی سلام کہدیا اور بعض نے سُنتیں بھی شروع کر دیں۔ کہ امام صاحب نے سلام کہا اور درمیانی مکبّر نے جو اپنی پہلی غلطی پر آگاہ ہو چکا تھا دوبارہ سلام کہا۔ اس پر ان نمازیوں نے جو پہلے سے سلام کہہ چکے تھے اور نماز سے فارغ ہو چکے تھے مسئلہ دریافت کیا کہ آیا ہماری نماز ہو گئی یا ہم دوبارہ نماز پڑھیں ؟

صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب نے جو خود بھی پچھلی صفوں میں تھے اور امام سے پہلے سلام کہہ چکے تھے فرمایا کہ یہ مسئلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا جا چکا ہے اور حضرت نے فرمایا ہے کہ

آخری رکعت میں التحیات پڑھنے کے بعد اگر ایسا ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز ہو جاتی ہے۔ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

ایک مسجد میں دو جمعے

سوال پیش ہوا کہ بعض مساجد اس قسم کی ہیں کہ وہاں احمدی اور غیر احمدی کو اپنی جماعت اپنے امام کے ساتھ الگ الگ کرا لینے کا اختیار قانوناً یا باہمی مصالحت سے حاصل ہوتا ہے تو ایسی جگہ جمعہ کے واسطے کیا کیا جاوے ؟ کیونکہ ایک مسجد میں دو جمعے جائز نہیں ہو سکتے۔

فرمایا:-

جو لوگ تم کو کافر کہتے ہیں اور تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ تو بہر حال تمہاری اذان اور تمہاری نماز جمعہ کو اذان اور نماز سمجھتے ہی نہیں اس واسطے وہ تو پڑھ ہی لیں گے اور چونکہ وہ مومن کو کافر کہنے کی بموجب حدیث خود کافر ہو چکے ہیں۔ اس واسطے تمہارے نزدیک بھی ان کی اذان اور نماز کا عدم وجود برابر ہے۔ تم اپنی اذان کہو اور اپنے امام کے ساتھ اپنا جمعہ پڑھو۔

متوفی کا حج دوسرے آدمی کے ذریعہ سے

خوشاب سے ایک مرحوم احمدی کے وارثان نے حضرت کی خدمت میں خط لکھا کہ مرحوم کا ارادہ پختہ حج پر جانے کا تھا مگر موت نے مہلت نہ دی۔ کیا جائز ہے کہ اب اس کی طرف سے کوئی آدمی خرچ دے کر بھیج دیا جاوے؟

فرمایا:-

جائز ہے۔ اس سے متوفی کو ثواب حج کا حاصل ہو جائے گا۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۸۔ صفحہ ۲ مورخہ ۲ مئی ۱۹۰۷ء)

۲۸ / اپریل ۱۹۰۷ء

خدا تعالیٰ کے ساتھ کون لڑ سکتا ہے؟

حضرت اقدس کی طبیعت کسی قدر علیل ہے اس واسطے خدام کو جن میں زیادہ تر باہر سے آئے ہوئے دوست ہیں جیسا کہ شیخ رحمت اللہ صاحب، شیخ عبد الرحمٰن صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، میاں چراغ الدین صاحب، صاحبزادگان میاں صاحب موصوف، میاں معراج الدین صاحب، سردار فضل حق صاحب وغیرہ سب کو صبح کے وقت ملاقات کے واسطے ازروئے شفقت اندر ہی طلب کیا اور فرمایا:-

وہ دن آتے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے روشن نشانوں کے ساتھ تمام پردے اُٹھاتا

جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایسا ہی ایک دوزبردست ہاتھ اور دکھا دے گا تو پھر کہانتک لوگ برداشت کر سکیں گے۔ آخران کو ماننا پڑے گا کہ حق اسی میں ہے جو ہم کہتے ہیں۔ ہمارے مخالف جو ہمارے ساتھ لڑائی کرتے ہیں دراصل ہمارے ساتھ لڑائی نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں اور کون ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ لڑائی میں کامیاب ہو۔

مخفی گناہوں سے بچو

فرمایا:-

جب کوئی مصائب میں گرفتار ہوتا ہے تو قصور آخر بندے کا ہی ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا تو قصور نہیں۔ بعض لوگ بظاہر بہت نیک معلوم ہوتے ہیں اور انسان تعجب کرتا ہے۔ کہ اس پر کوئی تکلیف کیوں وارد ہوئی یا کسی نیکی کے حصول سے یہ کیوں محروم رہا لیکن دراصل اس کے مخفی گناہ ہوتے ہیں جنہوں نے اس کی حالت یہانتک پہنچائی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ بہت معاف کرتا ہے اور درگذر فرماتا ہے۔ اس واسطے انسان کے مخفی گناہوں کا کسی کو پتہ نہیں لگتا۔ مگر مخفی گناہ دراصل ظاہر کے گناہوں سے بدتر ہوتے ہیں۔ گناہوں کا حال بھی بیماریوں کی طرح ہے۔ بعض موٹی بیماریاں ہیں ہر ایک شخص دیکھ لیتا ہے کہ فلاں بیمار ہے مگر بعض ایسی مخفی بیماریاں ہیں کہ بسا اوقات مریض کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ مجھے کوئی خطرہ دامنگیر ہو رہا ہے۔ ایسا ہی تپ دق ہے کہ ابتداء میں اس کا پتہ بعض دفعہ طبیب کو بھی نہیں لگ سکتا یہانتک کہ بیماری خوفناک صورت اختیار کرتی ہے ایسا ہی انسان کے اندرونی گناہ ہیں جو رفتہ رفتہ اُسے ہلاکت تک پہنچا دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے رحم کرے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ قد افلح من زکّٰھا[1] اس نے نجات پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ لیکن تزکیہ نفس بھی ایک موت ہے۔ جب تک کہ کُل اخلاق رذیلہ کو ترک نہ کیا جاوے تزکیہ نفس کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ ہر ایک شخص میں کسی نہ کسی

[1] الشمس : ۱۰

شر کا مادہ ہوتا ہے وہ اس کا شیطان ہوتا ہے۔ جب تک کہ اس کو قتل نہ کرے کام نہیں بن سکتا۔

تکبر بڑا گناہ ہے

فرمایا:۔

سب سے اوّل آدم نے بھی گناہ کیا تھا اور شیطان نے بھی۔ مگر آدم میں تکبر نہ تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے حضور اپنے گناہ کا اقرار کیا اور اس کا گناہ بخشا گیا۔ اسی سے انسان کے واسطے توبہ کے ساتھ گناہوں کے بخشا جانے کی امید ہے۔ لیکن شیطان نے تکبر کیا اور وہ ملعون ہوا۔ جو چیز کہ انسان میں نہیں متکبر آدمی خواہ مخواہ اپنے لئے اس چیز کے دعوے کے واسطے تیار ہو جاتا ہے۔ انبیاء میں بہت سے ہنر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک ہنر سلب خودی کا ہوتا ہے۔ ان میں خودی نہیں رہتی۔ وہ اپنے نفس پر ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔ کبریائی خدا کے واسطے ہے جو لوگ تکبر نہیں کرتے اور انکساری سے کام لیتے ہیں وہ ضائع نہیں ہوتے۔

استخارے کا بھی وقت ہوتا ہے

ایک شخص کا خط آیا کہ میں آپ کے متعلق استخارہ کرنا چاہتا ہوں کہ آیا آپ حق پر ہیں یا نہیں۔

فرمایا:۔

ایک وقت تھا کہ ہم نے خود اپنی کتاب میں استخارہ لکھا تھا کہ لوگ اس طرح سے کریں۔ تو خدا تعالیٰ ان پر حق کو کھول دے گا۔ مگر اب استخاروں کی کیا ضرورت ہے جبکہ نشانات الٰہی بارش کی طرح برس رہے ہیں اور ہزاروں کرامات اور معجزات ظاہر ہو چکے ہیں کیا ایسے وقت میں استخاروں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے؟ کھلے نشانات کو دیکھ کر پھر استخارہ کرنا خدا تعالیٰ کے حضور میں گستاخی ہے۔ کیا اب جائز ہے کہ کوئی شخص استخارہ کرے

کہ اسلام کا مذہب سچا ہے یا جھوٹا اور استخارہ کرے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ
کی طرف سے سچے نبی تھے یا نہیں تھے۔ اس قدر نشانات کے بعد استخاروں کی طرف توجہ
کرنا جائز نہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۸ صفحہ ۲ مورخہ ۲ مئی ۱۹۰۷ء)

---

۵ مئی ۱۹۰۷ء

اظہارِ غیب

فرمایا:۔

آج قرآن شریف کی آیت شریفہ فلا یظھر علٰے غیبہٖ احدًا ا لّامن ارتضٰی
من رسولٍ[۱] سے مجھے ایک نکتہ خیال میں آیا اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس آیت میں یہ
فرمایا ہے کہ اس کے غیب کا اظہار سوائے برگزیدہ رسولوں کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔ اس میں
سوچنے کے لائق لفظ اظہار ہے۔ اظہار سے مراد یہ ہے کہ کھلا کھلا غیب کثرت کے ساتھ کسی
پر کھولا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف متشابہات کے طور پر تھوڑا سا غیب تو گاہے
گاہے کسی دوسرے پر بھی کھولا جاتا ہے۔ مگر اس میں محکم بات نہیں ہوتی اور اس کے واسطے
شرط نہیں کہ جس پر کھولا جائے وہ مومن ہو یا کافر ہو۔ ہر ایک مذہب کے آدمی کو یہ حالت
گاہے حاصل ہو سکتی ہے کہ کوئی تھوڑی سی بات مشتبہ یا غیر مشتبہ اس کو غیب سے مل
جائے۔ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن منع صرف اظہار علی الغیب ہے۔ اظہار کا لفظ اس
کی کیفیت اور کمیت پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ غیب کی خبر مصفٰی ہو۔ شک اور شبہ سے پاک
ہو اور دوسرا کثرت سے ہو جس سے ظاہر ہو کہ یہ خارق عادت اور معجز نما ہے۔ اس آیت
سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ رسولوں کے سوائے دوسرے لوگوں کو بھی غیب کچھ نہ کچھ مل جاتا
ہے مگر ان کے غیب میں اظہار کا رنگ نہیں ہوتا۔ اظہار کا لفظ ایک خاص امتیاز کو ظاہر

[۱] الجن: ۲۷-۲۸

کرتا ہے۔

متشابہات

فرمایا:۔

پیشگوئی میں کسی قدر اخفا اور متشابہات کا ہونا بھی ضروری ہے اور یہی ہمیشہ سے سُنّت الٰہی ہے۔ ملاکی نبی اگر پیشگوئی میں صاف لکھ دیتا کہ الیاس خود نہ آئے گا بلکہ اس کا مثیل۔ تو حضرت عیسٰی کے ماننے میں اس قدر دقتیں اس زمانہ کے علماء کو پیش نہ آتیں ایسا ہی اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو پیشگوئیاں تورات اور انجیل میں ہیں وہ نہایت ظاہر الفاظ میں ہوتیں کہ آنے والا نبی آخرالزمان اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہوگا اور شہر مکہ میں ہوگا تو پھر یہودیوں کو آپ کے ماننے سے کوئی انکار نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے کہ ان میں متقی کون ہے جو صداقت کو اس کے نشانات سے دیکھ کر پہچانتا اور اس پر ایمان لاتا ہے۔

طاعونی موت

فرمایا:۔

مخالفین کا یہ اعتراض کہ بعض ہماری جماعت کے آدمی طاعون سے کیوں مرتے ہیں بالکل ناجائز ہے۔ ہم نے کبھی کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کی کہ ہمارے ہاتھ پر بیعت کرنے والا کوئی شخص کبھی طاعون میں گرفتار نہ ہوگا۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ اول طبقہ کے لوگ اس قسم کی بیماری میں گرفتار ہو کر نہیں مرتے۔ کوئی نبی، صدیق، ولی کبھی طاعون سے ہلاک نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی طاعون ہوئی تھی۔ مگر کیا حضرت عمرؓ پر بھی اس کا اثر ہوا تھا؟ عظیم الشان صحابہؓ میں سے کوئی طاعون میں گرفتار نہیں ہوا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گذرے ہیں کیا کوئی

کہہ سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی طاعون سے مرا ہے؟ ہاں اس میں شک نہیں کہ ایسی بیماری کے وقت بعض ادنیٰ طبقہ کے مومنین طاعون میں گرفتار ہوتے ہیں مگر وہ شہید ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی کمزوریوں اور گناہوں کو اس طرح سے غفر کرتا ہے جیسا کہ ان جہادوں میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ کئے۔ اگرچہ پہلے سے پیشگوئی تھی کہ ان جہادوں میں کفار جہنم میں گرائے جائیں گے۔ تاہم بعض مسلمان بھی قتل کئے گئے مگر اعلیٰ طبقہ کے صحابہ مثلاً حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ جیسوں میں سے کوئی شہید نہیں ہوا۔ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے جنگ میں شہادت میں اعلیٰ درجہ کے لوگ شامل نہیں ہوتے۔ اسی طرح طاعون میں بھی اگر ہماری جماعت کا کوئی آدمی گرفتار ہو جائے تو یہ اس کے واسطے شہادت ہے اور خدا تعالیٰ اس کا اس کو اجر دے گا۔

مسیح بن باپ

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ مسیح کو بن باپ مانا جائے؟

فرمایا:

قرآن شریف سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اور قرآن شریف پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ پھر قانون قدرت میں ہم اس کے برخلاف کوئی دلیل نہیں پاتے۔ کیونکہ سینکڑوں کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے رہتے ہیں جو نہ باپ رکھتے ہیں اور نہ ماں۔ قرآن شریف میں جہاں اس کا ذکر ہے وہاں خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کے دو عجائب نمونوں کا ذکر کیا ہے۔ اوّل حضرت زکریا کا ذکر ہے کہ ایسی پیرانہ سالی میں جہاں کہ بیوی بھی بانجھ تھی خدا تعالیٰ نے بیٹا پیدا کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ دوسرا واقعہ ہے جو خدا تعالےٰ کی قدرت عجیبہ کا نمونہ ہے۔ اس کے ماننے میں کونسا ہرج پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے پڑھنے سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح بن باپ ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ نے کمثل آدم جو فرمایا

اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس میں ایک عجوبہ قدرت ہے جس کے واسطے آدم کی مثال کا ذکر کرنا پڑا۔

شہید کا جنازہ فرشتے پڑھتے ہیں

ذکر تھا کہ بعض جگہ چھوٹے گاؤں میں ایک ہی احمدی گھر ہے اور مخالف ایسے متعصب ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی احمدی مرجائے گا تو ہم جنازہ بھی نہ پڑھیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ

ایسے مخالفوں کا جنازہ پڑھا کر احمدی نے کیا لینا ہے۔ جنازہ تو دُعا ہے۔ جو شخص خود ہی خدا تعالیٰ کے نزدیک مغضوب علیہم میں ہے۔ اس کی دعا کا کیا اثر ہے؟ احمدی شہید کا جنازہ خود فرشتے پڑھیں گے۔ ایسے لوگوں کی ہرگز پروانہ کرو اور اپنے خدا پر بھروسہ رکھو۔

طاعون کس کو کم رہی ہے

فرمایا۔

یہ نادان لوگوں کا غلط خیال ہے کہ طاعون ہماری جماعت کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اگر طاعون سے کوئی آدمی ہماری جماعت کا شہید ہوتا ہے تو یہاں تو خدا تعالےٰ ایک کی بجائے سو بھیج دیتا ہے۔ لیکن ہمارے مخالفوں کا یہ حال ہے کہ ایک تو طاعون سے ہزاروں مر رہے ہیں۔ وہ بھی اُن میں سے کم ہو گئے اور جو زندہ ہیں اُن میں سے ہزاروں نکل کر ہماری جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ ہماری جماعت تو دن بدن بڑھ رہی ہے اور مخالفوں کی جماعت دن بدن گھٹ رہی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ گھاٹے میں کون ہیں اور فائدے میں کون ہیں۔

آریہ سماج کا خاتمہ

فرمایا:-

افسوس ہے کہ آریہ سماج نے ایسی بُری راہ اختیار کی ہے جس کا انجام کسی صورت میں نیک نہیں ہو سکتا اور اب ان کے لیڈر کو ہی جلا وطن نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ دراصل آریہ سماج ہی جلا وطن ہو گیا ہے اور اب اس کا خاتمہ ہے۔

اہلسنت والجماعت کہاں ہے

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ایک عمدہ نکتہ بیان کیا۔ فرمایا۔ میں نے ایک سُنّی مولوی سے پوچھا کہ تم اہلسنت والجماعت بنتے ہو۔ تمہارا امام کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کئی ایک لوگ امام ہیں۔ میں نے کہا کہ امام تو ایک ہی ہوتا ہے اور وہ تمہارے درمیان کوئی نہیں اس واسطے تمہیں اہل سنت والجماعت کہلانے کا کوئی حق نہیں۔

امام والی جماعت ایک ہی ہے

اس وقت دنیا بھر میں ایک ہی مذہبی جماعت (احمدیہ) ہے جو اپنا ایک امام رکھتی ہے ورنہ تمام دوسری جماعتیں شخصی ہیں۔ ان کا کوئی پیشوا نہیں۔ آپس میں قلوبہم شتّٰی* کا مصداق بن رہے ہیں۔[1]

تواضع

فرمایا:-

تواضع اور مسکنت عمدہ شے ہے۔ جو شخص باوجود محتاج ہونے کے تکبر کرتا ہے وہ کبھی مراد کو نہیں پا سکتا۔ اس کو چاہیئے کہ عاجزی اختیار کرے۔ کہتے ہیں کہ جالینوس حکیم ایک

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۲۰ صفحہ ۳ مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء

* الحشر: ۱۵

بادشاہ کے پاس ملازم تھا۔ بادشاہ کی عادت تھی کہ ایسی ردّی چیزیں کھایا کرتا تھا جس سے جالینوس کو یقین تھا کہ بادشاہ کو جذام ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ ہمیشہ بادشاہ کو روکتا تھا مگر بادشاہ باز نہ آتا تھا۔ اس سے تنگ آکر جالینوس وہاں سے بھاگ کر اپنے وطن کو چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ کے بدن پر جذام کے آثار نمودار ہوئے۔ تب بادشاہ نے اپنی غلطی کو سمجھا اور اس نے انکسار اختیار کیا۔ اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھایا اور خود فقیرانہ لباس پہن کر وہاں سے چل نکلا اور جالینوس کے پاس پہنچا۔ جالینوس نے اس کو پہچانا اور بادشاہ کی تواضع اسے پسند آئی اور پورے زور سے اس کے علاج میں مصروف ہوا۔ تب خدا تعالیٰ نے اُسے شفا دی۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۶ صفحہ ۷ مورخہ ۲۷ جون ۱۹۰۷ء)

---

۷ مئی ۱۹۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی جماعت کیلئے ضروری نصیحت

چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل ایسی ایسی حرکات ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بُو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائیگا اس لئے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب، ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک اُن کا شمار پہنچ گیا ہے۔ نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو قریباً ۲۶ برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ محسن گورنمنٹ ہے۔ اس کے ظلِّ حمایت میں ہمارا یہ فرقہ احمدیہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے اور اس گورنمنٹ کا

احسان ہے کہ اس کے زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے محفوظ ہیں. خدا تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ اُس نے اس گورنمنٹ کو اس بات کے لئے چُن لیا کہ تا یہ فرقہ احمدیہ اس کے زیر سایہ ہو کر ظالموں کے خونخوار حملوں سے اپنے تئیں بچاوے اور ترقی کرے. کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطان رُوم کی عملداری میں رہ کر یا مکہ اور مدینہ میں ہی اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچ سکتے ہو. نہیں ہرگز نہیں. بلکہ ایک ہفتہ میں ہی تم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے. تم سُن چکے ہو کہ کس طرح صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب جو ریاست کابل کے ایک معزز اور بزرگوار اور نامور رئیس تھے جن کے مرید پچاس ہزار کے قریب تھے جب وہ میری جماعت میں داخل ہوئے تو محض اس قصور کی وجہ سے کہ وہ میری تعلیم کے موافق جہاد کے مخالف ہو گئے تھے. امیر حبیب اللہ خاں نے نہایت بے رحمی سے ان کو سنگسار کرا دیا. پس کیا تمہیں ایسے لوگوں سے کچھ توقع ہے کہ تمہیں ایسے سلاطین کے ماتحت کوئی خوشحالی میسر آئے گی. بلکہ تم تمام اسلامی مخالف علماء کے فتووں کی رُو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو. سو خدا تعالےٰ کا یہ فضل اور احسان ہے کہ اس گورنمنٹ نے ایسا ہی تمہیں اپنے سایۂ پناہ کے نیچے لے لیا جیسا کہ نجاشی بادشاہ نے جو عیسائی تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو پناہ دی تھی میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں بلکہ میں انصاف اور ایمان کی رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکرگذاری کروں اور اپنی جماعت کو اطاعت کے لئے نصیحت کروں۔

سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے مقابل پر کوئی باغیانہ خیال رکھے اور میرے نزدیک یہ سخت بدذاتی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجہ سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے اس کے احسان کے ہم شکرگذار نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان[1] یعنی احسان کا بدلہ احسان

[1] الرحمٰن : ۶۱

ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر نہیں کرتا۔
یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟ ایسی
سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے آئے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے
قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو
تم خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی
کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں
بھی نابود کر دے گی۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں۔ تم ان علماء کے فتوے
سن چکے ہو یعنی یہ کہ تم اُن کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم
کے لائق ہے مگر تم نہیں ہو۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے
فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو اور تمہیں قتل کرنا اور تمہارا مال لوٹ لینا اور تمہاری
بیویوں پر جبر کر کے اپنے نکاح میں لے آنا اور تمہاری میّت کی توہین کرنا اور مسلمانوں کے
قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا نہ صرف جائز بلکہ بڑا ثواب کا کام ہے۔

سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور
ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے
زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سو انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک
رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔
پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو اور تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزارہا درجہ ان سے
انگریز بہتر ہیں کیونکہ وہ تمہیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزت کرنا نہیں چاہتے۔ کچھ
بہت دن نہیں گذرے کہ ایک پادری نے کپتان ڈگلس کی عدالت میں میرے پر اقدام قتل کا مقدمہ
کیا تھا۔ اس دانشمند اور منصف مزاج ڈپٹی کمشنر نے معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ سراسر جھوٹا اور بناوٹی
ہے اس لئے مجھے عزت کے ساتھ بری کیا بلکہ مجھے اجازت دی کہ اگر چاہو تو جھوٹا مقدمہ بنانے

والوں پر سزا دلانے کے لئے نالش کرو۔ سو اس نمونہ سے ظاہر ہے کہ انگریز کس انصاف اور عدل کے ساتھ ہم سے پیش آتے ہیں۔

اور یاد رکھو کہ اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جس دین کی تعلیم عمدہ ہے جس دین کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے معجزات دکھلائے ہیں اور دکھلا رہا ہے ایسے دین کو جہاد کی کیا ضرورت ہے اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت ظالم لوگ اسلام پر تلوار کے ساتھ حملے کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ اسلام کو تلوار کے ذریعہ سے نابود کر دیں۔ سو جنہوں نے تلواریں اُٹھائیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے گئے۔ سو وہ جنگ صرف دفاعی جنگ تھی۔ اب خواہ نخواہ ایسے اعتقاد پھیلانا کہ کوئی مہدی خونی آئے گا اور عیسائی بادشاہوں کو گرفتار کرے گا یہ محض بناوٹی مسائل ہیں جن سے ہمارے مخالف مسلمانوں کے دل خراب اور سخت ہو گئے ہیں اور جن کے ایسے عقیدے ہیں وہ خطرناک انسان ہیں اور ایسے عقیدے کسی زمانہ میں جاہلوں کے لئے بغاوت کا ذریعہ ہو سکتے ہیں بلکہ ضرور ہوں گے سو ہماری کوشش ہے کہ مسلمان ایسے عقیدوں سے رہائی پاویں۔ یاد رکھو کہ وہ دین خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا جس میں انسانی ہمدردی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ زمین پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم کیا جاوے۔ والسّلام۔

خاکسار میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ و اید

مورخہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ صفحہ ۶ مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء)

---

۱۴ مئی ۱۹۰۷ء

ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضور نے حقیقۃ الوحی کے لکھنے اور پروفوں کے بار بار پڑھنے میں بہت محنت اُٹھائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بار بار حضور کی طبیعت

علیل ہو جاتی ہے اب حضور چند روز بالکل آرام فرمائیں اور پڑھنے لکھنے کے کام کو بالکل ترک فرماویں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا:۔

ہماری محنت ہی کیا ہے۔ ہمیں تو شرم آتی ہے جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محنتوں کی طرف نگاہ کرتے ہیں کہ کس طرح خوشی کے ساتھ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے سر بھی کٹوا دیئے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۶ صفحہ ۷ مورخہ ۲۷ جون ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

غسّال کے پیچھے نماز

ایک شخص نے حضرت سے سوال کیا کہ غسّال کو نماز کے واسطے پیش امام بنانا جائز ہے؟

فرمایا:۔

یہ سوال بے معنے ہے غسّال ہونا کوئی گناہ نہیں۔ امامت کے لائق وہ شخص ہے جو متقی ہو۔ نیکو کار، عالم باعمل ہو۔ اگر ایسا ہے تو غسّال ہونا کوئی عیب نہیں جو امامت سے روک سکے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۱ صفحہ ۶ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۷ء)

---

۱۸ مئی ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

فرمایا:۔

میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ بادل چڑھا ہے۔ میں ڈرا ہوں مگر کسی نے کہا کہ تمہارے لئے مبارک ہے۔

قرآن کریم سے بھی ثابت ہے کہ عذاب کو بادل کے رنگ میں دکھایا جاتا ہے یہ لوگ نشان

پر نشان دیکھتے ہیں مگر کچھ پروا نہیں کرتے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ اپنے فعل کو عبث نہیں جانے دیگا۔ جو اس کے فعل کو عملی رنگ میں عبث قرار دیتے ہیں وہ ضرور پکڑے جاویں گے۔ موسیٰ کے زمانہ کی طرح ایک نشان سے بڑھ کر دوسرا نشان دکھایا جاتا ہے مگر ان کی فرعونیت فرعون سے بھی بڑھ گئی اپنی تدبیروں پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ مگر دیکھو کیسی الٹی مُنہ پر پڑتی ہے

رائے ظاہر کی کہ

طاعون اب رو بہ کمی ہے۔ اس کا کیڑا مر چکا ہے۔ مگر دیکھو کہ اس سال تمام پچھلے سالوں سے بڑھ کر مَری پڑی ہے اور آئندہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر پڑے گی۔

بعض عیسائیوں کی درخواستوں کا تذکرہ تھا جو ضلالت کی ظلمات سے نکل کر ہدایت کے نُور میں آنا چاہتے ہیں۔

فرمایا:-

کسی کی غرض دین ہو تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے سب سامان مہیا کر دیتا ہے۔ بیکار لوگ جو کسی کام کے نہ ہوں صرف کھانے پینے اور روپیہ جمع کرنے کی فکر میں ہوں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ بعد میں تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں۔

نادان دہریہ

لاہور کا دہریہ اپنے اخبار جیون تت میں مختلف حوادث سماوی اور طاعون سے بعض جگہ آدمیوں کے تلف ہونے پر خدا تعالےٰ کی صفت رحیمیت پر اعتراض کرتا ہے اور نادان کو اتنا خیال نہیں آتا کہ گورنمنٹ کسی بدمعاش کو جیل خانہ بھیجتی ہے یا کسی مجرم کو پھانسی کا حکم دیتی ہے تو کیا کبھی کسی دانا نے گورنمنٹ کو ظالم یا بیرحم قرار دیا ہے؟ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دینا خود

رحم ہے کیا نادان دہریہ کے نزدیک جیل کے داروغے اور سیشن کورٹ کے جج سب ظالم اور سفاک ہیں؟ اور یہ محکمہ جات سب بند کر دینے چاہئیں؟

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۱۸ صفحہ ۱۰ مورخہ ۲۴؍ مئی ۱۹۰۷ء)

و (بدر جلد ۶ نمبر ۲۱ صفحہ ۸ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

بردِ نار

ایک دوست کا خط حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ پر جو آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی کیا وہ فی الواقعہ آتش ہیزم تھی یا کہ فتنہ و فساد کی آگ تھی۔

حضرت نے فرمایا:۔

فتنہ و فساد کی آگ تو ہر نبی کے مقابل میں ہوتی ہے اور وہی ہمیشہ کوئی ایسا رنگ اختیار کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک معجزہ نما طاقت اپنے نبی کی تائید میں اس کے بالمقابل دکھاتا ہے۔ ظاہری آتش کا حضرت ابراہیمؑ پر فرو کر دینا خدا تعالیٰ کے آگے کوئی مشکل امر نہیں اور ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق ان واقعات کی اب بہت تحقیقات کی ضرورت نہیں کیونکہ ہزاروں سالوں کی بات ہے۔ ہم خود اس زمانہ میں ایسے واقعات دیکھ رہے ہیں اور اپنے اوپر تجربہ کر رہے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ میں سیالکوٹ میں تھا تو ایک دن بارش ہو رہی تھی جس کمرہ کے اندر میں بیٹھا ہوا تھا اس میں بجلی آئی اور سارا کمرہ دھوئیں کی طرح بھر گیا اور گندھک کی سی بُو آتی تھی۔ لیکن ہمیں کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اسی وقت وہ بجلی ایک مندر میں گری جو کہ تیجا سنگھ کا مندر تھا اور اس میں ہندوؤں کی رسم کے مطابق طواف کے واسطے پیچ در پیچ اردگرد دیوار بنی ہوئی تھی اور وہ اندر بیٹھا ہوا تھا۔ بجلی ان تمام چکروں میں سے ہو کر اندر جا کر اس پر گری اور وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گیا۔ دیکھو وہی بجلی کی آگ تھی جس نے اس کو جلا دیا مگر ہم کو کچھ ضرر

نہیں دے سکی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔ ایسا ہی سیالکوٹ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات کو میں ایک مکان کی دوسری منزل میں سویا ہوا تھا اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ سولہ اور آدمی بھی تھے۔ رات کے وقت شہتیر میں ٹک ٹک کی آواز آئی۔ میں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتا ہے یہاں سے نکل جانا چاہئیے۔ انہوں نے کہا کوئی چوہا ہوگا کچھ خوف کی بات نہیں۔ اور یہ کہہ کر پھر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ویسی ہی آواز سنی۔ تب میں نے ان کو دوبارہ جگایا مگر پھر بھی انہوں نے کچھ پروا نہ کی۔ پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی۔ تب میں نے ان کو سختی سے اٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا اور جب سب نکل گئے تو خود بھی وہاں سے نکلا۔ ابھی میں دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور دوسری چھت کو بھی ساتھ لے کر نیچے جا پڑی۔ اور چارپائیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں اور ہم سب بچ گئے۔ یہ خدا تعالیٰ کی معجزنما حفاظت ہے جب تک کہ ہم وہاں سے نکل نہ آئے شہتیر گرنے سے محفوظ رہا۔

ایسا ہی ایک دفعہ ایک بچھو میرے بستر کے اندر لحاف کے ساتھ مرا ہوا پایا گیا اور دوسری دفعہ ایک بچھو لحاف کے اندر چلتا ہوا پکڑا گیا۔ مگر ہر دو بار خدا تعالیٰ نے مجھے ان کے ضرر سے محفوظ رکھا۔ ایک دفعہ میرے دامن کو آگ لگ گئی تھی۔ مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔ ایک اور شخص نے دیکھا اور بتلایا اور اس آگ کو بجھا دیا۔ خدا تعالیٰ کے پاس کسی کے بچانے کی ایک راہ نہیں بلکہ بہت راہیں ہیں۔ آگ کی گرمی اور سوزش کے واسطے بھی کئی ایک اسباب ہیں اور بعض اسباب مخفی در مخفی ہیں۔ جن کی لوگوں کو خبر نہیں اور خدا تعالیٰ نے وہ اسباب اب تک دنیا پر ظاہر نہیں کئے جن سے اس کی سوزش کی تاثیر جاتی رہے۔ پس اس میں کونسی تعجب کی بات ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پر آگ ٹھنڈی ہوگئی۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۰ صفحہ ۳ و ۴ مورخہ ۱۰ جون ۱۹۰۷ء)

و (بدر جلد ۶ نمبر ۲۳ صفحہ ۵ مورخہ ۶ جون ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

(منقول از تشحیذ الاذہان)

ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب کو طاعون کے ایام میں سخت تپ چڑھا جو یہانتک شدید تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ مجھ کو طاعون ہو گیا ہے اور اس خیال کا ان پر اس قدر اثر پڑا کہ مفتی محمد صادق صاحب کو بلا کر وصیت بھی لکھوانی شروع کر دی۔ اتفاقاً یہ خبر مجھ کو ملی اور میں ان کی عیادت کے لئے گیا تو ان کے اس خیال کو دور کرنے کے لئے میں نے کہدیا کہ آپ کو قطعاً طاعون نہیں۔ اگر آپ کو طاعون ہے تو ہمارا سلسلہ ہی جھوٹا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے صاف کہدیا ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو اس چار دیواری میں ہے اس مرض سے بچاؤں گا اور یہ کہکر میں نے ان کی نبض جو دیکھی تو تپ کا کہیں نام ونشان بھی نہیں تھا

جہاد کی ممانعت کی نسبت جو نظم درثمین میں شائع ہو چکی ہے اس میں ایک شعر ہے ؎

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اس کی نسبت فرمایا کہ

دیکھو آجکل ہر طرح کا فسق و فجور پھیلا ہوا ہے اور مسلمانوں کی پہلی سی حالت نہیں رہی۔ ان کے ہاتھوں سے سلطنت بھی اسی لئے چھینی گئی ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو چھوڑ دیا۔ خدا تعالیٰ تو کسی کا رشتہ دار نہیں کہ وہ باوجود اس کے بگڑ جانے کے پھر بھی اس کی پاسداری کرتا چلا جاوے۔ چونکہ یہودیوں سے مسلمانوں کو نسبت ہے اس لئے ان کی طرح ان پر بھی دو دفعہ سخت عذاب آنا ضروری تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ تو تب ان پر عذاب آیا جبکہ ہلاکو خاں نے حملہ کرکے بغداد کو تباہ کیا اور مسلمانوں کو اس قدر ہلاک کیا کہ صرف بغداد میں کہتے ہیں کہ چھ لاکھ انسان قتل ہوا۔ اُس وقت کے مسلمانوں کی حالت اس سے ظاہر

ہوتی ہے کہ ایک بزرگ کے پاس لوگ اکٹھے ہوئے اور کہا خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے گا کہ وہ ہم کو اس عذاب سے نجات دے اور یہ طوفان تھم جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ کم بختو تمہاری وجہ سے ہم بھی اس عذاب میں پھنس گئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ فرشتے کھڑے کہتے ہیں یا ایہا الکفار اقتلوا الفجار۔ یعنی اے کافرو ان فاجروں کو قتل کرو۔ پس وہی حالت اس وقت دوبارہ ہو گئی ہے اور انگریزوں کی حکومت بھی جو کہ مذہب کی رُو سے کافر ہیں ہندوستان میں اسی لئے ہوئی ہے کہ مسلمان خود فاجر ہو گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے رحم کو حاصل کرنے کے لائق نہیں ہیں اور میرے اس شعر کا مطلب یہی ہے کہ خود تمہاری حالت ایسی نہیں رہی کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو جہاد کیسا؟

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۰ صفحہ ۸ مورخہ ۱۰ر جون ۱۹۰۷ء)

و (بدر جلد ۶ نمبر ۲۳ صفحہ ۲ مورخہ ۶ر جون ۱۹۰۷ء)

۱۲ر مئی ۱۹۰۷ء

ہم نے جو کیمیا کو شرک قرار دیا تھا تو اس کا یہ مطلب تھا کہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انسان مستغنی ہو۔ اسی لئے فرمایا ان الانسان لیطغٰی۔ ان راٰہ استغنٰی۔[۱] وہ فرماتا ہے۔ انسان سرکشی کرتا ہے جبکہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے۔ عبودیت کا الوہیت سے ایسا تعلق ہے کہ عبد اپنے مولا کا ذرہ ذرہ کے لئے محتاج ہے اور ایک دم خدا تعالیٰ کے سوا نہیں گذار سکتا۔ پس جو شخص ایسے اسباب تلاش کرتا ہے جن سے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ نہ رہے (اور توجہ مبنی ہے احتیاج پر) تو گویا شرک میں پڑتا ہے۔ کیونکہ اپنا قبلہ مقصود ایک کے سوا دوسرا بھی بناتا ہے۔ مومن تو وہ ہے جو ایسے امور کا نام تک نہ لے جن سے توحید میں رخنہ اندازی ہوتی ہو۔ اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ بیمار اسی وقت تک طبیب کے پاس رہتا ہے جب تک کہ بیمار ہے۔ پس عبد بھی اسی وقت تک متوجہ رہے گا جب تک عبودیت کی

[۱] العلق: ۷-۸

حالت باقی رہے۔

دو فریق ہوتے ہیں جن میں مقابلہ ہوتا ہے مگر آخرکار فتح وہی پاتے ہیں جن کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ موسیٰ بظاہر فرعون کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنی عجیب در عجیب قدرتوں سے فتح بخشی۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ مخالف اپنے دوسرے ہلاک شدہ بھائیوں سے ذرا بھی عبرت حاصل نہیں کرتے بلکہ ایک بولتا ہے تو دوسرا اس کی تائید کرتا ہے۔ یہ آریہ ہوں یا مسلم یا ہندو یا سکھ۔ ہماری مخالفت میں سب ایک ہو جاتے ہیں (ایک حدیث میں مسیح موعود کا یہ نشان بھی ہے کہ کینہ و بغض باہمی چلا جائے گا اور ایک اَور حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے[1]) حالانکہ یہ صرف اس بات پر تقویٰ و خدا ترسی کے ساتھ غور کریں کہ ۲۹ برس کا زمانہ کوئی تھوڑا زمانہ نہیں بلکہ اس میں تو ایک بچہ بھی پیدا ہو کر بالغ ہو سکتا ہے۔ اب وہ زمانہ آیا ہے کہ آخری فیصلہ کر دیا جاوے اور وہ فرقان حاصل ہو جو انبیاء اور ان کے مخالفین میں ہوا کرتا ہے۔ پہلے خدا تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ دو فریق آپس میں کشتی کریں پھر آخر وہ وقت آتا ہے کہ ایک فریق کی حمایت کر کے ان کو کامیاب کرے اور دوسرے کو فنا یا مغلوب کرے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۲ صفحہ ۳ مورخہ ۳۰؍ مئی ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

ایک دُعا اور اُس کا جواز

میاں محمد دین احمدی کتاب فروش لاہور (حال ساکن موضع دھورہ ڈھیری بٹاں ریاست

---

[1] غالباً یہ نوٹ ڈائری نویس کا ہے۔ واللہ اعلم (مرتب)

جموں) نے ایک عریضہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا جس میں لکھا تھا

"یا حضرت میں نے چند روز سے محض رضائے الہٰی کے لئے جناب باری تعالیٰ میں یہ دعا شروع کی ہے کہ میری عمر میں سے دس سال حضرت اقدس مسیح موعود کو دی جائے کیونکہ اسلام کی اشاعت کے واسطے میری زندگی ایسی مفید نہیں. کیا ایسی دعا مانگنا جائز ہے؟"

حضرت اقدس نے جواب میں تحریر فرمایا :-

"ایسی دعا میں مضائقہ نہیں بلکہ ثواب کا موجب ہے"

ہندوؤں سے ہمدردی

ایک شخص کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ بہ سبب پُرانے تعلقات کے ایک ہندو ہمارے شہر کا ہمارے معاملات شادی اور غمی میں شامل ہوتا ہے اور کوئی مَر جائے تو جنازہ میں بھی ساتھ جاتا ہے. کیا ہمارے واسطے بھی جائز ہے کہ ہم اُن کے ساتھ ایسی شمولیت دکھائیں ؟

فرمایا کہ

ہندوؤں کی رسوم اور امور مخالف شریعت اسلام سے علیحدگی اور بیزاری رکھنے کے بعد دنیوی امور میں ہمدردی رکھنا اور ان کی امداد کرنا جائز ہے۔

جُمعہ کے بعد احتیاطی

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ بعض لوگ جمعہ کے بعد احتیاطی پڑھتے ہیں۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

فرمایا کہ

قرآن شریف کے حکم سے جُمعہ کی نماز سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ جبکہ جمعہ کی نماز

پڑھ لی تو حکم ہے کہ جاؤ اب اپنے کاروبار کرو۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ انگریزوں کی سلطنت میں جمعہ کی نماز اور خطبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ بادشاہ مسلمان نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ خود بڑے امن کے ساتھ خطبہ اور نماز پڑھتے بھی ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ نہیں ہو سکتا۔ پھر کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ جمعہ ہوا یا نہیں اس واسطے ظہر کی نماز بھی پڑھتے ہیں اور اس کا نام احتیاطی رکھا ہے۔ ایسے لوگ ایک شک میں گرفتار ہیں۔ ان کا جمعہ بھی شک میں گیا اور ظہر بھی شک میں گئی۔ نہ یہ حاصل ہوا نہ وہ۔ اصل بات یہ ہے کہ نماز جمعہ پڑھو۔ اور احتیاطی کی کوئی ضرورت نہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۳ صفحہ ۸ مورخہ ۶؍جون ۱۹۰۷ء)

۸؍جون ۱۹۰۷ء

(بوقت عصر)

فرمایا کہ

آجکل اکثر مسلمانوں نے استخارہ کی سُنّت کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیش آمدہ امر میں استخارہ فرمالیا کرتے تھے۔ سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ تھا چونکہ دہریت کی ہوا پھیلی ہوئی ہے اس لئے لوگ اپنے علم و فضل پر نازاں ہو کر کوئی کام شروع کر لیتے ہیں اور پھر نہاں در نہاں اسباب سے جن کا انہیں علم نہیں ہوتا نقصان اُٹھاتے ہیں۔ اصل میں یہ استخارہ ان بد رسُومات کے عوض میں رائج کیا گیا تھا جو مشرک لوگ کسی کام کی ابتداء سے پہلے کیا کرتے تھے لیکن اب مسلمان اُسے بھول گئے۔ حالانکہ استخارہ سے ایک عقل سلیم عطا ہوتی ہے۔ جس کے مطابق کام کرنے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے بعض لوگ کوئی کام خود ہی اپنی رائے سے شروع کر بیٹھتے ہیں اور پھر درمیان میں آکر ہم سے صلاح پوچھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں جس علم و عقل سے پہلے شروع کیا تھا اسی سے نبھائیں۔

اخیر میں مشورے کی کیا ضرورت ؟

(البدر جلد ۶ نمبر ۲۴ صفحہ ۳ مورخہ ۱۳ جون ۱۹۰۷ء)

---

۱۱ جون ۱۹۰۷ء

فطرتِ آریہ

فرمایا:-

ہمارا ایک پرانا واقف ہندو ہے اس کا خط آیا تھا کہ آریہ لوگ دراصل گورنمنٹ کے خیرخواہ ہیں۔ سرکار کو غلط فہمی ہوئی۔ میں نے اسے خط لکھا ہے یہ تمہاری غلطی ہے کہ آریہ سرکار کے خیرخواہ ہیں۔ اس سلوک کو دیکھا جائے جو گورنمنٹ نے ان کے ساتھ کیا ہے کہ ان کو اعلیٰ تعلیم دی ہے اور تمام معزز عہدوں پر ان کو ممتاز کیا ہے اور دفاتر اُن سے بھر دیئے ہیں اور پھر اس سلوک کو دیکھا جائے جو کہ اب انہوں نے گورنمنٹ کے ساتھ کیا ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ گورنمنٹ کے صرف بدخواہ ہی نہیں بلکہ نمک حرام بھی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ آریوں کی فطرت میں یہ بدی ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ ایسی بدسلوکی کریں۔

فرمایا

میں نے اس کو صلاح دی ہے کہ تم اپنا تعلق آریوں سے بالکل علیحدہ کر لو۔

ناجائز وعدہ

ایک شخص کی درخواست پیش ہوئی کہ میری ہمشیرہ کی منگنی مدت سے ایک غیر احمدی کے ساتھ ہو چکی ہے اب اس کو قائم رکھنا چاہیئے یا نہیں ؟

فرمایا:-

ناجائز وعدہ کو توڑنا اور اصلاح کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی

تھی کہ شہد نہ کھائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایسی قسم کو توڑ دیا جاوے۔ علاوہ ازیں منگنی تو ہوتی ہی اسی لئے ہے کہ اس عرصہ میں تمام حُسن و قبح معلوم ہو جاویں۔ منگنی نکاح نہیں ہے کہ اس کو توڑنا گناہ ہو۔

مشاعرہ

ایک جگہ بعض شاعرانہ مذاق کے دوست ایک باقاعدہ انجمن مشاعرہ قائم کرنا چاہتے تھے اس کے متعلق حضرت سے دریافت کیا گیا۔

فرمایا:۔

یہ تضیع اوقات ہے کہ ایسی انجمنیں قائم کی جاویں اور لوگ شعر بنانے میں مستغرق رہیں ہاں یہ جائز ہے کہ کوئی شخص ذوق کے وقت کوئی نظم لکھے اور اتفاقی طور پر کسی مجلس میں سُنائے یا کسی اخبار میں چھپوائے۔ ہم نے اپنی کتابوں میں کئی نظمیں لکھی ہیں مگر اتنی عمر ہوئی آجتک کبھی کسی مشاعرہ میں شامل نہیں ہوئے۔ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ کوئی شاعری میں اپنا نام پیدا کرنا چاہے۔ ہاں اگر حال کے طور پر نہ صرف قال کے طور پر اور جوش رُوحانی سے اور نہ خواہش نفسانی سے کبھی کوئی نظم جو مخلوق کے لئے مفید ہو سکتی ہو لکھی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر یہی پیشہ کر لینا ایک منحوس کام ہے۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۲۶ صفحہ ۷ مورخہ ۲۷ جون ۱۹۱۰ء)

نیز (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۳ صفحہ ۳ مورخہ ۳۰ جون ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

احسان

فرمایا کہ

احسان ایک نہایت عمدہ چیز ہے۔ اس سے انسان اپنے بڑے بڑے مخالفوں کو زیر کر لیتا ہے چنانچہ سیالکوٹ میں ایک شخص تھا جو کہ تمام لوگوں سے لڑائی رکھتا تھا اور کوئی ایسا آدمی نہ ملتا تھا جس سے اس کی صلح ہو۔ یہانتک کہ اس کے بھائی اور عزیز و اقارب بھی اس سے تنگ آچکے تھے۔ اُس سے میں نے بعض دفعہ معمولی سا سلوک کیا اور وہ اس کے بدلہ میں کبھی ہم سے بُرائی سے پیش نہ آتا بلکہ جب ملتا تو بڑے ادب سے گفتگو کرتا۔ اسی طرح ایک عرب ہمارے ہاں آیا۔ اور وہ وہابیوں کا سخت مخالف تھا یہانتک کہ جب اس کے سامنے وہابیوں کا ذکر بھی کیا جاتا تو گالیوں پر اُتر آتا۔ اس نے یہاں آکر بھی سخت گالیاں دینی شروع کیں اور وہابیوں کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ ہم نے اس کی کچھ پروا نہ کر کے اس کی خدمت خوب کی اور اچھی طرح سے اس کی دعوت کی۔ اور ایک دن جبکہ وہ غصہ میں بھرا ہوا وہابیوں کو خوب گالیاں دے رہا تھا کسی شخص نے اس کو کہا کہ جس کے گھر تم مہمان ٹھہرے ہو وہ بھی تو وہابی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا اور اس شخص کا مجھ کو وہابی کہنا غلط نہ تھا۔ کیونکہ قرآن شریف کے بعد صحیح احادیث پر عمل کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ خیر وہ شخص چند دن کے بعد چلا گیا۔ اس کے بعد ایک دفعہ لاہور میں مجھ کو پھر ملا۔ اگرچہ وہ وہابیوں کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا مگر چونکہ اس کی تواضع اچھی طرح سے کی تھی اس لئے اس کا وہ تمام جوش و خروش دب گیا اور وہ بڑی مہربانی اور پیار سے مجھ کو ملا۔ چنانچہ بڑے اصرار کے ساتھ مجھ کو ساتھ لے گیا اور ایک چھوٹی سی مسجد میں جس کا وہ امام مقرر ہوا تھا مجھ کو بٹھلایا اور خود نوکروں کی طرح پنکھا کرنے لگا اور بہت خوشامد کرنے لگا کہ کچھ چائے وغیرہ پی کر جاویں۔ پس دیکھو کہ احسان کس قدر دلوں کو مسخر کر لیتا ہے۔[1]

---

[1] حاشیہ۔ قیاس ہے کہ غالباً یہ دونو واقعات حضور علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت سے پہلے کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (خاکسار مرتب)

ایک صاحب کی لڑکی بیمار تھی۔ انہوں نے اس کی دعا کے لئے تار بھیجا تھا۔ آپ نے اس کو پڑھ کر فرمایا کہ

دیکھو یہ لوگ ہم سے کتنا اخلاص رکھتے ہیں۔ جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جھٹ ہماری طرف آتے اور دعا کے خواستگار ہوتے ہیں۔ میں دعا کروں گا۔ آگے شفا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

چند دن ہوئے مجھ کو الہام ہوا تھا کہ لاہور سے ایک افسوسناک خبر آئی۔ چنانچہ یہ چھپ بھی چکا ہے اور اس الہام کی وجہ سے ہم نے ایک آدمی لاہور بھیج کر پچھوایا بھی تھا کہ وہاں کے دوستوں کا کیا حال ہے مگر کیا معلوم تھا کہ یہ چند دن کے بعد پورا ہوگا۔[1]

لنگر

فرمایا:۔

آجکل لوگ لنگر کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اور دوسری مدات کی طرف بہت متوجہ ہیں۔ حالانکہ سب سے ضروری مد یہی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگ علم حاصل کرتے ہیں۔ بعض دفعہ کئی کئی دن تک ایک ایک دو دو روپیہ ہی آتے ہیں اور خرچ دوسرے دن کا سو روپیہ ہوتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری مدات کی تحریکات ہمیشہ ہوتی رہتی ہیں اور لنگر کی کوئی تحریک نہیں ہوتی۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۷ صفحہ ۷ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۰۷ء)

---

[1] نوٹ از ایڈیٹر صاحب بدر:۔ چنانچہ چند روز کے بعد خبر آئی کہ مریض فوت ہوگیا ہے۔ چونکہ وہ ایک معصوم بچہ تھا خدا تعالیٰ نے اس کو بخش ہی دیا ہوگا۔ خدا تعالیٰ اس کے والدین کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ (ایڈیٹر)

بلا تاریخ

جس کے ہاں ماتم ہو اس کے ساتھ ہمدردی

حضرت کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ کیا یہ جائز ہے کہ جب کار قضا کسی بھائی کے گھر میں ماتم ہو جائے تو دوسرے دوست اپنے گھر میں اس کا کھانا تیار کریں۔

فرمایا:۔

نہ صرف جائز بلکہ برادرانہ ہمدردی کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ ایسا کیا جاوے

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۸ صفحہ ۳ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء)

---

۶ جولائی ۱۹۰۷ء

دجّال

فرمایا:۔

دجال کی دو شاخیں ہیں۔ ایک تو پادری لوگ ہیں جو گویا نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہر قسم کے مکر و فریب کے ساتھ لوگوں کو بہکاتے ہیں اور عیسائی بناتے ہیں۔ خود انجیل اور توریت کا ترجمہ در ترجمہ کرتے ہیں۔ اصل کتاب ان کے پاس موجود نہیں۔ تراجم میں ہمیشہ تبدیلیاں کرتے ہیں اور انہی اپنے خیالات کے الفاظ کو دنیا کے سامنے پیش کر کے بیان کرتے ہیں کہ خدا کا کلام ہے۔ یہ ایک طرح سے نبوت کا دعویٰ ہے۔ دوسرے اس زمانہ کے فلسفی لوگ ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کے ہی منکر ہو بیٹھے ہیں اور رات دن مادی دنیا کی طرف ایسے جھکے ہوئے ہیں کہ دین کو کچھ نہیں سمجھتے بلکہ دین کو غیر ضروری اور اپنی دنیوی ترقی کی راہ میں ایک ہارج یقین کرتے ہیں۔

کفر

فرمایا:۔

خدا تعالےٰ کی عدول حکمی سے کوئی شخص کس طرح بچ سکتا ہے. جو لوگ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے مُرسَل کو نہیں مانتے وہ خدا تعالےٰ کی عدول حکمی کرتے ہیں. آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہود اور عیسائی تھے وہ صاحب شریعت تھے. نمازیں پڑھتے تھے, روزے رکھتے تھے, تمام انبیاء کو مانتے تھے مگر آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے کے سبب وہ کافر قرار دیئے گئے. اس زمانہ کے لوگ جو نہ صرف ہمارے مخالف ہیں بلکہ ہم کو کافر قرار دیتے ہیں وہ بموجب حدیث نبوی مومن کو کافر کہہ کر خود کافر بنتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے.

زکوٰة

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ تجارت کا مال جو ہے جس میں بہت سا حصہ خریداروں کی طرف ہوتا ہے اور اگراہی میں پڑا ہوتا ہے اس پر زکوٰة ہے یا نہیں؟

فرمایا:-

جو مال معلق ہے اس پر زکوٰة نہیں جب تک کہ اپنے قبضہ میں نہ آجائے لیکن تاجر کو چاہئے کہ حیلے بہانے سے زکوٰة کو نہ ٹال دے. آخر اپنی حیثیت کے مطابق اپنے اخراجات بھی تو اسی مال میں سے برداشت کرتا ہے. تقویٰ کے ساتھ اپنے مال موجودہ اور معلق پر نگاہ ڈالے اور مناسب زکوٰة دے کر خدا تعالیٰ کو خوش کرتا ہے. بعض لوگ خدا تعالےٰ کے ساتھ بھی حیلے بہانے کرتے ہیں. یہ درست نہیں ہے.

دین مقدم

فرمایا:-

دین کو دنیا پر مقدم رکھنا نہایت مشکل امر ہے. کہنے کو تو انسان کہہ لیتا ہے اور اقرار

بھی کر لیتا ہے مگر اس کا پُورا کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا اس طرح سے پہچانا جاتا ہے کہ جب انسان کا دنیوی مال میں نقصان ہو تو کس قدر درد اس کے دل کو پہنچتا ہے اور اس کے بالمقابل جب کسی دینی امر میں نقصان ہو جائے تو پھر کس قدر درد اس کے دل کو ہوتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اس شناخت کے واسطے اپنے دل کو ہی ترازو بنائے کہ دنیاوی نقصان کے واسطے وہ کس قدر بیقرار ہوتا ہے اور چیختا چلاتا ہے اور پھر دینی نقصان کے وقت اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ بد ہے وہ شخص جو دوسرے کو دھوکا دیتا ہے مگر بدتر وہ ہے جو اپنے آپ کو بھی دھوکا دیتا ہے۔ دین کو مقدم نہیں کرتا اور خیال کرتا ہے کہ میں دین کو مقدم کئے ہوئے ہوں۔ وہ سچے طور پر خدا تعالےٰ کا فرمانبردار نہیں بنتا اور ظن کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ جو شخص دوسرے پر ظلم کرتا ہے ممکن ہے وہ ظلم کر کے بھاگ جائے اور اس طرح اپنے آپ کو بچائے مگر وہ جس نے اپنی جان پر ظلم کیا وہ کہاں بھاگ کر جائے گا اور اس ظلم کی سزا سے کس طرح بچ سکے گا۔ مبارک ہے وہ جو دین کو اور خدا تعالیٰ کو سب چیزوں پر مقدم رکھتا ہے کیونکہ خدا بھی اُسے مقدم رکھتا ہے۔

حقیقۃ الوحی

فرمایا:-

ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ حقیقۃ الوحی کو اوّل سے آخر تک بغور پڑھیں بلکہ اس کو یاد کر لیں۔ کوئی مولوی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا کیونکہ ہر قسم کے ضروری امور کا اس میں بیان کیا گیا ہے اور اعتراضوں کے جواب دیئے گئے ہیں۔

خواجہ غلام فرید صاحب

فرمایا:-

خواجہ غلام فرید صاحب کی سوانح کی ایک کتاب لکھی گئی ہے۔ اس میں خواجہ صاحب نے جابجا ہماری تائید کی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ بعض مولویوں نے خواجہ صاحب مرحوم سے دریافت کیا تھا کہ آپ کیوں اُن کی تائید کرتے ہیں مولوی لوگ تو ان کو کافر قرار دیتے ہیں تو انہوں نے کیا خوب جواب دیا کہ مولوی لوگوں نے پہلے کس کو مانا ہے اور کس کو کافر قرار نہیں دیا۔ ان کا تو کام ہی یہ ہے ان کی طرف مت خیال کرو۔

فیصلہ کی آسان راہ

ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں ذکر کیا کہ حضور کی اس تحریر پر جو اخبار میں چھپی ہے کہ اگر ہمارے مکذب ہمارے شائع کردہ الہام الٰہی کو کہ اِنّی احافظُ کلّ من فی الدّار کو افتراء سمجھتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ محض ہم نے اپنے دل سے یہ بات بنائی ہے اور یہ خدا تعالےٰ کا کلام نہیں جو ہم پر نازل ہوا ہے اور صرف اتفاقی طور پر ہمارے گھر کی حفاظت ہو رہی ہے تو چاہیئے کہ ہمارے مکذبوں میں سے بھی کوئی ایسا الہام شائع کرے تب اس کو جلد معلوم ہو جاوے گا کہ افتراء کا کیا نتیجہ ہے۔ اس بات کو پڑھ کر بعض مخالف یہ کہتے ہیں کہ ہم مفتری نہیں ہیں جو خدا تعالیٰ پر افتراء کریں۔ ہم کس طرح ایسا الہام شائع کر سکتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا:-

یہی بات ہے جو ہم ان کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ پر افتراء کر کے کوئی شخص بچ نہیں سکتا۔ اگر یہ کلام ہم پر خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل نہ ہوتا اور ہمارا افترا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کلمہ کے مطابق ہمارے گھر کی حفاظت کیوں کرتا جبکہ ایک کلام صریح الفاظ میں پورا ہو گیا ہے تو پھر اس کے ماننے میں کیا شک ہے۔ لیکن ہم نے مخالفین کے واسطے فیصلہ کی دوسری راہ بھی بیان کر دی ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ انسان کا افترا ہے تو اسے لازم

ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افترا ہے۔ خدا تعالیٰ کا کلام نہیں و لعنۃ اللہ علیٰ من کذب وحی اللہ۔ اگر کوئی شخص ایسی قسم کھاوے تو خدا تعالیٰ اس قسم کا نتیجہ ظاہر کر دے گا۔

چاہیئے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب اور غزنوی صاحبان بہت جلد اس کی طرف توجہ کریں۔

ایک الہام کی تفہیم

ایک سوال پیش ہوا کہ حضور کو جو الہام ہوا ہے " قرآن خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں "۔ اس الہام الٰہی میں میرے کی ضمیر کس کی طرف پھرتی ہے۔ یعنی کس کے منہ کی باتیں؟

فرمایا:۔

خدا کے منہ کی باتیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے منہ کی باتیں۔ اس طرح کے ضمائر کے اختلاف کی مثالیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔

تفہیم الہام

فرمایا:۔

بعض رؤیا یا الہامات ظاہر الفاظ میں منذر ہوتے ہیں اور ملہم اس وقت ڈر جاتا ہے اور خوف کھاتا ہے مگر دراصل اس کے معنے کچھ اور ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ہم کو سخت درد گردہ تھا۔ کسی دوا سے آرام نہ ہوتا تھا۔ الہام ہوا۔ " الوداع " اس کے بعد درد بالکل یک دفعہ بند ہو گیا۔ تب معلوم ہوا کہ یہ الوداع درد کا تھا۔

آریہ کب سمجھیں گے

فرمایا:۔

بعض اخبارات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اجیت رائے اور اجیت سنگھ کی جلاوطنی سے آریوں کو پورے طور پر نصیحت حاصل نہیں ہوئی۔ اس واقعہ کو وہ صرف ایک شخصی وبال خیال کرتے ہیں اور قومی وبال نہیں سمجھتے۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ گورنمنٹ ان لوگوں کے ایسے حالات دیکھ کر اب ان کی نسبت ضرور محتاط رہے گی۔ ان کو چاہیئے کہ گورنمنٹ کے متعلق اپنے رویّہ کو ہمیشہ کے واسطے درست کریں۔

طبّی علوم

فرمایا:۔

علم طب کی بناء بھی ظنّیات پر ہے جب مرض الموت آتی ہے تو کوئی دوا شفا نہیں دیتی بلکہ ہر ایک دوا الٹی پڑتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے شفا دینا چاہتا ہے تو معمولی دوائی بھی کارگر ہو جاتی ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۸ صفحہ ۵-۶ مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۰۷ء)

۹ر جولائی ۱۹۰۷ء

سانڈ رکھنا

ایک شخص نے سوال کیا کہ خالصۃً لوجہ اللہ نسل افزائی کی نیت سے اگر کوئی سانڈ چھوڑ دے تو کیا یہ جائز ہے؟

فرمایا:۔

اصل الاشیاء اباحۃ۔ اشیاء کا اصل تو اباحت ہی ہے جنہیں خدا تعالیٰ نے حرام فرمایا

وہ حرام ہیں باقی حلال۔ بہت سی باتیں نیت پر موقوف ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ جائز بلکہ ثواب کا کام ہے۔

عرض کیا گیا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ فرمایا:۔

میں نے جواب دیتے وقت اسے زیر نظر رکھ لیا ہے۔ وہ تو دیوتوں کے نام پر دیتے۔ یہاں خاص خدا تعالیٰ کے نام پر ہے۔ نسل افزائی ایک ضروری بات ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اَنْعَام وغیرہ کو اپنی نعمتوں سے فرمایا ہے۔ سو اس نعمت کی قدر کرنی چاہیئے اور قدر میں نسل کا بڑھانا بھی ہے۔ پس اگر ایسا نہ ہو تو پھر چارپائے کمزور ہوں گے اور دنیا کے کام بخوبی نہ چل سکیں گے اس لئے میرے نزدیک تو حرج کی بات نہیں۔ ہر ایک عمل نیت پر موقوف ہے۔ ایک ہی کام جب غیر اللہ کے نام پر ہو تو حرام اور اگر اللہ کے لئے ہو تو حلال ہو جاتا ہے۔

نماز میں دُعا

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور امام اگر اپنی زبان میں (مثلاً اُردو میں) بآواز بلند دُعا مانگتا جائے اور پیچھے آمین کرتے جاویں تو کیا یہ جائز ہے جبکہ حضور کی تعلیم ہے کہ اپنی زبان میں دُعائیں نماز میں کر لیا کرو۔

فرمایا:۔

دُعا کو بآواز بلند پڑھنے کی ضرورت کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو فرمایا۔ تضرعًا وخفیۃ۔[1] اور دون الجهر من القول۔[2]

عرض کیا کہ قنوت تو پڑھ لیتے ہیں۔ فرمایا:۔

ہاں ادعیۂ ماثورہ جو قرآن و حدیث میں آچکی ہیں وہ بیشک پڑھ لی جاویں۔ باقی دعائیں جو اپنے ذوق و حال کے مطابق ہیں وہ دل ہی میں پڑھنی چاہئیں۔

---

[1] الاعراف : ۵۶ [2] الاعراف : ۲۰۶

کنوئیں کو پاک کرنا

سوال ہوا کہ یہ جو مسئلہ ہے کہ جب چُوہا یا بلی یا مرغی یا بکری یا آدمی کنوئیں میں مر جاویں تو اتنے ڈَلو پانی نکالنے چاہئیں۔ اس کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے؟ پہلے تو ہمارا یہی عمل تھا کہ جب تک رنگ۔ بُو مزا نہ بدلے پانی کو پاک سمجھتے۔

فرمایا:۔

ہمارا تو وہی مذہب ہے جو احادیث میں آیا ہے۔ یہ جو حساب ہے کہ اتنے ڈَلو نکالو اگر فلاں جانور پڑے اور اتنے اگر فلاں پڑے۔ یہ ہمیں تو معلوم نہیں اور نہ اس پہ ہمارا عمل ہے۔

عرض کیا گیا کہ حضور نے فرمایا ہے جہاں سنت صحیحہ سے پتہ نہ ملے وہاں حنفی فقہ پر عمل کر لو۔ فرمایا:۔

فقہ کی معتبر کتابوں میں کب ایسا تعین ہے۔ ہاں نجات المومنین میں لکھا ہے۔ سو اس میں تو یہ بھی لکھا ہے۔

سر ٹوئے وچہ دے کے بیٹھ نماز کرے

کیا اس پر کوئی عمل کرتا ہے اور کیا یہ جائز ہے جبکہ حیض و نفاس کی حالت میں نماز منع ہے۔ پس ایسا ہی یہ مسئلہ بھی سمجھ لو۔

میں تمہیں ایک اصل بتا دیتا ہوں کہ قرآن مجید میں آیا ہے والرجز فاھجر[1]۔ پس جب پانی کی حالت اس قسم کی ہو جائے جس سے صحت کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو صاف کر لینا چاہیئے۔ مثلاً پتے پڑ جاویں یا کیڑے وغیرہ (حالانکہ اس پر یہ ملاں وغیرہ نجس ہونے کا فتویٰ نہیں دیتے) باقی یہ کوئی مقدار مقرر نہیں۔ جب تک رنگ و بُو و مزا نجاست سے نہ بدلے وہ پانی پاک ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۱ صفحہ ۸ مورخہ یکم اگست ۱۹۰۷ء)

---

[1] المدثر: ۶

۱۲ جولائی ۱۹۰۷ء

(قبل از خطبہ جمعہ)

باہر سے آئے ہوئے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور میری بیوی کسی صورت میں مسلمان نہیں ہوتی۔ کیا کروں میں تو اُسے بہتیرا سمجھا چکا ہوں۔

فرمایا:۔

دیکھو۔ زبانی لفظوں سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا اپنی حالت درست کرکے اپنے تئیں نمونہ بنانے سے۔ تم اپنی حالت کو ٹھیک کرو اور ایسے ہو کہ لوگ بے اختیار بول اُٹھیں کہ اب تم وہ نہیں رہے۔ جب یہ حالت ہوگی تو تمہاری بیوی کیا کئی لوگ تمہارا مذہب قبول کرلیں گے حدیث میں آیا ہے خیرکم خیرکم لاھلہ۔ پس جب بیوی سے تمہارا اچھا سلوک ہوگا تو وہ خود بخود محجوب ہو کر تمہاری مخالفت چھوڑ دے گی اور دل سے جان لے گی کہ یہ مذہب بہت ہی اچھا ہے جس میں ایسے نرم و عمدہ سلوک کی ہدایت ہوتی ہے پھر وہ خواہ مخواہ متابعت کریگی۔ احسان تو ایسی چیز ہے کہ اس سے ایک کتا بھی نادم ہو جاتا ہے چہ جائیکہ ایک انسان۔

اس شخص نے عرض کی کہ حضور وہ تو کبھی نہیں ماننے کی۔

فرمایا:۔

دیکھو۔ مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ جب کسی دل میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہے تو کسی چھوٹی سی بات سے کر دیتا ہے۔ دُعا کرنی چاہیئے کہ دل سے نکلی ہوئی دُعا ضائع نہیں جاتی اور لطیف پیرایہ میں نصیحت بھی کرتے رہیں مگر سختی نہ کریں۔ اُسے سمجھائیں کہ ہمارا وہی اسلام دین ہے۔ یہ کوئی نیا مذہب نہیں۔ وہی نماز وہی روزہ وہی حج وہی زکوٰۃ۔ صرف فرق اتنا ہے کہ یہ باتیں جو صرف جسم بے روح رہ گئی ہیں۔ ہم ان میں اخلاص کی خاص روح پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اُن کے اثر جو مرتب نہیں ہوتے ہم چاہتے ہیں کہ ایسے طور سے ادا کئے جاویں کہ اُن میں اثر پیدا ہوں۔ عقیدہ میں یہ بات ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کو ہم اور نبیوں کی

طرح فوت شدہ مانتے ہیں اور ایک مسلمان کی محبت جو اُسے اپنے متبوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ جب آپ فوت ہو گئے تو اُن کے بعد کسی کو زندہ نہ سمجھے۔ صحابہ کرامؓ کس قدر درد و الم میں تھے جب مامحمدٌ الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل[1] سُنا تو سب کو ٹھنڈ پڑ گئی۔ مگر یاد رکھو ان وعظوں سے کچھ نہیں بنتا جب تک ساتھ دُعا اور اپنا عملی نمونہ نہ ہو۔ ہر جمعہ کس قدر مولوی سر کھپاتے ہیں مگر خاک بھی اثر نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جو کچھ کہتے ہیں اُن کا خود اس پر عمل نہیں جتنے پیغمبر دُنیا میں آئے ان میں سے کسی نے بھی وعظوں پر اتنا سر نہیں مارا جتنا دعا و عملی نمونہ کام دیتا ہے سو اُسے میسّر لانے کی کوشش کرو۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۸ صفحہ ۶ مورخہ ۱۰ر اگست ۱۹۰۷ء)

۱۳ر جولائی ۱۹۰۷ء

حضرت ام المومنین مع صاحبزادگان و اقارب وخدام اٹھارہ کس بغرض تبدیل ہوا ۱۲ر جولائی ۱۹۰۷ء کو لاہور کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ۱۴ر جولائی ۱۹۰۷ء کو بروز اتوار ایک بجے دن کے بٹالہ میں واپس پہنچ گئے۔ اس واسطے حضرت اقدس مع چند خدام کے ۱۴ر جولائی کی صبح کو بٹالہ تک تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ گرمی کا موسم ہے اس واسطے صبح سویرے پانچ بجے کے قریب یہاں سے روانہ ہوئے۔ آپ پالکی میں بیٹھے ہوئے تھے بہت سے عاشقانہ مزاج خدام پالکی کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے بٹالہ تک گئے قریب دس بجے کے آپ بٹالہ میں پہنچے۔ بٹالہ کے شریف اور لائق تحصیلدار جناب رائے جیسمل صاحب کا شکریہ ہے کہ جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت اقدس تشریف لاتے ہیں اور چند گھنٹہ وہاں قیام کریں گے تو انہوں نے سٹیشن کے پاس ہی اپنے مکان کے متصل ایک عمدہ آرام کی جگہ مہیا کر دی۔ تحصیلدار صاحب خود بھی حضرت

[1] آل عمران : ۱۴۵

کی ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔ اثناء گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ میں شہر سے باہر اسی جگہ رہتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ

اسی جگہ رہنا بہتر ہے کیونکہ شہر میں اکثر بیماری کا خوف ہوتا ہے اور گذشتہ موسم میں بٹالہ میں بہت طاعون تھی اور اگرچہ اب آرام ہے تاہم جائے امن نہیں. کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ لوگ اصلاح عمل کی طرف توجہ نہیں کرتے اور جب تک کہ اصلاح عمل نہ ہوگی یہ عذاب دُور نہ ہوگا۔ پہلے پہل جبکہ طاعون سے بچنے کے واسطے ٹیکے کی تجویز کی گئی تھی اور بڑے زور شور سے ہر جگہ ٹیکہ لگایا جاتا تھا۔ اس وقت ہم نے بھی ایک کتاب بنام کشتی نُوح لکھی تھی جس میں ہم نے یہ بات ظاہر کی تھی کہ اس بیماری سے بچنے کا اصلی اور حقیقی علاج یہ ہے کہ لوگ خدا تعالےٰ کی طرف رجوع کریں۔ اس وقت ایک انگریز اور ایک دیسی افسر جو کہ ای۔ اے۔ سی تھا ہر دو ٹیکہ لگانے کے واسطے قادیان میں بھی آئے تھے۔ تب ہم نے اپنی کتاب کا ایک نسخہ اس کو بھیجا تھا جس کو دیسی افسر نے پڑھ کر اس انگریز کو سُنایا۔ اس کو سُنکر انگریز نے کہا کہ سچ تو یہی ہے جو اس کتاب میں لکھا ہے باقی تو سب حیلے ہی ہیں اصل علاج یہی ہے۔

غرض خدا تعالیٰ سے جو ڈرتا ہے خدا تعالےٰ اس پر رحم کرتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ میں یہ باتیں کس طرح لوگوں کے دلوں میں ڈال دوں کیونکہ یہ آسمانی اور رُوحانی باتیں ہیں۔ اور زمینی لوگ اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ ابھی یہ عذاب ختم ہونے والا نہیں ہے جب تک لوگ اپنی اصلاح نہ کریں۔ خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوتا رہے گا۔ خالی ان ظاہری حیلوں سے کچھ نہیں بنتا خواہ چوہوں کو مارا جائے خواہ مچھروں کو اور خواہ کتوں کو۔ جبتک کہ لوگ خدا تعالےٰ کی طرف نہ جھکیں گے ان پر کس طرح رحم ہو سکے گا۔

ایک گاؤں کے متعلق لکھا تھا کہ وہ بالکل ویران ہوگیا۔ پُرانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ طاعون نے بعض جگہ شہروں کے شہر بالکل ویران کر دیئے اور جب سب آدمی مر گئے۔ تب یہ

بیماری جانوروں پر پڑی اور جب وہ بھی مر گئے تو پھر جنگل کے سانپوں پر پڑی اور وہ ہلاک ہو کر بالکل ویرانہ رہ گیا۔ صدہا کوس تک آبادی کا نام ونشان مٹ گیا۔ خدا تعالیٰ کے رحم کے سوائے کہیں گذارہ نہیں۔ جو لوگ دردِ دل کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف جھکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اُن پر اپنا رحم کرتا ہے اور ان کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے بتلایا گیا ہے کہ ابھی بیماری اس سے بھی سخت پڑنے والی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ سال وہ سختی آوے یا درمیان میں ایک سال نرم ہو کر پھر سختی دکھاوے۔ بہرحال آئندہ آنے والی طاعون گذشتہ سے بہت ہی سخت ہے اور ایسا ہی مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ ایک سخت زلزلہ ابھی آنے والا ہے۔ افسوس ہے کہ لوگوں کو ان باتوں کی طرف خیال نہیں کہ خدا تعالےٰ کا عذاب کس طرح بھڑک رہا ہے۔ باوجود اس کے فریب اور چالبازیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ دنیا کی حرکت بے انصافی کی طرف ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے تحصیلدار صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے آپ کے واسطے مکان کا عمدہ انتظام کیا اور ان کی شرافت کی تعریف کی۔

مرزا اکبر بیگ صاحب نے حضرت کی خدمت میں اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں ایک عمدہ خواب دیکھ رہا تھا کہ مجھے ایک شخص محمد حسین نے فوراً جگا دیا۔

حضرت نے فرمایا کہ

جگانے والے کا وجود بھی خواب کا ایک جزو ہوتا ہے اور اس کے نام میں اس خواب کے متعلق تعبیر ہوتی ہے۔

فرمایا:۔

اگر خدا تعالیٰ کا منشا نہ ہو تو کوئی جگا بھی نہیں سکتا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے

قدرِ صحت

مخدومی اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب بھی گیارہ بجے کی گاڑی پر شملہ سے بٹالہ پہنچ گئے تھے اور قادیان جانے کو تیار تھے لیکن ایک آدمی نے سٹیشن پر اُن کو اطلاع کر دی تھی کہ حضرت صاحب اسی جگہ ہیں۔ وہ بھی حضرت کی خدمت میں تیسرے پہر تک حاضر رہے اور پھر لاہور چلے گئے۔ شیخ صاحب موصوف ولایت کا ذکر کرتے تھے کہ وہاں بعض چشمے ایسے عمدہ ہوتے ہیں اور سمندر کے کنارے بعض جگہ ایسے عمدہ ہوتے ہیں کہ چند روز اگر لوگ وہاں جا کر رہیں تو صحت بہت عمدہ حالت میں ہو جاتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ:-

صحت عمدہ شئے ہے تمام کاروبار دینی اور دنیاوی صحت پر موقوف ہیں۔ صحت نہ ہو تو عمر ضائع ہو جاتی ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۹ صفحہ ۶ مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۰۷ء)

---

۲۱ جولائی ۱۹۰۷ء

آخری مرحلہ

ڈاکٹر عبد الحکیم نے حضرت کے متعلق جو الہام شائع کیا ہے اس کا ذکر تھا۔

حضرت نے فرمایا کہ

یہ آخری مرحلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب آخری فیصلہ کی تقریب پیدا کر دی ہے۔ براہین احمدیہ کے آخر میں وحی الٰہی درج ہے انا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔[۱] وہ یہی فتح ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ایسے امور ظاہر کرے گا کہ لوگ سمجھ لیں گے کہ اب آخری فیصلہ ہے۔

ایک دوست نے عرض کی کہ حضور کا ایک پُرانا الہام ہے لَا تَنْقَطِعُ الْاَعْدَاءُ اِلَّا بِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔ ترجمہ۔ دشمن نہیں منقطع ہوں گے مگر ان میں سے ایک کی موت کے ساتھ

فرمایا:-

[۱] الفتح: ۲

ہیں اور سمندر کے کنارے بعض جگہ ایسے عمدہ ہوتے ہیں

ہاں یہ پُرانا الہام ہے ہمیں اس وقت یاد نہیں کہ یہ الہام کہیں چھپ چکا ہے یا نہیں

فرمایا:۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بہت سے جھوٹے نبی پیدا ہوئے تھے۔ مگر جھوٹا ہمیشہ بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ سچا پہلے ظاہر ہو جاتا ہے تو پھر اُس کی رِیس کر کے جھوٹے بھی نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ہمارے دعوے سے پہلے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کسی نے اس طرح خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ مگر ہمارے دعویٰ کے بعد چراغ دین اور عبدالحکیم اور کئی دوسرے ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔

جلد باز نکتہ چین

حضرت کی خدمت میں ایک شخص کا خط پیش ہوا کہ میں کئی جگہ گیا تھا اور میں نے آپ کی جماعت کے آدمیوں کو نماز کی بروقت پابندی میں اور باہمی اخوت کے شرائط کی پابندی میں قاصر پایا۔

فرمایا:۔

اصلاح ہمیشہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔ بعض مستعجل لوگ ہیں جو نکتہ چینی پر جلدی کرتے ہیں اخلاص اور ثبات قدم خدا تعالےٰ کا ایک فضل ہے اور اس سلسلہ میں داخل ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ بہت لوگ ایسے ہیں جنہوں نے داخلہ کے فضل کی توفیق پائی اور ثبات قدم اور اخلاص کی توفیق کے حاصل کرنے کے واسطے ہنوز وہ منتظر ہیں۔ ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنی حالت کو دیکھے۔ کیا وہ جس دن اس سلسلہ میں داخل ہوا اس دن اس کی حالت وہ تھی جو آج اس کی ہے۔ ہر ایک آدمی رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے اور کمزوریاں آہستہ آہستہ دُور ہو جاتی ہیں گھبرانا نہیں چاہیئے اور اصلاح کے واسطے کوشش کرنی چاہیئے۔ اپنے بھائی کو حقارت سے نہ دیکھو بلکہ اس کے واسطے دُعا کرو۔ اس کے ساتھ لڑائی نہ کرو بلکہ اس کی اصلاح کی فکر کرو۔

موت کو یاد رکھو

ایک شخص نے عرض کی کہ مجھے نماز میں لذت نہیں آتی۔ فرمایا کہ

موت کو یاد رکھو۔ یہی سب سے عمدہ نسخہ ہے۔ دنیا میں انسان جو گناہ کرتا ہے۔ اس کی اصل جڑ یہی ہے کہ اُس نے موت کو بھلا دیا ہے۔ جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے وہ دنیا کی باتوں میں بہت تسلی نہیں پاتا۔ لیکن جو شخص موت کو بھلا دیتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کے اندر طول امل پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ لمبی لمبی امیدوں کے منصوبے اپنے دل میں باندھتا ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ جب کشتی میں کوئی بیٹھا ہو اور کشتی غرق ہونے لگے تو اس وقت دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ کیا ایسے وقت میں انسان گناہگاری کے خیالات دل میں لا سکتا ہے؟ ایسا ہی زلزلہ اور طاعون کے وقت میں چونکہ موت سامنے آجاتی ہے اس واسطے گناہ نہیں کر سکتا اور نہ بدی کی طرف اپنے خیالات کو دوڑا سکتا ہے۔ پس اپنی موت کو یاد رکھو۔

سلام

ایک دوست نے عرض کی کہ مخالفین نے ہم کو سلام کہنا چھوڑ دیا۔ فرمایا:۔

تم نے اُن کے سلام سے کیا حاصل کر لینا ہے۔ سلام تو وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ خدا تعالیٰ کا سلام وہ ہے جس نے ابراہیمؑ کو آگ سے سلامت رکھا۔ جس کو خدا کی طرف سے سلام نہ ہو بندے اس پر ہزار سلام کریں اس کے واسطے کسی کام نہیں آسکتے قرآن شریف میں آیا ہے سلامٌ قولاً من ربٍّ رحیم[1]۔

ایک دفعہ ہم کو کثرتِ پیشاب کے باعث بہت تکلیف تھی۔ ہم نے دعا کی۔ الہام ہوا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

اسی وقت تمام بیماری جاتی رہی۔ سلام وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ باقی سب رسمی سلام ہیں۔

[1] یٰسٓ : ۵۹

چکڑالوی لوگ غور کریں

ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں ایک فقہی مسئلہ پیش کر کے درخواست کی کہ اس کا جواب صرف قرآن شریف سے پیش کیا جاوے۔

حضرت نے فرمایا کہ

متقی کے واسطے مناسب ہے کہ اس قسم کا خیال دل میں نہ لاوے کہ حدیث کوئی چیز نہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جو عمل تھا وہ گویا قرآن کے مطابق نہ تھا۔ آجکل کے زمانہ میں مرتد ہونے کے قریب جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے ایک خیال حدیث شریف کی تحقیر کا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام کاروبار قرآن شریف کے ماتحت تھے۔ اگر قرآن شریف کے واسطے معلم کی ضرورت نہ ہوتی تو قرآن رسُول پر کیوں اُترتا۔ یہ لوگ بہت بے ادب ہیں کہ ہر ایک اپنے آپ کو رسُول کا درجہ دیتا ہے اور ہر ایک اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہے کہ قرآن شریف اسی پر نازل ہوا ہے۔ یہ بڑی گستاخی ہے کہ ایک چکڑالوی مولوی جو معنے قرآن کے کرے اس کو مانا جاتا ہے اور قبول کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے رسُول پر جو معنے نازل ہوئے اُن کو نہیں دیکھا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو انسانوں کو اس امر کا محتاج پیدا کیا ہے کہ ان کے درمیان کوئی رسُول مامُور مجدّد ہو۔ مگر یہ چاہتے ہیں کہ ان کا ہر ایک رسُول ہے اور اپنے آپ کو غنی اور غیر محتاج قرار دیتے ہیں۔ یہ سخت گناہ ہے۔ ایک بچّہ محتاج ہے کہ وہ اپنے والدین وغیرہ سے تکلّم سیکھے اور بولنے لگے۔ پھر اُستاد کے پاس بیٹھ کر سبق پڑھے۔ جائے استاد خالی است۔

چکڑالوی لوگ دھوکہ دیتے ہیں کہ کیا قرآن محتاج ہے۔ اے نادانو! کیا تم بھی محتاج نہیں؟ اور خدا تعالےٰ کی ذات کی طرح بے احتیاج ہو۔ قرآن تمہارا محتاج نہیں پر تم محتاج ہو کہ قرآن کو پڑھو سمجھو اور سیکھو۔ جبکہ دنیا کے معمولی کاموں کے واسطے تم اُستاد پکڑتے ہو تو قرآن شریف کے واسطے اُستاد کی ضرورت کیوں نہیں؟ کیا بچّہ ماں کے پیٹ سے

نکلتے ہی قرآن پڑھنے لگے گا؟ بہر حال معلّم کی ضرورت ہے۔ جب مسجد کا مُلّاں ہمارا معلّم ہو سکتا ہے تو کیا وہ نہیں ہو سکتا جس پر خود قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ دیکھو قانون سرکاری ہے اس کے سمجھنے اور سمجھانے کے واسطے بھی آدمی مقرر ہیں حالانکہ اس میں کوئی ایسے معارف اور حقائق نہیں جیسے کہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب میں ہیں۔ یاد رکھو کہ سارے انوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہیں جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتے ان کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بجز نور اتباع خدا تعالیٰ کو بھی پہچاننا مشکل ہے۔ شیطان شیطان اسی واسطے ہے کہ اس کو نُور اتباع حاصل نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ۲۳ سال دُنیا میں رہے۔ متقی کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اس بات کو محبت کی نگاہ سے دیکھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا طریق عمل تھا۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۱ صفحہ ۶ مورخہ یکم اگست ۱۹۰۷ء)

نیز (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۸ صفحہ ۵ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۰۷ء)

---

۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء

آجکل کے فقر اور فقراء

فرمایا:-

میں تعجب کرتا ہوں کہ آجکل بہت لوگ فقیر بنتے ہیں مگر سوائے نفس پرستی کے اور کوئی غرض اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اصل دین سے بالکل الگ ہیں جس دنیا کے پیچھے عوام لگے ہوئے ہیں اسی دُنیا کے پیچھے وہ بھی خراب ہو رہے ہیں۔ توجہ اور دم کشی اور منتر جنتر اور دیگر ایسے امور کو اپنی عبادات میں شامل کرتے ہیں جن کا عبادت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ صرف دنیا پرستی کی باتیں ہیں اور ایک ہندو کافر اور ایک مشرک عیسائی بھی ان ریاضتوں اور ان کی مشق میں ان کے ساتھ شامل ہو سکتا بلکہ اُن سے بڑھ سکتا ہے۔ اصلی فقیر تو وہ

ہے جو دُنیا کی اغراض فاسدہ سے بالکل الگ ہو جائے اور اپنے واسطے ایک تلخ زندگی قبول کرے تب اس کو حالت عرفان حاصل ہوتی ہے اور وہ ایک قوت ایمانی کو پاتا ہے آجکل کے پیرزادے اور سجادہ نشین نماز جو اعلیٰ عبادت ہے اس کی تو پروا نہیں کرتے یا ایسی جلدی جلدی ادا کرتے ہیں جیسے کہ کوئی بیگار کاٹنی ہوتی ہے اور اپنے اوقات کو خود تراشیدہ عبادتوں میں لگاتے ہیں جو خدا اور رسول نے نہیں فرمائیں۔ ایک ذکر اّرہ بنایا ہوا ہے جس سے انسان کے پھیپھڑے کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ بعض آدمی ایسی مشقوں سے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ ان کو جاہل لوگ ولی سمجھنے لگ جاتے ہیں خدا تعالیٰ نے اپنی رضامندی کی جو راہیں خود ہی مقرر فرما دی ہیں وہ کچھ کم نہیں۔ خدا تعالیٰ ان باتوں سے راضی ہوتا ہے کہ انسان عفت اور پرہیزگاری اختیار کرے صدق و صفا کے ساتھ اپنے خدا کی طرف جھکے۔ دنیوی کدورتوں سے الگ ہو کر تبتّل الی اللہ اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کو سب چیزوں پر اختیار حاصل ہے۔ خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔ نماز انسان کو منزہ بنا دیتی ہے۔ نماز کے علاوہ اُٹھتے بیٹھتے اپنا دھیان خدا تعالیٰ کی طرف رکھے یہی اصل مدعا ہے جس کو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اُٹھتے بیٹھتے خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی قدرتوں میں فکر کرتے ہیں۔ ذکر اور فکر ہر دو عبادت میں شامل ہیں۔ فکر کے ساتھ شکرگذاری کا مادہ بڑھتا ہے۔ انسان سوچے اور غور کرے کہ زمین اور آسمان، ہوا اور بادل، سورج اور چاند، ستارے اور سیارے، سب انسان کے فائدے کے واسطے خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ فکر معرفت کو بڑھاتا ہے۔

غرض ہر وقت خدا کی یاد میں اس کے نیک بندے مصروف رہتے ہیں۔ اسی پر کسی نے کہا کہ جو دم غافل سو دم کافر۔ آجکل کے لوگوں میں صبر نہیں۔ جو اس طرف جھکتے ہیں وہ بھی ایسے مستعجل ہوتے ہیں کہ چاہتے ہیں کہ پھونک مار کر ایک دم میں سب

کچھ بنا دیا جائے اور قرآن شریف کی طرف دھیان نہیں کرتے کہ اس میں لکھا ہے کہ کوشش اور محنت کرنے والوں کو ہدایت کا راستہ ملتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تمام تعلق مجاہدہ پر موقوف ہے۔ جب انسان پوری توجہ کے ساتھ دعا میں مصروف ہوتا ہے تو اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور وہ آستانہ الٰہی پر آگے سے آگے بڑھتا ہے تب وہ فرشتوں کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے۔

ہمارے فقراء نے بہت سی بدعتیں اپنے اندر داخل کر لی ہیں۔ بعض نے ہندوؤں کے منتر بھی یاد کئے ہوئے ہیں اور ان کو بھی مقدس خیال کیا جاتا ہے۔ ہمارے بھائی صاحب کو ورزش کا شوق تھا۔ اُن کے پاس ایک پہلوان آیا تھا۔ جاتے ہوئے اُس نے ہمارے بھائی صاحب کو الگ لیجا کر کہا کہ میں ایک عجیب تحفہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جو بہت ہی قیمتی ہے۔ یہ کہکر اُس نے ایک منتر پڑھ کر اُن کو سُنایا اور کہا کہ یہ منتر ایسا پُرتاثیر ہے کہ اگر ایک دفعہ صبح کے وقت اس کو پڑھ لیا جاوے تو پھر سارا دن نہ نماز کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ وضو کی ضرورت۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے کلام کی ہتک کرتے ہیں۔ وہ پاک کلام جس میں ھُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ[1] کا وعدہ دیا گیا ہے خود اسی کو چھوڑ کر دوسری طرف بھٹکتے پھرتے ہیں۔ انسان کے ایمان میں ترقی تب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرمودہ پر چلے اور خدا پر اپنے توکل کو قائم کرے۔ ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو دیکھا کہ وہ کھجوریں جمع کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کس لئے ایسا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ کل کے لئے جمع کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو کل کے خدا پر ایمان نہیں رکھتا؟ لیکن یہ بات بلال کو فرمائی ہر کسی کو نہیں فرمائی۔ اللہ ہر ایک کو وعظ اور نصیحت اس کی برداشت کے مطابق کیا جاتا ہے۔

نصیحت

ایک شخص نے عرض کی کہ میں پہلے فقراء کے پاس پھرتا رہا اور کئی طرح کی مشکل

[1] البقرة : ۳

یا منتیں انہوں نے مجھ سے کرائیں۔ اب میں نے آپ کی بیعت کی ہے تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

فرمایا:-

نئے سرے سے قرآن شریف کو پڑھو اور اس کے معانی پر خوب غور کرو۔ نماز کو دل لگا کر پڑھو اور احکام شریعت پر عمل کرو۔ انسان کا کام یہی ہے۔ آگے پھر خدا کے کام شروع ہو جاتے ہیں۔ جو شخص عاجزی سے خدا تعالےٰ کی رضا کو طلب کرتا ہے خدا تعالیٰ اس پر راضی ہوتا ہے۔

اختلاف فقہار

فرمایا:-

آجکل علمار کے درمیان باہم مسائل کے معاملہ میں اس قدر اختلاف ہے کہ ہر ایک مسئلہ کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس میں اختلاف ہے جیسا کہ لاہور میں ایک طبیب غلام دستگیر نام تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ مریضوں اور اس کے لواحقین کی اس ملک میں رسم ہے کہ وہ طبیب سے پوچھا کرتے ہیں کہ یہ دوا گرم ہے یا سرد؟ تو میں نے اس کے جواب میں ایک بات رکھی ہوئی ہے۔ میں کہہ دیا کرتا ہوں کہ اختلاف ہے۔ اوّل تو اس اختلاف کے سبب کئی فرقے ہیں۔ پھر مثلاً ایک فرقہ حنفیوں کا ہے ان میں آپس میں اختلاف ہے۔ پھر خود امام ابوحنیفہ کے اقوال میں اختلاف ہے۔

آجکل کے پیروں کے مُرید

فرمایا:-

آجکل کے پیر اکثر فاحشہ عورتوں کو مُرید بناتے ہیں۔ بعض ہندوؤں کے پیر

ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی بدکرداریوں پر اور اپنے کفر پر برابر قائم رہتے ہیں۔ صرف پیر کو چندہ دے کر وہ مُرید بن سکتے ہیں۔ اعمال خواہ کیسے ہی ہوں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابوجہل کو بھی مُرید بنا سکتے تھے وہ اپنے بُتوں کی پرستش بھی کرتا رہتا اور اس قدر لڑائی جھگڑے کی ضرورت نہ پڑتی مگر یہ باتیں بالکل گناہ ہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۱ صفحہ ۳ مورخہ یکم اگست ۱۹۰۷ء)

و (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۸ صفحہ ۴ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

حضرت حج کو کیوں نہیں جاتے

ایک شخص نے عرض کی کہ مخالف مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحبؑ حج کو کیوں نہیں جاتے۔

فرمایا:-

یہ لوگ شرارت کے ساتھ ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے۔ صرف دو دن کا راستہ مدینہ اور مکہ میں تھا مگر آپ نے دس سال میں کوئی حج نہ کیا۔ حالانکہ آپ سواری وغیرہ کا انتظام کر سکتے تھے۔ لیکن حج کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو۔ وہاں تک پہنچنے اور امن کے ساتھ حج ادا کرنے کے وسائل موجود ہوں۔ جب وحشی طبع علماء اس جگہ ہم پر قتل کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور گورنمنٹ کا

---

[1] اس ڈائری پر کوئی تاریخ تو درج نہیں۔ لیکن اندازاً جولائی ۱۹۰۷ء کی کسی تاریخ کے یہ ملفوظات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (مرتب)

بھی خوف نہیں کرتے تو وہاں یہ لوگ کیا نہ کریں گے۔ لیکن ان لوگوں کو اس امر سے کیا غرض ہے کہ ہم حج نہیں کرتے۔ کیا اگر ہم حج کریں گے تو وہ ہم کو مسلمان سمجھ لیں گے؟ اور ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے؟ اچھا یہ تمام مسلمان علماء اول ایک اقرارنامہ لکھ دیں کہ اگر ہم حج کر آویں تو وہ سب کے سب ہمارے ہاتھ پر توبہ کر کے ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے مرید ہو جائیں گے۔ اگر وہ ایسا لکھ دیں اور اقرار حلفی کریں تو ہم حج کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے اسباب آسانی کے پیدا کر دے گا تاکہ آئندہ مولویوں کا فتنہ رفع ہو۔ ناحق شرارت کے ساتھ اعتراض کرنا اچھا نہیں ہے یہ اعتراض ان کا ہم پر نہیں پڑتا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی پڑتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف آخری سال میں حج کیا تھا۔

توکّل

فرمایا:-

توکل کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے والے کبھی ضائع نہیں ہوتے۔ جو آدمی صرف اپنی کوششوں میں رہتا ہے اس کو سوائے ذلت کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہمیشہ سے سنت اللہ یہی چلی آتی ہے کہ جو لوگ دنیا کو چھوڑتے ہیں وہ اس کو پاتے ہیں اور جو اس کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ اس سے محروم رہتے ہیں جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے وہ اگرچند روز مکر و فریب سے کچھ حاصل بھی کرلیں تو وہ لاحاصل ہے کیونکہ آخر ان کو سخت ناکامی دیکھنی پڑتی ہے۔ اسلام میں عمدہ لوگ وہی گذرے ہیں جنھوں نے دین کے مقابلہ میں دنیا کی کچھ پروا نہ کی۔ ہندوستان میں قطب الدین اور معین الدین خدا کے اولیاء گذرے ہیں۔ ان لوگوں نے پوشیدہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی مگر خدا تعالیٰ نے ان کی عزت کو ظاہر کر دیا۔

ہم نے بٹالہ میں ایک پیرزادہ کو دیکھا کہ وہ اپنی زمین کے مقدمات کے واسطے غبارآلودہ ہوا کسی ڈپٹی کے پیچھے پھرتا تھا۔ میں حیران ہوا کہ اگر اس شخص میں سچی نیکی ہوتی اور یہ خدا تعالےٰ پر توکل کرنے والا ہوتا تو ایسے مکدرات میں کیوں گرتا۔

اخلاق کے خراب کرنیوالے پادری

ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ دیسی عیسائی ہے اور مسلمان ہونا چاہتا ہے مگر روپے مانگتا ہے یا تنخواہ مانگتا ہے حالانکہ لیاقت کچھ نہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ

پادریوں نے ہندوستانیوں کے اخلاق خراب کر دیئے ہیں اور ان کو مذہب فروش بنا دیا ہے۔ کئی عیسائی دیکھے ہیں کہ وہ ہندوؤں یا مسلمانوں کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان یا ہندو ہونے کے واسطے تیار ہیں لیکن عیسائی لوگ ہم کو اس قدر تنخواہ دیتے ہیں تم کیا تنخواہ دوگے؟ جدھر سے زیادہ تنخواہ کی امید ہو اُدھر ہی جُھک پڑتے ہیں اور بسا اوقات کبھی اِدھر سے اور کبھی اُدھر سے بطور نیلام کے اپنی قیمت کے بڑھانے میں کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ بد اخلاقی ہندوستان میں پادریوں نے ہی پھیلائی ہے ورنہ ان سے پہلے ہندوستانی لوگ مذہب کے معاملہ میں ایسے رذیل اخلاق رکھنے والے نہ تھے۔

آدمیوں کو چاہیئے کہ جب ایک مذہب کو سچا سمجھ کر قبول کرے تو پھر اس پر استقامت دکھلائے۔ خدا تعالیٰ رازق ہے وہ خود تمام سامان مہیا کر دے گا۔ جب انسان خدا تعالیٰ کے واسطے کوئی کام کرتا ہے تو پھر اس کو موت کی پروا نہیں رہتی اور نہ اُسے خدا تعالیٰ ضائع کرتا ہے۔ اندرونی تقویٰ اور طہارت کا خیال کرنا چاہیئے۔ جن لوگوں کے دل اور دماغ میں صرف دنیا ہی رہ جاتی ہے وہ کس کام کے آدمی ہیں جو لوگ

سچے دل کے ساتھ خلوص نیت کے ساتھ خدا تعالٰی کی طرف جھکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کی دستگیری کرتا ہے۔ اس قسم کے عیسائی نومسلموں کی نسبت تو ہم نے ان لوگوں کو بہت ثابت قدم دیکھا ہے جو ہندوؤں میں سے مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ جیسا کہ شیخ عبدالرحیم ہیں۔ سردار فضل حق ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب، شیخ عبدالعزیز صاحب ہیں۔ ان لوگوں نے اسلام کی خاطر بہت دُکھ اُٹھائے مگر اپنے ایمان پر قائم رہے۔ جب سردار فضل حق صاحب مسلمان ہوئے تو اُن کو قتل کرنے کے واسطے کئی سکھ یہاں آئے تھے مگر خدا تعالیٰ نے اُن کو بچایا اور سردار صاحب نے کسی کا خوف نہ کیا۔ ایسا ہی شیخ عبدالرحیم صاحب کے چہرے سے نیک بختی کے آثار نمایاں ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب کو ایک دفعہ اُن کے رشتہ دار دھوکے سے لے گئے تھے اور وہاں لے جا کر اُن کو قید کر دیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اُن کو بچا لیا اور خود بخود یہاں چلے آئے۔

برخلاف اس کے عیسائیوں کا مذہب عموماً تنخواہ پر ہے۔ اگر آج ان کو موقوف کر دیا جائے تو بس ساتھ ہی ان کی عیسائیت بھی موقوف ہو جائے۔ امرت سر میں ایک پادری رجب علی تھا۔ وہ کئی مرتبہ مسلمانوں میں آکر ملتا تھا۔ پھر عیسائی ہو جاتا تھا۔ عیسائی ہونے کی حالت میں اس کا ایک اخبار نکلتا تھا۔ عیسائیوں سے کچھ ناراض تھا۔ ان دنوں میں ایک گرجا پر بجلی گری تھی۔ اس خبر کو اپنے اخبار میں درج کرتے ہوئے اس نے لکھا کہ گرجے پر بجلی گرنا دو اسباب سے خالی نہیں۔ یا تو اس کا سبب یہ ہوا ہے کہ رُوح القدس کو مصالحہ بہت لگ گیا تھا اور اس نے گرجے پر اُتر کر گرجے کو جلا دیا۔ اور اگر یہ سبب نہیں تو پھر یہ سبب ہے کہ میری آہ گرجے پر پڑی ہے اور اس نے گرجا کو جلا دیا ہے۔

اکثر اس قسم کے عیسائی دہریہ اور کمینہ طبع ہوتے ہیں۔ عیسائی مذہب کے کفارہ نے ایسی بے قیدی کر دی ہے کہ جو گناہ چاہو کر لو سزا تو یسوع بھگتے گا۔ اسی واسطے ضرب المثل ہو گئی ہے کہ ؎

عیسائی باش ہرچہ خواہی کُن

کیونکہ اگر زنا اور شراب حرام ہے تو پھر کفارے سے فائدہ کیا؟ کفارے کا یہی تو فائدہ ہے کہ اس نے معافی کی ایک راہ کھول دی ہے۔ اگر عیسائی بھی گناہ کرنے سے پکڑا جاتا ہے جیسا کہ غیر عیسائی پکڑا جاتا ہے تو پھر دونوں میں فرق کیا ہوا؟ اور کسی کو عیسائی بننے سے فائدہ کیا حاصل ہوا؟

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ صفحہ ۸ مورخہ ۸ راگست ۱۹۰۷ء)

نیز (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۹ صفحہ ۱۰-۱۱ مورخہ ۷ راگست ۱۹۰۷ء)

یکم اگست ۱۹۰۷ء

ڈاکٹر مُرتد

تازہ الہام الٰہی اِنّی معینٌ من اراد اھانتک کا ذکر تھا۔

فرمایا کہ

قریب العہد اہانت کرنے والا تو ڈاکٹر عبدالحکیم ہے جس نے بہت اہانت کے لفظوں میں ایک خط لکھا ہے اور ہماری موت کے متعلق پیشگوئی کی ہے۔ یہ وحی الٰہی پہلے بھی بہت بار نازل ہو چکی ہے۔ مگر ہر بار اس کا شان نزول جدید ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی مخالفت سے رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے۔ ضرور تھا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے تاکہ صادق اور کاذب کے درمیان ایک فرق ہو جائے۔ سب انبیاء کے وقتوں میں ایسے مخالف ہوتے چلے آئے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسے آدمی موجود تھے۔ مگر اس قسم کے لوگ ہمیشہ بعد میں آتے ہیں۔ شروع میں صادق ہی ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی ریس کرتے ہیں۔ اس میں خدا تعالےٰ کی حکمت ہے کہ جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ اچھی طرح سے شائع نہ ہو گیا۔

تب تک کوئی ایسا آدمی پیدا نہ ہوا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تاکہ کوئی ایسا نہ کہہ سکے کہ اس شخص نے فلاں شخص کی ریس کر کے دعویٰ نبوت کر دیا ہے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں مطلق خاموشی تھی۔ کوئی شخص خدا تعالیٰ سے وحی پانے کا اور مسیح موعود ہونے کا مدعی نہ تھا ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے ہم پر اپنی وحی نازل کر کے ہمیں مسیح موعود بنایا۔ یہ امر بھی منہاج نبوت میں داخل ہے کہ صادق کا دعویٰ اول ہو اور کاذب پیچھے ہوں۔ اور لوگوں کی بے خبری کے علاوہ ہم تو خود بھی بے خبر تھے۔ اپنے طور پر میری عادت تھی کہ غیر مذاہب کے برخلاف اخبارات میں مضامین دیتا تھا اور اسلام کی صداقت کے ظہور میں کوشاں رہتا تھا۔ ان ایام میں ایک عیسائی کا اخبار سفیر ہند نام نکلا کرتا تھا اور ایک برہموؤں کا رسالہ بنام برادر ہند شائع ہوتا تھا۔ ان ہر دو میں بعض مضامین میں نے لکھے تھے مگر ان مضامین میں ہمارا مطلب صرف عقلی دلائل کے پیش کرنے کا ہوتا تھا اور وحی الٰہی اور نشانات کے دکھانے کا کوئی خیال نہ تھا۔ دو جلدیں براہین احمدیہ کی میں لکھ چکا تھا اور اس وقت تک مجھے خبر نہ تھی جبکہ یکدفعہ یہ الہام ہوا۔ الرحمٰن علم القراٰن۔ قُل انّی اُمرت و انا اول المؤمنین۔ اسی براہین احمدیہ میں ہم نے یہ الہام بھی درج کیا ہے کہ یا عیسٰی انّی متوفیک و رافعک الیّ۔ اور اسی میں ہم نے حضرت عیسٰی کے متعلق اپنا وہی عقیدہ پیش کیا ہے جو پُرانا عقیدہ تھا کہ مسیح آسمان پر ہے۔ اس سے دیکھنے والے کے واسطے یہ امر ظاہر ہے کہ اگر ہم تصنّع اور بناوٹ سے کوئی کام کرتے اور افترا کے ساتھ یہ باتیں بناتے تو ہم ایسا کیوں کرتے۔ جو شخص افترا کرنے لگتا ہے وہ تو اول ہی سب پہلو سوچ لیتا ہے۔ اس میں بھی خدا تعالےٰ کی ایک مصلحت تھی کہ ہم نے ایسا لکھ دیا تاکہ ہماری سچائی پر ایک دلیل قائم ہو جائے۔ پہلے سے ہی براہین کے اندر ایک تناقض ہو گیا۔ اور ہم خود بھی اس تناقض کو نہ سمجھ سکے۔ یہ خدا تعالےٰ کی ایک بڑی حکمت تھی۔

کوئی اور نشان

فرمایا:-

گذشتہ دنوں میں خدا تعالیٰ بہت سے نشانات دکھا چکا ہے جن میں سے بعض کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی درج ہو چکے ہیں مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر کسی اور نشان کی تیاری ہو رہی ہے تاکہ ایمانداروں کے ایمان اور قوی ہو جاویں۔ ہر ایک نشان جو ظاہر ہوتا ہے اس سے لوگوں کے ایمان قوی ہوتے ہیں کیونکہ نشان کے ذریعہ سے ایک انکشاف تام ہو جاتا ہے۔ جب آدمی اچھی طرح سے معلوم کر لیتا ہے کہ خدا تعالےٰ کس بات میں راضی ہے اور کس دین کے حق میں وہ اپنے نشانات زبردست دکھاتا ہے۔ تب انسان اس دین کو سچے دل سے قبول کرتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اس کی خاطر ہر ایک تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ نشانات کے ذریعہ تکمیل ایمان ہوتی ہے جماعت کے واسطے خدا تعالیٰ نے یہ ایک عمدہ راہ نکالی ہے۔ جب خدا تعالےٰ کی فرمائی ہوئی باتیں پوری ہوتی ہیں تو دل کو سرور اور خوشی ہوتی ہے۔ انسان خدا تعالےٰ کے فضل سے سیراب ہو جاتا ہے اور اس کا یقین بڑھتا ہے کہ اس سلسلہ کے اختیار کرنے میں مَیں نے کوئی غلطی نہیں کھائی۔ مگر یہ مت خیال کرو کہ غلطی کے نہ کھانے میں تمہاری کوئی بہادری ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ بھی خدا تعالےٰ کا ایک فضل ہے کہ تم نے غلطی نہیں کھائی ورنہ بڑے بڑے فاضل اور مولوی لوگ اس جگہ ٹھوکر کھا گئے ہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ صفحہ ۸-۹ مورخہ ۸ راگست ۱۹۰۷ء)

نیز

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۹ صفحہ ۱۱ مورخہ ۱۷ راگست ۱۹۰۷ء)

اگست ۱۹۰۷ء[1]

دوکانداری میں مشکلات

ایک شخص نے عرض کی کہ میں ایک گاؤں میں دوکان پر گڑ شکر بیچتا ہوں بعض دفعہ لڑکے یا زمینداروں کے مزدور اور خادم جاکر کپاس یا گندم یا ایسی شئے لاتے ہیں اور اس کے عوض میں سودا لے جاتے ہیں جیسا کہ دیہات میں عموماً دستور ہوتا ہے۔ لیکن بعض لڑکے یا چاکر مالک سے چوری ایسی شئے لاتے ہیں۔ کیا اس صورت میں ان کو سودا دینا جائز ہے یا کہ نہیں؟

فرمایا:-

جب کسی شئے کے متعلق یقین ہو کہ یہ مال مسروقہ ہے تو پھر اس کا لینا جائز نہیں لیکن خواہ مخواہ اپنے آپ کو بدظنی میں ڈالنا امر فاسد ہے۔ ایسی باتوں میں تفتیش کرنا اور خواہ مخواہ لوگوں کو چور ثابت کرنے کی کوشش کرنا دکاندار کا کام نہیں۔ اگر دوکاندار ایسی تحقیقاتوں میں لگے گا تو پھر دکانداری کس وقت کرے گا؟ ہر ایک کے واسطے تفتیش کرنا منع ہے۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ گائے ذبح کرو۔ بہتر تھا ایک گائے پکڑ کر ذبح کر دیتے۔ حکم کی تعمیل ہو جاتی۔ انہوں نے خواہ مخواہ اور باتیں پوچھنی شروع کیں کہ وہ کیسی گائے ہے اور کیا رنگ ہے اور اس طرح کے سوال کرکے اپنے آپ کو اور دقت میں ڈال دیا۔ بہت مسائل پوچھتے رہنا اور باریکیاں نکالتے رہنا اچھا نہیں ہوتا۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ صفحہ ۵ مورخہ ۸ راگست ۱۹۰۷ء)

---

[1] اس ڈائری پر صرف اگست ۱۹۰۷ء لکھا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ ۲ تا ۵ راگست کی کسی تاریخ کے یہ ملفوظات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (مرتب)

۱۶ راگست ۱۹۰۷ء

گذشتہ رُوحوں کو ثواب

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ اگر کوئی شخص حضرت سید عبدالقادرؒ کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر کھانا پکا کر کھلا وے تو کیا یہ جائز ہے ؟

حضرت نے فرمایا کہ

طعام کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے۔ گذشتہ بزرگوں کو ثواب پہنچانے کی خاطر اگر طعام پکا کر کھلایا جائے تو یہ جائز ہے لیکن ہر ایک امر نیّت پر موقوف ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح کے کھانے کے واسطے کوئی خاص تاریخ مقرر کرے اور ایسا کھانا کھلانے کو اپنے لئے قاضی الحاجات خیال کرے تو یہ ایک بُت ہے اور ایسے کھانے کا لینا دینا سب حرام ہے اور شرک میں داخل ہے۔ پھر تاریخ کی تعیین میں بھی نیّت کا دیکھنا ہی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ملازم ہے اور اُسے مثلاً جمعہ کے دن ہی رخصت مل سکتی ہے تو ہرج نہیں کہ وہ اپنے ایسے کاموں کے واسطے جمعہ کا دن مقرر کرے۔ غرض جب تک کوئی ایسا فعل نہ ہو جس میں شرک پایا جائے صرف کسی کو ثواب پہنچانے کی خاطر طعام کھلانا جائز ہے۔

قرآن شریف کے اوراق کا ادب

ایک شخص نے عرض کی کہ قرآن شریف کے بوسیدہ اوراق کو اگر بے ادبی سے بچانے کے واسطے جلا دیا جائے تو کیا جائز ہے ؟ فرمایا:۔

جائز ہے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی بعض اوراق جلائے تھے۔ نیت پر موقوف ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ صفحہ ۵ مورخہ ۸ راگست ۱۹۰۷ء)

۱۵ اگست ۱۹۰۷ء

(بعد از نماز ظہر)

ایک شخص نور محمد نامی نے بیعت کے واسطے عرض کی۔ فرمایا:۔

عصر کے وقت کر لینا

عصر کے وقت جب حضرت تشریف لائے تو وہ شخص بیعت کے لئے آگے بڑھا۔ حضرت نے فرمایا

جس جس نے بیعت کرنی ہے آجاؤ

چونکہ جگہ تنگ اور لوگ زیادہ تھے حضرت نے فرمایا:۔

تم لوگ ایک دوسرے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دو

بیعت کے بعد حضرت نے اس شخص کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

کیا آپ ملتان سے آئے ہیں؟

شخص۔ حضور ملتان سے

حضرت۔ خاص ملتان گھر ہے یا گرد و نواح میں؟

شخص۔ حضور امیر پور ایک گاؤں تحصیل کبیر والہ میں ہے۔ وہاں بڑے بھاری مخالف ہیں۔

حضرت۔ اس طرف بھی بارش ہوئی ہے؟

شخص۔ حضور اس طرف کم بارش ہوئی ہے۔

حضرت۔ اس طرف بارش ہمیشہ کم ہی ہوا کرتی ہے۔ اس طرف لوگوں کی صحت تو اچھی ہوگی۔ کوئی بیماری تو نہیں ہوگی۔

شخص۔ بیماری کم ہی ہے۔

حضرت۔ اس طرف تو سلسلہ کی مخالفت کثرت سے نہیں؟

شخص۔ بہت لوگ مخالف ہیں۔

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا:۔

عادت اللہ اسی طرح پر ہے کہ جس سلسلہ کو خدا تعالیٰ خود قائم کرتا ہے اس کی سب سے زیادہ مخالفت ہوتی ہے۔ جس سلسلہ کی مخالفت نہ ہو یا اگر ہو بھی تو بہت کم ہو وہ سلسلہ سچا سلسلہ نہیں ہوتا۔ سچے سلسلہ کی سچائی کا ایک بڑا نشان یہ بھی ہے کہ اس کی بہت مخالفت ہو۔ دیکھو۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ نبوت کیا تو کمبخت مخالفوں نے بہت شور مچایا اور بڑی مخالفت کی۔ مگر جب مسیلمہ کذاب نے دعویٰ کیا تو سب آپس میں مل جل گئے۔ کسی نے مخالفت نہ کی۔ وجہ یہ ہے کہ شیطان جھوٹے کا دشمن نہیں ہوتا۔ سچے کی مخالفت میں سب اپنا زور لگاتا ہے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنے بیگانے سب دشمن ہو گئے۔ کیا عالم اور کیا جاہل سب کے سب مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ یہانتک کہ جن کو دین سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا وہ بھی دشمن ہو گئے۔

آجکل بھی یہی حال ہے۔ ہر ایک نے مخالفت پر کمر باندھی ہوئی ہے۔ بڑے بڑے جرائم پیشہ اور بدکار لوگ ہماری مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو دنیا طلبی کی ہی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں اور بھولے سے بھی کبھی دین کا نام نہیں لیتے۔ ہر وقت زمینداری اور ملازمت میں ہی مست رہتے ہیں اور دین کی ذرہ بھی پروا نہیں کرتے اور مذہب سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتے۔ وہ ہماری مخالفت کرتے اور ہمارا نام سنتے ہی آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر تمام دنیا سے بدتر ہوں تو میں ہی ہوں۔ سو ایسے لوگوں کا فیصلہ تو اب خدا خود کرے گا۔ ایسوں کو کیا جواب دیا جاوے ان کا فیصلہ تو خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے بہت گندوں اور شرارتوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف اشارات ہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ایسے لوگوں کی بابت لکھا ہے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہتے تھے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو شور ڈالا کرو اور تالیاں بجایا کرو۔ اور پھر بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کی نسبت اللہ کریم فرماتا ہے واذا لقوا الذین

آمنوا قالوا آمنا و اذا خلوا الی شیاطینہم قالوا انا معکم انما نحن مستہزءون [1]

اور ایسے لوگ بہت پائے جاتے تھے جو دوسروں کو کہتے تھے کہ جھوٹے طور پر بیعت کر آؤ اور پھر کہو کہ ہم سب کچھ دیکھ آئے ہیں کوئی بات نہیں وہ تو دکانداری ہے اور پھر مرتد ہو جاؤ اور پھر ایسے لوگوں کو جو بیعت کر کے پھر جاتے تھے، پیش کر کے کہتے تھے کہ دیکھو یہ تجربہ کار لوگ ہیں مرتد ہو گئے ہیں۔ یہ محض جھوٹا سلسلہ ہے۔ ایسا ہی چند آدمیوں نے ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی کیا ہے۔ پہلے جھوٹے طور پر یہاں آکر بیعت کی۔ پھر بعد ازاں یہاں سے جا کر چھپوا دیا کہ ہم سب کچھ دیکھ آئے ہیں کچھ بھی نہیں۔ ہم بھی مرید ہوئے سب پتہ لیا محض دھوکہ بازی ہے۔ بیوقوف اتنا نہیں جانتے کہ آخر کار کام تو وہی ہو کر رہے گا جو ارادۂ الٰہی میں ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ جہاں ہماری مخالفت میں زیادہ شور اٹھا ہے وہاں ہی زیادہ جماعت تیار ہوئی ہے۔ جہاں مخالفت کم ہے وہاں ہماری جماعت بھی کم ہے۔

ایک شخص نے سلسلہ تقریر میں عرض کی کہ اگر کوئی حقیقۃ الوحی کو خدا کے خوف سے پڑھے تو ضرور مان لیوے۔

حضرت نے فرمایا:۔

خدا تعالیٰ کا خوف ان میں رہا ہی کہاں ہے۔ خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا تو ہماری مخالفت ہی کیوں کرتے۔ خدا تعالیٰ نے اتمام حجت کر دی۔ ہماری تائید میں بڑے بڑے نشان دکھائے گئے۔ مگر ان لوگوں کا کیا کیا جاوے۔ اتنے نشانات ہیں کسی کی نظیر تو پیش کریں۔ اور نشان جانے دو۔ ان سے کوئی پوچھے کہ ۲۶ - ۲۷ سال ہمیں دعویٰ کئے گذر گئے اور ہزاروں نشانات ہماری تائید میں ظاہر ہوئے۔ کسی ایسے جھوٹے کی نظیر تو پیش کرو جس نے خدا تعالیٰ پر افترا کیا ہو اور اتنی مہلت اور نشانات اس کی تائید میں دکھائے گئے ہوں۔ خدا تعالیٰ نے اس کے مخالف ہلاک تباہ اور ذلیل کر دیئے ہوں۔ حالانکہ خدا جانتا تھا کہ وہ مفتری ہے۔ بھلا کوئی نظیر تو دو۔ سنت اللہ اسی طرح سے ہے کہ جب کوئی خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے۔ تو

[1] البقرۃ ۱۵

عبدالحکیم وغیرہ کی طرح بعض لوگ الہام کے دعویدار بن بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بھی رسول ہیں۔ مگر ایسے دعویٰ کرنے والے ہمیشہ بعد میں ہوتے ہیں۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ کیا۔ اور اُس کی اچھی طرح سے شہرت ہو گئی تب مسیلمہ کذاب وغیرہ نے بھی دعویٰ کر دیا۔ ویسا ہی ہمیں بھی ۲۶-۲۷ برس دعویٰ کئے گذر گئے تو ان لوگوں کو بھی دعوے یاد آگئے۔

مگر یاد رکھو کہ سچے کی نشانی یہ بھی ہے کہ وہ سب سے پہلے دعویٰ کرتا ہے وہ کسی کی ریس نہیں کرتا۔ ابُوسفیان وغیرہ جب کُفر کے زمانہ میں قیصر کے پاس گئے تو اُس نے اُن سے یہی پُوچھا تھا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے پہلے بھی کسی نے دعویٰ کیا ہوا ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تب اُس نے کہا کہ اگر اس سے پہلے کوئی دعویٰ کرنے والا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ ریس کرتا ہے۔ ابتداءً دعویٰ کرنا یہ سچے کی شناخت پر ایک بڑی بھاری دلیل ہے۔ دیکھو ۲۶-۲۷ برس گذر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں تو ایک بچہ بھی پیدا ہو کر باپ بن سکتا ہے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰ صفحہ ۱۱ مورخہ ۲۴ راگست ۱۹۰۷ء)

---

۱۷ اگست ۱۹۰۷ء

(بوقت عصر)

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

آج رات کے دو بجے الہام ہوا تھا

اِنَّ خبر رسول اللہ واقعٌ

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پیشگوئی واقع ہونے والی ہے۔ دو تین ماہ میں کوئی نہ کوئی نشان ظہور میں آجاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کے خاتمہ کے دن قریب ہیں۔

کیونکہ لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں نئے نئے نشانات ظہور میں آئیں گے اور جیسے تسبیح کا دھاگا توڑ دیا جاوے تو دانے پر دانہ گرتا ہے ویسے ہی نشان پر نشان ظاہر ہوگا۔ یہ عجیب بات ہے کہ کوئی سال اب خالی نہیں جاتا۔ دو چار مہینہ میں کوئی نہ کوئی نشان ضرور واقع ہو جاتا ہے۔ تمام نبیوں نے اس بات کو مان لیا ہے کہ جس زور سے آخری زمانہ میں نشانات کا نزول ہوگا اس سے پہلے ویسا کبھی نہیں ہوا ہوگا۔

مخالفت ہمارے لئے مفید ہے

فرمایا:۔

مخالفوں کا انکار ہمارے واسطے بہتر ہے کیونکہ جتنی گرمی زور سے پڑتی ہے اتنی ہی بارش زور سے ہوتی ہے۔ جس قدر مخالفوں میں تپش بڑھتی جائے گی اتنے ہی نشانات بارش کی طرح برستے جائیں گے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰ صفحہ ۴ مورخہ ۲۴ راگست ۱۹۰۷ء)

۱۸ راگست ۱۹۰۷ء

(بوقت عصر)

مسیح موعود پر اعتراض نئی بات نہیں

کسی شخص کے ذکر پر فرمایا کہ

مجوسیوں یہودیوں اور نصرانیوں نے بھی تو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کئے تھے۔ جس طرح سے لوگ انبیاء پر اعتراض کرتے رہے ہیں اور خدا تعالےٰ آخر اُن کے جواب دیتا رہا ہے اسی طرح کے جواب ہم سے بھی لو۔ ان کو چاہیئے کہ ہم پر کوئی ایسا اعتراض کریں جو کسی پہلے نبی پر نہ ہو سکتا ہو۔ چاہیئے کہ منہاج نبوت پر ہمیں پرکھ

لیں۔ آتھم کی نسبت اعتراض کرتے ہیں۔ مگر ان کو خیال کرنا چاہیئے کہ جب اسے کہا گیا تھا کہ چونکہ تم نے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دجال کہا ہے اس لئے تمہاری نسبت یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ تو یہ بات سُنکر اُس نے سر ہلایا اور کہا کہ نہیں جی، نہیں جی۔ میں نے تو نہیں کہا اور زبان نکالی اور کانوں پر ہاتھ رکھ کر بڑا انکار کیا۔ اور

آتھم کی پیشگوئی

اکثر روتا رہتا تھا اور اِدھر اُدھر اس طرح پھرتا رہتا تھا جیسے کسی کو قطرب کی بیماری ہو جاتی ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ مخالف کی بات کا اس قدر اثر پڑ جانا کہ اکثر اوقات روتے رہنا کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ اس نے رجوع کیا تھا۔ ساٹھ ستر آدمیوں کے سامنے اس نے زبان نکالی اور کانوں پر ہاتھ رکھ کر دجال کہنے سے رجوع کیا تھا۔

لیکھرام کی پیشگوئی

لیکھرام کی نسبت ۶ برس کی پیشگوئی تھی۔ ۵ برس اس نے شوخی سے گذارے۔ اور میری نسبت پیشگوئی بھی کی کہ تم تین سال کے اندر ہیضہ سے مر جاؤ گے۔ چونکہ اس نے بہت شوخی کی تھی اس لئے وہ مہلت بھی اس کے لئے کم کر دی گئی اور ۵ برس کے اندر ہی ہلاک ہو گیا اور یہ ایک جلالی رنگ کی پیشگوئی تھی مگر آتھم نے چونکہ انکساری اختیار کی تھی اس لئے خوف اور رجوع کے سبب اس کی میعاد بڑھ گئی۔ اور یہ ایک جمالی رنگ کی پیشگوئی تھی۔

عبدالحکیم مُرتد

عبدالحکیم کی شوخی اور بیباکی پر حضرت نے فرمایا کہ

ہزاروں لوگ خود پسندی اور رعونت کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ تو بہت ہی دلیر ہو گیا ہے اور حد سے بڑھ گیا ہے جتنی گالیاں انسان سوچ سکتا ہے وہ سب

اُس نے ہمیں دی ہیں۔ اس کے رُوبرو بڑے بڑے نشانات خدا تعالیٰ نے دکھلائے۔ اُس نے خود بھی تصدیق کی۔ بیس برس تک یہ ہمارا مصدق رہا۔ اس کے خطوط میرے پاس موجود ہیں۔ یہ کہتا تھا کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر نجات ہو سکتی ہے۔ ہم نے اُسے نصیحت کی اور اس کی غلطی سے اُسے متنبہ کیا۔ مگر اس نے بُرا منایا۔ آخر اس کا یہ مرض بڑھتا گیا اور تکبر پیدا ہوتا گیا۔ شیطان بھی تو تکبر کی وجہ سے ہی ہلاک کیا گیا تھا۔ اس کو چاہیئے تھا کہ جب ہم نے روکا تھا تو خود قادیان میں آجاتا۔ ہماری صحبت سے فائدہ اُٹھاتا اور اپنے وساوس کو انکساری سے پیش کرتا۔ ایسے گند نبیوں کے ذریعہ سے ہی دُور ہو سکتے ہیں۔ مگر وہ کہتا ہے کہ نبیوں کی اتباع کی ضرورت نہیں۔ خاکساری کے ساتھ آتا۔ ہم دُعا بھی کرتے اور اس کے وساوس کا جواب بھی دے دیتے۔ اس نے اپنا ایک خواب بھی چھپوایا تھا کہ جس میں یہ ایک شخص کو کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے میرا نام بیعت سے کاٹ دیا ہے۔ اب اگر اس کے دل میں واقعی اعتراض تھے تو اس کو خود الگ ہونا چاہئے تھا نہ کہ ہم خود کاٹتے۔ اگر وہ ہمارے سلسلہ کو بُرا سمجھ کر چھوڑ دیتا۔ پھر تو ایک بات تھی مگر ہم نے اُس کو خود جماعت سے کاٹ دیا ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں مانتا ہے کہ انہوں نے خود میرا نام بیعت سے کاٹ دیا۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰ صفحہ ۴ مورخہ ۲۴؍اگست ۱۹۰۷ء)

۱۹؍اگست ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

الہام

"آید آں روزے کہ مستخلص شود"

طبیبوں کے علاج اور بعض بیماریوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس پر حضرت اقدس

نے فرمایا کہ

اکثر طبیبوں کا یہ کام ہے کہ جب انہیں مایوسی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں اور بظاہر نظر کامیابی کی راہیں مسدود نظر آتی ہیں تو کہدیا کرتے ہیں کہ یہ خاص خاص شبہات پیدا ہوگئے تھے ورنہ یہ ہوتا تو ٹھیک تھا۔ یہ بات نہیں ہوسکی وہ نہیں ہوسکی۔ ایسا کرنا چاہیئے تھا ویسا کرنا چاہیئے تھا مگر یہ سب باتیں توحید کے برخلاف ہیں۔ اگر طبیب سے غلطی ہو گئی ہے یا کامیابی نہیں ہوسکی تو پھر کیا ہوا۔ اس کا کام تو صرف ہمدردی کرنا تھا تقدیر کا مقابلہ نہ کرنا تھا۔

ایک طبیب کا ذکر ہے کہ وہ قبرستان کو جاتے وقت برقع پہن لیا کرتے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ طبیب نے جواب دیا کہ یہ سب آدمی میری دوائیوں سے ہی ہلاک ہوئے تھے۔

سنت اللہ اسی طرح سے ہے کہ کام تو وہ خود کرتا ہے مگر اپنی حکمت سے اسباب کا ایک سلسلہ بھی قائم کر دیا ہوا ہے۔ پنجابی میں ایک مثل ہے کہ " مارے آپے نام دھرایا تاپ " عجیب بات ہے کہ کل بگڑتی کی بگڑتی چلی جاتی ہے کچھ پتہ نہیں لگتا کہ ہوتا کیا ہے۔ کوئی دعویٰ کرنے کا امکان نہیں۔ دیکھو جہاں بیچ پڑنا ہوتا ہے وہاں بے اختیار خود بخود صورت بگڑتی جاتی ہے۔ ایک مرض کا علاج کرو تو ساتھ ہی قے کے ذریعہ سے یا کسی اور وجہ سے کئی مرضیں اور پیدا ہو جاتی ہیں۔ مگر جہاں آرام آنا ہوتا ہے تو صرف عورتوں کے سونف اجوائن بتانے سے بھی آرام ہو جاتا ہے اور خود بخود سب علاج کر لیتی ہیں۔ طبابت ایک ظنی علم ہے۔ دعویٰ کا کوئی امکان نہیں۔ جب بیماری بڑھتی ہو تو علاج کرتے کرتے بھی بڑھتی جاتی ہے۔ مرنا برحق ہے اور ایک دن موت ضرور آکر رہے گی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خوش قسمت انسان وہ ہے جو نیک اعمال کر کے مرے۔ عمر کا کیا ہے ساٹھ برس جئیں خواہ سو برس، آخر

موت برحق ہے

حضرت حکیم الامت نے ایک خط پڑھ کر سنایا جس میں ایک شخص کی بیماری کی نسبت بعض باتیں درج تھیں اور دعا کے لئے حضرت اقدس کی خدمت میں بھی التجا کی ہوئی تھی۔

اس پر حضرت نے فرمایا:۔

خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ یہ مرض جنون کی نہایت خطرناک ہے۔

حضرت حکیم الامت نے عرض کیا کہ حضور انبیاء نے بھی یہ دعا مانگی ہے کہ

اللّٰھم انی اعوذبك من البرص والجذام والجنون ... الخ

بوقت عصر

موسمی تغیر و تبدل پر گفتگو ہو رہی تھی۔ باتوں ہی باتوں میں طاعون کا ذکر چل پڑا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اب کی دفعہ طاعون بہت کم پڑے گی کیونکہ زور بہت ہو گیا ہے اور چوہے بھی بہت مارے گئے ہیں۔ ان کی ایسی رایوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا جس کی نسبت قرآن مجید میں لکھا ہے وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذابا شدیدا [1] مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم [2]۔

معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس جگہ ڈاکٹروں اور مدبروں کو ہرا دے۔

دُمدار ستارہ کا طلوع

آجکل دُمدار ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ اس کے متعلق ایک شخص سے حضرت اقدس

[1] بنی اسرائیل: ۵۹ [2] الرعد: ۱۲

نے دریافت فرمایا کہ

کیا آپ نے بھی دُمدار ستارے دیکھے ہیں

اس نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو ابھی نہیں دیکھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ضرور دیکھنا۔ آج ہی دیکھنا وہ ایک نہیں ہے دو ہیں۔ میں نے بھی دیکھے تھے۔ ایک چھوٹا ہے اور ایک بڑا ہے۔ تین بجے سے دکھائی دینا شروع ہوتا ہے۔ مفسروں نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب بہت ستارے ٹوٹے تھے تو اس سے کچھ عرصہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ جو ستارے وغیرہ ہوتے ہیں ان کا اثر زمین پر ضرور ہوتا ہے۔ میرے دعویٰ سے پہلے اس قدر ستارے ٹوٹے تھے کہ ایسی کثرت آگے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ میں اس وقت دیکھ رہا تھا کہ ستاروں کی آپس میں ایک قسم کی لڑائی ہوتی تھی۔ کوئی سو دو سو ایک طرف تھے اور سو دو سو ایک طرف تھے۔ ہمارے لئے گویا وہ ایک پیش خیمہ تھے۔ اس طرف سے اُس طرف نکل جاتے تھے اور اُس طرف سے اس طرف نکل جاتے تھے۔ میرے خیال میں تو کسوف خسوف کا بھی خاص اثر زمین پر ہوتا ہے۔ دُمدار ستارے کا پیدا ہونا ایک خارق عادت امر ہے۔ آسمان پر اس کا ظاہر ہونا ظاہر کرتا ہے کہ زمین پر بھی ضرور کوئی خارق عادت امر ظاہر ہوگا۔ یہ زمین کے لئے شہادتیں ہوتی ہیں۔ آئندہ زمین پر جو خارق عادت نشان ظاہر ہونے والے ہوتے ہیں اُن کے لئے یہ پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ اس طرف ہمیں الہام بھی ہو رہے ہیں کہ آئندہ خارق عادت نشان ظاہر ہونے والے ہیں اور کل جو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک ستارہ ٹوٹا ہے اور سر پر آگیا ہے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ ضرور اس کی کوئی تعبیر ہوگی۔ ذوالسنین ستارہ کی نسبت جب نکلا تھا تو انگریزی اخبار والوں نے لکھا تھا کہ یہ وہی ستارہ ہے جو حضرت عیسٰی کے زمانہ میں طلوع ہوا تھا۔

فرمایا:۔

بعض منذر الہام اور خواب ہوتے ہیں۔ اُن سے ڈر ہی لگ جاتا ہے۔

فرمایا کہ:۔

مولوی صاحب[1] کے واسطے دعا کرتے کرتے یہانتک اثر ہوا کہ ہمیں خود بھی دست لگ گئے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰ صفحہ ۴-۵ مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۰۷ء)

۲۰ر اگست ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

مفتی محمد صادق صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص نے لکھا ہے کہ میں نے حضور کی خدمت میں دو روپیہ نقد اور ایک طلائی ڈنڈی بھیجی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ

ہاں پہنچ گئی ہے اور روپے بھی مل گئے ہیں مگر ہم نے تو امانتاً رکھ دی ہے کیونکہ معلوم نہیں اس نے کس لئے بھیجی ہے۔ کچھ لکھا نہیں۔

اس پر مفتی صاحب نے عرض کیا کہ اس نے لکھا ہے جہاں حضرت پسند فرمائیں خرچ کرلیں۔

فرمایا:۔

باپ کی دعا اپنی اولاد کے لئے منظور ہوتی ہے

[1] یعنی حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ (مرتب)

سیّد کیلئے زکوٰۃ

سوال ہوا کہ غریب سیّد ہو تو کیا وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق ہوتا ہے؟ فرمایا:۔

اصل میں منع ہے۔ اگر اضطراری حالت ہو۔ فاقہ پر فاقہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں جائز ہے الّا ما اضطررتم الیہ[1] حدیث سے فتویٰ تو یہ ہے کہ نہ دینی چاہیئے اگر سیّد کو اَور قسم کا رزق آتا ہو تو اُسے زکوٰۃ لینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہاں اگر اضطراری حالت ہو تو اور بات ہے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰ صفحہ ۵ مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۰۷ء)

۱۲ر اگست ۱۹۰۷ء (بوقت ظہر)

طاعُونی نشان

فرمایا:۔

امریکہ کے ایک بڑے حصہ میں بڑی تیزی سے طاعون شروع ہو گئی ہے۔ ایسا ہی یورپ کے بعض حصوں کی نسبت بھی لکھا ہے۔ اصل میں یہ دونو ملک آپس میں بہت آمد و رفت رکھتے ہیں۔ ایک ہی طرح کا لباس ہے۔ ایک ہی بولی ہے اور تقریباً ایک ہی طرح کی سردی ہے۔ اخبار والوں نے بڑا خطرہ ظاہر کیا ہے کہ چونکہ یہ ملک سرد ہے اس لئے اندیشہ ہے کہ یہ بیماری زیادہ تباہی لاوے۔

ہماری پیشگوئی میں یورپ بھی ہے اور کابل بھی ہے۔ سُنا گیا ہے کہ کابل میں ہیضہ ہے۔ مگر اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ کوئی عذاب نہیں ہے۔ پوری خبر تو طاعون ہی لیتی ہے۔ دیکھو ابھی اس بیماری کا نام و نشان بھی نہ تھا تو میں نے اشتہار شائع کرا دیا تھا کہ پنجاب میں طاعون کے پودے لگائے گئے ہیں۔ ثناء اللہ کو بھی یہ اشتہار پہنچ گیا تھا۔ تاریخ کو دیکھ لو۔ ایک طرف طاعون کی آمد کی تاریخ اور دوسری طرف اشتہار کے طبع ہونے کی تاریخ موجود

[1] الانعام: ۱۲۰

ہے۔ اب گیارہ سال سے تباہی شروع ہے۔ کیا یہ انسانی کوشش اور طاقت کا کام ہے کہ اتنے بڑے واقعہ کی قبل از وقت خبر دے دے۔ اب یورپ، کابل وغیرہ کی باری آئی ہے مگر پھرے گی سارے جہان میں۔ اللہ کریم فرماتا ہے۔

وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذابًا شدیدًا (ا؎)

اس کے یہی معنے ہیں کہ طاعون آخری زمانہ میں تمام جہان میں دورہ کرے گی۔ اور حدیث شریف میں لکھا ہے کہ اگر کسی گھر میں دس آدمی ہوں گے تو سات مر جائیں گے اور تین بچے رہیں گے اور یہ مہدی کی علامات میں سے ہے کہ اس کی مخالفت سے سخت طاعون پڑیگی۔

عجیب بات ہے کہ خسوف کسوف کے رمضان میں واقع ہونے کی نسبت لکھا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ایسا کبھی نہیں ہوا۔ یہ ایک خارق عادت امر ہے۔ پھر یہ زلزلے اور طاعون بھی خارق عادت امور ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچتے اور نشان پر نشان مانگتے ہیں یہ اُن کے لئے اچھے تو نہیں ہوں گے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ نشان جب آئیں گے تو پھر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا

(پھر لیکھرام کے نشان کا ذکر فرماتے رہے)

قیصر کی چیٹھی طاعون پر

قیصر کی چیٹھی متعلقہ طاعون کا ذکر کرکے حضور نے فرمایا:۔

ہم نے ایک اعلان کے ذریعہ لکھ دیا ہے کہ ایسے امور میں گورنمنٹ کو ہر قسم کی مدد دینے کو تیار ہیں۔ ہم اپنی جماعت کو بھی یہی تاکید کریں گے کہ وہ خاص احتیاط کرے اور گورنمنٹ کی ہدایت کے بموجب جب ضرورت پڑے باہر کھلے میدانوں اور کھلی ہوا میں چلی جاوے۔ ہماری تمام جماعت ایسے امور میں گورنمنٹ کو خاص امداد دے گی کیونکہ وہ گورنمنٹ

ا؎ بنی اسرائیل : ۵۹

کی خیر خواہی کو اپنا مذہبی فرض سمجھتی ہے۔

سرحدی اضلاع میں ایسے موقع پر کیا کیا جاوے

ایک معزز خادم نے عرض کی کہ پشاور جیسے سرحدی مقام پر کیا کیا جاوے کیونکہ وہاں تو لوگ قتل سے نہیں ڈرتے۔ وہ انجام کو نہیں سوچتے۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قتل ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص نے ڈیڑھ روپیہ قرضہ دینا تھا۔ اس پر یہاں تک نوبت پہنچی کہ تین آدمی قتل ہو گئے اور قاتل علاقہ غیر میں بھاگ گئے۔

ان باتوں کو سُنکر فرمایا۔

ایسے مقامات پر گورنمنٹ کو توجہ دلائی جاوے تو وہ ہماری جماعت کی طرف خاص توجہ کرے گی اور حفاظت کے سامان بہم پہنچاوے گی۔ کیونکہ یہ بالکل سچ ہے کہ بعض اضلاع میں لوگ ڈاکہ کے عادی ہیں اور ہماری جماعت سے بھی خاص دشمنی رکھتے ہیں اس لئے خاص طور پر گورنمنٹ کو حفاظت کا انتظام کرنا چاہیئے۔ ہم گورنمنٹ کی ہدایتوں پر عمل کرنے کو تیار ہیں مگر ایسے خطرناک مقامات کے لئے ہم یہ ضرور کہیں گے کہ چونکہ ڈاکو لوگ مخالف مولویاں کے بھڑکانے سے اور بھی تکلیف دینے پر آمادہ ہو جائیں گے اس لئے گورنمنٹ کو حفاظت کا پورا انتظام کرنا چاہیئے۔ ایسے موقعہ پر کافی اور مسلح پہرہ اگر ہو تو خطرہ دُور ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر طاعُون نے نہ مارا تو ڈاکوؤں نے مار دیا۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۱ صفحہ ۱۲-۱۳ مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۰۷ء)

۱۴ اگست ۱۹۰۷ء

ادائیگی قرض

ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ ایک دوسرے شخص کی امانت جو اس کے پاس جمع تھی

لے کر کہیں چلا گیا ہے۔

فرمایا۔

ادائے قرضہ اور امانت کی واپسی میں بہت کم لوگ صادق نکلتے ہیں اور لوگ اس کی پروا نہیں کرتے حالانکہ یہ نہایت ضروری امر ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس پر قرضہ ہوتا تھا۔ دیکھا جاتا ہے کہ جس التجا اور خلوص کے ساتھ لوگ قرض لیتے ہیں اسی طرح خندہ پیشانی کے ساتھ واپس نہیں کرتے بلکہ واپسی کے وقت ضرور کچھ نہ کچھ تنگی ترشی واقع ہو جاتی ہے۔ ایمان کی سچائی اسی سے پہچانی جاتی ہے

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۶ صفحہ ۶ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء)

---

۲۴ راگست ۱۹۰۷ء

(بوقت عصر)

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں مرتد کی مسیحیت کا ذکر تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہمارا نام وہ دجّال رکھتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بیس برس تک دجّال ہی کا مصدق رہا ہے اور اسی کا ماتحت رہا ہے۔ بھلا کوئی دنیا میں ایسا بھی مسیح گذرا ہے جو بیس سال تک دجال کے ماتحت رہا ہو۔

ایک ہندو نے عبدالحکیم کی نسبت لکھا ہے کہ جن کی وہ بیعت ہے ان کی زبان سے تو کوئی گندہ لفظ تک نہیں نکلا مگر یہ بڑا کمبخت ہے کہ جس کی بیس برس تک بیعت رہا ہے اس کو گالی نکالتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اس سوال کا جواب سُننے کا مجھے بہت شوق ہے کہ وہ کیسا مسیح ہے جو بیس برس تک دجّال کے ماتحت رہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ سچا بھی تھا۔ مسیح بھی تھا۔ اور

رسُول بھی تھا مگر بیس۲ برس تک دجّال کی بیعت رہا۔ اس کا مصدق رہا۔ اس کی تائید میں سچی خوابیں رؤیا اور الہامات بھی سُناتا رہا۔

ایک شخص کی بابت کسی کو لکھتا ہے کہ مجھے یہ خواب آئی ہے کہ یہ شخص طاعون سے ہلاک ہوگا کیونکہ یہ سچے مسیح کا منکر ہے اور پھر اس خواب کے سچا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اس پر ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اس کے دل میں تو یہ بات ہوگی کہ آپ ہی حقیقت میں سچے مسیح ہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

دل مسخ ہوگیا ہے۔ مسیلمہ کذاب کی طرح پہلے مانا پھر انکار کر دیا۔ ختم اللہ علےٰ قلوبھم[1] کے بھی یہی معنے ہیں۔ مسیلمہ کذاب کی تو پہلے نظیر بھی موجود تھی مگر اس کی تو نظیر بھی کوئی نہیں۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۱ صفحہ ۱۳ مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۰۷ء)

نیز (بدر جلد ۶ نمبر ۳۶ صفحہ ۶ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

لڑکے کی بسم اللہ

ایک شخص نے بذریعہ تحریر عرض کی کہ ہمارے ہاں رسم ہے کہ جب بچے کو بسم اللہ کرائی جاوے تو بچے کو تعلیم دینے والے مولوی کو ایک عدد تختی چاندی یا سونے کی اور قلم و دوات چاندی یا سونے کی دیجاتی ہے۔ اگرچہ میں ایک غریب آدمی ہوں مگر چاہتا ہوں کہ یہ اشیاء اپنے بچے کی بسم اللہ پر آپ کی خدمت میں ارسال کروں۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا۔

[1] البقرۃ ۸

تختی اور قلم و دوات سونے یا چاندی کی دینا یہ سب بدعتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہیئے اور باوجود غربت کے اور کم جائیداد ہونے کے اس قدر اسراف اختیار کرنا سخت گناہ ہی

جماعت جُمعہ

سوال پیش ہوا کہ نماز جمعہ کے واسطے اگر کسی جگہ صرف ایک دو مرد احمدی ہوں اور کچھ عورتیں ہوں تو کیا یہ جائز ہے کہ عورتوں کو جماعت میں شامل کر کے نماز جمعہ ادا کی جائے ؟

حضرت نے فرمایا کہ جائز ہے

دریائی جانور

سوال پیش ہوا کہ دریائی جانور حلال ہیں یا نہیں ؟

فرمایا :-

دریائی جانور بے شمار ہیں۔ ان کے واسطے ایک ہی قاعدہ ہے جو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمادیا ہے کہ جو ان میں سے کھانے میں طیّب ، پاکیزہ اور مفید ہوں اُن کو کھالو دوسروں کو مت کھاؤ۔

ناول نویسی و ناول خوانی

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا کہ ناولوں کا لکھنا اور پڑھنا کیسا ہے ؟

فرمایا کہ

ناولوں کے متعلق وہی حکم ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اشعار کے متعلق

فرمایا ہے کہ

حسنہ حسنٌ و قبیحہ قبیحٌ

اس کا اچھا حصہ اچھا ہے اور قبیح قبیح ہے۔ اعمال نیت پر موقوف ہیں۔ مثنوی مولوی رُومی میں جو قصے لکھے ہیں وہ سب تمثیلیں ہیں اور اصل واقعات نہیں ہیں۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمثیلوں سے بہت کام لیتے تھے۔ یہ بھی ایک قسم کے ناول ہیں جو ناول نیت صالح سے لکھے جاتے ہیں۔ زبان عمدہ ہوتی ہے۔ نتیجہ نصیحت آمیز ہوتا ہے اور بہرحال مفید ہیں اُن کے حسبِ ضرورت لکھنے پڑھنے میں گناہ نہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۶ صفحہ ۳ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

صحیح عہد

فرمایا۔

صحیح عہد وہ ہوتا ہے کہ عہد کرنے سے پہلے طرفین نے قلب صافی کے ساتھ تمام معاملات ایک دوسرے کو سمجھا دیئے ہوں اور کوئی بات ایسی درمیان میں پوشیدہ نہ رکھی ہو جو کہ اگر ظاہر کی جاتی تو دوسرا آدمی اس عہد کو منظور نہ کرتا۔ ہر ایک عہد جائز نہیں ہوتا کہ اس کو پورا کیا جاوے بلکہ بعض عہد ایسے ناجائز ہوتے ہیں کہ اُن کا توڑنا ضروری ہوتا ہے ورنہ انسان کے دین میں سخت حرج واقعہ ہوتا ہے۔

تزکیہ نفس

فرمایا۔

پورے طور پر تزکیہ نفس تھوڑے ہی شخصوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اکثر لوگ جو

نیک ہوتے ہیں وہ بسبب کمزوری کی کچھ نہ کچھ خرابی اپنے اندر رکھتے ہیں اور ان کے دین میں کوئی حصہ دنیوی ملونی کا بھی ہوتا ہے۔ اگر انسان اپنے سارے امور میں صاف ہو اور ہر بات میں پُوری طرح تزکیہ نفس رکھتا ہو وہ ایک قطب اور غوث بن جاتا ہے۔

آپ نے ایک مشہور مولوی کا نام لیا اور فرمایا کہ

وہ ایک رسالہ ماہواری نکالتا تھا۔ ایک دفعہ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ کیا یہ خدمت رسالہ کی خالصۃً اللہ کے واسطے ہے یا اس میں کچھ ملونی دنیا کی بھی ہے؟ ان دنوں میں اس کے دل کی حالت کچھ اچھی تھی۔ اس نے صفائی سے کہہ دیا کہ یہ خالص اللہ کیلئے نہیں ہے بلکہ اس میں دُنیا کی ملونی بھی ہے۔ اگر کوئی فعل انسان خاص خدا کے لئے کرے تو وہ انسان کو یکدفعہ آسمان پر لے جاتا ہے۔

براہین کا اشتہار صدق نیت سے تھا

فرمایا:-

جبکہ ہم نے براہین کا اشتہار دیا کہ اگر کوئی ان دلائل کو توڑے تو اس کو ہم دس ہزار روپیہ دیں گے تو یہ اشتہار صدق نیت سے تھا۔ ہم نے اتنا ہی روپیہ لکھا تھا جتنا کہ ہم دے سکتے تھے اور یہی اس وقت ہمارے پاس جمع ہو سکتا تھا صرف اسلام کی محبت کے واسطے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے کی خاطر ہم نے ایسی کتاب لکھی اور اس کے ساتھ اتنا اشتہار دیا ورنہ ہم کو ہرگز وہم وگمان بھی نہ تھا کہ ہم اس کے ذریعہ سے کوئی روپیہ کمائیں اور کسی قسم کی دنیوی ملونی اس میں نہ تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں دس ہزار چھوڑ کر ایک روپیہ بھی نہ دینا پڑا بلکہ کئی دس ہزار روپیہ اس کے بعد ہمارے پاس آیا۔ یہ خلوص نیت کا نتیجہ تھا

مولوی نورالدین صاحب جیسا طبیب چاہیئے

ایک بیمار جو کہ باہر سے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے پاس معالجہ کے واسطے آیا تھا۔ حضرت کی خدمت میں بھی سلام کے واسطے حاضر ہوا۔ حضرت نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ

مولوی صاحب کا وجود از بس غنیمت ہے۔ آپ کی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیمار کے واسطے دعا بھی کرتے ہیں۔ ایسے طبیب ہر جگہ کہاں مل سکتے ہیں؟

گوشت کھانا چاہیئے

مذکورہ بالا بیمار ہندو تھا۔ حضرت نے اس سے دریافت کیا کہ

آپ لوگ گوشت کھایا کرتے ہیں؟

اس نے عرض کی کہ ہاں میں کھایا کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ

ایسی بیماریوں میں قوت کے قائم رکھنے کے واسطے گوشت کی یخنی مفید ہوتی ہے اور وہ لوگ بے وقوف ہیں جو کہتے ہیں کہ گوشت حرام ہے۔ طبیب اور ڈاکٹر لوگ جانتے ہیں کہ انسان کے واسطے گوشت کی خوراک کیسی مفید ہے۔ کس قدر انسانی ضرورتیں ہیں جو مثل گوشت کے ہیں۔ اگر جانوروں پر رحم کے یہ معنے ہیں کہ گوشت حرام کیا جاوے تو پھر تو بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو حرام کرنا پڑے گا۔ اوّل تو دودھ کو ہی حرام کرنا چاہیئے کیونکہ یہ جانوروں کے بچوں کی خوراک ہے۔ پھر ریشم کو لو جو کیڑوں کو مارنے سے نکلتا ہے۔ پھر شہد کو دیکھو جو ہزارہا مکھیوں سے چھین کر انسان اپنے مُنہ میں ڈال لیتا ہے حالانکہ مکھی ایک غریب اور چھوٹا سا جانور ہے۔ پھر کستوری کو دیکھو جو آریوں اور ہندوؤں کی عبادت میں مانند شہد کے استعمال ہوتی ہے وہ ایک ہرن کو مار کر اس کی ناف میں سے نکالی جاتی ہے۔ پھر موتی کو لو جن کے تاجر سب ہندو ہی چلے آتے

ہیں۔ وہ بھی جانور کو مار کر اس کے پیٹ میں سے نکالا جاتا ہے۔ پھر انسان اپنے پاؤں کی جُوتی کو ہی دیکھے کہ وہ کس سے بنتی ہے۔ غرض کس کس چیز کو دیکھا جائے۔ کیا لباس انسانی کیا خوراک انسانی، کیا دیگر ضروریات سب میں اس قسم کی اشیاء ہیں جو کسی جاندار کے مارنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ بعض انسانوں کو ایسی بیماری ہوتی ہے کہ اُن کے ناک میں کیڑے پڑ جاتے ہیں لاجرم ان کیڑوں کو مارنا پڑتا ہے۔ بعض آدمیوں کے زخموں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں تو زخم کے اندر ایسی دوائی ڈالی جاتی ہے جس سے وہ کیڑے مر جاویں۔ ایام وبا میں جب کنوئیں کے پانی میں کیڑے ہو جاتے ہیں تو کنوئیں کے اندر دوائی ڈال دی جاتی ہے تاکہ وہ کیڑے مر جاویں۔ کس کس شئے کا ذکر کیا جائے۔ ہندوؤں کے بڑے بڑے بزرگ راجہ رام چندر وغیرہ سب شکار کھیلتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے قانون کی رعایت رکھ کر دیکھنا چاہیئے کہ آیا بغیر اس کے انسان کا گذارہ چل سکتا ہے؟

بڑائی ایمان سے ہے

فرمایا:۔

بہت عورتیں گھر میں آکر بیعت کرتی ہیں۔ ان کے نام مبائعین کے درمیان لکھنے کا تا حال کوئی انتظام نہیں ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض عورتیں بسبب اپنی قوت ایمانی کے مردوں سے بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ فضیلت کے متعلق مردوں کا ٹھیکہ نہیں۔ جس میں ایمان زیادہ ہوا وہ بڑھ گیا۔ خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو۔

خدا تعالیٰ کو مقدم کرو

ایک دوست جو باوجود ایک لمبی رخصت لینے کے قادیان نہ آسکے تھے کیونکہ وہ ایک عدالت بنوا رہے ہیں۔ ایک دو روز کے واسطے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے

کسی نے عرض کی کہ ان کی رخصت ملی ہے ان کو قادیان رہنا چاہیئے۔

فرمایا

ایک پنجابی ضرب المثل ہے کہ ؎

یا توں لوڑ مقدمیں یا اللہ نوں لوڑ

یعنی یا تو انسان خدا تعالےٰ کی عبادت میں مصروف ہو یا دنیاوی دھندے مثلاً مقدمہ بازی وغیرہ میں لگے۔ ایک طرف کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ دو طرفہ چلنا مشکل ہے۔

صفات ملازم

اس امر کا ذکر تھا کہ سلسلہ حقہ کے واسطے واعظ مقرر کئے جاویں جو مختلف شہروں اور گاؤں میں جا کر وعظ بھی کریں اور ضروریات اسلام کے واسطے چندے بھی جمع کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ

جب تک کسی میں تین صفتیں نہ ہوں وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کے سپرد کوئی کام کیا جائے۔ اور وہ صفتیں یہ ہیں۔ دیانت۔ محنت۔ علم۔ جب تک کہ یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں۔ تب تک انسان کسی کام کے لائق نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص دیانتدار اور محنتی بھی ہو لیکن جس کام میں اس کو لگایا گیا ہے۔ اس فن کے مطابق علم اور ہُنر نہیں رکھتا تو وہ اپنے کام کو کس طرح سے پُورا کر سکے گا۔ اور اگر علم رکھتا ہے، محنت بھی کرتا ہے دیانتدار نہیں تو ایسا آدمی بھی رکھنے کے لائق نہیں۔ اور اگر علم و ہُنر بھی رکھتا ہے۔ اپنے کام میں خوب لائق ہے اور دیانت دار بھی ہے مگر محنت نہیں کرتا تو اس کا کام بھی ہمیشہ خراب رہے گا۔ غرض ہر سہ صفات کا ہونا ضروری ہے۔

فرمایا۔

کارکن آدمی ہر جگہ جماعت کے اندر مل سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ذاتی اخراجات کے

واسطے جو کچھ دیا جاوے وہ بھی ناگوار نہیں گذرتا خواہ وہ معمولی واعظ کی تنخواہ سے زیادہ ہو کیونکہ کارکن کو جو کچھ دیا جائے وہ ٹھکانے پر لگتا ہے اس میں کوئی اسراف نہیں۔

تین بھائی

سیکھوانی برادران میاں جمال الدین، میاں امام الدین، میاں خیر الدین صاحبان کا ایک دوست نے ذکر کیا کہ وہ بھی اس کام کے واسطے رکھے جا سکتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا:۔

بیشک وہ بہت موزوں ہیں۔ مخلص آدمی ہیں۔ ہمیشہ اپنی طاقت سے بڑھ کر خدمت کرتے ہیں۔ تینوں بھائی ایک ہی صفت کے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کون ان میں سے دوسروں سے بڑھ کر ہے۔

فرمایا:۔

بیرون جات میں جو لوگ چندہ لینے کے واسطے بھیجے جاویں اُن کو سمجھا دیں کہ چندہ ایسے طور سے وصول کرنا چاہیئے کہ لوگ جو کچھ طیب خاطر سے دیں وہ قبول کیا جائے کسی قسم کا اصرار نہ ہو۔ کوئی شخص ایک پیسہ دے خواہ ایک دھیلہ دے اس کو خوشی کے ساتھ قبول کر لینا چاہیئے۔

کسرِ صلیب

فرمایا:۔

چند روز سے میرے دل میں خیال تھا کہ کسرِ صلیب سے کیا مراد ہے؟ یہ بات تو صحیح نہیں ہو سکتی کہ مسیح لکڑی یا پتھر کی صلیبیں توڑتا پھرے۔ اس سے کچھ حاصل نہیں۔

بعد سوچنے کے یہی بات دل میں آئی کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ ایک زمانہ ہی
ایسا لائے گا کہ اس میں خود بخود آسمان سے ایک ہوا ہی ایسی چلے گی کہ خواہ مخواہ عیسائیت
کے بیہودہ مذہب سے لوگوں کے دل ٹھنڈے پڑنے لگ جائیں گے۔ عیسائیت جیسے مذہب
کو دُنیا سے مٹانا اور چالیس کروڑ آدمی کی اصلاح کرنا یہ واحد جان کا کام نہیں ہو سکتا جبتک
کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں ایسی تحریک نہ ہو۔ جس سے وہ خود بخود اس
مذہب سے بیزار ہوتے چلے جائیں۔ اور اگر غور سے دیکھو تو یہ کارروائی شروع ہو گئی ہے۔
لوگ تربیت یافتہ ہوتے جاتے ہیں اور عقلی اور دماغی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ اب ایسی
کچی باتوں کو کون مان سکتا ہے۔ اگر تھوڑا بہت کچھ ایمان ہے تو عورتوں میں ہے اور بس۔

مولوی ثناء اللہ صاحب ریویو مانگتے ہیں

مولوی ثناء اللہ صاحب کے پرچہ اہلحدیث کے تبادلہ میں یہاں سے میگزین اُردو
جاتا تھا۔ مینجر ریویو نے بدیں خیال کہ یہاں اہلحدیث اور دفتروں میں آتا رہتا ہے
ضروری نہ سمجھا کہ اس کے ساتھ تبادلہ وہ بھی جاری رکھیں اس واسطے بند کر دیا تھا
جس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت کے نام ایک کارڈ لکھا کہ کیا یہ تجویز آپ
کی منظوری سے ہوئی ہے۔ اس پر حضرت نے دریافت کیا کہ
تبادلہ کیوں بند کیا گیا ہے؟

اور پھر فرمایا کہ
تبادلہ جاری رکھنے میں یہ فائدہ ہے کہ مولوی صاحب پر اتمام حجت ہوتا رہے گا اور
شاید کوئی بندۂ خدا اُن کے دفتر میں اس کو پڑھ کر اس سے مستفید ہو جائے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۶ صفحہ ۵-۶ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء)

۵ستمبر ۱۹۰۷ء

آج صبح ۹ بجے حضرت رُوح اللہ کے دست مبارک پر دس بارہ آدمیوں نے دارالبرکات کے صحن میں بیعت کی۔ حضور نے ایک لمبی تقریر فرمائی جس کا خلاصہ عرض ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ اب جو تم لوگوں نے بیعت کی تو اب خدا تعالیٰ سے نیا حساب شروع ہوا ہے۔ پہلے گناہ صدق و اخلاص کے ساتھ بیعت کرنے پر بخشے جاتے ہیں۔ اب ہر ایک کا اختیار ہے کہ اپنے لئے بہشت بنالے یا جہنم۔

انسان پر دو قسم کے حقوق ہیں۔ ایک تو اللہ کے دوسرے عباد کے۔ پہلے میں تو اسی وقت نقصان ہوتا ہے جب دیدہ دانستہ کسی امر اللہ کی مخالفت قولی یا عملی کی جائے مگر دوسرے حقوق کی نسبت بہت کچھ بچ بچ کے رہنے کا مقام ہے۔ کئی چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں جنہیں انسان بعض اوقات سمجھتا بھی نہیں۔ ہماری جماعت کو تو ایسا نمونہ دکھانا چاہیئے کہ دشمن پکار اُٹھیں کہ گو یہ ہمارے مخالف ہیں مگر ہیں ہم سے اچھے۔ اپنی عملی حالت کو ایسا درست رکھو کہ دشمن بھی تمہاری نیکی خدا ترسی اور اتقا کے قائل ہو جائیں۔

یہ بھی یاد رکھو کہ خدا تعالےٰ کی نظر جذر قلب تک پہنچتی ہے۔ پس وہ زبانی باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ زبان سے کلمہ پڑھنا یا استغفار کرنا انسان کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے جب وہ دل و جان سے کلمہ یا استغفار نہ پڑھے۔ بعض لوگ زبان سے استغفر اللہ کرتے جاتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ مطلب تو یہ ہے کہ پچھلے گناہوں کی معافی خلوص دل سے چاہی جائے اور آئندہ کے لئے گناہوں سے باز رہنے کا عہد باندھا جائے اور ساتھ ہی اس کے فضل و امداد کی درخواست کی جائے۔ اگر اس حقیقت کے ساتھ استغفار نہیں ہے تو وہ استغفار کسی کام کا نہیں۔ انسان کی خوبی اسی میں ہے کہ وہ عذاب آنے سے پہلے اس کے حضور میں جھک جائے اور اس کا امن مانگتا رہے۔ عذاب آنے پر گڑگڑانا اور ڈرنا

وَرقتنا پکارنا تو سب قوموں میں یکساں ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ خدا کا عذاب چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے ہو ایک عیسائی ایک آریہ ایک چوہڑا بھی اس وقت پکار اُٹھتا ہے کہ الٰہی ہمیں بچائیو۔ اگر مومن بھی ایسا کرے تو پھر اس میں اور غیروں میں فرق کیا ہوا۔ مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ عذاب آنے سے قبل خدا تعالیٰ کے کلام پر ایمان لاکر خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے

اس نکتہ کو خوب یاد رکھو کہ مومن وہی ہے جو عذاب آنے سے پہلے کلام الٰہی پر یقین کرکے عذاب کو وارد سمجھے اور اپنے بچاؤ کے لئے دُعا کرے۔ دیکھو ایک آدمی جو توبہ کرتا ہے دُعا میں لگا رہتا ہے تو وہ صرف اپنے پر نہیں بلکہ اپنے بال بچوں پر اپنے قریبیوں پر رحم کرتا ہے۔ کہ وہ سب ایک کے لئے بچائے جا سکتے ہیں۔ ایسا ہی جو غفلت کرتا ہے تو نہ صرف اپنے لئے بُرا کرتا ہے بلکہ اپنے تمام کُنبے کا بدخواہ ہے۔

یہ بڑا نازک وقت ہے۔ خدا تعالیٰ کے غضب کی آگ مشتعل ہے۔ نہیں معلوم کہ آئندہ موسم طاعون میں کیا ہونے والا ہے۔ اس کا کلام مجھے اطلاع دیتا ہے کہ آگے سے بڑھ کر مری پڑے گی۔ پس مومنو۔ قوا انفسکم و اھلیکم ناراً[1]۔ دُعا میں لگے رہو کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے قل ما یعبؤا بکم ربّی لولا دعاؤکم[2]۔ ایک انسان جو دُعا نہیں کرتا۔ اس میں اور چارپائے میں کچھ فرق نہیں۔ ایسے لوگوں کی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ یاکلون کما تاکل الانعام والنار مثوی لھم یعنی چارپائیوں کی زندگی بسر کرتے ہیں اور جہنم اُن کا ٹھکانا ہے۔ پس تمہاری بیعت کا اقرار اگر زبان تک محدود رہا تو یہ بیعت کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی۔ چاہیئے کہ تمہارے اعمال تمہارے احمدی ہونے پر گواہی دیں۔ میں ہرگز یہ بات نہیں مان سکتا کہ خدا تعالےٰ کا عذاب اس شخص پر وارد ہو جس کا معاملہ خدا تعالیٰ سے صاف ہو۔ خدا تعالےٰ اُسے ذلیل نہیں کرتا جو اس کی راہ میں ذلت اور عاجزی اختیار کرے۔ یہ سچی اور صحیح بات ہے۔ مرنا تو بیشک سب نے ہے مگر یہ موتیں جو آجکل ہو رہی ہیں یہ تو ذلت کی موتیں ہیں۔ خدا تعالےٰ اس سے محفوظ رکھے کہ ایک ابھی دفن نہیں ہوا تھا کہ دوسرا جنازہ تیار ہے۔ پس

[1] التحریم : ۷ [2] الفرقان : ۷۸

راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعائیں مانگو۔ کوٹھری کے دروازے بند کر کے تنہائی میں دُعا کرو کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اپنا معاملہ صاف رکھو کہ خدا کا فضل تمہارے شامل حال ہو جو کام کرو نفسانی غرض سے الگ ہو کر کرو تا خدا تعالیٰ کے حضور اجر پاؤ۔

حضرت علیؓ کی نسبت روایت ہے کہ ایک کافر نے جس پر قابو پا چکے تھے اُن کے مُنہ پر تھوکا تو آپ نے چھوڑ دیا۔ اُس نے پوچھا یہ کیوں؟ تو فرمایا اب میرے نفس کی بات درمیان میں آگئی۔ اس نے جب دیکھا کہ یہ لوگ نفسانی کاموں سے اس قدر الگ ہیں تو مسلمان ہو گیا۔ ایسے ایسے عملی نمونوں سے وہ کام ہو سکتا ہے جو کئی تقریریں اور وعظ نہیں کرتے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۲ صفحہ ۶ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

(منقول از رسالہ تشحیذ الاذہان)

طلاق

فرمایا:۔

جائز چیزوں میں سے سب سے زیادہ بُرا خدا اور اس کے رسُول نے طلاق کو قرار دیا ہے اور یہ صرف ایسے موقعوں کے لئے رکھی گئی ہے جبکہ اشد ضرورت ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے جو رب ہے کہ سانپوں اور بچھوؤں کے لئے خوراک مہیا کی ہے ویسا ہی ایسے انسانوں کے لئے جن کی حالتیں بہت گری ہوئی ہیں اور جو اپنے اُوپر قابُو نہیں رکھ سکتے طلاق کا مسئلہ بنا دیا ہے کہ وہ اس طرح آفات اور مصیبتوں سے بچ جاویں جو طلاق کے نہ ہونے کی صورت میں پیش آئیں یا بعض اوقات دوسرے لوگوں کو بھی ایسی صورتیں پیش آجاتی ہیں اور ایسے واقعات ہو جاتے ہیں کہ سوائے طلاق کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ پس اسلام نے جو کہ تمام مسائل پر حاوی ہے یہ مسئلہ طلاق کا بھی رکھ دیا ہے اور ساتھ ہی اُس

کو مکروہ بھی قرار دیا ہے۔

رزق

فرمایا:-

اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکّل کرے میں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

بیوی پر ظلم

ایک صاحب کا ذکر تھا۔ فرمایا:-

اُن کے مجھ کو بہت سے خطوط آئے ہیں کہ میں اکثر بیمار رہتا ہوں اور بہت کمزور ہوگیا ہوں یہانتک کہ میں اپنا کام بھی اچھی طرح نہیں کرسکتا۔ اور اس لئے مجبوراً مجھے ایک لمبی رخصت لینی پڑے گی۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ ظلم کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔ وہ اپنی پہلی بیوی پر بہت کچھ سختی کرتے ہیں اور یہ کام خدا تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ بہت دفعہ مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے ان کو نصیحت کی۔ مگر وہ سمجھتے نہیں۔ میں نے کنایتاً کئی دفعہ ان کو جتایا ہے مگر انہوں نے کوئی خیال نہیں کیا۔ مگر اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ وہ کسی دن اپنے کام سے پچھتائیں اور میری بات کو سمجھیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۸ صفحہ ۷ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء)

۱۰ ستمبر ۱۹۰۷ء

(قبل نماز ظہر)

برکات الابتلاء

فرمایا:- اصل میں دیکھا گیا ہے کہ ابتلا اور تکالیف کا زمانہ جو انسان پر آتا ہے وہ اس کے واسطے مفید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں قاعدین پر مجاہدین کو فضیلت دی ہے مجاہدین دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنے اوپر خدا تعالیٰ کی راہ میں مشکل کام ڈال لیتے ہیں اور اس کی تکالیف کو برداشت کرتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جن پر قضاء و قدر سے مشکلات اور تکالیف وارد ہوتی ہیں اور وہ صبر اور تحمل کے ساتھ ان مشکلات کو برداشت کرتے ہیں۔ جو شخص رات دن اپنے کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں اور اسی طرح اُن کی زندگی گذر جاتی ہے اور اُن پر کوئی تلخی نہیں آتی کہ وہ صبر کریں تو وہ قاعدین میں داخل ہیں۔

جس زمانہ کو انسان بسبب تلخی کے بُرا زمانہ کہتا ہے اور اس کو ناگوار جانتا ہے اور نہیں چاہتا کہ ویسا زمانہ اس پر آوے دراصل وہی زمانہ اس کے واسطے اچھا ہوتا ہے بشرطیکہ صبر اور تحمل سے بسر کرے۔

حسن بصریؒ کا ذکر ہے کہ کسی نے اُن سے پوچھا کہ تم کو غم کب ہوتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جب کوئی غم نہ ہو۔ سوچ کر دیکھ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب تلخ زندگی مصائب شدائد کی انسان پر پڑتی ہے اور وہ ان کو برداشت کرتا ہے تو اس کے بعد پوشیدہ انعامات وارد ہوتے ہیں۔ دنیا کی وضع ہی کچھ ایسی بنی ہے کہ اول تکلیف ہوتی ہے تو پھر آرام حاصل ہوتا ہے۔ اچھی طرح کھانے کا مزا اسی وقت ہوتا ہے جبکہ انسان بھوک کی شدت کو برداشت کر چکا ہو۔ جو مزا ٹھنڈے پانی میں روزے دار کو حاصل ہوتا ہے وہ دُوسرے کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔ معمولی طور پر ہر روز کھایا جاتا ہے مگر اس میں وہ لُطف نہیں جو لُطف اس کھانے میں ہوتا ہے جو مثلاً سفر کے بعد بھُوک کی شدت سے حاصل ہوتا ہے

وضع دنیا کی ایسی واقع ہوئی ہے کہ درد کے بعد ہی راحت حاصل ہوتی ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۷ صفحہ ۴ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۷ء)

نیز (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۲ صفحہ ۹ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء)

---

۱۱ ستمبر ۱۹۰۷ء

(قبل نماز ظہر)

فطرت مستقل ہادی نہیں

فطرت ایسی چیز نہیں جو مستقل طور پر ہادی ہو سکے کیونکہ وہ شیطان کے قائم مقام مُضِل بھی تو ہو جاتی ہے۔ فطرت میں توہمات کے داخل ہو جانے سے جو بعض نقص پیدا ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے کل حزب بما لدیھم فرحون[1] کہا گیا ہے۔

مداہنہ بُری مرض ہے

کمبخت مکہ والے لوگ بھی مداہنہ کیا کرتے تھے۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضًا[2] کے یہی معنے ہیں۔ کمبخت خبیث جو مداہنہ کا گند اپنے اندر رکھتے ہیں اُن کا گند نکالنا اچھا ہی ہوتا ہے۔

نشان بڑی چیز ہے

ساری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جن باتوں کا اعتراض عیسائی آریہ اور دوسرے مخالفین اس وقت تک اسلام پر کرتے ہیں اور بے سمجھی سے الزام لگاتے ہیں اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ پھر انہیں باتوں کو از سرِ نو تازہ کیا جاوے۔ کیا خدا تعالیٰ کے پاس اپنے رسُول کی نُصرت کے لئے اَور کوئی ہتھیار نہیں۔ ان ہتھیاروں کی چوٹ تو جسم پر لگتی

[1] الروم : ۳۳ [2] البقرۃ : ۱۱

تھی مگر اس جگہ قلب پر لگتی ہے۔ ایک ہی نشان ہزاروں اعتراضوں کو دُور کر سکتا ہے

ضمنی لاجواب بات

مرتد ڈاکٹر نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور بابو محمد افضل مرحوم کی موت کا باعث اپنی تفسیر کی مخالفت قرار دیا ہے۔ اس پر منشی احمد دین صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ نے ایک عجیب نکتہ بیان کیا کہ ڈاکٹر صاحب خود بھی تو اپنی تفسیر کے مخالف ہو گئے ہیں۔

مرتد ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کی بےنظیری

حضرت اقدس نے فرمایا۔

جو شخص اپنے آپ کو مسیح سمجھتا ہے، رسُول سمجھتا ہے۔ رحمۃٌ للعالمین ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہم عبدالحکیم سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا کبھی ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ ایسا شخص بیس برس تک دجّال کا مرید رہا ہو۔ یہ اس کی کونسی شامتِ اعمال ہے اور کونسے بُرے کرم اُس نے کئے جو دجال کی بیعت میں رہا! اس قدر ذلت اور رُسوائی اُٹھائی کہ بیس برس تک شیطان کا مُرید رہا۔ جب سے دُنیا پیدا ہوئی اس کی نظیر تو پیش کرو کہ ایک شخص مسیح بھی ہو، رسُول بھی ہو اور پھر بیس برس تک دجّال کی بیعت میں رہا ہو۔

سچائی کو ظاہر کرنے والا تناقض

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے متعلق فرمایا کہ

وہ ہمارا ایک پُرانا تقلیدی خیال تھا اور رسمی طور پر براہین احمدیہ میں لکھا گیا تھا۔ اور یہ بات کہ مسیح ناصری فوت ہو گیا ہے اور آنے والا مسیح میں ہوں خدا تعالےٰ کی وحی سے

ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا الہام ہے۔ جس براہین میں یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ آسمان پر چلا گیا۔ اسی میں یہ بھی لکھا ہے اور واضح طور پر لکھا ہے کہ میں مسیح ہوں۔ جیسے یاعیسیٰ انی متوفیک وغیرہ۔ اگر یہ انسانی کاروبار اور بناوٹی منصوبہ ہوتا تو یہ ظاہراً تناقض کیوں ہوتا؟ اگر تقویٰ ہو اور تقوٰی بہت انصاف ہو تو ایک طرف پرانا رسمی عقیدہ لکھ دینا اور دوسری طرف کل الہامات بھی لکھ دینا جو اس عقیدہ کے صریح مخالف ہیں ایک ایسی بات ہے جس سے انسان عدم تصنع اور سادگی کا استدلال کر سکتا ہے۔ دیکھو کل الہام مخالف ہیں جیسے یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ۔ انا انزلناہ قریبًا من القادیان ۔ وبالحق انزلناہ وبالحق نزل ۔ صدق اللہ ورسولہٗ وکان امر اللہ مفعولا۔

بعض انبیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب حکمت ہوتی ہے کہ ان سے ذہول سرزد ہو جاتا ہے اور وہ ذہول بھی ایک حکمت رکھتا ہے ورنہ سمجھا جاتا کہ بناوٹ سے دعویٰ کر دیا ہے اور اس طرح سے تو سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جب خزانہ موجود تھا اس وقت دعویٰ نہ کیا اور اب کر دیا۔ یہ بناوٹ نہیں ہو سکتی۔[1]

بعد نماز ظہر

عبدالحکیم کی بینظیر غلطی

حضرت حکیم الامت سلمہ ربہٗ نے مرتد ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کے خط کا ذکر کیا جس میں وہ لکھتا ہے کہ تمام انبیاء سے غلطیاں ہوتی رہیں ایسے ہی مجھ سے بھی ہو گئیں

حضرت نے فرمایا۔

مگر ایسی غلطیاں کہ بیس برس تک دجّال کے مرید بنے رہنا ایسی ذلت اور رسوائی کسے نصیب ہوئی کہ بیس برس تک شیطان کا مُرید رہا اور جسے دجّال سمجھتا تھا اس کی بیعت

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۲ صفحہ ۹-۱۰ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء

رہا اور پھر خود مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا :-

اس خط میں عبدالحکیم گویا یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ میرا دعویٰ غلط ہے میں وہ مسیح نہیں ہوں جس کی نسبت قرآن شریف اور احادیث میں وعدہ ہے۔ چونکہ وہ مسیح ناصری کی وفات کا اقرار کرتا ہے اس لئے کسی دوسرے مسیح کی آمد کا ہی قائل ہوگا۔ مگر جب وہ ایسے زمانہ میں جو مقررہ علامتوں کے ساتھ پکارتا ہے نہ آیا تو پھر بتلاؤ وہ کس زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ چودھویں صدی میں سے بھی پچیس برس گذر گئے۔ نواب صدیق حسن خاں نے بھی لکھا ہے کہ مسیح صدی کے سر پر آئے گا۔ اگر ابھی تک وہ مسیح نہیں آیا تو بقول اس کے یہ صدی ہی خالی گئی۔ سب نشانات پورے ہو گئے مگر مسیح ابھی تک نہ آیا۔ احادیث میں لکھا ہے کہ جب مسیح آئے گا تو علماء زمانہ اُس کی بہت مخالفت کریں گے کیونکہ وہ ان کی حدیثوں کے خلاف کرے گا۔ نواب صدیق حسن خاں نے بھی لکھا ہے کہ مولوی لوگ اس پر تکفیر کے فتوے لکھیں گے اور کہیں گے کہ یہ دینِ اسلام کو تباہ کر رہا ہے۔

اب عبدالحکیم جو میری نسبت ایسا ویسا لکھتا ہے تو یہ خود پیشگوئیوں کو پورا کر رہا ہے۔ گالی گلوچ نکالنے اور طرح طرح کے بہتان باندھنے سے یہ مجھ کو جھٹلاتا نہیں بلکہ تصدیق کرتا ہے اور اُن پیشگوئیوں کو پورا کرتا ہے جن میں لکھا ہے کہ اس زمانہ کے علماء مسیح کی بڑی مخالفت کریں گے اور اس کو دین کے تباہ کرنے والا اور مفتری قرار دیں گے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ صفحہ ۲ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء)

---

۱۲ ستمبر ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

فرمایا :-

سول اخبار میں لکھا ہے کہ روز بروز اب اُونٹ بیکار ہوتے جاتے ہیں۔ کیسی بیّن طور پر قرآن شریف اور حدیث کی تصدیق ہوتی جاتی ہے حدیث میں لکھا ہے۔ ولیترکن القلاص فلا یسعٰی علیہا اور قرآن شریف میں واذا العشار عُطِلّت[1] لکھا ہے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب دُنیا میں کوئی مامور من اللہ مبعوث ہوتا ہے تو زمانہ میں جتنی بڑی بڑی کارروائیاں ہوں اور بڑے بڑے انقلاب ظہور میں آویں تو وہ سب اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

آجکل جنگ وجدال کو دُور کرنے کے لئے جو بڑے بڑے عہد و پیمان ہو رہے ہیں۔ اور زمانہ خود بخود صلح اور امن کی طرف رجُوع کرتا جاتا ہے اس پر فرمایا کہ

یضع الحرب اور یکسر الصلیب سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ ایک شخص ہوگا اور وہ لڑائیوں میں جاجا کے صُلح کراتا پھرے گا اور دو دو چار چار آنہ کی صلیبوں کو توڑتا پھریگا کیونکہ اس طرح سے اگر دو چار توڑیں تو سینکڑوں اَور بن گئیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ارادۂ الٰہی سے کوئی ہوا ہی ایسی چلے گی اور ایسے ایسے اسباب اور وسائل پیدا ہو جائیں گے کہ لڑائی دُور ہو جائے گی اور صلیب پرستی جاتی رہے گی۔

فرمایا:۔

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑائیوں کے لئے سبقت نہیں کی تھی۔ بلکہ ان لوگوں نے خود سبقت کی تھی۔ خون کئے۔ ایذائیں دیں۔ تیرہ برس تک طرح طرح کے دُکھ دیئے آخر جب صحابہ کرامؓ سخت مظلوم ہو گئے تب اللہ تعالیٰ نے بدلہ لینے کی اجازت دی جیسے فرمایا اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا[2] ع ۱۳ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم[3] ع ۸ اس زمانہ کے لوگ نہایت وحشی اور درندے تھے۔ خون کرتے تھے۔ جنگ کرتے تھے۔ طرح طرح کے ظُلم اور دُکھ دیتے تھے۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کی طرح

[1] التکویر: ۵ [2] الحج: ۴۰ [3] البقرۃ: ۱۹۱

مار دھاڑ کرتے پھرتے تھے اور ناحق کی ایذا دہی اور خونریزی پر کمر باندھے ہوئے تھے۔ خدا تعالیٰ نے فیصلہ دیا کہ ایسے ظالموں کو سزا دینے کا اذن دیا جاتا ہے اور یہ ظلم نہیں بلکہ عین حق اور انصاف ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے انہوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں طرح طرح کے منصوبے کئے یہانتک کہ ہجرت کرنی پڑی مگر پھر بھی اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مدینہ تک تعاقب کیا اور خون کرنے کے درپے ہوئے غرض جب ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مدّت تک صبر کیا اور مدت تک تکلیف اُٹھائی تب خدا تعالیٰ نے فیصلہ دیا کہ جنہوں نے تم لوگوں پر ظلم کئے اور تکلیفیں دیں اُن کو سزا دینے کا اِذن دیا جاتا ہے اور پھر بھی یہ فرما ہی دیا کہ اگر وہ صلح پر آمادہ ہو دیں تو تم صلح کر لو۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو یتیم، غریب، بیکس پیدا ہوئے تھے وہ لڑائیوں کو کب پسند کر سکتے تھے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ صفحہ ۱۰ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء)

---

۱۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

سید نادر علی شاہ صاحب سب رجسٹرار رئیس چکوال کے بیعت کر لینے کے بعد ذکر امراض پر فرمایا۔

قبرستان میں جتنے لوگ دفنائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اصل میں یہ سب طبیبوں کی غلطیوں کا ہی نتیجہ ہے۔ بہت کم آدمی ہوں گے جو عمر طبعی تک پہنچے ہوں۔ عمر طبعی عموماً ستّر اسّی سال تک سمجھی جاتی ہے۔

ہر درد را درمان ہست	حدیث شریف میں لکھا ہے۔ ما من داءٍ الّا لہٗ دواءٌ

یعنی کوئی بیماری نہیں جس کی دوائی موجود نہ ہو۔ اگر اصلی دوا اور علاج ہوتا رہے تو عمر طبعی سے پہلے انسان مرے کیوں؟

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان ایک نہایت ہی کمزور ہستی ہے۔ ایک ہی بیماری میں باریک در باریک اور بیماریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ انسان غلطی سے کب تک بچ سکتا ہے انسان بڑا کمزور ہے۔ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اکثر اوقات تشخیص میں ہی غلطی ہو جاتی ہے اور اگر تشخیص میں نہیں ہوئی تو پھر دوا میں ہو جاتی ہے۔ غرض انسان نہایت کمزور ہستی ہے غلطی سے خود بخود نہیں بچ سکتا۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہی چاہیئے۔ اس کے فضل کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ دافع بلیات تو صرف خدا تعالیٰ ہے۔ ہندو تو پتھروں کی پوجا کرتے ہیں۔ کبھی نہ کبھی خیال آ ہی جاتا ہوگا کہ اپنے ہی ہاتھوں سے انہیں بنایا ہے اور پھر انہیں کی پوجا کی جاتی ہے۔ مگر اسباب کی پرستش کرنے والے ان سے بھی زیادہ مشرک ہوتے ہیں۔ نیچری وغیرہ جو اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں اور وہ جو اپنی علمیت دولت پر گھمنڈ کرتے ہیں۔ وہ خطرناک مقام پر ہوتے ہیں۔ ہاں اسباب کا تلاش کرنا منع نہیں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ جب جمعہ کی نماز پڑھ لو تو اپنے کام کاج کی تلاش میں لگ جاؤ اور اللہ کریم کا فضل مانگتے رہو۔ اسباب پر بھروسہ مت کرو۔ مومن کو چاہیئے کہ بظاہر اسباب تلاش کرے اور نظر اللہ تعالیٰ پر رکھے۔

علم طب پہلے یونانیوں کے پاس تھا۔ پھر اُن سے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو اُنہوں نے ہر نسخہ سے پہلے ھوالشافی لکھنا شروع کر دیا اور یہ طریق مسلمانوں کے سوا کسی نے بھی اختیار نہیں کیا۔ بڑا سعید طبیب وہ ہے جو ایک طرف تو دوا کرے اور دوسری طرف دُعا میں مشغول رہے اور یہ سمجھے کہ شفا صرف خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

دوسروں پر رحم کرو تا تم پر رحم کیا جاوے

فرمایا:۔

شیخ سعدی لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ کو ناروا کی بیماری تھی۔ اس نے کہا کہ میرے لئے دُعا کریں کہ اللہ کریم مجھے شفا بخشے تو میں نے جواب دیا کہ آپ کے جیل خانہ میں ہزاروں بے گناہ قید ہوں گے ان کی بددعاؤں کے مقابلہ میں میری دُعا کب سُنی جا سکتی ہے۔ تب اُس نے قیدیوں کو رہا کر دیا اور پھر وہ تندرست ہو گیا۔ غرض خدا کے بندوں پر اگر رحم کیا جاوے تو خدا بھی رحم کرتا ہے۔ جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں ان پر اللہ اور اس کے رسُول کو بھی رحم آجاتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آنا اور بے جا طور پر مال اکٹھا کرنا اور اسباب پر ہی گرے رہنا بہت بُری بات ہے۔

جماعت سے خطاب

فرمایا :۔

گو اعادہ کلام کا ہوتا ہے مگر چونکہ غفلت لگی ہوئی ہے۔ ایک طرف وعظ و نصیحت سُنی جاتی ہے اور دل میں تقویٰ حاصل کرنے کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے مگر پھر غفلت ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کو یہ بات بہت ہی یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی حالت میں نہ بھلایا جاوے۔ ہر وقت اسی سے مدد مانگتے رہنا چاہیئے۔ اس کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ وہ ایک دم میں فنا کر سکتا ہے۔ طرح طرح کے دُکھ اور مصیبتیں موجود ہیں۔ بے خوف اور نڈر ہونے کا مقام نہیں۔ اس دنیا میں بھی جہنم ہو سکتا ہے اور بڑے بڑے مصائب آسکتے ہیں۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی کسی کی مصیبت میں کام نہیں آسکتا۔ اور کوئی شریک ہمدردی نہیں کر سکتا جب تک خدا خود دستگیری نہ کرے اور اپنے فضل سے آپ اس مصیبت کو دُور نہ کرے۔ اسی واسطے ہر ایک کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ علاقہ رکھے۔

جو شخص جرأت کے ساتھ گناہ، فسق و فجور اور معصیت میں مبتلا ہوتا ہے وہ خطرناک حالت میں ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا عذاب اس کی تاک میں ہوتا ہے۔ اگر بار بار

۱۹۰۷ء

اللہ کریم کا رحم چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو اور وہ سب باتیں جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرنیوالی ہیں چھوڑ دو جب تک خوفِ الٰہی کی حالت نہ ہو تب تک حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کوشش کرو کہ متقی بن جاؤ۔ جب وہ لوگ ہلاک ہونے لگتے ہیں جو تقویٰ اختیار نہیں کرتے تب وہ لوگ بچا لئے جاتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں۔ ایسے وقت اُن کی نافرمانی انہیں ہلاک کر دیتی ہے اور اُن کا تقویٰ انہیں بچا لیتا ہے۔ انسان اپنی چالاکیوں شرارتوں اور غداریوں کے ساتھ اگر بچنا چاہے تو ہرگز نہیں بچ سکتا۔ کوئی انسان بھی نہ اپنی جان کی حفاظت کر سکتا ہے نہ مال و اولاد کی حفاظت کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور کامیابی حاصل کر سکتا ہے جبتک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ طور پر ضرور تعلق رکھنا چاہیئے اور پھر اس تعلق کو محفوظ رکھنا چاہیئے عقلمند انسان وہی ہے جو اس تعلق کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس تعلق کو محفوظ نہیں رکھتا وہ بیوقوف ہے۔ جو اپنی چترائی پہ نازاں ہے وہ ہلاک کیا جائے گا اور کبھی بامراد اور کامیاب نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ زمین و آسمان اور جو کچھ اُن میں نظر آرہا ہے اتنا بڑا کارخانہ کیا یہ خدا تعالیٰ کے پوشیدہ ہاتھ کے سوائے چل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یاد رکھو جو امن کی حالت میں ڈرتا ہے وہ خوف کی حالت میں بچایا جاتا ہے اور جو خوف کی حالت میں ڈرتا ہے تو وہ کوئی خوبی کی بات نہیں۔ ایسے موقعہ پر تو کافر مشرک بیدین بھی ڈرا کرتے ہیں۔ فرعون نے بھی ایسے موقعہ پر ڈر کر کہا تھا اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل و انا من المسلمین[1]۔ اس سے صرف اتنا فائدہ اسے ہوا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا بدن تو ہم بچالیں گے مگر تیری جان کو اب نہیں بچائیں گے۔ آخر خدا تعالیٰ نے اس کے بدن کو ایک کنارے پر لگا دیا۔ ایک چھوٹے سے قد کا وہ آدمی تھا۔ غرض جب گناہ اور معصیت کی طرف انسان ترقی کرتا ہے تو پھر لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون[2] والا معاملہ ہوتا ہے۔ جب اجل کی بلا آجاتی ہے تو پھر آگے پیچھے نہیں ہوا کرتی۔ انسان کو چاہیئے کہ پہلے ہی سے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھے۔

[1] یونس: ۹۱ [2] الاعراف: ۳۵

مگر ۔ ۵

خیالِ زلفِ تو بستن نہ کارِ خاماں است
کہ زیرِ سلسلہ رفتن طریقِ عیاری است

انبیاء کا ہی گروہ ایسا گروہ ہوتا ہے کہ وہ بے سلسلہ چلتے ہی نہیں۔ جو لوگ انبیاء کی زندگی میں فسق و فجور میں مبتلاء رہتے ہیں اور عاقبت کی کچھ فکر نہیں کرتے اور راستبازوں پر حملے کرتے ہیں ایسوں ہی کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولا یخاف عقبٰھا[1] ۳۰/۱۹ اس سے مراد یہ ہے کہ جب ایک موذی بے ایمان کو اللہ کریم مارتا ہے تو پھر کچھ پروا نہیں رکھتا کہ اس کے عیال اطفال کا گذارہ کس طرح ہوگا اور اس کے پسماندہ کیسی حالت میں بسر کریں گے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی

ایک شخص نے ستاروں کے ٹوٹنے کی نسبت سوال کیا۔ فرمایا:۔

جہاں تک پتہ لگ سکتا ہے۔ مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ سے پہلے بہت ستارے ٹوٹے تھے اور یہاں بھی شاید ۱۸۸۵ء میں ہمارے دعویٰ سے پہلے بہت سے ستارے ٹوٹے تھے۔ ایک لشکر کا لشکر اس طرف سے اُس طرف چلا جاتا تھا اور اُس طرف سے اِس طرف چلا آتا تھا۔

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی[2] کا بھی یہی مطلب ہے۔ جب کبھی خدا تعالےٰ کا کوئی نشان زمین پر ظاہر ہونے والا ہوتا ہے تو اس سے پہلے آسمان پر کچھ آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے مفسر اور اہلِ کشف بھی یہی بیان کرتے ہیں اور قرآن شریف میں بھی یہی لکھا ہے۔ مجھے ایک خط آیا تھا کہ ایک ستارہ ٹوٹا جس سے بہت روشنی ہوگئی اور پھر ایسی خطرناک آواز آئی کہ لوگ دہشت ناک ہوگئے اور بڑا خوف ہوا۔ اور پھر نہیں معلوم کہ آئندہ ابھی کیا کیا

[1] الشمس : ۱۶ [2] النجم : ۲

ہونے والا ہے۔ آئے دن نئے نئے حوادث ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی سال ایسا نہیں گذرتا جس میں کوئی نہ کوئی حادثہ واقع نہ ہو۔ ستاروں کا ٹوٹنا ظاہر کرتا ہے کہ زمین پر بھی اب کچھ نشانات ظاہر ہونے والے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ نے بھی مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ میں بہت سے عجیب نشان ظاہر کروں گا کچھ اوّل میں اور کچھ آخر میں۔ زلزلہ کی خبر بھی اس نے دی ہے۔ گذشتہ کی نسبت زیادہ سخت طاعون پڑنے کی بھی اطلاع دی ہے۔ معلوم نہیں کہ اس سال وہ خطرناک طاعون پڑے گی یا آئندہ سال میں مگر وہ خطرناک بہت ہوگی۔

اس پر سید نادر علی شاہ صاحب نے عرض کی کہ ایسے موقعہ پر کیا کرنا چاہیئے؟

خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا گُر

فرمایا:۔

توبہ استغفار کرنی چاہیئے۔ بغیر توبہ استغفار کے انسان کر ہی کیا سکتا ہے سب نبیوں نے یہی کہا ہے کہ اگر توبہ استغفار کرو گے تو خدا بخش دے گا۔ سو نمازیں پڑھو اور آئندہ گناہوں سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد چاہو اور پچھلے گناہوں کی معافی مانگو اور بار بار استغفار کرو تا کہ جو قوت گناہ کی انسان کی فطرت میں ہے وہ ظہور میں نہ آوے۔ انسان کی فطرت میں دو طرح کا ملکہ پایا جاتا ہے۔ ایک تو کسبِ خیرات اور نیک کاموں کے کرنے کی قوت ہے اور دوسرے بُرے کاموں کو کرنے کی قوت۔ اور ایسی قوت کو روکے رکھنا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اور یہ قوت انسان کے اندر اس طرح سے ہوتی ہے جس طرح کہ پتھر میں ایک آگ کی قوت ہے۔

استغفار کے معنے

اور استغفار کے یہی معنے ہیں کہ ظاہر میں کوئی گناہ سرزد نہ ہو اور گناہوں کے کرنے والی قوت ظہور میں نہ آوے۔ انبیاء کے استغفار کی بھی یہی حقیقت ہے کہ وہ ہوتے تو معصوم ہیں مگر وہ استغفار اس واسطے کرتے ہیں کہ تا آئندہ وہ قوت ظہور میں نہ آوے اور عوام کے

واسطے استغفار کے دوسرے معنے بھی لئے جاویں گے کہ جو جرائم اور گناہ ہو گئے ہیں اُن کے بد نتائج سے خدا بچائے رکھے اور اُن گناہوں کو معاف کر دے اور ساتھ ہی آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔

بہرحال یہ انسان کے لئے لازمی امر ہے وہ استغفار میں ہمیشہ مشغول رہے۔ یہ جو قحط اور طرح طرح کی بلائیں دُنیا میں نازل ہوتی ہیں ان کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ لوگ استغفار میں مشغول ہو جائیں۔ مگر استغفار کا یہ مطلب نہیں ہے جو استغفر اللہ استغفر اللہ کہتے رہیں اصل میں غیر ملک کی زبان کے سبب لوگوں سے حقیقت چھپی رہی ہے۔ عرب کے لوگ تو ان باتوں کو خوب سمجھتے تھے۔ مگر ہمارے ملک میں غیر زبان کی وجہ سے بہت سی حقیقتیں مخفی رہی ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی دفعہ استغفار کیا۔ سَو تسبیح یا ہزار تسبیح پڑھی مگر جو استغفار کا مطلب اور معنے پوچھو تو بس کچھ نہیں ہکا بکا رہ جاویں گے انسان کو چاہئیے کہ حقیقی طور پر دل ہی دل میں معافی مانگتا رہے کہ وہ معاصی اور جرائم جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں اُن کی سزا نہ بھگتنی پڑے اور آئندہ دل ہی دل میں ہر وقت خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرتا رہے کہ آئندہ نیک کام کرنے کی توفیق دے اور معصیت سے بچائے رکھے۔

خوب یاد رکھو کہ لفظوں سے کچھ کام نہیں بنے گا۔ اپنی زبان میں بھی استغفار ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ پچھلے گناہوں کو معاف کرے اور آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق دے اور یہی حقیقی استغفار ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ یونہی استغفر اللہ استغفر اللہ کہتا پھرے اور دل کو خبر تک نہ ہو۔ یاد رکھو کہ خدا تک وہی بات پہنچتی ہے جو دل سے نکلتی ہے۔ اپنی زبان میں ہی خدا تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگنی چاہئیں۔ اس سے دل پر بھی اثر ہوتا ہے۔ زبان تو صرف دل کی شہادت دیتی ہے۔ اگر دل میں جوش پیدا ہو اور زبان بھی ساتھ مل جائے تو اچھی بات ہے۔ بغیر دل کے صرف زبانی دعائیں عبث ہیں ہاں دل

کی دُعائیں اصلی دعائیں ہوتی ہیں۔ جب قبل از وقتِ بلا انسان اپنے دل ہی دل میں خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگتا رہتا ہے اور استغفار کرتا رہتا ہے تو پھر خداوند رحیم و کریم سے وہ بلا ٹل جاتی ہے لیکن جب بلا نازل ہو جاتی ہے پھر نہیں ٹلا کرتی۔ بلا کے نازل ہونے سے پہلے دعائیں کرتے رہنا چاہیئے اور بہت استغفار کرنا چاہیئے۔ اس طرح سے خدا بلا کے وقت محفوظ رکھتا ہے۔

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ کوئی امتیازی بات بھی دکھائے۔ اگر کوئی شخص بیعت کر کے جاتا ہے اور کوئی امتیازی بات نہیں دکھاتا۔ اپنی بیوی کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہے جیسا پہلے تھا اور اپنے عیال و اطفال سے پہلے کی طرح ہی پیش آتا ہے تو یہ اچھی بات نہیں۔ اگر بیعت کے بعد بھی وہی بد خلقی اور بد سلوکی رہی اور وہی حال رہا جو پہلے تھا تو پھر بیعت کرنے کا کیا فائدہ؟ چاہیئے کہ بیعت کے بعد غیروں کو بھی اور اپنے رشتہ داروں اور ہمسائیوں کو بھی ایسا نمونہ بن کر دکھاوے کہ وہ بول اُٹھیں کہ اب یہ وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔

خوب یاد رکھو کہ صاف ہو کر عمل کرو گے تو دوسروں پر تمہارا ضرور رُعب پڑے گا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا رُعب تھا۔ ایک دفعہ کافروں کو شک پیدا ہوا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بد دُعا کریں گے تو وہ سب کا فر ہل کر آئے اور عرض کی کہ حضور بد دُعا نہ کریں۔ سچے آدمی کا ضرور رُعب ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ بالکل صاف ہو کر عمل کیا جاوے اور خدا کے لئے کیا جاوے تب ضرور تمہارا دوسروں پر بھی اثر اور رُعب پڑے گا۔[1]

ایک بیرسٹر سے مُلاقات

۱۴ ستمبر ۱۹۰۷ء کو قادیان میں ایک بیرسٹر صاحب تشریف لائے تھے جن کا نام نامی مسٹر فضل حسین صاحب ہے۔ اُن کے ساتھ ہی میاں حسین بخش صاحب پنشنر رئیس

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ صفحہ ۳-۴ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

بڑا نو بھی تھے۔ حضرت اقدس سے بھی ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں بعض باتیں ایسی
تھیں جو نہایت مؤثر اور اس زندہ ایمان کا ثبوت تھیں جو حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ
پر ہے۔ اس لئے میں اس حصہ کو یہاں درج کرتا ہوں۔

مسٹر فضل حسین۔ آریوں نے اپنا یہ اصل قرار دیا ہے کہ جب تک بہت سی پابندیاں دُور نہ ہوں،
قومی ترقی نہیں ہو سکتی۔

حضرت اقدس۔ یہ غلط خیال ہے۔ ترقی کا یہ اصول نہیں ہے۔ اسلام نے کیسے ترقی کی۔ کیا
بے قیدی اور آزادی سے یا پابندی شریعت اور اطاعت سے۔ بعض مسلمانوں کو
بھی ایسا ہی خیال ہو رہا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بے قیدی سے ترقی ہو گی مگر میں اس
راہ کو سخت مُضر اور خطرناک سمجھتا ہوں۔ مسلمان جب ترقی کریں گے خدا پرستی سے
کریں گے۔ جس طرح پر اوائل میں اسلام نے ترقی کی وہی خدا اب بھی موجود ہے میری
جماعت ہی کو دیکھو۔ مجھے کافر دجّال بنایا گیا۔ میرے قتل کے فتوے دیئے۔ راہ و رسم
بند کیا۔ مسلمان میرے دشمن ہو گئے۔ یہانتک فتویٰ دیا کہ کوئی مسلمان ہم سے
کشادہ پیشانی سے بھی پیش نہ آئے۔ مگر آپ ہی بتائیں۔ اس مخالفت کا کیا نتیجہ
ہوا؟ اب میری جماعت چار لاکھ کے قریب ہے جس میں ڈاکٹر ہیں۔ حکماء ہیں۔
وکلاء ہیں۔ تاجر ہیں۔ ہر پیشہ اور طبقہ کے لوگ موجود ہیں۔ یہ مخالفت ہمارا کیا بگاڑ
سکی ہے ؎ خدا داری چہ غم داری

مَیں تو یہی ایمان رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور
اگر اُسے نہ چھوڑے تو ساری دنیا اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی۔ اگر خالص سونا
لینا ہو تو پابندی شریعت سے ملے گا۔ ہاں اگر راُس المال بھی کھونا ہو۔ تو پھر
بے قیدی اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کے لئے اگر کوئی بات نہ ہو تو کوئی ساتھ نہیں
دیتا۔ دیکھو لالہ لاجپت رائے کی گرفتاری پر اخباروں میں آریوں کی طرف سے کیا

نکلا یہی کہ ہمارا تعلق نہیں۔

بیرسٹر۔ آریوں کے نزدیک اس وقت مصلحت وقت یہی تھی۔

حضرت اقدس۔ یہ کیا مصلحت وقت تھی۔ یہ تو بزدلی ہے۔ صحابہؓ نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت کے صحابہ ذبح ہو گئے مگر حق کہنے سے نہ رُکے۔ انہوں نے ایسی کشور کشائی کی کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ اُن میں اخلاص تھا، صدق اور وفا تھی۔ اس قسم کے مصلحت اندیش دہریئے ہوتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ پر وثوق رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے لئے ایک بات کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نصرت آئے گی۔ اس لئے وہ ایسا نہیں کرتے کہ حق بات کے کہنے سے رُکیں۔ مجھ سے اگر سوال ہو کہ تم مسیح موعود کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر میں بتاؤں کہ اس کا کیا جواب دیتا ہوں۔ سوا صدق اور مردانہ ہمت کے کام نہیں چلتا۔ ہم پر اس قدر مقدمے کئے گئے مگر ان کا انجام کیا ہوا؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان باتوں سے ڈر کر ہم نے قدم پیچھے ہٹایا۔ یہ تو شرک ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ اپنے **مخلص بندوں کی مدد فرماتا ہے**۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو سچے دل سے لاالٰہ الا اللہ کہتا ہے خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس سے یہ جوہر پیدا ہوتا ہے۔ یہ لوگ ملک و ملت کے دشمن ہیں۔ ان کی صحبت سے بچنا چاہیئے۔ گورنمنٹ کے ہم مسلمانوں پر بہت بڑے احسان ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کی شکر گذاری کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔

بیرسٹر۔ میں نے فلسفہ پر بہت سا وقت ضائع کیا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ ان کا فلسفہ کمزور ہے

حضرت اقدس۔ پھر ہم تو یہ کہتے ہیں ؎

اے کہ خواندی حکمت یونانیاں ٭ حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں

بیرسٹر۔ ہاں ان میں ایثار نفس ہے۔

حضرت اقدس۔ میں اس بات کو نہیں مانتا۔ میں تو یہ جانتا ہوں۔ انما الاعمال بالنیات کیا چوروں میں باہم وفاداری کے تعلقات نہیں ہوتے۔ ایک خود پھنس جاتا ہے۔ مگر دوسرے کو بچانا چاہتا ہے۔ کنجریوں میں بھی ناپاک تعلقات کے رنگ میں ہمدردی اور ایثار کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مگر کیا ان باتوں میں کوئی خوبی ہو سکتی ہے[1] اس لئے کہ ان تعلقات کی بناء خدا تعالیٰ کے لئے نہیں ہوتی۔ سچا اور پاک تعلق جو ہوتا ہے اس کے نمونے اسلام میں پاؤ گے کیونکہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر جو محبت ہوتی ہے وہ صرف اسلام ہی میں ہے۔

بیرسٹر۔ عملی حالت کو دیکھنا چاہیئے۔

حضرت اقدس۔ یہ تو سچ ہے کہ عملی حالت کو دیکھنا چاہیئے مگر پہلے نیت بھی تو دیکھو آپ تو قانون دان ہیں۔ قانون میں بھی نیت کا سوال ہوتا ہے۔ ظاہری ترقیات سے یہ کبھی نتیجہ نہیں ہوا کرتا کہ نیک نیتی بھی ہے۔ بعض ظالم طبع لوگ بھی ایسے گزرے ہیں کہ انہوں نے عالمگیر سلطنتیں پیدا کر لی تھیں مگر لوگ لعنت بھیجتے ہیں۔ اس واسطے یہ بالکل سچی بات ہے کہ انما الاعمال بالنّیات۔

خیر یہ ترقیاں بھی نظر آجائیں گی اور ان کی حقیقت کھل جائے گی۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر جو کچھ ظاہر کیا ہے اور جس کی میں پیشگوئی کر چکا ہوں کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ زندہ ہوں گے جو یہ[2] تباہ ہو جائیں گے۔ ایسی ترقیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ترقی وہی مبارک ہوگی جو خدا تعالیٰ کے احکام کی پابندی سے ہو۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۱۷ صفحہ ۶ مورخہ ۶ مارچ ۱۹۰۸ء)

[1] حاشیہ۔ معلوم ہوتا ہے یہاں "ہرگز نہیں" کے الفاظ کاتب کی غلطی سے رہ گئے ہیں۔ (مرتب)

[2] حاشیہ۔ حضور کا اشارہ آریوں کی طرف ہے جن کا اُوپر ذکر ہوا۔ (مرتب)

۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء

صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر
حضرت اقدس کی تقریر باغ میں

فرمایا:-

قضاء و قدر کی بات ہے۔ اصل مرض سے (مبارک احمد نے) بالکل خلاصی پالی تھی۔ بالکل اچھا ہو گیا تھا۔ بخار کا نام و نشان بھی نہ رہا تھا۔ یہی کہتا رہا کہ مجھے باغ میں لے چلو۔ باغ کی خواہش بہت کرتا تھا سو آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے ساتھ ہی موت کی خبر دے رکھی تھی۔ تریاق القلوب میں لکھا ہے انی اسقط من اللہ واصیبہ۔ مگر قبل از وقت ذہول رہتا ہے اور ذہن منتقل نہیں ہوا کرتا۔ پھر ایک جگہ پیشگوئی ہے "ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر" پھر کئی دفعہ یہ الہام بھی ہوا ہے "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا" اور پھر اہلِ بیت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے یایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم۔ اور پھر فرمایا ہے۔ یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے یہ بڑا تطہیر کا موقع ہے۔ ان کے بڑے بڑے تعلقات ہوتے ہیں اور ان کے ٹوٹنے سے رنج بہت ہوتا ہے۔ میں تو اس سے بڑا خوش ہوں کہ خدا کی بات پوری ہوئی۔ گھر کے آدمی اس کی بیماری میں بعض اوقات بہت گھبرا جاتے تھے۔ میں نے ان کو جواب دیا تھا کہ آخر نتیجہ موت ہی ہونا ہے یا کچھ اور ہے۔ دیکھو ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ادعونی استجب لکم[1] یعنی اگر تم مجھ سے مانگو تو قبول کروں گا اور دوسری جگہ فرمایا۔ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و اولئک ھم المھتدون[2] اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی امتحان آیا کرتے ہیں۔ مجھے بڑی خوشی اس بات کی بھی ہے کہ میری بیوی کے مُنہ سے

[1] المومن: ۶۱ [2] البقرۃ: ۱۵۶-۱۵۸

سب سے پہلا کلمہ جو نکلا ہے وہ یہی تھا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون. کوئی نعرہ نہیں مارا کوئی چیخیں نہیں ماریں۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں انسان اسی واسطے آتا ہے کہ آزمایا جاوے۔ اگر وہ اپنی منشاء کے موافق خوشیاں مناتا رہے اور جس بات پر اس کا دل چاہے وہی ہوتا رہے تو پھر ہم اس کو خدا کا بندہ نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے ہماری جماعت کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے دو طرح کی تقسیم کی ہوئی ہے۔ اس لئے اس تقسیم کے ماتحت چلنے کی کوشش کی جاوے۔ ایک حصہ تو اس کا یہ ہے کہ وہ تمہاری باتوں کو مانتا ہے اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ وہ اپنی منواتا ہے۔ جو شخص ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ خدا تعالےٰ ہمیشہ اس کی مرضی کے مطابق کرتا رہے اندیشہ ہے کہ شاید وہ کسی وقت مُرتد ہو جاوے۔

کوئی یہ نہ کہے کہ میرے پر ہی تکلیف اور ابتلاء کا زمانہ آیا ہے بلکہ ابتداء سے سب نبیوں پر آتا رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا جب فوت ہوا تھا تو کیا انہیں غم نہیں ہوا تھا۔ ایک روایت میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے تھے۔ آخر بشریت ہوتی ہے۔ غم کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ مگر ہاں صبر کرنیوالوں کو بڑے بڑے اجر ملا کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی ساری کتابوں کا منشا یہی ہے کہ انسان رضا بالقضا سیکھے۔ جو شخص اپنے ہاتھ سے آپ تکلیف میں پڑتا ہے اور خدا تعالیٰ کے لئے ریاضات اور مجاہدات کرتا ہے وہ اپنے رگ پٹھے کی صحت کا خیال بھی رکھ لیتا ہے اور اکثر اپنی خواہش کے موافق ان اعمال کو بجا لاتا ہے اور حتی الوسع اپنے آرام کو مدنظر رکھتا ہے۔ مگر جب خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی امتحان پڑتا ہے اور کوئی ابتلاء آتا ہے تو وہ رگ اور پٹھے کا لحاظ رکھ کر نہیں آتا۔ خدا تعالےٰ کو اس کے آرام اور رگ پٹھے کا خیال مدنظر نہیں ہوتا۔ انسان جب کوئی مجاہدہ کرتا ہے تو وہ اپنا تصرف رکھتا ہے مگر جب خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی امتحان آتا ہے تو اس میں انسان کے تصرف کا دخل نہیں ہوتا۔ انسان خُدا

تعالیٰ کے امتحان میں بہت جلد ترقی کر لیتا ہے اور وہ مدارج حاصل کر لیتا ہے جو اپنی محنت اور کوشش سے کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی واسطے ادعونی استجب لکم[1] میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بشارت نہیں دی مگر ولنبلونکم بشیءٍ[2] الآیۃ میں بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی بڑی برکتیں اور رحمتیں ہوں گی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

غرض یہی طریق ہے جس سے انسان خدا تعالیٰ کو راضی کر سکتا ہے نہیں تو اگر خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک بن جاوے اور اپنی مرضی کے مطابق اُسے چلانا چاہے تو یہ ایک خطرناک راستہ ہوگا جس کا انجام ہلاکت ہے۔ ہماری جماعت کو منتظر رہنا چاہیئے کہ اگر کوئی ترقی کا ایسا موقعہ آجاوے تو اس کو خوشی سے قبول کیا جاوے۔

آج رات کو (مبارک احمد نے) مجھے بُلایا اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا اور مصافحہ کیا جیسے اب کہیں رخصت ہوتا ہے اور آخری ملاقات کرتا ہے۔ جب یہ الہام انی اسقط من اللہ واصیبہ ہوا تھا تو میرے دل میں کھٹکا ہی تھا۔ اسی واسطے میں نے لکھ دیا تھا کہ یا یہ لڑکا نیک ہوگا رُو بخدا ہوگا اور یا یہ کہ جلد فوت ہو جائے گا۔ قرآن شریف پڑھ لیا تھا۔ کچھ کچھ اُردو بھی پڑھ لیتا تھا اور جس دن بیماری سے افاقہ ہوا۔ میرا سارا اشتہار پڑھا اور یا کبھی کبھی پرندوں کے ساتھ کھیلنے میں مشغول ہو جاتا تھا۔

فرمایا:۔

بڑا ہی بدقسمت وہ انسان ہے جو خدا تعالیٰ کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تو دوست والا معاملہ چاہیئے۔ کبھی اس کی مان لی اور کبھی اپنی منوا لی ؎

زبخت خویش برخوردار باشی
بشرطِ آں کہ با من یار باشی

ہمارے گاؤں میں ایک شخص تھا۔ اس کی گائے بیمار ہو گئی۔ صحت کے لئے

[1] المومن: ۶۱ [2] البقرۃ: ۱۵۶

دُعائیں مانگتا رہا ہوگا مگر جب گائے مَر گئی تو وہ دہریہ ہوگیا۔

خدا تعالیٰ نے اپنی قضاء و قدر کے راز مخفی رکھے ہیں اور اس میں ہزاروں مصالح ہوتے ہیں۔ میرا تجربہ ہے کہ کوئی انسان بھی اپنے معمولی مجاہدات اور ریاضات سے وہ قُرب نہیں پا سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ابتلا آنے پر پا سکتا ہے۔ زور کا تازیانہ اپنے بدن پر کون مارتا ہے۔ خدا تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے۔ ہم نے تو آزمایا ہے ایک تھوڑا سا دُکھ دے کر بڑے بڑے انعام و اکرام عنایت فرماتا ہے۔ وہ جہان ابدی ہے۔ جو لوگ ہم سے جُدا ہوتے ہیں وہ تو واپس نہیں آ سکتے ہاں ہم جلدی اُن کے پاس چلے جاویں گے۔ اس جہان کی دیوار کچی ہے اور وہ بھی گِرتی جاتی ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ یہاں سے انسان نے لے ہی کیا جانا ہے۔ اور پھر انسان کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کب جانا ہے۔ جب جائے گا بھی تو بے وقت جائے گا اور پھر خالی ہاتھ جائے گا۔ ہاں اگر کسی کے پاس اعمالِ صالحہ ہوں تو وہ ساتھ ہی جائیں گے۔ بعض آدمی مَرنے لگتے ہیں تو کہتے ہیں میرا اسباب دکھا دو اور ایسے وقت میں مال و دولت کی فِکر پڑ جاتی ہے۔

ہماری جماعت کے لوگ بھی اس طرح کے ابھی بہت ہیں۔ جو شرطی طور پر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ بعض لوگ خطوں میں لکھتے ہیں کہ اگر ہمیں اتنا روپیہ مل جاوے یا ہمارا یہ کام ہو جاوے تو ہم بیعت کر لیں گے۔ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کو تمہاری بیعت کی ضرورت کیا ہے۔ **ہماری جماعت کا ایمان تو صحابہ والا چاہیئے جنہوں نے اپنے سر خدا تعالیٰ کی راہ میں کٹوا دیئے تھے۔**

اگر آج ہماری جماعت کو یورپ اور امریکہ میں اشاعتِ اسلام کے لئے جانے کو کہا جاوے تو اکثر یہی کہہ دیں گے جی ہمارے بال بچوں کو تکلیف ہوگی۔ ہمارے گھروں کا ایسا حال ہے۔ یہ ہے وہ ہے۔ اِنَّ بیوتنا عورة [1] ۔ اور ہم نے یہ تو نہیں کہنا کہ جا کر سر کٹوائیں بلکہ یہی ہے کہ دین کے لئے سفر کی تکالیف اور صدمے اُٹھا دیں مگر اکثر یہی

[1] الاحزاب : ۱۴

کہدیں گے۔ بی گرمی بہت ہے زیادہ تکلیف کا اندیشہ ہے مگر خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ جہنم کی گرمی اس سے بھی زیادہ ہوگی نارُ جہنّم اشدُ حرًّا [1]۔ صحابہؓ کا نمونہ مسلمان بننے کے لئے پکا نمونہ ہے۔ ابھی تو جماعت پر مجھے یہ بھی اطمینان نہیں کہ اس کا نام میں جماعت رکھوں۔ ابھی تو یہ نشو ہے۔ ایسا انسان تو ہمیں نہیں چاہیئے جو صرف خوشی میں ہی خدا تعالےٰ کو پکارے۔ ایسے شخص پر تو ذرا خدا تعالےٰ کا امتحان آیا اور طرح طرح کی مایوسیاں اور بے امیدیاں ظاہر کرنی شروع کر دیں۔ مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَحسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لایفتنون [2] کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ صرف اتنا کہدینے سے ہی کہ ہم ایمان لائے چھوٹ جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جاوے گا۔ امتحان کا ہونا تو ضروری ہے اور امتحان بڑی چیز ہے۔ سب پیغمبروں نے امتحان سے ہی درجے پائے ہیں۔ یہ زندگی دنیا کی بھروسہ والی زندگی نہیں ہے۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ آخر چھوڑنی پڑتی ہے مصائب کا آنا ضروری ہے۔ دیکھو ایوبؑ کی کہانی میں لکھا ہے کہ طرح طرح کی تکالیف اسے پہنچیں اور بڑے بڑے مصائب نازل ہوئے اور اس نے صبر کئے رکھا۔ ہمیں یہ بہت خیال رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو ہماری جماعت صرف خشک استخواں کی طرح ہو۔ بعض آدمی خط لکھتے ہیں تو اُن سے مجھے بُو آجاتی ہے۔ شروع خط میں تو وہ بڑی لمبی چوڑی باتیں لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے دُعا کرو کہ ہم اولیاء اللہ بن جاویں اور ایسے اور ویسے ہو جاویں اور آخیر پر جا کر لکھ دیتے ہیں کہ فلاں ایک مقدمہ ہے اس کیلئے ضرور دُعا کریں کہ فتح نصیب ہو۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اصل میں یہ ایک مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے خط لکھا گیا تھا۔ خدا تعالےٰ کی رضامندی مدنظر نہ تھی۔

اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے دو طرح کی تقسیم کی ہوئی ہے۔ کبھی تو وہ اپنی منوانا چاہتا ہے اور کبھی انسان کی مان لیتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ہمیشہ انسان ہی کی مرضی کے مطابق ہی کام ہوا کریں۔ اگر ایسا سمجھا جائے کہ خدا تعالےٰ کی مرضی

[1] التوبۃ: ۸۱ [2] العنکبوت: ۳

ہمیشہ انسان کے ارادوں کے موافق ہو تو پھر امتحان کوئی نہ رہا۔ کون چاہتا ہے کہ آرام عیش وعشرت اور ہر طرح کے سکھ سے دُکھ میں مبتلا ہوؤں۔ جس کے تین چار بیٹے ہوں، وہ کب چاہتا ہے کہ یہ مر جائیں اور کون چاہتا ہے کہ میری تمام خوشیاں دکھوں اور مصیبتوں سے تبدیل ہو جاویں۔ غرض خدا تعالیٰ نے امتحان کو انسان کی ترقی کے لئے اور یا اُس کی بدگوہری ظاہر کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ بہت لوگ امتحان کے وقت طرح طرح کی باتیں بنانے لگ جاتے ہیں اور طرح طرح کے باطل توہمات اور وساوس انہیں اُٹھا کرتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ فی قلوبھم مرضٌ فزادھم اللہ مرضاً ولھم عذاب الیمٌ بما کانوا یکذبون[1]

یاد رکھو خدا تعالیٰ کا ساتھ بڑی چیز ہے۔ اگر فرض بھی کر لیں کہ نہ کوئی بیٹا رہے نہ کوئی مال و دولت رہے پھر بھی خدا بڑی دولت ہے۔ اس نے یہ کبھی نہیں کیا کہ جو اس کے ہو کر رہتے ہیں ان کو بھی تباہ کر دیا ہو۔ اس کے امتحان میں استقلال اور ہمت سے کام لینا چاہیئے۔ یاد رکھو کہ امتحان ہی وہ چیز ہے جس سے انسان بڑے بڑے مدارج حاصل کر سکتا ہے۔ نری نمازیں اور دُنیا کے لئے ٹکریں کچھ چیز نہیں۔ مومن کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے قضا و قدر کے ساتھ شکوہ نہ کرے اور رضا بالقضا پر عمل کرنا سیکھے اور جو ایسا کرتا ہے میرے نزدیک وہی صدیقوں شہیدوں اور صالحوں میں سے ہے۔ جان سے بڑھ کر اور تو کوئی چیز نہیں اس کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ اور یہی وہ بات ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

فرمایا:-

ہمیشہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ انسان جہاں چاہتا ہے کہ بیمار بچ جاوے وہاں غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

اس پر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے عرض کی کہ چند دن ہوئے حضور نے فرمایا

[1] البقرۃ : ۱۱

تھا کہ خواب میں دیکھا ہے کہ اس مکان میں موت ہونے والی ہے اور بکری ذبح کی گئی اور ان دنوں میں مولوی نورالدین صاحب چونکہ بیمار تھے اس لئے ان کی نسبت خطرہ پڑ گیا تھا اور نواب محمد علی خان صاحب اور ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب اور میں ہم تینوں اس بات کے گواہ ہیں۔

فرمایا :-

تقدیر دو طرح کی ہوتی ہے ایک کو تقدیر معلق کہتے ہیں اور دوسری کو تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ ارادۂ الٰہی جب ہو چکتا ہے تو پھر اس کا تو کچھ علاج نہیں ہوتا۔ اگر اس کا بھی کچھ علاج ہوتا تو سب دُنیا بچ جاتی۔ مبرم کی علامات ہی ایسی ہوتی ہیں کہ دن بدن بیماری ترقی کرتی جاتی ہے اور حالت بگڑتی چلی جاتی ہے۔ دیکھو ۹ دن کا تپ ٹوٹ گیا تھا بالکل نام ونشان باقی نہ رہا تھا مگر پھر دوبارہ چڑھ گیا۔ یہ تو خدا تعالیٰ نے نہیں کہا تھا کہ بخار ٹوٹنے کے بعد زندہ بھی رہے گا۔ خدا تعالیٰ کی دو تو پیشگوئیاں پُوری ہوئی تھیں۔ بُخار بھی ٹوٹ گیا۔ اور خورد سالی میں فوت بھی ہو گیا۔

کچھ مدت گذری کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک جگہ پانی بہہ رہا ہے اور مبارک اس میں گر گیا ہے۔ بہتیرا دیکھا اور غوطے بھی لگائے مگر تلاش کرنے پر نہ ملا۔ یہ خواب ہمیشہ میرے مدنظر رہا ہے۔

سید میر حامد شاہ صاحب نے عرض کی کہ حضور میری والدہ نے آج صبح کو خواب میں دیکھا تھا کہ حضور کے چار روشن ستارے ہیں۔ ایک اُن میں سے ٹوٹ کر زمین کے اندر چلا گیا ہے۔

پھر خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین صاحب نے عرض کیا کہ مبارک احمد کو لوگ اکثر "ولی ولی" کر کے پکارا کرتے تھے۔ فرمایا :-

ہاں ولی وہی ہوتا ہے جو بہشتی ہو

میاں مبارک احمد کی قبر دوسری قبروں سے کسی قدر فاصلہ پر ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا:۔

بعض اوقات اگر باپ خواب دیکھے تو اس سے مراد بیٹا ہوتا ہے اور اگر بیٹا خواب دیکھے تو اس سے باپ مراد ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میں خواب میں یہاں (بہشتی مقبرہ) آیا اور قبر کھودنے والوں کو کہا کہ میری قبر دوسروں سے جُدا چاہیئے۔ دیکھو جو میری نسبت تھا وہ میرے بیٹے کی نسبت پُورا ہو گیا۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ صفحہ ۵-۶ مورخہ ۲۴ر ستمبر ۱۹۰۷ء)

۱۸ر ستمبر ۱۹۰۷ء

(بوقت سیر)

حضرت اقدس نے فرمایا:۔

حکیم لکھتے ہیں کہ ریاضات بدنی ادویہ کی مشق سے بہتر ہوتی ہیں۔

فرمایا:۔

مبارک احمد کی فوتیدگی سے دو دن پہلے یہ الہام ہوا تھا

"لاعلاج ولا یحفظ"

فرمایا:۔

براہین احمدیہ میں ایک یہ الہام بھی درج ہے

"ایلی ایلی لما سبقتانی۔ اے خدا رحم کر"

لہ ۱۸ر ستمبر کی ڈائری کا کچھ حصہ اس واسطے درج کیا گیا ہے کہ الحکم ایک دن دیر کر کے شائع ہوتا ہے (ایڈیٹر)

یہ کسی خطرناک ابتلا پر دلالت کرتا ہے۔ معلوم نہیں اس کے پورا ہونے کا کونسا زمانہ ہے۔ ہماری جماعت بہت کمزور ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ یقین کی طرف ترقی کریں بدظنی کی طرف زیادہ مائل ہو جاتے ہیں۔ مجھے اس بات کا بہت خیال رہتا ہے کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ جس خدا نے اتنی پیشگوئیاں پوری کر دی ہیں اور فتح پر فتح اور نصرت پر نصرت دیتا رہا ہے ضروری ہے کہ وہ امتحان بھی لے۔ بعض لوگ نادان ہوتے ہیں سُنّت اللہ کو سمجھتے نہیں ہیں اُن میں انجام شناسی اور پیش و پس پر غور کر کے صحیح رائے قائم کرنے کی عادت نہیں ہوتی۔ اس لئے اکثر ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ چند دن ہوئے ہم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک شخص ہے جو گویا مرتدین میں داخل ہو گیا ہے۔ میں اس آدمی کے پاس گیا ہوں۔ آدمی سنجیدہ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے جو ارتداد اختیار کر لیا ہے تو اُس نے مجھے جواب دیا خدا محفوظ رکھے کسی کو یہ ابتلا پیش نہ آ جاوے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۲ صفحہ ۲ مورخہ ۱۷ستمبر ۱۹۰۷ء)

جوہڑ کے پانی کا استعمال جائز ہے مگر مجبوری نہیں

قادیان کے اردگرد نشیب زمین میں بارش اور سیلاب کا پانی جمع ہو کر ایک جوہڑ سا بن جاتا ہے جس کو یہاں ڈھاب کہتے ہیں۔ جن ایام میں یہ نشیب زمین (ساری یا اس کا کچھ حصہ) خشک ہوتی ہے تو گاؤں کے لوگ اس کو رفع حاجت کے طور پر استعمال کرتے رہتے ہیں اور اس میں بہت سی ناپاکی جمع ہو جاتی ہے جو سیلاب کے پانی کے ساتھ مل جاتی ہے۔

آج[1] صبح حضرت اقدس مع خدام جب باہر سیر کے واسطے تشریف لے گئے تو اس ڈھاب کے پاس سے گذرتے ہوئے فرمایا کہ

[1] یعنی ۸؍ستمبر ۱۹۰۷ء (مرتب)

ایسا پانی گاؤں کی صحت کے واسطے مضر ہوتا ہے

پھر فرمایا :-

اس پانی میں بہت سا گند شامل ہو جاتا ہے اور اس کے استعمال سے کراہت آتی ہے۔ اگرچہ فقہ کے مطابق اس سے وضو کر لینا جائز ہے کیونکہ فقہاء کے مقرر کردہ دہ در دہ سے زیادہ ہے تاہم اگر کوئی شخص جس نے اس میں گندگی پڑتی دیکھی ہو اگر اس کے استعمال سے کراہت کرے تو اس کے واسطے مجبوری نہیں کہ خواہ مخواہ اس سے یہ پانی استعمال کرایا جائے جیسا کہ گوہ کا کھانا حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جائز رکھا ہے مگر خود کھانا پسند نہیں فرمایا۔ یہ اسی طرح کی بات ہے جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے ؎

سعدیا حبِ وطن گرچہ حدیث است درست
نتواں مُرد بہ سختی کہ دریں جا زادم

بدامنی کی جگہ پر احمدی کیا کریں

سرحد پار کے علاقہ جات سے ایک جگہ سے چند احمدیوں کا ایک خط حضرت کی خدمت میں پہنچا کہ اس جگہ بدامنی ہے لوگ آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔ کوئی پُرسان نہیں۔ چند مُلّاں ہم کو قتل کرنا چاہتے ہیں کیا آپ کی اجازت ہے کہ ہم بھی اُن کو قتل کرنے کی کوشش کریں ؟

حضرت نے فرمایا کہ

ایسا مت کرو ہر طرح سے اپنی حفاظت کرو لیکن خود کسی پر حملہ نہ کرو۔ تکالیف اُٹھاؤ اور صبر کرو۔ یہانتک کہ خدا تعالیٰ تمہارے لئے کوئی انتظام احسن کر دے۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

آبکاری کی تحصیلداری

ایک دوست جو محکمہ آبکاری میں نائب تحصیلدار ہیں ان کا خط حضرت کی خدمت میں آیا اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا اس قسم کی نوکری ہمارے واسطے جائز ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ

اس وقت ہندوستان میں ایسے تمام امور حالت اضطرار میں داخل ہیں۔ تحصیلدار یا نائب تحصیلدار نہ شراب بناتا ہے نہ بیچتا ہے نہ پیتا ہے۔ صرف اس کی انتظامی نگرانی ہے اور بلحاظ سرکاری ملازمت کے اس کا فرض ہے۔ ملک کی سلطنت اور حالات موجودہ کے لحاظ سے اضطراراً یہ امر جائز ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے رہنا چاہیئے کہ وہ انسان کے واسطے اس سے بھی بہتر سامان پیدا کرے۔ گورنمنٹ کے ماتحت ایسی ملازمتیں بھی ہو سکتی ہیں جن کا ایسی باتوں سے تعلق نہ ہو اور خدا تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا چاہیئے۔

ننگوں کے ساتھ میل جول

افریقہ سے ایک دوست نے بذریعہ تحریر حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ اس جگہ کے اصلی باشندے مرد و زن بالکل ننگے رہتے ہیں اور معمولی خورد و نوش کی اشیاء کا لین دین ان کے ساتھ ہی ہوتا ہے تو کیا ایسے لوگوں سے ملنا جلنا گناہ تو نہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ

تم نے تو ان کو نہیں کہا کہ ننگے رہو وہ خود ہی ایسا کرتے ہیں۔ اس میں تم کو کیا گناہ؟ وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ ہمارے ملک میں بعض فقیر اور دیوانے ننگے پھرا کرتے ہیں۔ ہاں ایسے لوگوں کو کپڑا پہننے کی عادت ڈالنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ایسے ہی لوگوں کی نسبت یہ بھی سوال کیا گیا کہ چونکہ ملک افریقہ میں غریب لوگ بھی ہیں جو نوکری پر بآسانی سستے مل سکتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں سے کھانا پکوایا جائے تو یہ کیا جائز

ہے؟ یہ لوگ حرام حلال کی پہچان نہیں رکھتے۔

فرمایا:۔

اس ملک کے حالات کے لحاظ سے جائز ہے کہ اُن کو نوکر رکھ لیا جائے اور اپنے کھانے وغیرہ کے متعلق ان سے احتیاط کرائی جائے۔

ایسی عورتوں سے نکاح

یہ بھی سوال ہوا کہ کیا ایسی عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

فرمایا:۔

اس ملک میں اور ان علاقوں میں بحالتِ اضطرار ایسی عورتوں سے نکاح جائز ہے لیکن صورتِ نکاح میں اُن کو کپڑے پہنانے اور اسلامی شعار پر لانے کی کوشش کرنی چاہیئے

نوٹوں پر کمیشن

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ نوٹوں کے بدلے روپیہ لینے یا دینے کے وقت یا پونڈ یا روپیہ تڑوانے کے وقت دستور ہے کہ کچھ پیسے زائد لئے یا دیئے جاتے ہیں کیا اس قسم کا کمیشن لینا یا دینا جائز ہے؟

حضرت نے فرمایا:۔

یہ جائز ہے اور سُود میں داخل نہیں۔ ایک شخص وقت ضرورت ہم کو نوٹ بہم پہنچا دیتا ہے یا نوٹ لے کر روپے دے دیتا ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ کچھ مناسب کمیشن اس پر لیلے۔ کیونکہ نوٹ یا روپیہ یا ریزگاری کے محفوظ رکھنے اور تیار رکھنے میں وہ خود بھی وقت اور محنت خرچ کرتا ہے۔

فاسقہ کو حق وراثت

ایک شخص نے بذریعہ خط حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ ایک شخص مثلاً زید نام لاولد فوت ہوگیا ہے۔ زید کی ایک ہمشیرہ تھی جو زید کی عین حیات میں بیاہی گئی تھی۔ بہ سبب اس کے کہ خاوند سے بن نہ آئی اپنے بھائی کے گھر میں رہتی تھی اور وہیں رہی یہانتک کہ زید مرگیا۔ زید کے مرنے کے بعد اس عورت نے بغیر اس کے کہ پہلے خاوند سے باقاعدہ طلاق حاصل کرتی ایک اور شخص سے نکاح کرلیا جو کہ ناجائز ہے۔ زید کے ترکہ میں جو لوگ حقدار ہیں کیا ان کے درمیان اس کی ہمشیرہ بھی شامل ہے یا اس کو حصہ نہیں ملنا چاہیئے؟

حضرت نے فرمایا کہ

اس کو حصہ شرعی ملنا چاہیئے کیونکہ بھائی کی زندگی میں وہ اس کے پاس رہی اور فاسق ہوجانے سے اس کا حق وراثت باطل نہیں ہوسکتا۔ شرعی حصہ اس کو برابر ملنا چاہیئے باقی معاملہ اس کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اس کا پہلا خاوند بذریعہ گورنمنٹ باضابطہ کاروائی کرسکتا ہے۔ اس کے شرعی حق میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔

امور نبوت کو یکجائی نظر سے دیکھو

فرمایا۔

انبیاء کے سوانح اور حالات میں بعض ایسے امور ہوتے ہیں کہ کفار کے واسطے موجب ٹھوکر ہوجاتے ہیں۔ مگر اُس میں قصور ان کفار کا ہوتا ہے کیونکہ وہ صرف ایک واقعہ کو پکڑ لیتے ہیں اور باقی تمام باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ تمام امور کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے۔ انبیاء پر جو مصائب آتے ہیں اُن میں بھی اللہ تعالیٰ کے ہزارہا اسرار ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت سے مصائب آتے تھے۔ جنگ اُحد میں ایک

روایت ہے کہ آپ کو ستر تلواروں کے زخم لگے تھے اور مسلمانوں کی ظاہری حالت خراب دیکھ کر کفار کو بڑی خوشی ہوئی۔ چنانچہ ایک کافر نے یہ یقین کر کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار سب شہید ہو گئے ہوں گے باآواز بلند پکار کر کہا کہ کیا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تم میں ہے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ خاموش رہو اس کا جواب نہ دو۔ خاموشی سے اُسے خوشی ہوئی کہ فوت ہو گئے ہوں گے اس واسطے جواب نہیں آیا۔ پھر اسی طرح اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آواز دی۔ تب بھی اُدھر سے خاموشی اختیار کی۔ پھر اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آواز دی۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے کہا کمبخت کیا بکتا ہے۔ سب زندہ ہیں۔

ایسی تلخیوں کا دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے مگر اُن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے[1] فرمایا کہ اب اس کے بعد کفار ہم پر چڑھائی نہ کریں گے بلکہ ہم کفار پر چڑھائی کریں گے۔ مکہ سے نکلنے کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کیسی تلخی کا وقت تھا ہمارے مخالف اس بات پر خوش ہوتے ہونگے کہ ان کا بیٹا مر گیا۔ مگر اس میں تو پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور نیز خدا کے ساتھ جو زندگی ہوتی ہے وہ مصائب اور شدائد کے ساتھ ملی جلی ہوتی ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کتنے ہی لڑکے فوت ہوئے تھے ایسا ہی کفار نے اس وقت بھی خوشیاں منائی ہوں گی۔ دشمن میں ہمدردی کی طاقت سلب ہو جاتی ہے مگر آخری فیصلہ خدا تعالیٰ کے پاس ہے اور تمام باتوں کو ملا کر یکجائی نظر سے دیکھنا چاہیئے کہ انجام کیا ہوتا ہے۔

سُنّتِ قدیمہ

خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ہم لوگوں کو اسی سُنّت پر لائے جو قرآن کریم میں مرقوم ہے کیونکہ پہلے تمام انبیاء پر مصائب شدائد پڑتے رہے۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں

---

[1] حاشیہ۔ "غزوہ خندق کے بعد" الفاظ معلوم ہوتا ہے سہواً رہ گئے ہیں (مرتب)

فرماتا ہے کہ تم پر ان آزمائشوں کا پڑنا ضروری ہے جو پہلوں پر پڑیں۔ ان امتحانوں میں پاس ہونے کے بعد تم سچے مومن کہلا سکتے ہو۔ آنحضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جبکہ اپنی خواب کی بناء پر حج کے واسطے گرمی میں سفر کیا تھا اور پھر اس سال حج نہ ہوا تو یہ امر بہتوں کے واسطے موجب ابتلا ہوا تھا مگر اس کے بعد خدا تعالیٰ نے بہت ساری فتوحات دیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مصائب سب سے بڑھکر تھے

تمام انبیاء پر مصائب اور تکالیف پڑیں لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو تکالیف آئیں وہ سب سے بڑھ کر تھیں۔ حضرت عیسٰی کا وقت بھی بہت تھوڑا تھا صرف تین سال لوگوں کو تبلیغ کی وہ بھی اکثر حصہ گمنامی میں گذر گیا۔ صرف ایک مصیبت واقعہ صلیب کی اُن پر پڑی۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت سخت مصائب پڑے۔ تیرہ سال تک بڑے صبر اور استقلال کے ساتھ آپ نے مکہ میں زندگی بسر کی اور ہر طرح کا دُکھ اُٹھایا اور آخر نہایت مجبوری کی حالت میں ہجرت کی۔ آپ پر تکالیف سب سے بڑھ کر تھیں۔

آنحضرتؐ کی کامیابی سب سے بڑھ کر تھی

مگر آپ کو جو کامیابی نصیب ہوئی وہ بھی سب سے بڑھ کر تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے اصحاب دیئے گئے جنہوں نے آپ کی خاطر جانیں دے دیں اور اس کو فخر سمجھا۔ لیکن جب حضرت عیسٰیؑ کے اصحاب کو دیکھتے ہیں تو ایک نے تیس روپے لے کر اپنے نبی کو بیچ ڈالا گویا وہ اس کا مرشد نہ تھا غلام تھا۔ دوسرے نے مُنہ پر لعنت کی حضرت موسٰیؑ کے ساتھیوں نے کہا کہ جا تُو اور تیرا خدا کافروں سے لڑائی کرو۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت موسٰیؑ کو وعدہ کی زمین بھی اپنی عمر میں دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔

مسیح موعود تمام انبیاء کا مظہر

فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام آدمؑ بھی رکھا ہے۔ نوحؑ بھی رکھا ہے۔ موسٰیؑ بھی رکھا ہے

داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ عیسیٰؑ۔ محمدؐ غرض بہت سے انبیاء کے نام ہم کو دیئے ہیں اور پھر یہ بھی فرمایا ہے کہ جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ مسیح موعود تمام انبیاء گذشتہ کا مظہر ہے۔

فتویٰ کفر کی وجہ

فرمایا :-

ہمارے مخالف مولوی ہم پر اس وجہ سے فتویٰ کفر لگاتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰؑ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہمارا نام محمدؐ بھی رکھا ہے وہ اس وجہ سے کیوں کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔ کیا اُن کے نزدیک محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ حضرت عیسیٰؑ سے کم ہے یا اُن کو عیسیٰ سے بہت محبت ہے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے اُن کے دل میں کوئی غیرت باقی نہیں رہی ؟

جماعت کمزور

کسی شخص کے مرتد ہونے والا خواب جو گذشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

جماعت بہت کمزور ہے۔ اکثر نادان لوگ بدظنی کے قریب چلے جاتے ہیں۔ اور تھوڑی بات پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین۔

بدیہی اور نظری باتیں

حافظ احمد اللہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور کا ایک الہام جو اخبار بدر ۱۷ ستمبر ۱۹۰۶ء میں چھپا تھا۔ اس طرح سے ہے " مَا اَنَا اِلَّا کَالْقُرْاٰنِ وَسَیَظْهَرُ عَلٰی

يَدَيَّ مَا ظَهَرَ مِنَ الْفُرْقَانِ۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں جونکہ آیات محکمات کے ساتھ آیات متشابہات بھی ہیں۔ اسی کے موافق مامور من اللہ کا حال و قال ہے۔ بعض باتیں بدیہی ہیں اور بعض نظری۔

فرمایا:۔ یہ درست ہے

سوال

بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشتکاروں سے جبکہ کام کی کثرت مثل تخمریزی و درودگی ہوتی ہے۔ ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گذارہ مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟

فرمایا:۔

الاعمال بالنیات۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ و طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے۔ پھر جب میسّر ہو رکھ لے۔

اور وعلی الذین یطیقونہٗ[1] کی نسبت فرمایا کہ

اس کے معنے یہ ہیں کہ جو طاقت نہیں رکھتے

اور نصف شعبان کی نسبت فرمایا کہ

یہ رسوم حلوا وغیرہ سب بدعات ہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۶-۷ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۷ء)

---

۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء (بوقت ظہر)

پیسہ اخبار مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۰۷ء میں شائع شدہ دہلی کے ایک شخص نور احمد نامی

[1] البقرۃ: ۱۸۵

کا مندرجہ ذیل مراسلہ حضرت اقدس کی خدمت میں پڑھ کر سُنایا گیا:۔

"پچھلے سال اکتوبر کے مہینہ میں افسرالاطباء جناب حافظ محمد اجمل خاں صاحب کے دولتکدہ میں بموجودگی جناب نواب شجاع الدین صاحب رئیس لوہارو۔ خان بہادر غلام حسن خان صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس دہلی۔ نواب مرزا اکبر علی خاں صاحب۔ حاجی عبدالغنی و دیگر معززین جناب مولوی میر کرامت علی خاں صاحب نے فرمایا تھا کہ اب کے طاعون فروری میں زور پکڑے گا اور اپریل مئی میں یہانتک زور ہوگا کہ ۹۰ ہزار فی ہفتہ اموات طاعون سے ہوں گی۔ ۲۴ر اپریل صبح ۶½ بجے اٹلی میں زلزلہ آئے گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ دلّی میں بھی طاعون ہوگا۔ اور افراتفری پھیلے گی لیکن جس محلہ میں آپ کا مسکن ہے وہاں طاعون نہیں ہوگا۔ جس طاعون کے مریض کو میں چھوؤں گا وہ طاعون سے نہیں مرے گا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی من وعن پوری ہوئی۔ فراش خانہ میں حضرت کا مکان ہے وہاں طاعون نہیں ہوا۔ اور یہ بھی سُنا گیا ہے کہ جن بیماروں کو آپنے تعویذ دیا وہ بچ گئے۔ چنانچہ ولایت علی اور قمرالدین سوداگران صدر بازار دہلی کا بیان ہے کہ ۶۰ مریضوں کو تعویذ پلائے گئے سب کے سب بچ گئے۔ اب کہ طاعون کے متعلق جو پیشگوئی کی گئی ہے برائے اندراج پیسہ اخبار ارسال خدمت ہے۔

پیشگوئی متعلقہ طاعون بابت سال ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء۔ پنجاب میں اب کے طاعون کا پہلے سال جیسا زور نہیں ہوگا البتہ ممالک مغربی و شمالی میں بہت زور ہوگا۔ دلّی میں بھی گذشتہ سال سے زیادہ ہوگا۔ پنجاب کے ایک بہت بڑے مذہبی لیڈر جن کو دعویٰ ہے کہ ان کو طاعون نہیں ہو سکتا طاعون سے انتقال کریں گے۔ ان کے مرید اس واقعہ سے متاثر ہو کر اپنے کئے سے پشیمان ہوں گے۔ ہندوستان سے طاعون دُور نہیں ہوگا جب تک کہ اصلی مسیح موعود یعنی پرنس ایڈورڈ خلف جناب پرنس آف ویلز و نبیرہ حضور ملک معظم شاہ ایڈورڈ ہندوستان میں بطور وائسرائے نہیں آئیں گے۔ (نیاز مند نور احمد خریدار روزانہ پیسہ اخبار معرفت ایجنٹ دہلی)"[1]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ صفحہ ۱۰ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

یہ مراسلہ سُنکر حضرت اقدس نے فرمایا :-

پیشگوئیاں تو وہ ہوتی ہیں جو قبل از وقتِ وقوع اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے عام طور پر شائع ہوں اور دُنیا میں ان کی عام طور پر شہرت ہو۔ آجکل کے لوگوں کی زبانی شہادتوں کا کیا بھروسہ ہے۔

ہمارے مخالفوں کی اس وقت عجیب حالت ہو رہی ہے۔ تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ ایک جگہ آٹھ آدمیوں نے قسم کھا کے بیان کیا کہ ہم دیکھ آئے ہیں جو مجھے جذام ہو گیا ہے۔ زبانی شہادتوں پر تو بڑی بڑی کرامتیں لوگوں میں مشہور ہو جایا کرتی ہیں حالانکہ اصلیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔

فرمایا :-

یہ اخبار تو رکھنے کے لائق ہے۔ اس کی پہلی پیشگوئی کی نسبت صرف زبانی شہادتوں کو ہم کافی نہیں سمجھتے۔ ہاں یہ ایک پیشگوئی ہے جو اس اخبار میں درج ہے۔ اب خود بخود سچائی ظاہر ہو جاوے گی۔ اس نے بڑا ہی ظُلم کیا ہے جو دلّی میں ہزاروں آدمی طاعون سے مَر گئے اور اُس نے اُن کو چھُوا تک بھی نہیں۔ زبانی شہادتیں آجکل کے لوگوں کی قابلِ قدر نہیں البتہ اس کی یہ پیش گوئی محفوظ رکھنے کے لائق ہے۔

یہ کیسی حیلہ سازی ہے کہ جو پیشگوئی کرتا ہے وہ تو چُپ ہے اور اس کی بجائے ایک دوسرا شخص شائع کرتا ہے۔ دیکھو جتنی پیشگوئیاں ہم کرتے ہیں خود ہی لکھتے اور شائع کرواتے ہیں۔ اصل میں قرون ثلاثہ[1] کا حال کمال پر پہنچ چکا ہے۔ اس زمانہ میں جھُوٹ تو حلوا بے دُود سمجھا جاتا ہے۔ ہم پر بڑے بڑے افترا کئے گئے اور طرح طرح کے بہتان لگائے گئے۔ عدالتوں میں ہم پر طرح طرح کے جھُوٹے الزام ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور ان لوگوں نے ہمارے برخلاف آتما رام اور چندو لال کے سامنے کتنے جھُوٹ بولے۔ فسق و فجور

[1] حاشیہ۔ غالباً یہ لفظ "قرون سابقہ" ہوگا جو کاتب کی غلطی سے "ثلاثہ" لکھا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب
(مرتب)

کی کوئی حد نہیں رہی اور خاص کر جھوٹ میں تو ان لوگوں نے وہ کمال حاصل کیا ہے کہ اگر لاکھ آدمی بھی مل کر شہادت دیں تو اعتبار نہیں ہو سکتا۔

شیخ یعقوب علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

یہ تمہارا ذمہ ہے کہ پیسہ اخبار کی طرف اصلیت کو دریافت کرنے کے لئے ایک خط لکھو بلکہ میں کہتا ہوں کہ خود ہی ایک دو آدمی کرامت علی کے پاس دلی چلے جاؤ اور اس کو یہ اخبار دکھا دو۔

کسی شخص نے عرض کی کہ منشی قاسم علی اور ڈاکٹر محمد اسماعیل دلی میں موجود ہیں اور بڑے مخلص ہیں انہیں کو لکھا جاوے۔ حضرت نے مولوی محمد احسن صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

ہم تو اسی وقت آدمی بھیجنے کو بھی تیار تھے مگر خیر انہیں کو لکھ دو اور تاکیداً لکھ دو کہ ہمارا خط دیکھتے ہی خود اس کے پاس جائیں اور اخبار دکھا دیں۔ اگر وہ اقرار کرے تو بھی اس سے لکھوا لیں اور اگر انکار کرے تو بھی اس سے لکھوا لیں۔ منشی قاسم علی اور ڈاکٹر محمد اسمٰعیل ہمارے خط کو دیکھتے ہی اس کے پاس جاویں اور پوری کوشش سے کام لے کر اس سے اقرار لیں۔ ایسی چور کارروائی ٹھیک نہیں ہے۔ اُن کو تاکیداً لکھ دو کہ خود جا کر اس سے اقرار لیویں اور اس کے ہاتھ سے لکھوائیں۔ یہ تو بڑی فیصلہ کی بات ہے۔ گویا تمام دنیا کو ایک فیصلہ نے ہی چھوڑا دیا ہے۔ اس کے پاس ضرور خود جا کر اس کی تصدیق کرانی چاہیئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرنے کے لئے ایسی پیشگوئیاں کر دیتے ہیں مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ واللہ مخرج ما کنتم تکتمون[1]۔ ایک ہفتہ تک پتہ لگ جائے گا کہ اصلیت کیا ہے چاہیئے کہ یہی اخبار اُن کو بھیجدیا جاوے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ وہاں سے اخبار ہی تلاش کرتے پھریں۔ کرامت علی کے پاس جا کر اخبار کی وہ جگہ اُسے دکھلائیں جہاں پیشگوئی درج ہے اور اس کو کہدیں کہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ تمہارا مقابلہ ہے۔ اس کی تصدیق ہم کرنے آئے

[1] البقرۃ : ۷۳

ہیں۔ اور وہ اس بات کی بھی اچھی طرح سے تصدیق کرلیں کہ وہ کونسے ساٹھ آدمی ہیں جن کو چھُونے سے اُن کی طاعون جاتی رہی اور وہ تندرست ہو گئے۔

فرمایا:۔

کئی دنوں سے ابتلاؤں کا سامنا تھا۔ بیس پچیس دن رات تو میں سویا بھی نہیں۔ آج ذراسی میری آنکھ لگ گئی تو یہ فقرہ الہام ہوا

"خدا خوش ہو گیا"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم اس بات سے بہت خوش ہوا ہے کہ اس ابتلاء میں مَیں پُورا اُترا ہوں۔ اور اس الہام کا یہی مطلب ہے کہ اس ابتلاء میں تو پورا اُترا۔

اس کے بعد پھر آنکھ لگ گئی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت خوشخط خوبصورت کاغذ میرے ہاتھ میں ہے جس پر کوئی پچاس ساٹھ سطریں لکھی ہوئی ہیں۔ میں نے اس کو پڑھا ہے مگر اس میں سے یہ فقرہ مجھے یاد رہا ہے کہ

"يَا عَبْدَ اللهِ إِنِّيْ مَعَكَ"

یعنی اے خدا کے بندے میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور اس کو پڑھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ گویا خدا کو دیکھ لیا۔ دیکھو ہمارے ساتھ تو خدا تعالیٰ کے یہ معاملے ہیں اور یہ ہیں جو ہماری ہلاکت کی پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کو اپنے دین کا بیڑا غرق کر دینا منظور ہے تو جو چاہے سو کرے۔ اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ مگر یہاں تو اُس نے بڑے بڑے وعدے دیئے ہوئے ہیں۔ ایک طرف خدا تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے:۔

ولك نُرى أيات ونهدم ما يعمرون ۔ اريحك ولا اجيحك واخرج منك قومًا ۔ انت الشيخ المسيح الّذى لا يضاعُ وقتهٗ ۔ كمثلك دُرٌّ لا يضاع ۔ لك درجة فى السماء و

فی الذین ھم یبصرون ۔

(یعنی میں تجھے آرام دوں گا اور تیرا نام نہیں مٹاؤں گا اور تجھ سے ایک بڑی قوم پیدا کروں گا اور تیرے لئے ہم بڑے بڑے نشان دکھلاویں گے اور ہم ان عمارتوں کو ڈھا دینگے جو بنائی جاتی ہیں[1]۔ تو وہ بزرگ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا اور تیرے جیسا موتی ضائع نہیں ہو سکتا۔ آسمان پر تیرا بڑا درجہ ہے اور نیز ان لوگوں کی نگاہ میں جن کو آنکھیں دی گئی ہیں)

مگر یہ کہتے ہیں کہ اس کی تمام جماعت پاش پاش ہو جاوے گی اور یہ خود بھی طاعون سے ہلاک ہو جائے گا۔

فرمایا:۔

ایک دفعہ دلّی میں تین شخص ہمارے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا تھا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ مسیح ناصری فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح میں ہوں اور توفّی کے معنے قبض رُوح کے کرتے ہو حالانکہ اس کے معنے پُورا کرنے کے بھی ہیں اور اس کی تائید میں یہ فقرہ پڑھ کر سُنایا توفی کل نفس ما ضمنت۔

میں نے جواب دیا کہ مولوی بن کر مفسّرین کر ایسی بات کرنی؟ بھلا یہ تو پہلے بتلاؤ کہ یہ صیغہ کاہے کا ہے۔ بس پھر تو یہی کہنے لگ گیا۔ جی غلطی ہو گئی۔

(توفّی کے معنے پُورا دینے کے وہاں ہوں گے جہاں باب تفعیل ہوگا اور قبض رُوح کے معنے وہاں ہوں گے جہاں باب تفعّل سے ہوگا)

---

[1] حاشیہ:۔ یہ فقرہ کہ "تیرے لئے ہم بڑے بڑے نشان دکھلاویں گے اور ہم اُن عمارتوں کو ڈھا دیں گے جو بنائی جاتی ہیں" ترجمہ کی ترتیب کے لحاظ سے سب سے پہلے ہونا چاہیئے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے غلطی سے بعد میں لکھ دیا ہے۔ دراصل یہ الہامی عبارت کے پہلے فقرہ کا ترجمہ ہے (مرتب)

فرمایا:-

عجیب بات ہے کہ ہمیں تو رد کر دیا اور ایک عیسائی کو مسیح بنا دیا۔ امید ہے کہ یہ ایک ہنسی ٹھٹھا کی پیشگوئی ثابت ہوگی۔ ورنہ ایک مسلمان کا ایسے شخص کو مسیح قرار دینا جو انسان کی پرستش کرتا اور انسان کو خدا بناتا اور مسلمانوں کے نزدیک کفر کا عقیدہ رکھتا ہے نیک نیتی پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ محض ہنسی ٹھٹھا معلوم ہوتا ہے۔

فرمایا:-

طاعون تو ابھی سر پر ہے۔ یہ کوئی صحیح فیصلہ تو نہیں کہ اب طاعون دور ہو گئی ہے۔ یاد رکھو کہ مفتری کو خدا تعالےٰ بے سزا کبھی نہیں چھوڑتا۔ ابھی تو طاعون کی نسبت گورنمنٹ خود بھی حیران ہے کہ اس کو روکنے کی کیا تدبیر کی جاوے اور اس طرف خدا تعالےٰ نے ہمیں بھی خبر دے رکھی ہے کہ اس سال یا اگلے سال سخت طاعون پڑے گی اور شدت سے پڑے گی اور مغربی ممالک میں بھی خطرناک طاعون پڑے گی اور کابل کی نسبت طاعون تو نہیں مگر یہ فرمایا ہے کہ وہاں پچاسی ہزار آدمی ہلاک ہوں گے اور ساتھ ہی ہمارے ساتھ وعدہ ہے کہ

"اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ"

اگر یہ افترا ہے تو دکھاؤ کہ ان گیارہ برسوں میں کتنے ہلاک ہوئے؟

دیکھو فقیر مرزا نے میری نسبت کتنے زور سے یہ پیشگوئی کی کہ یہ شخص آئندہ ماہ رمضان میں طاعون سے مرے گا اور بڑا بڑا دعویٰ کیا کہ میرا عرش معلّٰی تک گذر ہوا ہے اور میری نسبت بار بار کہا کہ یہ جھوٹا ہے اور مجھے خدا کی آواز آئی ہے کہ اس پر آئندہ ماہ رمضان کی فلاں تاریخ کو بڑا غضب نازل ہوگا اور تباہ ہو جائے گا مگر دیکھو کہ پھر خود ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا اور پھر عجیب بات یہ کہ آئندہ رمضان کی اسی تاریخ کو آپ ہی ہلاک ہو گیا۔ جس تاریخ کو میری ہلاکت کی پیشگوئی لکھی تھی۔

پھر چراغ الدین کو دیکھو جو بڑا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ نے مجھے عصا دیا ہے اور پھر میری ہلاکت کے لئے بڑی بڑی دعائیں کرتا رہا مگر آخر خود ہی اپنے لڑکوں سمیت طاعون سے مارا گیا۔ یہ تو ان پیشگوئی کرنے والوں کے حال ہیں اور اُن کے کشفوں اور الہاموں کا حال یہ ہے کہ خدا ان کو کہتا تو کچھ اَور ہے اور ہو کچھ اَور جاتا ہے۔ اور پھر ایک نہیں دو نہیں کئی ہیں۔ حقیقۃ الوحی میں ہم نے نمونہ کے طور پر لکھ دیئے ہیں۔

دیکھو غلام دستگیر نے لکھا تھا کہ جیسے محمد بحارالانوار کے مؤلف کی دعا سے اُن کے زمانہ کے مہدی کاذب کا بیڑا غارت ہوا تھا ویسے ہی میری دُعا سے مرزا قادیانی جڑ سے کاٹا جائے گا۔ پھر دیکھو وہ خود ہی تباہ ہو گیا اور یہ باتیں ایسی نہیں جو یُونہی چھوڑ دی جاویں بلکہ ان پر غور کرنا چاہیئے۔

فرمایا:۔

اصل میں جیسے کافر اور مشرک لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اُڑانا چاہتے تھے ویسے ہی یہ ہم کو بھی ہنسی ٹھٹھے میں اُڑانا چاہتے ہیں۔ .. ..

.. .. آپ تو وہ عورتوں کی طرح چھُپ کر بیٹھا ہوا ہوگا۔ اصل میں دلّی میں ہنسی ٹھٹھا بہت ہے۔ کوئی دیندار ایسے لفظ کب استعمال کر سکتا ہے کہ ایسا شخص جو نصرانیت کے شرک میں مبتلا ہو اور ایک انسان کو پُوجنے والا ہو اصلی مسیح ہے خیال تو کرو کہ مسلمان ہو کر اپنے مذہب کو کیسے ہنسی ٹھٹھے میں اُڑاتا ہے۔ آریہ وغیرہ بھی اپنے مذہب سے ایسے ٹھٹھے نہیں کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی دلّی کی کمبختی کچھ باقی ہے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۵ صفحہ ۲ - ۳ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۷ء)

۱۰ ستمبر ۱۹۰۷ء

(بوقتِ سیر)

فرمایا:-

آج رات کو پھر الہام ہوا کہ

"اِنِّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال یا دوسرے سال شدت سے طاعون پڑے گی گو بڑے بڑے انتظام ہو رہے ہیں کہ کسی طرح طاعون دُور ہو مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان تدابیر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر تک بھی نہیں کیا جاتا۔ ہم نے مانا کہ قواعد بھی ہیں۔ طبیب اور ڈاکٹر بھی ہیں۔ انتظام بھی ہیں۔ مگر یہ تو بڑی بے ادبی کی بات ہے کہ اصلی اور حقیقی محافظ کا اشارہ تک نہیں کیا جاتا۔ اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون ہیضہ یا کوئی اور وبائی امراض پھیلنے والے ہیں۔ اور اللہ کریم وعدہ فرماتا ہے کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ اور اخبار روزانہ میں جو میری نسبت پیشگوئی کی گئی ہے کہ طاعون سے ہلاک ہو جاؤں گا اس کا جواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ اِنِّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ ہماری طرف سے تو بالکل خاموشی تھی مگر خدا تو سمیع علیم ہے۔

پیشگوئی میں جو لکھا ہے کہ میں ہلاک ہو جاؤں گا اور میری جماعت پاش پاش ہو جاوے گی خدا تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے کہ میں ہر ایک کی جو تیرے گھر میں ہو گا حفاظت کروں گا۔ ہمیں تو شک پڑتا ہے کہ کرامت علی بھی کہیں فرضی نام نہ ہو ورنہ مسلمان ہو کر اسلام پر ہنسی ٹھٹھا کرنا کچھ تعجب ہی آتا ہے۔

ہم یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ جو پیشگوئی کی گئی ہے آیا کسی الہام کی بنا پر کی گئی ہے یا فرضی طور پر ہنسی ٹھٹھے سے کام لیا گیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے بتلائی ہے تو پھر اس وحی اور الہام کو بھی شائع کیا جاوے ورنہ یوں تو یہاں اچھر نے بھی دعویٰ کیا تھا کہ میں

طاعون سے نہیں مروں گا۔ اپنے ارادوں[1] پر تو ہر ایک نے مرنا ہی ہے۔ ایسے فضول دعووں پر ہم توجہ نہیں کیا کرتے۔ چاہیئے کہ ہمارے مقابلہ میں یہ شائع کیا جاوے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے تاکہ خدا تعالیٰ کو بھی غیرت آوے۔

جھوٹے الہام پر خدا تعالیٰ کو غیرت آتی ہے

خدا تعالیٰ کو تو غیرت تبھی آئے گی جب اس پر افترا کیا جاوے گا اور اُس کا نام لے کر جھوٹ بولا جاوے گا۔ اور پھر اس پیشگوئی میں ایک انسان کی پرستش کرنے والے اور اسلامیوں کی رُو سے کُفر کا عقیدہ رکھنے والے کو اس نے حقیقی مسیح قرار دیا۔ کیا کوئی مسلمان اس سے خوش ہو سکتا ہے؟ ہمارا تو خیال ہے کہ ایک پادری بھی اس کو پسند نہیں کرے گا اور ایسی بات سے کبھی خوش نہیں ہوگا۔ عیسائی ایسی باتوں کو کب مانتے ہیں۔ یہ تو سب فرضی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ گورنمنٹ کی اطاعت اور امر ہے اور مذہبی امور اور بات ہے۔ جہانتک ہمارا خیال ہے ایسی چند کارروائی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی فرضی نام ہوگا۔ کئی خطوط آتے ہیں۔ جب اُن کا جواب بھیجا جاتا ہے تو کئی دنوں کے بعد وہی واپس آجاتا ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اس نام کی بہتیری تلاش کی گئی۔ مگر کوئی شخص اس نام اور پتہ کا نہیں ملا۔

بقیہ حاشیہ: (اس موقعہ پر ایک شخص نے عرض کی کہ بدر میں اس بات کی اطلاع دے دی گئی ہے اور غالباً میر مہدی حسین صاحب مہتمم کتب خانہ حضرت اقدس نے عرض کیا کہ حضور ایسے ہی حقیقۃ الوحی کے کئی وی۔ پی بھی واپس آئے ہیں جس سے کتبخانہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے اخبار الحکم کے ذریعہ بھی اطلاع کر دی گئی ہے کہ آئندہ اس صورت میں کتاب روانہ کی جایا کرے گی جبکہ قیمت پیشگی آجاوے یا کم از کم

[1] حاشیہ :۔ یہ سہو کاتب معلوم ہوتی ہے۔ غالباً عبارت یوں ہوگی :۔
"اپنے ارادوں پر تو ہر ایک نے مرنا نہیں ہے" (مرتب)

محصول ڈاک پیشگی آجایا کرے گا)

حضرت اقدس نے فرمایا :-

میں نے پڑھا ہے۔ اصل میں یہ لوگ ہمارے مقابلہ پر ہر ایک شتر سے کام لینا چاہتے ہیں اور ہمیں ہر طرح کے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ امام حسینؓ کو قریباً پچاس ہزار کوفے کے آدمیوں نے خط لکھا کہ آپ آئیں ہم نے بیعت کرنی ہے۔ اور جب وہ آئے تو سب بل کر قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ ہم نے تو کوئی خط روانہ نہیں کیا۔ اور صاف انکار کر دیا اور ابھی تقویٰ اس زمانہ میں بہت تھا کیونکہ زمانہ نبوت کو تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا۔

زمانہ حال کی چال

مگر اس زمانہ کے لوگوں میں تو تقویٰ اور دیانت امانت کا نام و نشان بھی نہیں رہا اور جھوٹ تو ایسے مزے سے بولتے ہیں کہ گویا وہ گناہ ہی نہیں۔

فرمایا :-

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لڑکے کا باپ جنگ میں شہید ہو گیا۔ جب لڑائی سے واپس آئے تو اس لڑکے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرا باپ کہاں ہے ؟ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو گود میں اٹھا لیا اور کہا کہ میں تیرا باپ ہوں۔

حقیقی ایمان

ایک عورت کا حال بیان کرتے ہیں کہ اس کا خاوند اور بیٹا اور بھائی جنگ میں شہید ہوئے جب لوگ جنگ سے واپس آئے تو انہوں نے اس عورت کو کہا کہ تیرا خاوند، بیٹا اور

بھائی تو لڑائی میں مارے گئے تو اس عورت نے جواب دیا کہ مجھے صرف اتنا بتادو کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تو صحیح سلامت زندہ بچ کر آگئے ہیں یا نہیں؟ تعجب ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی عورتوں کا بھی کتنا بڑا ایمان تھا۔

اعلیٰ ایمان

فرمایا۔

کل والا الہام کہ " خدا خوش ہو گیا " ہم نے اپنی بیوی کو سُنایا تو اس نے سُن کر کہا کہ مجھے اس الہام سے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ اگر دو ہزار مبارک احمد بھی مر جاتا تو میں پرواہ نہ کرتی۔

فرمایا۔

یہ اس الہام کی بناء پر ہے کہ " میں خدا کی تقدیر پر راضی ہوں "۔ اور پھر چار دفعہ یہ الہام بھی ہوا تھا انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا۔ اور پھر ہے تو بھاری امتحان مگر خدائی امتحان کو قبول کر۔ اور پھر لائف آف پین یعنی تلخ زندگی۔

فرمایا۔

اگر یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو ایک انسان بھی انکار نہیں کرسکتا۔ اور پھر پیدا ہوتے ہی الہام ہوا تھا انّی اسقط من اللہ واصیبہ۔ میرے دل میں خدا تعالیٰ نے اسی وقت ڈال دیا تھا تبھی تو میں نے لکھ دیا تھا یا یہ لڑکا نیک ہوگا اور رُو بخدا ہوگا اور خدا تعالےٰ کی طرف اس کی حرکت ہوگی اور یا یہ جلد فوت ہو جائے گا۔ کوئی بدمعاش اور راستی کا دشمن ہو تو اور بات ہے۔ مگر یکجائی طور پر نظر کرنے سے ایک دشمن بھی مان جائے گا کہ یہ جو کچھ ہوا ہے خدائی وعدوں کے مطابق ہوا ہے۔ اور پھر یہ الہام بھی ہوا تھا " انّی مع اللہ فی

کل حال"۔ اب ابتلاؤ ایسی صاف بات سے انکار کس طرح ہو سکتا ہے۔ اصل میں ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ اگر انسان عمدہ عمدہ کھانے گوشت پلاؤ اور طرح طرح کے آرام اور راحت میں زندگی بسر کر کے خدا تعالےٰ کو ملنے کی خواہش کرے تو یہ محال ہے۔

بغیر امتحان ترقی محال ہے

بڑے بڑے زخموں اور سخت سے سخت ابتلاؤں کے بغیر انسان خدا تعالیٰ کو مل ہی نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَحسب النّاس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا و ھم لا یفتنون (۱) غرض بغیر امتحان کے تو بات بنتی ہی نہیں اور پھر امتحان بھی ایسا جو کہ کمر کو توڑنے والا ہو۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑھ کر مشکل امتحان ہوا تھا جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ووضعنا عنک وزرک الّذی انقض ظھرک (۲)

ترقی ابتلاؤں سے ہوتی ہے

جب سخت ابتلاء آئیں اور انسان خدا کے لئے صبر کرے تو پھر وہ ابتلاء فرشتوں سے جا ملاتے ہیں انبیاء اسی واسطے زیادہ محبوب ہوتے ہیں کہ ان پر بڑے بڑے سخت ابتلاء آتے ہیں اور وہ خود ہی ان کو خدا تعالیٰ سے جا ملاتے ہیں۔ امام حسینؓ پر بھی ابتلاء آئے اور سب صحابہ کیساتھ یہی معاملہ ہوا کہ وہ سخت سے سخت امتحان میں ڈالے گئے۔ گوشت اور پلاؤ کھانے سے اور آرام سے بیٹھ کر تسبیح پھیرتے رہنے سے خدا تعالیٰ کا ملنا محال ہے۔ صحابہؓ کی تسبیح تو تلوار تھی۔ اگر آجکل کے لوگوں کو کسی جگہ اشاعت اسلام کے واسطے باہر بھیجا جاوے تو دس دن کے بعد تو ضرور کہہ دیں گے کہ ہمارا گھر خالی پڑا ہے۔ صحابہؓ کے زمانہ پر اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ابتداء سے فیصلہ کر لیا ہوا تھا کہ اگر خدا تعالےٰ کی راہ میں جان دینی پڑ جائے تو پھر دے دیں گے۔ انہوں نے تو خدا تعالےٰ کی راہ میں مرنے کو قبول کیا ہوا تھا۔ جتنے صحابہؓ جنگوں میں جاتے تھے کچھ تو شہید ہو جاتے تھے اور کچھ واپس آجاتے تھے اور جو شہید ہو جاتے تھے اُن کے اقربا پھر اُن سے خوش ہوتے تھے کہ انہوں

---

(۱) العنکبوت: ۳ (۲) الم نشرح: ۳-۴

نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دی اور جو بچ آتے تھے وہ اس انتظار میں رہتے تھے اور شاکی رہتے تھے کہ شاید ہم میں کوئی کمی نہ رہ گئی ہو جو ہم جنگ میں شہید نہیں ہوئے اور وہ اپنے ارادوں کو مضبوط رکھتے تھے اور خدا تعالیٰ کے لئے جان دینے کو تیار رہتے تھے جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہٗ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاً (۱) سب سے زیادہ تقویٰ پر قدم مارنے والی، استقامت اور رضا کے نمونے دکھانے والی تو ہماری جماعت ہی ہے مگر ان میں سے بھی ابھی بہت ایسے ہیں جو دُنیا کے کیڑے ہیں اور ایسے موقعہ پر میں ایک شعر سُنا دیتا ہوں کہ ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دُوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

اور پھر موت کا اعتبار نہیں کہ کب آجاوے۔ اس لئے انسان کو نڈر نہیں ہونا چاہیئے اور سفلی دنیا کی خاطر دین سے غفلت نہیں کرنا چاہیئے ؎

مکن تکیہ بر عُمر ناپائیدار
مباش ایمن از بازیٔ روزگار

وہ موت تاریکی کی موت ہے۔ جو انسان اپنے دنیاوی دھندوں میں مصروف ہوتا ہے اور موت اُوپر سے آدباتی ہے۔ حافظؔ نے ایسے موقعہ پر ایک شعر کہا ہے ؎

چو روزِ مرگ نہ پیداست ہارے آں اولیٰ
کہ روزِ واقعہ پیشِ نگار خود باشیم

خدا کو مت بھولو

یعنی موت کا دن تو مخفی ہوتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ مرنے کے دن میرا محبوب اور میرا معشوق میرے پاس ہو۔ موت جب آتی ہے تو ناگہانی طور پر آجاتی ہے۔ انسان

(۱) الاحزاب: ۲۴

کہیں اور تدبیروں اور دھندوں میں پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ یہ کام اس طرح ہو جاوے یہ ایسے ہو جاوے اور اُوپر سے موت آجاتی ہے اور پھر لا یستأخرون ساعۃً و لا یستقدمون[1] والا معاملہ ہوتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ملازمت، تجارت، زمینداری اور دوسرے وجوہ معاش کو انسان چھوڑ دیوے بلکہ چاہیئے کہ عملی طور پر اس تعلق کو بھی ثابت کر کے دکھاوے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ رکھنے کا اقرار کرتا ہے۔ جتنی جانفشانیاں اور جدوجہد دنیا کے لئے کرتا ہے دوسری طرف دین کے لئے بھی تو کر کے دکھاوے۔

زبانی دعویٰ کچھ چیز نہیں

ورنہ زبانی دعویٰ تو خواہ آسمان تک پہنچ جاویں جب تک عملی طور پر کر کے نہ دکھاؤ گے کچھ نہیں بنے گا۔ مومن آدمی کا سب ہم و غم خدا تعالیٰ کے واسطے ہوتا ہے۔ دنیا کے لئے نہیں ہوتا اور وہ دنیاوی کاموں کو کچھ خوشی سے نہیں کرتا بلکہ اُداس سا رہتا ہے اور یہی نجات حیات کا طریق ہے اور وہ جو دنیا کے پھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کے ہم و غم سب دنیا ہی کے لئے ہوتے ہیں ان کی نسبت تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا[2] (پ ۱۶) ہم قیامت کو ان کا ذرہ بھر بھی قدر نہیں کریں گے۔

رضا بالقضا کا نمونہ

فرمایا:۔

مبارک احمد کی وفات پر میری بیوی نے یہ بھی کہا ہے کہ "خدا تعالیٰ کی مرضی کو میں نے اپنے ارادوں پر قبول کر لیا ہے" اور یہ اس الہام کے مطابق ہے کہ "میں نے خدا کی مرضی کے لئے اپنی مرضی چھوڑ دی ہے"

خدا تعالیٰ جب تمہاری مانتا ہے تو تم اُس کی مانو

فرمایا:۔

پچیس برس شادی کو ہوئے اس عرصہ میں انہوں نے کوئی واقعہ ایسا نہیں دیکھا جیسا

[1] الاعراف: ۳۵ [2] الکہف: ۱۰۶

اب دیکھا میں نے انہیں کہا تھا کہ ایسے محسن اور آقا نے جو ہمیں آرام پر آرام دیتا رہا۔ اگر ایک اپنی مرضی بھی کی تو بڑی خوشی کی بات ہے۔

دل میں فیصلہ ضرور کرو

فرمایا:-

ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا تعالےٰ کا مال ہے اور ہمارا اس میں کچھ تعلق نہیں اور ہم بھی خدا تعالیٰ کا مال ہیں جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے ان کو غم نہیں ہوا کرتا۔

مومن ضائع نہیں کیا جاتا

فرمایا:-

میں تو کبھی نہیں مان سکتا کہ جو شخص دل سے خدا تعالےٰ کی طرف قدم رکھے وہ ضائع ہو۔ مومن آدمی کبھی ضائع نہیں کیا جاتا۔ اس کو دین بھی ملتا ہے اور دُنیا میں بھی عزت ملتی ہے اور مال بھی۔

نبی مال جمع نہیں کرتے

فرمایا:-

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے گھر میں آکر پوچھا کہ ہمارے گھر میں کیا ہے؟ عائشہؓ نے دو اشرفیاں نکال کر دیں اور کہا کہ یہی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہتھیلی پر رکھ لیں اور کہا کہ کیا حال ہے اس نبی کا جو پیچھے دو اشرفیاں چھوڑ جائے۔ اور پھر اسی وقت تقسیم کر دیں۔

فرمایا :-

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اگر ہمارے پاس کبھی کچھ ہو تو دوسرے دن سب خرچ ہو جاتا ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے جماعت کا ہوتا ہے اور وہ بھی لنگر خانہ میں خرچ ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات کچھ بھی نہیں رہتا اور ہمیں غم پیدا ہوتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ کہیں سے بھیج دیتا ہے۔ اکثر لوگ خدا تعالیٰ کی پوری پوری قدر نہیں سمجھتے۔ وما قدروا اللہ حق قدرہٖ[1]۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون[2] (۲۶/۱۸)

نبیوں کا فلسفہ

فرمایا :-

اس زمانہ کے فلسفی تو ایسی باتیں کرنے والے کو نادان بے وقوف اور پاگل کہتے ہیں۔ مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے مجرب اور آزمودہ فلسفہ کو ہم رد کس طرح کر سکتے ہیں۔

حقیقی ایمان پیدا کرو

چونکہ خدا پر پورا ایمان نہیں ہوتا اس لئے اس کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بھی دریغ کرتے ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں مال تو پھر مال ہے اس راہ میں تو جانیں بھی قربان کر دینی چاہئیں۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ صفحہ ۸-۹ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء)

---

[1] الانعام : ۹۲ [2] الذاریات : ۲۳

۱۲ ستمبر ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

فرمایا:-

سنت اللہ اسی طرح سے جاری ہے اور ہمارا اعتقاد بھی یہی ہے کہ بعض لوگوں کو نہ تو خدا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی ان کے اخلاق عادات اچھے ہوتے ہیں۔ مگر جب کسی اپنے پرائے نے مرنا ہو یا کوئی اور ایسا ہی واقعہ ہونا ہو تو بعض اوقات خوابوں کے ذریعہ سے کچھ نہ کچھ اطلاع ہو جاتی ہے۔ یہانتک کہ ایک چُوہڑی کو بھی میں نے دیکھا ہے کہ اس کی اکثر خوابیں سچی نکلا کرتی تھیں۔ بلکہ ایک پرلے درجہ کی زانیہ اور بدکار عورت کو بھی کچھ نہ کچھ خوابیں آسکتی ہیں اور بازاری عورتیں طوائف وغیرہ بھی اکثر اوقات بیان کیا کرتی ہیں کہ میری فلاں خواب سچی نکلی۔ ہاں اگر یہ سوال کیا جاوے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ تا یہ لوگ ایسا نمونہ پاکر کارخانہ نبوت کو سمجھ لیں اگر ایسا نمونہ نہ ہوتا تو پھر نبیوں کے تعلق کو سمجھنے میں دقت ہوتی۔

سچی خواب تو فاسق فاجر بھی دیکھ لیتا ہے

یہ سچی بات ہے کہ کافر فاسق فاجر سب کو سچی خوابیں کبھی کبھی آیا کرتی ہیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تم لوگ باوجود طرح طرح کے عیبوں، فسق و فجور اور دنیا کے گند میں مبتلا ہونے کے ایسی خوابیں دیکھ لیا کرتے ہو تو پھر وہ جو ہر وقت خدا تعالےٰ کے پاس رہتے ہیں اور اسی کے آستانہ پر ہر وقت گرے رہتے ہیں ان کو سچا کیوں نہ سمجھا جائے۔

ایک دفعہ چند آریہ ہندو ہمارے پاس آئے تھے اور کہنے لگے کہ ہمیں بھی سچی خوابیں آتی ہیں۔ میں نے اُن کو یہی کہا تھا کہ ہم تو مانتے ہیں کہ چوہڑوں اور چماروں کو بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ جس کو سچی خواب آوے

اس کی عملی حالت بھی بڑی اعلیٰ ہے اور اس کا دل بڑا پاک ہے بلکہ یہ تو کارخانہ نبوت کو سمجھنے کے لئے ہر ایک کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مادہ رکھا ہے۔

یکجائی طور پر دیکھنے سے نشان صداقت

فرمایا:-

مبارک احمد کی نسبت جو کچھ قبل از وقت لکھا گیا تھا اور پھر اس کی والدہ کی نسبت خاص طور پر الہام ہونا کہ "ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر" اور پھر چار دفعہ " انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا" اور پھر " لائف آف پین " یعنی تلخ زندگی۔ اگر یکجائی طور پر ایک دشمن بھی دیکھے تو پھر اس کے کچھ بھی جواب نہیں دے سکے گا کہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان ظہور میں آیا ہے۔ ہاں اگر بے حیائی اور شرارت سے کام لے تو اور بات ہے۔ چاہیئے کہ منہاج نبوت سے پرکھا جاوے یا کم از کم عقل کی رُو سے ہی سہی کہ اتنے بچے تھے اور صرف مبارک کی نسبت ایسا لکھا گیا۔ کوئی انسان عقل سے ایسا کر سکتا ہے؟ موت فوت کی خبر دینا یہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کام نہیں۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو سب کچھ پہلے ہی ظاہر کر دیا گیا تھا۔ اب اگر کہتے تو کون مانتا۔

سوچنا چاہیئے کہ آیا جو کچھ وفات سے پہلے ظاہر کیا گیا ہے وہ وفات بتلا رہا ہے یا زندگی؟ " انی اسقط من اللہ و اصیبہٗ " تو مبارک کی ولادت سے بھی پہلے کہا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ تو صاف فرماتا ہے۔ فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدًا الّا من ارتضیٰ من رسولٍ[1] (۲۹/۱۲)

---

[1] الجنّ: ۲۷-۲۸

فرمایا:-

کل ذرا سی مجھے غنودگی ہوئی تو الہام ہوا جس کا اتنا حصہ یاد رہا کہ "انی مبارک"
اس کے معنے بہت ہیں۔ جیسے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ[1] ہے۔ ویسے ہی یہ ہے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۵ صفحہ ۳ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۷ء)

---

۲۵ ستمبر ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

صحابہؓ کا نمونہ اختیار کرو

حضرت اقدس نے فرمایا:-

ایک تجویز کی تھی۔ اگر راست آجاوے تو بڑی مراد ہے۔ یونہی عمر گذرتی جاتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں ایک کا بھی نام نہیں لے سکتے۔ جس نے اپنے لئے کچھ حصہ دین کا اور کچھ حصہ دُنیا کا رکھا ہو اور ایک صحابی بھی ایسا نہیں تھا جس نے کچھ دین کی تصدیق کر لی ہو اور کچھ دُنیا کی بلکہ وہ سب کے سب منقطعین تھے اور سب کے سب اللہ کی راہ میں جان دینے کو تیار تھے۔ اگر چند آدمی ہماری جماعت میں سے بھی تیار ہوں جو مسائل سے واقف ہوں اور اُن کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ قانع بھی ہوں تو ان کو باہر تبلیغ کے لئے بھیجا جاوے۔ بہت علم کی حاجت نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سب اُمّی ہی تھے۔ حضرت عیسٰیؑ کے حواری بھی اُمّی تھے۔ تقویٰ اور طہارت چاہیئے۔ سچائی کی راہ ایک ایسی راہ ہے جو اللہ تعالیٰ خود ہی عجیب عجیب باتیں سُجھا دیتا ہے۔

لوگ جو اپنے لڑکوں کو تعلیم دینے کے لئے یہاں کے سکول میں بھیجتے ہیں اگرچہ وہ اچھا کرتے ہیں اور یہ اچھا کام ہے مگر وہ محض لِلّٰہ نہیں بھیجتے۔ کیونکہ اُن کا خیال ہوتا ہے کہ جو سرکاری تعلیم اور جماعت بندی اور دوسرے قواعد دیگر سکولوں میں ہیں وہی یہاں بھی

[1] الکوثر: ۴

ہیں اور یہاں بھیجتے وقت دنیاوی تعلیم کا بھی خصوصیت سے خیال رکھ لیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو تعلیم دوسرے سکولوں میں ہے وہی یہاں ہے مگر تاہم بھی نیک نیتی کی بنا پر یہ سب عمدہ باتیں ہیں اور اس سے کچھ عمدہ نتیجہ ہی نکلنے کی توقع ہے۔

قادیان کے سکول میں پڑھنا بہرحال مفید ہے

اور یہاں کے سکول میں تعلیم پانے سے اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ دن رات نیکوکاروں اور صادقوں کی صحبت میں رہنا پڑتا ہے۔ عمدہ عمدہ کتابوں اور ہماری تصانیف کے پڑھنے کا موقعہ بھی ملتا رہتا ہے اور مولوی (نورالدین) صاحب کی عمدہ عمدہ باتوں اور نصیحتوں اور درس کے سننے سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور جب بچپن سے ہی ان طالب علموں کے کانوں میں صالح اور راستباز اُستادوں کی آواز پڑتی ہے تو اس سے وہ متاثر ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ دینداری کی طرف ترقی کرتے رہتے ہیں۔ غرض یہ سچی بات ہے کہ اس مدرسہ کی بنا فائدہ سے خالی نہیں۔ اگر تین یا چار سو لڑکا تعلیم پاتا ہو تو اتنی امید ہے کہ تیس یا چالیس ہماری منشا کے مطابق بھی نکل آویں گے۔

مگر جو بات ہم چاہتے ہیں وہ اس سے پُوری نہیں ہو سکتی کیونکہ خواہ کچھ ہی ہو یہ باتیں ملونی سے خالی نہیں۔ ہمارا مطلب اس بات کے بیان کرنے کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس نمونہ پر اس جماعت کو قائم کرنا چاہتا ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نمونہ ہے۔ ہم تو منہاج نبوت کے طریقہ پر ترقیات دیکھنی چاہتے ہیں۔ موجودہ کارروائی کو خالص کارروائی نہیں کہہ سکتے۔ ہزارہا مرتبہ رائے زنی کی جائے اصل میں جیسا کہ میں نے کل کہا تھا ابھی تو پانی کے ساتھ پیشاب کی ملونی ہے۔

خدا تعالیٰ کی راہ میں جانیں دینے کیلئے تیار ہو جاؤ

غرض اس طرح کی تعلیم ہماری ترقیات کے لئے کافی نہیں۔ ہمارے سلسلہ کو تو صرف اخلاص صدق اور تقویٰ جلد ترقی دے سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ایک

لاکھ سے متجاوز تھے۔ میرا ایمان ہے کہ ان میں سے کسی کا بھی ملونی والا ایمان نہ تھا۔ ایک بھی ان میں سے ایسا نہ تھا جو کچھ دین کے لئے ہو اور کچھ دنیا کے لئے بلکہ وہ سب کے سب خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کے لئے تیار تھے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر [1] (۲۱/۱۹)

جو لوگ ملونی والے ہوتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ نے منافق کہا ہے۔ بیعت کرنے والوں کو خوش نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ منافق وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ ملونی کی۔

منافق کون ہوتے ہیں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو منافق تھے اگر وہ اس زمانہ میں ہوتے تو بڑے بزرگ اور مومن سمجھے جاتے۔ کیونکہ شر جب بہت بڑھ جاتا ہے تو اس وقت تھوڑی سی نیکی کی بھی بڑی قدر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو منافق کہا گیا ہے۔ اصل میں وہ بڑے بڑے صحابہؓ کے مقابل پر منافق تھے۔ یاد رکھو جس شخص نے خدا تعالیٰ کے ساتھ کچھ حصہ شیطان کا ڈالا وہی منافق ہے۔

فرمایا:۔

قرآن شریف میں ہماری جماعت کی نسبت لکھا ہے:۔

وآخرين منهم لما يلحقوا بهم [2] (۲۸/۱۱)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک اَور گروہ بھی ہے مگر ابھی وہ ان سے ملے نہیں۔ ان کے اخلاق عادات۔ صدق اور اخلاص صحابہؓ کی طرح ہوگا۔

صحابہؓ کے نمونہ پر چلنے کا وقت قریب آگیا

میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ اب دیر کی جاوے۔ چاہیئے کہ ایسے آدمی منتخب ہوں جو تلخ زندگی کو گوارا کرنے کے لئے تیار ہوں اور اُن کو باہر متفرق جگہوں میں بھیجا جاوے۔ بشرطیکہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہو۔ تقویٰ اور طہارت میں نمونہ بننے کے لائق ہوں۔ مستقل

[1] الاحزاب: ۲۴ [2] الجمعہ: ۴

راست قدم اور بردبار ہوں اور ساتھ ہی قانع بھی ہوں اور ہماری باتوں کو فصاحت سے بیان کر سکتے ہوں۔ مسائل سے واقف اور متقی ہوں کیونکہ متقی میں ایک قوت جذب ہوتی ہے۔ وہ آپ جاذب ہوتا ہے۔ وہ اکیلا رہتا ہی نہیں۔

جس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ اس نے پہلے ازل سے ہی ایسے آدمی رکھے ہیں جو بکلی صحابہؓ کے رنگ میں رنگین اور انہیں کے نمونہ پر چلنے والے ہوں گے اور خدا تعالےٰ کی راہ میں ہر طرح کے مصائب کو برداشت کرنے والے ہوں گے اور جو اس راہ میں مر جائیں گے وہ شہادت کا درجہ پائیں گے۔

مجرد اقوال کچھ چیز نہیں

اللہ تعالیٰ نرے اقوال کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام کا لفظ ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جیسے ایک بکرا ذبح کیا جاتا ہے ویسے ہی انسان خدا تعالےٰ کی راہ میں جان دینے کے لئے تیار رہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم آئی اور کہنے لگی کہ ہمیں فرصت کم ہے ہماری نمازیں معاف کی جائیں

وہ دین ہی نہیں جس میں عملی آزمائش نہیں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دین ہی نہیں جس میں نمازیں نہیں۔ جب تک عملی طور پر ثابت نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کے لئے تکلیف گوارا کر سکتے ہو تب تک نرے اقوال سے کچھ نہیں بنتا۔ نصاریٰ نے بھی جب عملی حالت سے لاپرواہی کی تو پھر ان کی دیکھو کیسی حالت ہوئی کہ کفارہ جیسا مسئلہ بنا لیا گیا۔ اگر آدمی صدق دل سے محض خدا تعالیٰ کے لئے قدم اُٹھائے تو میرا ایمان ہے کہ پھر بہت برکت ہوگی۔

ایک ہی قدم میں ولی بن سکتے ہو

میں تو جانتا ہوں کہ وہ اولیاء اللہ میں داخل ہو جائے گا۔ یاد رکھو ایک قدم سے ہی انسان ولی بن جاتا ہے۔ جب غیر اللہ کی شراکت نکال لی بس عباد الرحمٰن میں داخل ہو گیا۔

جب اس کے دل میں محض خدا ہی خدا ہے اور کچھ نہیں تو پھر ایسے کو ہی ہم ولی کہتے ہیں دیکھو۔ صادق کے واسطے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ اس میں ایک کشش ہوتی ہے۔ وہ خالی جاتا ہی نہیں۔

دُنیا کی زندگی کا آرام ہو۔ ہر طرح سے آسودگی اور عیش و عشرت کے سامان ہوں یہ ایمانی اصول کے مخالف پڑا ہوا ہے۔ ایمانی اصول تو چاہتا ہے کہ ایسے لوگوں کا نہ دن نہ رات کوئی وقت آرام سے گذرتا ہی نہیں۔ ایک مرحلہ مصائب کا اگر طے کرتے ہیں تو دوسرا مرحلہ درپیش ہوتا ہے۔ کاش اگر صحابہؓ کی طرح بعد میں آتے تو ایک بھی کافر نہ رہتا مگر وہ دل نہ ہوئے جو اُن کے تھے۔ وہ اخلاص اور صدق نہ ہوا جو ان کا تھا وہ تقویٰ اور استقلال کا نہ رہا جو اُن کا تھا۔

ہماری جماعت کو کیا چاہیئے

ہماری جماعت کے لوگ گو مالی امداد میں تو کچھ فرق نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ تو ہر امر میں آزمانا چاہتا ہے۔ اب تلوار کی بجائے گالیاں کھا کر صبر کرنا چاہیئے کہ بڑی نرمی اور خوش خلقی سے لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کئے جاویں۔ بہ نسبت شہروں کے دیہات کے لوگوں میں سادگی بہت ہے اور ہمارے دعویٰ سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو نرمی سے سمجھایا جاوے تو امید ہے کہ سمجھ لیں گے۔ جلسوں کی بھی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی بازاروں میں کھڑے ہو کر لیکچر دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس طرح سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ ایک ایک فرد سے علیحدہ علیحدہ مل کر اپنے قصے بیان کئے جاویں۔

جلسوں اور بحثوں میں فتنہ اور ہار جیت کا خیال ہوتا ہے

جلسوں میں تو ہار جیت کا خیال ہو جاتا ہے۔ چاہیئے کہ دوستانہ طور پر شریفوں سے ملاقات کرتے رہیں اور رفتہ رفتہ موقعہ پا کر اپنا قصہ سُنا دیا۔ بحث کا طریق اچھا نہیں بلکہ ایک ایک فرد سے اپنا حال بیان کیا اور بڑی آہستگی اور نرمی سے سمجھانے کی کوشش

کی۔ پھر تم دیکھو گے کہ بہت سے آدمی ایسے بھی نکلیں گے جو کہیں گے کہ ہم پر تو ان مولویوں نے اصلیت ظاہر ہی نہیں ہونے دی۔ چاہیئے کہ جس شخص میں علم اور رشد کا مادہ دیکھا اسی کو اپنا قصہ بتا دیا اور فرداً فرداً واقفیت بڑھاتے رہے۔ یہ نہیں کہ سب کے سب ظالم طبع اور شریر ہوتے ہیں۔

جہاں بد ہوتے ہیں وہاں نیک بھی ہوتے ہیں

بلکہ شریف اور مخلص بھی انہیں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

لاہور کے ایک شخص نے رات کے پہلے حصہ میں کشف میں دیکھا کہ زنا فسق و فجور بدکاری اور بے حیائی کا بازار بڑا گرم ہے۔ تب وہ جاگا اور خیال کیا کہ اگر ایسا ہی حال ہے تو یہ شہر تباہ کیوں نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ تہجد کی نماز پڑھ کر پچھلی رات کو پھر سویا تو کیا دیکھتا ہے کہ صدہا آدمی ہیں جو دعاؤں میں مشغول ہیں اور خدا تعالےٰ کی یاد میں مصروف ہیں۔ کوئی صدقہ و خیرات کر رہے ہیں۔ کوئی بیکسوں اور یتیموں کی مدد کر رہے ہیں۔ غرض توبہ اور استغفار کا بازار گرم ہے۔

نیکوں کی خاطر بد بچائے جاتے ہیں

تب اس نے سمجھا کہ انہیں کی خاطر یہ شہر بچا ہوا ہے۔ یہ سنت اللہ ہے کہ ابرار اخیار کے واسطے بڑے بڑے بدکار اور بدمعاش آدمی بھی بچائے جاتے ہیں۔

یاد رکھو کہ کچھ نہ کچھ نیک لوگ بھی ضرور مخفی ہوتے ہیں۔ اگر سب ہی بُرے ہوں تو پھر دنیا ہی تباہ ہو جاوے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۵ صفحہ ۷-۸ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۷ء)

۲۸ستمبر ۱۹۰۷ء

(بوقت عصر)

ٹیکہ ایک دوا ہے

حقیقی	کسی نے ٹیکہ لگوانے کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا:۔
مسلمان	حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی بیماری نہیں جس کی دوا نہ ہو۔ ٹیکہ بھی ایک دوا ہے۔
بنو	مسلمانوں کو اگر وہ مسلمان بن جاویں تو خدا تعالیٰ ہی ان کا ٹیکہ ہے۔ چاہیئے

کہ جس جگہ بیماری زور پکڑ جاوے وہاں نہ جاویں اور جس جگہ ابھی ابتدائی حالت ہو تو وہاں سے باہر کھلی ہوا میں چلے جائیں۔ مکان بدن اور کپڑے کی صفائی کا بہت خیال رکھیں کوشش تو اس کے روکنے کی بہت ہو رہی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بار بار فرمایا ہے ان اللہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّٰی یغیّروا ما بانفسھم۔[1]

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس حالت کو نہیں بدلائے گا جب تک دلوں کی حالت میں یہ لوگ خود تبدیلی نہ کریں۔ مجوزوں نے سب زور اسباب کے مہیا کرنے میں لگا دیا ہے۔ اگر یہ بیماری دُور بھی ہو جاوے تو ممکن ہے کوئی اور بلا آجاوے۔ توکّل کی جو بات خدا تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے وہ تو ان کے وہم میں بھی نہیں آتی ہو گی۔ اگر اسباب اور دوسری باتوں پر اتنا بھروسہ کیا گیا تو شاید کوئی اَور وبا آجاوے۔

ہماری جماعت کے لئے بہت بہتر ہے کہ جس جگہ کوئی چُوہا مرے تو وہاں سے نکل جاوے۔ اور دُور اندیشی تو یہ ہے کہ پہلے ہی سے جگہ تجویز کر لی جاوے اور عام میل جول نہ رکھے۔ صرف اپنے زیادہ قریبیوں اور دوستوں سے ملاقات رکھنی چاہیئے۔ ایسے دنوں میں کثرت سے پرہیز کرنی چاہیئے اور گندی اور زہریلی ہوا سے علیحدہ رہنا چاہیئے

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ

خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے والرجز فاھجر۔[2] اور پھر آنحضرت صلے اللہ

---

[1] الرعد: ۱۲ [2] المدثر: ۶

علیہ وسلم نے بھی ایک ایسی جگہ پر ٹھہرنے سے منع کیا تھا جہاں پہلے ایک دفعہ عذاب آچکا تھا۔

قہرِ الٰہی ابھی بھڑکنے والا ہے

فرمایا:۔

طاعون کیسا قہرِ الٰہی ہے کہ ہر سال سر پہ آجاتی ہے اور پھر ایسی آتی ہے کہ لوگ دیوانہ کی طرح ہو جاتے ہیں۔ اور میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ بعض آدمی قبریں پہلے ہی سے کھود رکھتے ہیں۔ بڑے ہی خوفناک دن ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے یہ جو دوبارہ فرمایا ہے کہ گذشتہ طاعون کی نسبت آئندہ شدت سے طاعون کا حملہ ہونے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نہایت ہی خطرناک دن آنے والے ہیں اور آگے کی نسبت سخت زور سے طاعون پھیلنے والی ہے۔

فرمایا:۔

بالفرض اگر کسی انسان کا گھر محفوظ بھی رہے۔ مگر پیچھے کبھی دائیں بائیں چیک چہاڑ[1] اور شور و غوغا ہو تو وہ بھی ایک مصیبت ہے۔

فرمایا:۔

خدا تعالیٰ کے الہام کے مطابق سخت اندیشہ ہے کہ اب کے سال ہی یا دوسرے ایسی سخت طاعون پڑے کہ پہلے نہ پڑی ہو۔ اس لئے یہ دن نہایت خوف کے دن ہیں۔

طاعون کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہوا ہے کہ میں روزہ بھی رکھوں گا اور

---

[1] یعنی چیخ و پکار (مرتب)

افطاری بھی کروں گا۔

اس پر ایک شخص نے عرض کی کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا بھی اب روزے رکھنے لگ گیا ہے۔

فرمایا :-

ساری کتابوں میں اس قسم کے فقرات پائے جاتے ہیں۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرًا[1] (پ ۲) اور ید اللہ فوق ایدیھم[2] (پ ۲۶) ایسے فقرات قرآن مجید میں لکھے ہیں۔

کلام الٰہی میں استعارات بھی ہوتے ہیں

حدیث شریف میں لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ تردد کرتا ہے۔ توریت میں لکھا ہے خدا طوفان لا کے پھر پچھتایا۔ یہ تو استعارات ہوتے ہیں۔ ان پر اعتراض کرنے کے معنے ہی کیا۔ بلکہ ان سے تو سمجھا جاتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اس بات کو سوچنا چاہیئے کہ بناوٹ والے انسان کو کیا مشکل بنی ہے جو وہ جان بوجھ کر ایسی باتیں کرے جن پر خواہ نخواہ اعتراض ہوں۔

دیکھو۔ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ کو قرض حسنہ دو۔ اس وقت بھی بعض نادان لوگ کہنے لگ گئے تھے کہ لو اب خدا مفلس اور محتاج ہو گیا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایسے الفاظ استعمال نہ کرتا۔ اصلیت دیکھنی چاہیئے۔ قرض کا مفہوم تو صرف اس قدر ہے کہ وہ شیئے جس کے واپس دینے کا وعدہ ہو۔ ضروری نہیں کہ لینے والا مفلس بھی ہو۔ ایسی باتیں ہر کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کو لوگوں کو کہیگا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ میں بیمار تھا تم نے بیمار پرسی نہ کی۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو سب استعارات ہوتے ہیں۔

[1] البقرۃ : ۲۰۱ [2] الفتح : ۱۱

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۶ صفحہ ۸ مورخہ ۱۰ را کتوبر ۱۹۰۷ء)

۲۹ رستمبر ۱۹۰۷ء

(بوقت ظہر)

اگر موجودہ عذاب سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا تو پہلوں کا کیا اعتبار

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ

اس عذاب کی اللہ کریم نے پہلے ہی سے قرآن مجید میں خبر دے رکھی ہے[1]۔

جیسے فرمایا:۔

وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذابا شدیدا[1] (پ۱۵)

اور پھر ساتھ ہی قرآن مجید میں یہ لکھا ہے۔ وما کنا معذبین حتّٰی نبعث

---

[1] اس مضمون سے قبل بدر میں مندرجہ ذیل ملفوظات بھی درج ہیں:۔

طاعون کی جگہ کو چھوڑنا چاہیئے

حکیم محمد حسین صاحب قریشی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

لاہور میں اکتوبر کے ماہ میں طاعون کا خوف معلوم ہوتا ہے۔ آپ ہمارے پہلے اصول کو یاد رکھیں کہ جب ارد گرد طاعون کا غلبہ ہو یا مکان میں چوہے مریں تو فوراً اس مکان کو چھوڑ دو اور شہر سے باہر کہیں کھلی ہوا میں اپنے لئے جگہ بناؤ۔ باہر نکل کر بھی اس امر کی احتیاط کرنی چاہیئے کہ پھر ایک ہی جگہ بہت سے آدمی جمع ہو کر وہی صورت خراب ہوا کی پیدا نہ کر لیں جو شہر میں تھی۔ سنّت انبیاء یہی ہے کہ ایسی جگہ سے بھاگ جانا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرنا اچھا نہیں۔

(بدر ۱۰ر اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

[1] بنی اسرائیل: ۵۹

رسولًا ۱ (۱۵/۲)

اگر ان دونو آیتوں کو ملا کر پڑھا جاوے تو صاف ایک رسُول کی نسبت پیشگوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کا آنا اس زمانہ میں ضروری ہے۔ یہ کہنا کہ فلاں فلاں رسول کے زمانہ میں یہ یہ عذاب آئے۔ ان لوگوں کے خیال کے بموجب تو جب کُل دنیا میں عذاب شروع ہوگیا اس وقت کوئی رسُول نہ آیا تو اس بات کا کیا اعتبار رہا کہ پہلے زمانہ میں جو عذاب آئے تھے اُن رسولوں کے انکار سے

پنجرے سے بلّیاں اچھی ہیں

ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ اس گاؤں میں سرکار کی طرف سے پنجرے لے کر آیا ہے کہ چُوہوں کو مارا جائے۔

فرمایا:-

ہمارے گھر میں تو ایسے موقعہ پر بلّیاں جمع ہوجاتی ہیں۔ پنجروں کی نسبت بلّیوں کی خدمات ایسے موقعہ پر بہتر معلوم ہوتی ہیں کیونکہ بلی کے خوف سے چُوہے بھاگ جاتے ہیں۔

بےنظیر بیماری

فرمایا:-

طاعون ایک بےنظیر وبا ہے۔ اس کے اثر سے نہ صرف انسان مرتے ہیں بلکہ جانوروں پر بھی پڑتی ہے۔ سرگودھا کے علاقہ میں سُنا گیا ہے کہ جنگل میں گلہریاں بھیڑیئے اور گیدڑ بھی اس بیماری سے مرتے ہوئے دکھائی دیئے ہیں یہ خدا تعالیٰ کا غضب سخت ہے کہ کوئی ایسی بیماری نہیں جو جانوروں اور آدمیوں اور چرندوں اور پرندوں سب پر اس طرح مساوی پڑے اور سب کو تباہ کر دیوے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ صفحہ ۶ مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

---

۱ بنی اسرائیل : ۱۶

ہی آئے تھے۔ کیسی صاف بات تھی کہ آخری زمانہ میں سخت عذاب آئیں گے اور ساتھ ہی یہ لکھا تھا کہ جب تک رسُول مبعوث نہ کرلیں عذاب نہیں بھیجتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر صاف پیشگوئی اور کیا ہوسکتی ہے؟[1]

حالت زمانہ ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی رسُول آوے

زمانہ کی موجودہ حالت بھی اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی رسُول آوے سب دُنیا اسباب پر ہی گر گئی ہے۔ اصلی مسبب الاسباب کو بالکل بھُلا دیا ہے۔ اور پھر دوسری تباہی یہ آ رہی ہے کہ جس شخص کو کوئی سچی خواب یا رؤیا یا الہام ہوتا ہے وہی اپنے آپ کو مامور من اللہ اور رسُول سمجھنے لگ جاتا ہے۔[2] اور کوئی

[1] بدر سے:۔ " قرآن شریف سے تو ثابت ہے کہ کسی ایک گاؤں پر بھی عذاب نہیں آتا جب تک کہ اس سے پہلے خدا تعالےٰ کا کوئی رسُول نہ آئے۔ تعجب ہے کہ ایسا عالمگیر عذاب زمین پر پڑ رہا ہے اور ہنوز ان لوگوں کے نزدیک خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی نذیر نہیں آیا اور نہ ان لوگوں کے نزدیک کسی نذیر کی ضرورت ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ صفحہ ۶ مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

[2] بدر سے:۔ " سمجھ لیتا ہے کہ میں ولی ہو گیا ہوں۔ رسُول ہو گیا ہوں۔ خدا کا برگزیدہ بن گیا ہوں۔ اس کا پیارا ہو گیا ہوں۔ اور نہیں سوچتا کہ اس کے نفس کا کیا حال ہے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت اور وفا اور صدق اور اخلاص کا تعلق اس کو کہانتک حاصل ہے اور کہ اس کا دل کہاں تک بدیوں سے پاک ہو کر نیکیاں حاصل کر چکا ہے۔ صرف خوابوں کا آنا اور ان کا سچا ہو جانا کوئی شئے نہیں۔ کیونکہ یہ بات تو تخم ریزی کے طور پر انسان میں رکھی گئی ہے اور خدا تعالےٰ کے کسی مامور رسول کے وقت اس کی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پچاس آدمی کے قریب ہوں گے جو اسی طرح ہلاک ہو رہے ہیں اور خلقِ خدا کو راہِ راست سے پھیر رہے ہیں اور اس زمانہ میں ایسی باتوں کا وہ چرچا پھیل گیا ہے کہ پہلے زمانوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی

الہامات کا اس زمانہ میں بہت چرچا ہے

ایک ہندو میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ فلاں آدمی کی تبدیلی کی نسبت میں نے خواب دیکھی تھی پھر ویسے ہی ظہور میں آگئی تھی اور طاعون کی نسبت بھی پہلے ہی سے خواب دیکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ انہی باتوں نے ہی تجھے ہلاک کرنا ہے

ایسے ہی ایک چوہڑی اپنی خوابیں بیان کیا کرتی تھی جو اکثر سچی ہوا کرتی تھیں ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوجہل کو بھی خوابیں آیا کرتی تھیں اور اکثر سچی نکل آتی تھیں[1]۔ ہر ایک اس فرق کو معلوم نہیں کرسکتا۔

تتمہ حاشیہ متعلقہ صفحہ: کثرت ہو جاتی ہے جیسا کہ چشمۂ صافی سے پانی نکلتا ہے تو کچھ اور جگہوں پر پڑتا ہے۔ اس میں خواب دیکھنے والے کی کوئی خوبی اور نیکی کی نشانی نہیں

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ صفحہ ۶ مورخہ ۳ر اکتوبر ۱۹۰۷ء)

---

[1] بدر سے:-

حاشیہ: "غرض یہ کوئی قابل فخر امر نہیں اور افسوس ہے کہ لوگ اس سے ٹھوکر کھاتے ہیں اور سخت نقصان اُٹھاتے ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے بہتر تھا کہ ان کو کوئی خواب نہ آتا اور یہ دھوکے میں پڑ کر تکبر نہ کرتے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ ان خوابوں کی بناء پر اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگنا ان کے واسطے موجب ہلاکت ہے"

(بدر حوالہ مذکور)

سچی خوابوں پر نہ بھُولو بلکہ اپنی حالت کو دیکھو

ایسی خوابوں وغیرہ پر اپنے آپ کو پاک صاف نہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ بلکہ اپنی عملی حالت کو پاک کرنا چاہیئے جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قد افلح من تزکّٰی[1] (پ ۳۰ / ۱۲) اپنی حالت کا بہت مطالعہ کرنا چاہیئے اور ایسی باتوں کی خواہش بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر تخم ریزی سے ہی انسان سمجھ لے کہ میں رسُول ہوں تو ٹھوکر کھائیگا۔[1] یہاں تو معاملہ ہی اَور ہے اور اس کے شرائط اور آثار بھی الگ ہیں۔ اس جگہ بڑی عقلمندی درکار ہے۔ بدر کی لڑائی سے پہلے ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ بکرے ذبح ہو رہے ہیں تو ابوجہل سُنکر کہنے لگا کہ ایک اَور نبیہ ہمارے گھر میں پیدا ہو گئی ہے۔

چاہیئے کہ انسان اپنی حالت کو دیکھے اور اپنے اس تعلق کو دیکھے جو وہ خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے اور اپنے نفس کا مطالعہ کرے کہ کہانتک عملی حالت درست ہوئی ہے۔ یہ نہیں کہ مجھے سچی خواب آگئی ہے۔ یہ تو دنیا میں ہوتا ہی رہتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ فرعون کو بھی خواب آیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی بادشاہ وقت کے خواب کی تعبیر کی تھی۔ بہتیرے لوگ ہماری جماعت میں ایسے پائے جاتے ہیں جو بڑے بڑے الہامات لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔ اور اپنی بڑی بڑی خوابیں اور رؤیا بیان کرتے ہیں اور اُن کی حالت دیکھ کر مجھے اندیشہ ہی رہتا ہے کہ کہیں ٹھوکر نہ کھاویں۔ ان کی نسبت تو سادہ طبع لوگ ہی اچھے ہوتے ہیں۔ غرض

---

[1] بدر سے۔ "جو شخص اپنی خوابوں کی طرف جاتا ہے وہ ٹھوکر کھا کر ہلاک ہو جائے گا اس جگہ بہت عقلمندی درکار ہے۔ مجھے الٰہی بخش کی نسبت بھی ہمیشہ یہ کھٹکا تھا اور آخر وہی نتیجہ نکلا"

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ صفحہ ۹ مورخہ ۳؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

[1] الاعلیٰ : ۱۵

ایسی تمنا ہی نہیں کرنی چاہیئے۔[1]

(قبل نماز عصر)

واعظ کیسے ہوں

فرمایا:۔

میں واعظین کے متعلق دیگر لوازمات کے سوچنے میں مصروف ہوں۔ بالفعل بارہ[12] آدمی منتخب کرکے روانہ کئے جائیں اور یہاں قریب کے اضلاع میں بھیجے جائیں۔ بعد میں رفتہ رفتہ دوسری جگہوں میں جا سکتے ہیں۔ ان کا اختیار ہوگا کہ مثلاً ایک دو ماہ باہر گذاریں اور پھر دس پندرہ روز کے واسطے قادیان آجائیں۔

اس کام کے واسطے وہ آدمی موزون ہوں گے جو کہ من یتق اللہ و یصبر کے مصداق ہوں۔ ان میں تقویٰ کی خوبی بھی ہو اور صبر بھی ہو۔ پاک دامن ہوں۔ فسق و فجور سے بچنے والے ہوں۔ معاصی سے دُور رہنے والے ہوں۔ لیکن ساتھ ہی مشکلات پر صبر کرنے والے ہوں۔ لوگوں کی دشنام دہی پر جوش میں نہ آئیں۔ ہر طرح کی تکلیف اور دُکھ کو برداشت کرکے صبر کریں۔ کوئی مارے تو بھی مقابلہ نہ کریں جس سے فتنہ و فساد ہو جائے۔ دشمن جب گفتگو میں مقابلہ کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اسے جوش دلانے والے کلمات بولے جن سے فریق مخالف صبر سے باہر ہو کر اس کے ساتھ آمادہ بجنگ ہو جائے۔

اخراجات کے معاملہ میں ان لوگوں کو صحابہؓ کا نمونہ اختیار کرنا چاہیئے کہ وہ فقر و فاقہ اُٹھاتے تھے اور جنگ کرتے تھے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی لباس کو اپنے لئے کافی جانتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہوں کو جا کر تبلیغ کرتے تھے۔ یہ ایک بہت مشکل راہ

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۶ صفحہ ۸۔۹ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔

ہے۔ قبل امتحان کسی کے متعلق ہم کوئی رائے نہیں لگا سکتے اور میں جانتا ہوں کہ اس امتحان میں بعض مدعی کچے نکلیں گے۔ اب تک جس قدر درخواستیں آئی ہیں میں اُن سب پر نیک ظن رکھتا ہوں کہ وہ عمدہ آدمی ہیں اور عابد اور شاکر ہیں۔ لیکن بعض ان میں سے بالکل نوجوان ہیں۔ نیز عرفاً اور شرعاً لازم ہے کہ ان کے واسطے ہم قوت لایموت کا فکر کریں گو ہر جگہ جہاں وہ جائیں گے میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں وہ بات پائی جاتی ہے جو اخوت اسلامی کے واسطے ضروری ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ ان کی خدمت کریں گے۔ مگر پہلے سے اُن کے واسطے اسی جگہ انتظام مناسب ہو جانا بہتر ہے۔

واعظ ایسے ہونے چاہئیں جن کی معلومات وسیع ہوں۔ حاضر جواب ہوں۔ صبر اور تحمل سے کام کرنے والے ہوں۔ کسی کی گالی سے افروختہ نہ ہو جائیں۔ اپنے نفسانی جھگڑوں کو درمیان میں نہ ڈال بیٹھیں۔ خاکسارانہ اور مسکینانہ زندگی بسر کریں۔ سعید لوگوں کو تلاش کرتے پھریں جس طرح کہ کوئی کھوئی ہوئی شئے کو تلاش کرتا ہے۔

مفسدہ پرداز لوگوں سے الگ رہیں۔ جب کسی گاؤں میں جائیں وہاں دو چار دن ٹھہر جائیں۔ جس شخص میں فساد کی بدبُو پائیں اس سے پرہیز کریں۔ کچھ کتابیں اپنے پاس رکھیں جو لوگوں کو دکھائیں۔ جہاں مناسب جانیں وہاں تقسیم کر دیں۔ یہ عمدہ صفات سیّد سرور شاہ صاحب میں پائے جاتے ہیں اور کشمیر کے واسطے مولوی عبداللہ صاحب اس کام کے لئے موزون معلوم ہوتے ہیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ صفحہ ۶ مورخہ ۳؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

بیوہ کا نکاح کن صورتوں میں ضروری ہے

ایک شخص کا سوال حضرتِ اقدس کی خدمت میں پیش ہوا کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کن صورتوں میں فرض ہے۔ اس کے نکاح کے وقت عمر، اولاد، موجودہ اسباب، نان ونفقہ کا لحاظ رکھنا چاہیئے یا کہ نہیں؟ یعنی کیا بیوہ باوجود عمر زیادہ ہونے کے یا اولاد بہت ہونے کے یا کافی دولت پاس ہونے کے ہر حالت میں مجبور ہے کہ اس کا نکاح کیا جائے؟

فرمایا:-

بیوہ کے نکاح کا حکم اسی طرح ہے جس طرح کہ باکرہ کے نکاح کا حکم ہے۔ چونکہ بعض قومیں بیوہ عورت کا نکاح خلاف عزت خیال کرتے ہیں اور یہ بد رسم بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اس واسطے بیوہ کے نکاح کے واسطے حکم ہوا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہر بیوہ کا نکاح کیا جائے۔ نکاح تو اسی کا ہوگا جو نکاح کے لائق ہے۔ اور جس کے واسطے نکاح ضروری ہے۔ بعض عورتیں بوڑھی ہو کر بیوہ ہوتی ہیں۔ بعض کے متعلق دوسرے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نکاح کے لائق نہیں ہوتیں۔ مثلاً کسی کو ایسا مرض لاحق ہے کہ وہ قابل نکاح ہی نہیں یا ایک بیوہ کافی اولاد اور تعلقات کی وجہ سے ایسی حالت میں ہے کہ اس کا دل پسند ہی نہیں کر سکتا کہ وہ اب دوسرا خاوند کرے۔ ایسی صورتوں میں مجبوری نہیں کہ عورت کو خواہ مخواہ جکڑ کر خاوند کرایا جائے۔ ہاں اس بد رسم کو مٹا دینا چاہیئے کہ بیوہ عورت کو ساری عمر بغیر خاوند کے جبراً رکھا جاتا ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۱ صفحہ ۱۱ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

---

[1] یہ ملفوظات بھی "المفتی" کے زیرِعنوان بدر میں بلا تاریخ درج ہیں ۔ (مرتب)

بلا تاریخ[1]

متبنّٰی بنانا حرام ہے

کسی کا ذکر تھا کہ اس کی اولاد نہ تھی اور اس نے ایک اور شخص کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنا کر اپنی جائیداد کا وارث کر دیا تھا۔

فرمایا :

یہ فعل شرعاً حرام ہے

شریعت اسلام کے مطابق دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانا قطعاً حرام ہے۔

بیمار اور مسافر روزہ نہ رکھے

بیمار اور مسافر کے روزہ رکھنے کا ذکر تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ شیخ ابن عربی کا قول ہے کہ اگر کوئی بیمار یا مسافر روزہ کے دنوں میں روزہ رکھ لے تو پھر بھی اسے صحت پانے پر ماہ رمضان کے گذرنے کے بعد روزہ رکھنا فرض ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ[2]۔ جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ ماہِ رمضان کے بعد کے دنوں میں روزے رکھے۔ اس میں خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مریض یا مسافر اپنی ضد سے یا اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے انہی ایام میں روزے رکھے تو پھر بعد میں رکھنے کی اس کو ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ کا صریح حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں روزے رکھے۔ بعد کے روزے اس پر بہرحال فرض ہیں۔ درمیان کے روزے اگر وہ رکھے تو یہ امر زائد ہے اور اس کے دل کی خواہش ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کا وہ حکم

---

[1] یہ ملفوظات بھی "المفتی" کے زیر عنوان بدر میں بلا تاریخ درج ہیں۔ (مرتب)

[2] البقرۃ : ۱۸۵

جو بعد میں رکھنے کے متعلق ہے ٹل نہیں سکتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ رمضان میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔

مسافر اور مریض فدیہ دے سکتے ہیں

فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بنا ر آسانی پر رکھی ہے جو مسافر اور مریض صاحب مقدرت ہوں۔ ان کو چاہیئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دے دیں۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ صفحہ ۷ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

الملفتی

ایک غلطی کی اصلاح

کونسا مریض صرف فدیہ دے سکتا ہے

گذشتہ پرچہ اخبار نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۷ کالم اول میں یہ لکھا گیا تھا کہ مریض اور مسافر ایام مرض اور ایام سفر میں روزہ نہ رکھیں بلکہ ان ایام کے عوض میں ماہ رمضان کے بعد دوسرے دنوں میں بصورت صحت اور قیام ان روزوں کو پورا کریں۔ اسی عبارت کے اخیر میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ "جو مریض اور مسافر صاحب مقدرت ہوں ان کو چاہیئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دیں۔" اس جگہ مریض اور مسافر سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو کبھی امید نہیں کہ پھر روزہ رکھنے کا موقعہ مل سکے۔ مثلاً ایک نہایت بوڑھا ضعیف انسان یا ایک کمزور حاملہ عورت جو دیکھتی ہے کہ بعد وضع حمل بہ سبب بچے کو دودھ پلانے کے وہ پھر معذور ہو جائے گی۔ اور سال بھر اسی طرح گذر جائے گا۔ ایسے اشخاص کے واسطے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں کیونکہ وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے اور فدیہ دیں۔ باقی اور کسی کے واسطے جائز نہیں کہ صرف فدیہ دے کر روزے رکھنے سے معذور سمجھا سکے۔

چونکہ اخبار بدر کی مذکورہ بالا عبارت صاف نہ تھی اس واسطے یہ مسئلہ دوبارہ حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ

صرف فدیہ تو شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہو سکتا ہے جو روزہ کی طاقت کبھی

---

[1] "الملفتی" کے زیر عنوان ان ملفوظات پر کوئی تاریخ درج نہیں۔ اندازاً اخیر ستمبر ۱۹۰۷ء یا اکتوبر کے ابتدائی ایام کی ڈائری معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ (مرتب)

بھی نہیں رکھتے۔ ورنہ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھول دینا ہے۔ جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ کے بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ تیری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو ہی ہدایت دی جاوے گی۔

پانچ مجاہدے

فرمایا:-

خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ صدقات، حج، اسلامی دشمن کا ذب اور دفع خواہ سیفی ہو خواہ قلمی۔ یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے رہتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں یعنی ایسا نہیں چاہیئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہیئے کہ نفلی روزہ کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے۔

صدقہ کی جنس خرید کر لینا جائز ہے

ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ میں مرغیاں رکھتا ہوں اور ان کا دسواں حصہ خدا تعالیٰ کے نام پر دیتا ہوں اور گھر سے روزانہ تھوڑا تھوڑا آٹا صدقہ کے واسطے الگ کیا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے کہ وہ چوزے اور وہ آٹا خود ہی رکھ لوں اور اس کی قیمت مد متعلقہ میں بھیج دوں؟ فرمایا:-

ایسا کرنا جائز ہے

نوٹ:۔ لیکن اس میں یہ خیال کر لینا چاہیئے کہ اعمال نیت پر موقوف ہیں۔ اگر کوئی شخص ایسی اشیاء کو اس واسطے خود ہی خرید کر لیگا کہ چونکہ خرید و فروخت ہر دو اس کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ جیسی تھوڑی قیمت سے چاہے خرید لے۔ تو یہ اس کے واسطے گناہ ہوگا۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۳ صفحہ ۴ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

القول الطیب
مومن کی فراست سے بچو

بعض دوستوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں سفارش کی کہ وہ اب اپنی اصلاح کر رہا ہے۔

فرمایا:۔

اتقوا فراسة المومن۔ مومن کی فراست سے ڈرو۔ میری فراست اس کی حالت کو تم سے بہتر جانتی ہے۔

فرمایا:۔

ایک بزرگ کے پاس دو شیعہ آئے اور اپنے آپ کو سُنی ظاہر کیا اور اس بزرگ سے سوال کیا کہ اتقوا فراسة المومن کے کیا معنے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کے یہ معنے ہیں کہ تم اپنے شیعہ پن سے توبہ کرو اور سچے دل سے سُنی مسلمان بن جاؤ۔

---

[1] "القول الطیب" کے زیرِ عنوان حضور علیہ السلام کی اس ڈائری پر کوئی تاریخ نہیں۔ اندازاً ستمبر ۱۹۰۷ء کے آخر یا اکتوبر ۱۹۰۷ء کے شروع کے یہ ملفوظات معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (مرتب)

خدا تعالیٰ سے تسلّی

فرمایا:-

بعض نادان خیال کرتے ہیں کہ مبارک احمد کا مرنا ہمارے واسطے کسی سخت رنج اور صدمہ کا سبب ہوا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ اس واقعہ پر خدا تعالیٰ نے کس قدر تشفی اور تسلّی اور اپنی خوشنودی کا اظہار اپنی پاک وحی کے ذریعہ سے کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے صبر اور شکر اور والدہ مبارک احمد کے صبر پر جو خوشی کا اظہار کیا ہے اور فتح و نصرت کے وعدے دیئے ہیں اور فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ تیرے ہر قدم کے ساتھ ہو گا۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ والدہ مبارک احمد نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا خوش ہو جانا مجھے ایسا پیارا ہے کہ اگر دو ہزار مبارک احمد مر جائے تو مجھے اس کا غم نہیں۔

مخالف سے ہمیں کس سلوک کی امید رکھنی چاہیئے

ایک دوست کو حضرت نے ایک مخالف کو کسی موقعہ پر سمجھانے کے واسطے تاکید کی۔ فرمایا:-

وہ مانے یا نہ مانے، آپ تبلیغ کا حق ادا کریں۔ کیونکہ جو شخص تبلیغ کرتا ہے اس کو بہرحال ثواب مل جاتا ہے اور تم یہ امید نہ رکھو کہ مخالف تمہارے ساتھ خوش خلقی یا تہذیب سے پیش آئے گا۔ کیونکہ وہ تو مخالف ہے۔ ہم کو بُرا جانتا ہے اس کے دل میں ہمارا ادب نہیں جبتک کہ وہ دشمن ہے اس کے دل میں نہ ہمارا ادب ہو سکتا ہے نہ اعزاز اور نہ خیر اندیشی اور نہ وہ منصف مزاجی سے گفتگو کر سکتا ہے۔

ایک دفعہ ایک ایلچی حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ بار بار آپ کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا اور حضرت عمرؓ تلوار کے ساتھ اس کا ہاتھ ہٹاتے تھے آخر حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یہ ایسی

گستاخی کرتا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے اس کو قتل کر دوں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمام گستاخی حلم کے ساتھ برداشت کی۔

سرشتِ زمین

فرمایا:۔

سیالکوٹ۔ گجرات۔ گوجرانوالہ اور جہلم کے اضلاع کی سرزمین اپنے اندر اسلامی سرشت کی خاصیت رکھتی ہے۔ ان اضلاع میں بہت لوگوں نے حق کی طرف رجوع کیا ہے اور کثرت سے مرید ہوئے ہیں۔ ان کی تبلیغ کے خاص ذرائع پیدا کرنے چاہئیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ صفحہ ۷ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

فاتحہ خلف امام

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ فاتحہ خلف امام پڑھنا ضروری ہے؟

فرمایا:۔

ضروری ہے

رفع یدین

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ کیا رفع یدین ضروری ہے؟ فرمایا کہ

ضروری نہیں جو کرے تو جائز ہے

---

[1] "المفتی" کے زیرعنوان یہ ملفوظات بلا تاریخ بدر میں درج ہیں جو سوالات کے جوابات ہیں۔ (مرتب)

سیالکوٹ سے ایک دوست نے دریافت کیا ہے کہ یہاں چاند منگل کی شام کو نہیں دیکھا گیا بلکہ بدھ کو دیکھا گیا ہے۔ اس واسطے پہلا روزہ جمعرات کو رکھا گیا تھا اب ہم کو کیا کرنا چاہیئے؟

حضرت نے فرمایا کہ

اس کے عوض میں ماہ رمضان کے بعد ایک اَور روزہ رکھنا چاہیئے۔

جائز نکاح

سوال پیش ہوا کہ ایک احمدی لڑکی ہے جس کے والدین غیر احمدی ہیں۔ والدین اس کی ایک غیر احمدی کے ساتھ شادی کرنا چاہتے تھے اور لڑکی ایک احمدی کے ساتھ کرنا چاہتی تھی۔ والدین نے اصرار کیا۔ عمر اس کی اسی اختلاف میں بائیس سال تک پہنچ گئی۔ لڑکی نے تنگ آکر والدین کی اجازت کے بغیر ایک احمدی سے نکاح کر لیا۔ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ

نکاح جائز ہو گیا

امام مقتدیوں کا خیال رکھے

سوال پیش ہوا کہ ایک پیش امام ماہِ رمضان میں مغرب کے وقت لمبی سورتیں شروع کر دیتا ہے۔ مقتدی تنگ آتے ہیں کیونکہ روزہ کھول کر کھانا کھانے کا وقت ہوتا ہے۔ دن بھر کی بھوک سے ضعف لاحق حال ہوتا ہے۔ بعض ضعیف ہوتے ہیں۔ اس طرح پیش امام اور مقتدیوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ

پیش امام کی اس معاملہ میں غلطی ہے۔ اس کو چاہیئے کہ مقتدیوں کی حالت کا لحاظ رکھے اور نماز کو ایسی صورت میں بہت لمبا نہ کرے۔

ڈاڑھی اور مونچھ

ڈاڑھی اور مونچھ کے متعلق ذکر آیا کہ نئے نئے فیشن نکلتے ہیں۔ کوئی داڑھی منڈاتا ہے کوئی ہر دو داڑھی اور مونچھ منڈاتا ہے۔

حضرت نے فرمایا:-

مستحسن یہی بات ہے جو شریعت اسلام نے مقرر کی ہے کہ مونچھیں کٹائی جائیں اور ڈاڑھی بڑھائی جاوے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ صفحہ ۷ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

بڑے درد دل کے ساتھ سلسلہ کلام شروع کیا کہ

ہماری جماعت کا اعلیٰ فرض ہے کہ وہ اپنے اخلاق کا تزکیہ کریں اور حقوق عباد اور حقوق اللہ کے ادا کرنے کی دقیق سے دقیق رعایت کیا کریں۔ کوئی منصوبہ اور جعل ان کے کسی عضو پر نہ ہو۔ کوئی کُتّا اور بلی بھی ان کے احسان سے محروم نہ رہے چہ جائیکہ بنی آدم میں اُن لوگوں کو بہت بُرا جانتا ہوں جو دین کی آڑ میں کسی غیر قوم کی جانی و مالی ایذا ہوا

[1] حضور کے ان ملفوظات پر کوئی تاریخ درج نہیں۔ ایڈیٹر صاحب بدر نے ۲۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ "رات اس قدر لمبی تقریر فرمائی کہ اگر کوئی لکھتا تو رسالہ مرتب ہو جاتا" اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کے قریب کی کسی تاریخ کے یہ ملفوظات ہیں۔ (مرتب)

رکھتے ہیں۔

غرض خلاصہ ساری تقریر کا یہی ہے کہ اب وقت ہے کہ جماعت اپنی حالت میں بیّن تبدیلی دکھائے۔

فرمایا کہ

مجھے پختہ وعدہ دیا گیا ہے کہ بہت سے عظیم الشان نشان تیرے ہاتھ سے ظاہر ہونگے مگر یہ علم مجھ کو نہیں دیا گیا کہ کون کون لوگ اس سے مستفید ہوں گے۔

فرمایا کہ

نشانوں کی ناقدردانی دو طرح سے وقوع میں آتی ہے۔ ایک کفر و انکار سے، اور ایک اس طرح سے کہ دو روز تک اس کے وقوع کے بعد واہ واہ کی جائے اور پھر اُسے قطعاً فراموش کر ڈالا جائے اور خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت اس کے وقوع کے بعد نئے سرے دل پر وارد نہ کی جائے۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کا بھی یہی حال ہے کہ نشان الٰہی کی چنداں پروا نہیں کرتے اور غفلت اور تساہل سے وقت گذارتے ہیں۔ اور اکثر ان میں ایسے ہیں کہ سوز و گداز ان کے افعال میں نظر نہیں آتا۔

فرمایا:۔

اگر دین الٰہی کے اعلاء اور تعظیم اور حرمات الٰہیہ کی ہتک کے انتقام کے لئے رُوح میں جوش اور قوت اور عقدِ ہمت نہ ہو تو یہ نمازیں نری جنتر منتر ہیں۔ اب وقت ہے کہ گداز گداز ہو ہو جائیں اور رات دن دعاؤں میں مصروف رہیں۔ میں فکروں میں ہلاک ہو رہا ہوں۔ مگر دیکھتا ہوں کہ جماعت میں ہنوز یہ رُوح پیدا نہیں ہوئی۔ میں ان روکھی سوکھی نمازوں کا ہرگز قائل نہیں جو رسم و عادت کے پیرایہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ خدا تعالےٰ اس وقت دیکھتا ہے کہ کن لوگوں نے گذشتہ نشانوں کی قدردانی کی اور اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کی۔ وہ اُن ہی کو آئندہ بھی مستفید ہونے کی توفیق بخشے گا۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۷ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۷ء)

۲؍اکتوبر ۱۹۰۷ء

(بوقت سیر)

ہماری جماعت کے ایک شخص نے کسی غیر احمدی کا سوال پیش کیا کہ آپ نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ درست نہیں کیونکہ مسیلمہ کذاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد فوت ہوا تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا :-

یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو وہ کونسی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔

صرف جھوٹا نہیں بلکہ جھوٹا مباہلہ کرنیوالا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتا ہے

ہم نے تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے تو مباہلہ کیا ہی نہیں تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا تھا کہ اگر تو میرے بعد زندہ بھی رہا تو ہلاک کیا جائے گا سو ویسا ہی ظہور میں آیا۔ مسیلمہ کذاب تھوڑے ہی عرصہ بعد قتل کیا گیا اور پیشگوئی پوری ہوئی۔

یہ بات کہ سچا جھوٹے[ل] کی زندگی میں مرجاتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعداء ان کی زندگی میں ہی ہلاک ہو گئے تھے؟ بلکہ ہزاروں اعداء آپ کی وفات کے بعد زندہ رہے تھے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے اور مخالفوں کے وجود کا قیامت تک ہونا ضروری ہے جیسے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین

ل کاتب کی غلطی ہے۔ دراصل یہ فقرہ یوں ہونا چاہیئے۔ "یہ بات کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے یہ بالکل غلط ہے" چنانچہ سیاق وسباق میں اس کی وضاحت موجود ہے (مرتب)

کفروا الیٰ یوم القیامۃ[1] سے ظاہر ہے۔

ہم تو ایسی باتیں سُن سُنکر حیران ہوتے ہیں۔ دیکھو ہماری باتوں کو کیسے اُلٹ پلٹ کر پیش کیا جاتا ہے اور تحریف کرنے میں وہ کمال حاصل کیا ہے کہ یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں۔ کیا یہ کسی نبی ولی قطب غوث کے زمانہ میں ہوا کہ اس کے سب اعداء مر گئے ہوں؟ بلکہ کافر منافق باقی رہ ہی گئے تھے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں تو وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے ساتھ مباہلہ کرنے والوں کا حال ہو رہا ہے۔

جماعت کو خود سوچکر ایسے سوالوں کا جواب دینا چاہیئے

مجھے تو اپنی جماعت پر افسوس ہوتا ہے کہ کیا ان میں اتنی عقل بھی نہیں۔ کہ ایسے اعتراض کرنے والے سے پوچھیں کہ یہ ہم نے کہاں لکھا ہے کہ بغیر مباہلہ کرنے کے ہی جھوٹے سچے کی زندگی میں تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ جگہ تو نکالو جہاں یہ لکھا ہے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ عقل میں فہم میں ہر طرح سے ترقی کریں اور ایسی باتوں کا خود سوچ کر جواب دیا کریں اور اپنی ایمانی روشنی سے ان باتوں کو حل کیا کریں۔ مگر دنیاداری کے دھندوں میں مت ماری جاتی ہے۔ اتنا نہیں کر سکتے کہ معترض سے ہماری کتاب کی وہ جگہ ہی پوچھیں جہاں یہ لکھا ہے کہ سچے کی زندگی میں سب جھوٹے مر جاتے ہیں۔ بلکہ جھُوٹے تو قیامت تک رہیں گے۔

جماعت کے واعظوں کو حضرت اقدس کی کتب کا بہت مطالعہ کر لینا چاہیئے

فرمایا:۔

اس تحریک سے مجھے یہ بھی یاد آگیا ہے کہ وہ لوگ جو اشاعت اور تبلیغ کے واسطے باہر جاویں۔ وہ ایسے نہ ہوں کہ اُلٹ پلٹ کر ہماری باتوں کو کچھ اَور کا اَور ہی بنا تے رہیں

[1] آل عمران: ۵۶

اور بات تو کچھ اَور ہو اور سمجھا نے کچھ اَور لگ جاویں۔ دوسروں کو تو ہمارے دعویٰ سے آگاہ کریں اور خود ہماری کتابوں کو کبھی پڑھا بھی نہ ہو۔ اس طرح سے ہی تحریف ہوا کرتی ہے۔ ایسے وقتوں میں صرف زبانی فیصلہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ تحریر پیش کرنی چاہیئے۔

ہم پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور امام حسینؓ کی توہین کی جاتی ہے حالانکہ ہم ان کو راستباز اور متقی سمجھتے ہیں۔ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بہت بے عزتی کی جاتی ہے اور ان کو گالی دی جاتی ہے حالانکہ ہم ان کو ایک اولوالعزم نبی اور خدا تعالیٰ کا راستباز بندہ سمجھتے ہیں۔ ہاں اگر عیسٰیؑ کا مر جانا ثابت کرنا ان کے نزدیک گالی دینا ہے تو اس طرح سے تو ہم نے نکالی ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ دوسرے نبیوں کی طرح وفات پا گئے ہیں۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۶ صفحہ ۹ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

---

۱۳ اکتوبر ۱۹۰۷ء

(قبل نماز ظہر)

رُوحانی فائدہ حاصل کرنے کیلئے آپ بھی کوشش کرنی چاہیئے

ایک شخص نے عرض کی کہ میں روحی فائدہ کے واسطے یہاں آیا ہوں۔ مجھے کچھ بتایا جاوے۔ فرمایا:-

رُوحانی فائدہ بھی انہیں کو پہنچتا ہے جو آپ کوشش کرتے ہیں۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ اور افضل تھے مگر انہوں نے بھی دین کی خاطر کیسے کیسے مصائب اُٹھائے۔ دین بھی تو مرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا تو ایسا نہ کرتا مگر اس نے دُنیا کے لئے بھی یہی قانون رکھا ہے کہ محنت سے سب کچھ ہوتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا فضل بھی ہو اور محنت بھی ہو تو انسان منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دُنیا کے کاموں کیلئے

انسان کیسے کیسے دُکھ اُٹھاتا اور کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور تب جا کر کچھ حاصل ہوتا ہے تو کیا دین کے لئے کچھ بھی محنت اور سعی نہیں کرنی چاہیئے؟ اگر چھوٹا سا مقدمہ آ جاوے تو پھر انسان اس کے واسطے کہاں کہاں سے سفارشیں لاتا ہے اور کس قدر خرچ کرتا ہے اور کتنی کوشش کرتا ہے اور اگر باوجود اتنی کوشش کے وہ مقدمہ خارج ہو جاتا ہے تو پھر اپیل کرتا ہے بلکہ اگر وہ بھی خارج ہو جاتی ہے تو پھر کیسی کیسی مصیبتیں برداشت کر کے اپیل در اپیل کرتا اور کیا کیا کر گذرتا ہے تو کیا دین کو ہی ایسا سمجھنا چاہیئے کہ وہ محض پھونک مارنے اور کسی ورد وظیفہ کے کرنے سے حاصل ہو جائے گا۔ اور یُونہی آرام طلبی سے گذارنے پر اس میں کامیابی حاصل ہو جائے گی؟ خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یُفتنون[1]۔ کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ صرف زبانی قیل وقال پر ہی ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور صرف اتنا کہنے سے ہی کہ ہم ایمان لے آئے دین دار سمجھے جائیں گے۔ اور ان کا امتحان نہ ہوگا؟

زبانی قیل وقال سے کچھ نہیں بنتا۔ امتحان میں پُورے اترو

بلکہ امتحان اور آزمائش کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ سب انبیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ترقی مدارج کے لئے آزمائش ضروری ہے اور جب تک کوئی شخص آزمائش اور امتحان کی منازل طے نہیں کرتا دیندار نہیں بن سکتا۔

دُکھ کے بعد راحت ہے

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ دُکھ کے بعد ہی ہمیشہ راحت ہوا کرتی ہے۔ یاد رکھو جو شخص خدا تعالےٰ کی راہ میں دُکھ اور مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں وہ کاٹا جاوے گا۔ ترقی ہمیشہ مصائب اور تکالیف کے بعد ہوتی ہے اور ایمانی حالت کا پتہ اسی وقت لگتا ہے۔ جب تکالیف اور مصائب آویں۔

[1] العنکبوت: ۳

رُوحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے پہلے اپنے آپ کو دُکھ اور تکالیف اُٹھانے کے لئے تیار کر لینا چاہیئے۔

عشق اول سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

بعض لوگ آتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں پھُونک مارو کہ اولیاء اللہ بن جاویں اور ہمارا سینہ صاف ہو جاوے اور روحانی معراج پر پہنچ جاویں اور ہمارے قلب میں پاکیزگی پیدا ہو جاوے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ سب کچھ دکھوں اور تکالیف کے بعد مل جاتا ہے اور ضرور مل جاتا ہے۔ مومن کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا جب انسان دُنیا کے لئے طرح طرح کی تکالیف برداشت کر لیتا ہے۔ ایک کسان کو ہی دیکھو کہ پہر رات کے قریب اُٹھتا ہے، ہل جوتتا ہے اور کتنی تکالیف اُٹھاتا اور محنت کرتا ہے۔ نہ رات کو آرام کرتا ہے اور نہ دن کو۔ بلکہ جب بہت سی مشکل کے بعد فصل پک بھی جاتا ہے اس وقت بھی اس کے حاصل کرنے کے لئے کیا کیا مصائب اُٹھاتا ہے اور اپنے عیال و اطفال سے علیحدگی اختیار کر کے اُسے کاٹتا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کیسے کیسے دُکھ اُٹھاتا ہے اور اس دنیا کے لئے جو آج ہے اور کل فنا ہو جائیگی مارا مارا پھرتا ہے اور مصیبت پر مصیبت اور دُکھ پر دُکھ اُٹھاتا ہے تو کیا پھر دین ہی ایسی چیز ہے جو محض پھُونک مارنے سے حاصل ہو جاتا ہے اور اس میں کسی امتحان آزمائش اور محنت کی ضرورت نہیں؟

جب فانی دنیا کے لئے اتنی کوشش کرتے ہو تو پھر دین کے لئے اس سے بھی زیادہ محنت کرو

دین کے لئے ایسی توقع کرنا اور اس کو ایک حلوہ بے دود کی طرح سمجھنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ پر غور کرو کہ انھوں نے دین کی خاطر کیسے کیسے مصائب اُٹھائے اور کن کن دکھوں میں وہ مبتلا ہوئے۔ نہ دن کو آرام کیا اور نہ رات

کو۔خدا تعالےٰ کی راہ میں ہر ایک مصیبت کو قبول کیا اور جان تک قربان کر دی۔ اور دین کی خاطر سر کٹوا دیئے۔

صحابہؓ کے حالات پر غور کرو

مجھے اس وقت یاد آ گیا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دشمن کے مقابلہ پر ایسے موقعہ پر نکلے کہ دوپہر کا وقت اور گرمی کا موسم تھا۔ سخت گرمی اور تپش تھی۔ لُو چلتی اور تیز دھوپ پڑتی تھی۔ چلتے چلتے ایک نہایت ہی خوشگوار اور سر سبز و شاداب چشمے پر پہنچے۔ ایک صحابیؓ نے ایسی خوشگوار سر سبز اور ہری بھری جگہ دیکھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے اجازت دی جاوے کہ اس جگہ پر عبادت کروں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ توبہ کرو کیا تو نہیں جانتا کہ یہ سب مصیبت ہم خدا تعالےٰ کی خاطر برداشت کر رہے ہیں۔ ایسی خوشکن جگہ پر آرام کر کے عبادت کرنے کا تو کوئی فائدہ نہیں۔

وہ بندگی ہی نہیں جو دُکھ درد کے ساتھ نہیں

وہ تو بندگی ہی نہیں جو دُکھ درد کے ساتھ نہیں۔ ہندوؤں کے گوروں کی طرح کسی تالاب یا عمدہ حوض کے کنارے پر بیٹھ کر بآرام زندگی بسر کرنا اور سر سبز ہری بھری جگہ پر لیٹ کر خدا تعالےٰ کی یاد کرنے سے کچھ نہیں بنتا۔ چاہیئے کہ ابتلاؤں اور امتحانوں میں ثابت قدم رہو اور خدا تعالیٰ کے لئے جان دینے میں بھی فرق نہ رکھو اور اس کی راہ میں قربان ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہو۔ جب انسان اپنے دل میں فیصلہ کر لیتا ہے اور دُکھ کے لئے تیار رہتا ہے تب پھر خدا بھی ملتا ہے اور روحانی فائدہ بھی ہوتا ہے۔ یہی سنت اللہ ہے اور جب سے دنیا پیدا ہوئی اور انبیاء کا سلسلہ شروع ہوا بغیر دکھ اور تکالیف کے برداشت کرنے کے خدا تعالےٰ راضی نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی دین حاصل ہوتا ہے۔

ذبح ہونے کے بعد زندگی ملتی ہے

بعض لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور کہہ

دیتے ہیں کہ کسی جنتر منتر یا پھونک سے ہی ہمیں اولیاء اللہ بنا دیویں اور ایک زندگی کی رُوح پھونک دیویں۔ مگر خدا تعالیٰ تو پہلے ذبح کر لیتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے۔ بلکہ ایسے ایسے امتحانوں اور آزمائشوں کے وقت انسان خود بھی معلوم کر لیتا ہے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے امتحانوں میں پُورا اُترنے کے بعد خدا تعالیٰ ضرور ملتا ہے۔ جب تک انسان خدا تعالےٰ کی راہ میں تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتا تب تک ترقی کی امید بھی نہیں ہو سکتی

نماز بھی اضطرابی حالت کو ظاہر کرتی ہے

دیکھو یہ جو نماز پڑھی جاتی ہے اس میں بھی ایک طرح کا اضطراب ہے کبھی کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ کبھی رکوع کرنا پڑتا ہے اور کبھی سجدہ کرنا پڑتا ہے اور پھر طرح طرح کی احتیاطیں کرنی پڑتی ہیں۔ مطلب یہی ہوتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے لئے دُکھ اور مصیبت کو برداشت کرنا سیکھے ورنہ ایک جگہ بیٹھ کر بھی تو خدا تعالیٰ کی یاد ہو سکتی تھی۔ پر خدا تعالیٰ نے ایسا منظور نہیں کیا۔ صلوٰۃ کا لفظ ہی سوزش پر دلالت کرتا ہے۔ جب تک انسان کے دل میں ایک قسم کا قلق اور اضطراب پیدا نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے لئے اپنے آرام کو نہ چھوڑے تب تک کچھ بھی نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ فطرتاً اس قسم کے ہوتے ہیں جو ان باتوں میں پورے نہیں اُتر سکتے اور پیدائشی طور پر ہی ان میں ایسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ جو وہ ان امور میں استقلال نہیں دکھا سکتے مگر تاہم بھی توبہ اور استغفار بہت کرنا چاہیئے کہ کہیں ہم ان میں ہی شامل نہ ہو جاویں جو دین سے بالکل بے پروا ہوتے ہیں۔ اور اپنا مقصود بالذات دنیا کو ہی سمجھتے ہیں۔

امتحان الگ الگ ہوا کرتے ہیں

ہر ایک زمانہ میں علیحدہ علیحدہ امتحان اور آزمائشیں ہوا کرتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے تو خدا تعالےٰ کی راہ میں جانیں دی تھیں اور اپنے سر کٹوا ئے تھے اور

دوسرے نبیوں کے زمانہ میں کسی اَور قسم کے ہی دُکھ اور مصائب تھے۔ غرض جب تک انسان ابتلاؤں اور آزمائشوں میں پورا نہیں اُترتا تب تک ترقی نہیں کرتا اور مقبول حضرت احدیت نہیں ہوتا۔ بغیر تکلیفوں اور طرح طرح کے مصائب کے تو کچھ بنتا ہی نہیں۔

اللہ کریم پر بدظنی مت کرو

یاد رکھو اللہ تعالےٰ رحیم کریم ہے۔ اس پر بدظنی نہیں کرنی چاہیئے۔ جو اس کی مُنّت کو نگاہ میں رکھے گا اور اس کے لئے دُکھ اور تکالیف کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاوے گا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ اگر اس کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلے گا اور بخل سے کام لے گا تو رہ جاوے گا۔ دیکھو فوجوں میں جو لوگ بھرتی ہوتے ہیں اور دنیا کی خاطر لڑنے مرنے اور جان دینے کے لئے نوکر ہوتے ہیں وہ کوئی ہزاروں روپیہ تو تنخواہ نہیں پاتے۔ یہی دس بارہ روپیہ کی خاطر جان دینا قبول کر لیتے ہیں مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ خدا تعالےٰ کی خاطر اور اس دائمی بہشت اور دائمی خوشنودی کے لئے کوئی فکر نہیں کرتے

دائمی سُکھ کیلئے کوشش کرنی چاہیئے

جب دنیا کے لئے ایسے کام کر لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حقیقی آرام اور ہمیشہ کے سُکھ کے لئے اتنی کوشش نہیں کی جاتی۔ اصل میں ایسے لوگ خدا تعالےٰ کی اور خدا تعالےٰ کے انعام و اکرام کی قدر نہیں کرتے۔ اگر اس کی قدر کرتے تو جان کیا چیز تھی جو قربان کرنے کے لئے تیار نہ ہو جاتے۔ اصلی زندگی اور حقیقی سُکھ تو ہے ہی وہ جو خدا تعالےٰ کی راہ میں مرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ حقیقی زندگی تو اپنے آپ پر ایک موت وارد کر لینے سے ہی ملا کرتی ہے ایسے لوگ جو جنتروں اور منتروں اور ٹونوں اور ٹوٹکوں کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں دین کے لئے کوشش کرنا چاہتے ہی نہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ بڑے آرام سے اور گھر بیٹھے بٹھائے قلب کی صفائی حاصل ہو جاوے۔ اصل میں جھوٹے قصوں اور کہانیوں نے ان لوگوں کو بڑا نقصان پہنچایا ہے اور ایسی باتوں سے انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ دین ایک ایسی چیز ہے

جو جنتروں منتروں اور تعویذوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے ان لوگوں نے بعض بعض ریاضتیں بھی مقرر کی ہوئی ہیں جن پر عمل کرنے سے کہتے ہیں قلب جاری ہو جاتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجود قلب جاری ہونے کے عملی حالت اُن کی اَور بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اور ایسے وظائف میں سے ایک ذکر ارّہ بھی ہے کہ جس کا نتیجہ آخر میں سِل ہوا کرتا ہے

بدعتی ریاضتیں سِل پیدا کرتی ہیں

حالانکہ خدا تعالیٰ نے ایک ہی راہ رکھا ہے جیسے فرمایا ہے۔ قد افلح من زکّٰھا[1] (۳۰ پ) اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ راضی ہو جاوے۔ کوئی دوئی نہ رہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کی ملونی نہ رہے اور کسی قسم کی دُوری یا جدائی نہ رہے۔

رضا بالقضا سیکھو

یہ تھوڑی سی بات نہیں۔ یہی وہ مشکل گھاٹی ہے جو بڑے بڑے مصائب اور امتحانوں کے بعد طے ہوا کرتی ہے۔ یہ نماز جو تم لوگ پڑھتے ہو۔ صحابہؓ بھی یہی نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی نماز سے اُنہوں نے بڑے بڑے رُوحانی فائدے اور بڑے بڑے مدارج حاصل کئے تھے۔ فرق صرف حضور اور خلوص کا ہی ہے۔ اگر تم میں بھی وہی اخلاص صدق وفا اور استقلال ہو تو اسی نماز سے اب بھی وہی مدارج حاصل کر سکتے ہو جو تم سے پہلوں نے حاصل کئے تھے۔ چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں دُکھ اُٹھانے کے لئے ہر وقت تیار رہو۔

یاد رکھو جب تک اخلاص اور صدق سے کوشش نہیں کرو گے کچھ نہیں بنے گا۔ بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ یہاں سے تو بیعت کر جاتے ہیں مگر گھر میں جا کر جب تھوڑی سی بھی تکلیف آئی اور کسی نے دھمکایا تو جھٹ مُرتد ہو گئے۔ ایسے لوگ ایمان فروش ہوتے ہیں۔ صحابہؓ کو دیکھو کہ انہوں نے تو دین کی خاطر اپنے سر کٹوا دیئے

[1] الشمس: ۱۰

تھے اور جان و مال سب خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ کسی دشمن کی دشمنی کی انہیں پرواہ تک بھی نہ تھی۔ وہ تو خدا تعالیٰ کی راہ میں سب طرح کی تکالیف اُٹھانے اور ہر طرح کے دُکھ برداشت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اور انہوں نے اپنے دلوں میں یہی فیصلہ کیا ہوا تھا مگر یہ ہیں جو ذرا بھی نمبردار یا کسی اور شخص نے دھمکایا تو دین ہی چھوڑ دیا۔ ایسے لوگوں کی عبادتیں بھی محض پوست ہی پوست ہوتی ہیں۔ ایسوں کی نمازیں بھی خدا تک نہیں پہنچتیں بلکہ اسی وقت ان کے مُنہ پر ماری جاتی ہیں اور اُن کے لئے لعنت کا موجب ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فویلٌ للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون[1] (نمبر ۲۲)

حقیقی نمازی بنو

وہ لوگ جو نمازوں کی حقیقت سے ہی بے خبر ہوتے ہیں۔ ان کی نمازیں ٹری ٹکریں ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ ایک سجدہ اگر خدا تعالیٰ کو کرتے ہیں تو دوسرا دنیا کو کرتے ہیں جب تک انسان خدا کے لئے تکالیف اور مصائب کو برداشت نہیں کرتا تب تک مقبول حضرت احدیت نہیں ہوتا۔ دیکھو دُنیا میں بھی اس کا نمونہ پایا جاتا ہے۔ اگر ایک غلام اپنے آقا کا ہر ایک تکلیف اور مصیبت میں اور ہر ایک خطرناک میدان میں ساتھ دیتا رہے تو وہ غلام غلام نہیں رہتا بلکہ دوست بن جاتا ہے۔ یہی خدا تعالیٰ کا حال ہے۔ اگر انسان اس کا دامن نہ چھوڑے اور اسی کے آستانہ پر گرا رہے اور استقلال کے ساتھ وفاداری کرتا رہے تو پھر خدا بھی ایسے کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس کے ساتھ دوست والا معاملہ کرتا ہے۔

وفاداری کا مادہ تو کُتے میں بھی پایا جاتا ہے خواہ وہ بھوکا رہے۔ بیمار ہو جائے کمزور ہو جائے خواہ کچھ ہی ہو مگر اپنے مالک کے گھر کو نہیں چھوڑتا۔ اور وہ لوگ جو ذرا سی تکلیف پر دین سے ہی رُوگرداں ہو جاتے ہیں۔ ان کو کُتے سے سبق سیکھنا چاہیئے۔

[1] الماعون: ۵-۶

وفاداری کا سبق کُتّے سے سیکھو

لکھا ہے کہ ایک یہودی مشرف باسلام ہوا۔ کچھ دن بعد جو مصیبت کا سامنا ہوا۔ اور بھوکا مرنے لگا اور فاقے پہ فاقہ آنے لگا تو کسی یہودی کے مکان پر بھیک مانگنے کے لئے گیا۔ یہودی نے اس نومسلم کو چار روٹیاں دیں۔ جب وہ روٹیاں لے کر جا رہا تھا تو ایک کُتا بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ اس شخص نے یہ خیال کرکے کہ شاید ان روٹیوں میں سے کُتّے کا بھی کچھ حصہ ہے ایک روٹی کُتّے کے آگے پھینک دی اور آگے چل دیا۔ کُتا اس روٹی کو جلدی جلدی کھا کر پھر پیچھے پیچھے ہو لیا تب اس نے خیال کیا کہ شاید ان روٹیوں میں سے نصف حصہ کُتّے کا ہو۔ تب اُس نے ایک اور روٹی کتے کے آگے پھینک دی۔ مگر کُتا اس کو بھی کھا کر پیچھے پیچھے چل دیا۔ پھر اس نے جب معلوم کیا کہ کُتا پیچھا نہیں چھوڑتا تو اُسے خیال گذرا کہ شاید تین حصے اس کے ہوں اور ایک حصہ میرا ہو اس لئے اس نے ایک روٹی اور ڈال دی مگر کُتا وہ روٹی کھا کر بھی واپس نہ گیا۔ تب اُسے کُتّے پر غصہ آیا اور کہا تُو تو بڑا بدذات ہے۔ مانگ کر میں چار روٹیاں لایا تھا مگر اُن میں سے تین کھا کر بھی تُو پیچھا نہیں چھوڑتا۔ خدا تعالیٰ نے اس وقت کُتّے کو بولنے کے لئے زبان دے دی۔ تب کُتّے نے جواب دیا کہ میں بدذات نہیں ہوں۔ میں خواہ کتنے فاقے اُٹھاؤں مگر مالک کے سوائے دوسرے گھر پر نہیں جاتا۔ بدذات تو تُو ہے جو دو تین فاقے اُٹھا کر ہی کافر کے گھر مانگنے کے لئے آ گیا۔ تب وہ مسلمان یہ جواب سُنکر اپنی حالت پر بہت پشیمان ہوا

ایسے ہی گورداسپور میں ایک بلی تھی خواہ کچھ ہی اس کے پاس پڑا رہے مگر وہ بغیر اجازت کچھ نہ کھاتی تھی۔ ایک دفعہ بعض دوستوں نے اس بلی کے مالک کو کہا کہ ہم بھی یہ تجربہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے حلوہ، دودھ، چھیچھڑے وغیرہ بلی کے پاس رکھ کر باہر سے قفل لگا دیا۔ تین دن کے بعد جو دیکھا تو بلی مری پڑی تھی اور وہ کھانا اسی طرح صحیح سالم موجود تھا۔ اگر ارذل مخلوقات کے صفات حسنہ بھی انسان میں نہ پائے جائیں تو پھر وہ کس

خوبی کے لائق ہے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۶ صفحہ ۱۰-۱۱-۱۴ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

نیز (بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ صفحہ ۸-۹-۱۰ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

---

۱۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء

(بوقت سیر)

ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں کھڑے ہو کر اللہ جل شانہ کا کس طرح کا نقشہ پیش نظر ہونا چاہیئے؟

حضرت اقدس نے فرمایا:-

موٹی بات ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے ادعوہ مخلصین لہ الدین[1] (یعنی) اخلاص سے خدا تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیئے اور اس کے احسانوں کا بہت مطالعہ کرنا چاہیئے۔ چاہیئے کہ اخلاص ہو، احسان ہو اور اس کی طرف ایسا رجوع ہو کہ بس وہی ایک رب اور حقیقی کارساز ہے۔

اصول عبادت کا خلاصہ

عبادت کے اصول کا خلاصہ اصل میں یہی ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح سے کھڑا کرے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے اور یا یہ کہ خدا اُسے دیکھ رہا ہے۔ ہر قسم کی ملونی اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہو جاوے اور اسی کی عظمت اور اسی کی ربوبیت کا خیال رکھے۔ ادعیہ ماثورہ اور دوسری دعائیں خدا تعالیٰ سے بہت مانگے اور بہت توبہ استغفار کرے اور بار بار اپنی کمزوری کا اظہار کرے تاکہ تزکیہ نفس ہو جاوے۔ اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہو جاوے۔ اور اسی کی محبت میں محو ہو جاوے اور یہی ساری نماز کا خلاصہ ہے اور یہ سارا سورہ فاتحہ میں ہی آجاتا ہے۔ دیکھو ایاک نعبد و ایاک نستعین[2] میں اپنی کمزوری کا اظہار کیا گیا ہے اور امداد کیلئے

[1] الاعراف: ۳۰ [2] الفاتحۃ: ۵

خدا تعالیٰ سے ہی درخواست کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ سے ہی مدد اور نصرت طلب کی گئی ہے اور پھر اس کے بعد نبیوں اور رسولوں کی راہ پر چلنے کی دعا مانگی گئی ہے اور ان انعامات کو حاصل کرنے کے لئے درخواست کی گئی ہے جو نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے اس دُنیا پر ظاہر ہوئے ہیں اور جو انہیں کی اتباع اور انہیں کے طریقہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور پھر خدا تعالیٰ سے دعا مانگی گئی ہے کہ ان لوگوں کی راہوں سے بچا جنہوں نے تیرے رسولوں اور نبیوں کا انکار کیا اور شوخی اور شرارت سے کام لیا اور اسی جہان میں ہی ان پر غضب نازل ہوا یا جنہوں نے دنیا کو ہی اپنا اصلی مقصود سمجھ لیا اور راہ راست کو چھوڑ دیا اور اصلی مقصد نماز کا تو دعا ہی ہے اور اس غرض سے دعا کرنی چاہیئے کہ اخلاص پیدا ہو اور خدا تعالیٰ سے کامل محبت ہو اور معصیت سے جو بہت بڑی بلا ہے اور نامۂ اعمال کو سیاہ کرتی ہے طبعی نفرت ہو اور تزکیہ نفس اور روح القدس کی تائید ہو۔ دنیا کی سب چیزوں جاہ و جلال، مال و دولت، عزت و عظمت سے خدا مقدم ہو اور وہی سب سے عزیز اور پیارا ہو اور اس کے سوائے جو شخص دوسرے قصے کہانیوں کے پیچھے لگا ہوا ہے جن کا کتاب اللہ میں ذکر تک نہیں وہ گرا ہوا ہے اور محض جھوٹا ہے۔ نماز اصل میں ایک دُعا ہے جو سکھائے ہوئے طریقہ سے مانگی جاتی ہے یعنی کبھی کھڑے ہونا پڑتا ہے۔ کبھی جھکنا اور کبھی سجدہ کرنا پڑتا ہے۔ اور جو اصلیت کو نہیں سمجھتا وہ پوست پر ہاتھ مارتا ہے۔

فرمایا :-

مصائب اور شدائد کا آنا نہایت ضروری ہے۔ کوئی نبی نہیں گذرا جس کا امتحان نہیں لیا گیا۔ جب کسی کا کوئی عزیز مرجاتا ہے تو اس کے لئے یہ بڑا نازک وقت ہوتا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ ایک پہلو پر جانے والے لوگ مُشرک ہوتے ہیں۔ آخر خدا کی طرف قدم اُٹھانے اور حقیقی طور پر اھدنا الصراط المستقیم[1] والی دعا مانگنے کے یہی معنے تو ہیں کہ خدایا وہ راہ دکھا جس سے تو راضی ہو اور جس پر چل کر نبی کامیاب اور بامراد ہوئے۔ آخر جب

[1] الفاتحۃ : ۶

نبیوں والی راہ پر چلنے کے لئے دعا کی جاوے گی تو پھر ابتلاؤں اور آزمائشوں کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے اور ثابت قدمی کے واسطے خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہنا چاہیئے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ صحت و عافیت بھی رہے۔ مال و دولت میں بھی ترقی ہو اور ہر طرح کے عیش و عشرت کے سامان اور مالی و جانی آرام بھی ہوں۔ کوئی ابتلا بھی نہ آوے اور پھر یہ کہ خدا بھی راضی ہو جاوے وہ ابلہ ہے۔ وہ کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ جن لوگوں پر خدا راضی ہوا ہے ان کے ساتھ یہی معاملہ ہوا ہے کہ وہ طرح طرح کے امتحانوں میں ڈالے گئے۔ اور مختلف مصائب اور شدائد سے ان کا سامنا ہوا۔ حضرت ابراہیم پر دیکھو کیسا نازک ابتلا آیا تھا اور پھر اس کے بعد سب نبیوں کے ساتھ یہی معاملہ رہا۔ یہانتک کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آگیا۔ دیکھو ان کو پیدا ہوتے ہی یتیمی کا سامنا ہوا۔ یتیمی بھی تو بڑی بلا ہے۔ خدا جانے کیا کیا دکھ اٹھائے اور پھر دعویٰ کرتے ہی مصیبتوں کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔

یاد رکھو۔ انبیاء کا دوسرا نام اہل بلاء و اہل ابتلا بھی ہے۔ ابتلاؤں سے کوئی نبی بھی خالی نہیں رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے تھے اور پھر انبیاء کو تو رہنے دو۔ امام حسینؓ کو دیکھو کہ ان پر کیسی کیسی تکلیفیں آئیں۔ آخری وقت میں جو ان کو ابتلا آیا تھا کتنا خوفناک ہے۔ لکھا ہے کہ اس وقت اُن کی عمر ۵۷ برس کی تھی اور کچھ آدمی اُن کے ساتھ تھے۔ جب ۱۶ یا ۱۷ آدمی اُن کے مارے گئے اور ہر طرح کی گھبراہٹ اور لاچاری کا سامنا ہوا تو پھر ان پر پانی کا پینا بند کر دیا گیا۔ اور ایسا اندھیر مچایا گیا کہ عورتوں اور بچوں پر بھی حملے کئے گئے اور لوگ بول اُٹھے کہ اس وقت عربوں کی حمیت اور غیرت ذرا بھی باقی نہیں رہی۔ اب دیکھو۔ کہ عورتوں اور بچوں تک بھی اُن کے قتل کئے گئے اور یہ سب کچھ درجہ دینے کے لئے تھا جاہل تو کہیں گے کہ وہ گنہگار اور بد اعمال تھے اس لئے ان پر یہ تکلیف آئی مگر ان کو یاد رکھنا

چاہیئے کہ آرام سے کوئی درجہ نہیں ملا کرتا جو لوگ ایک ہی پہلو پر زور دیتے چلے جاتے ہیں اور ابتلاؤں اور آزمائشوں میں صبر کرنا نہیں چاہتے۔ اندیشہ ہے کہ وہ دین ہی چھوڑ دیں۔ جیسے کہ شیعہ لوگ ہیں کہ اس حقیقت کو دیکھتے نہیں جو امتحانوں اور آزمائشوں کے بعد حاصل ہوا کرتی ہے اور نہ ہی اس کی پروا کرتے ہیں مگر سیاپا لگاتار کئے جاتے ہیں اور چھوڑنے میں نہیں آتے۔ کیا امام حسینؓ نے انہیں وصیت کی تھی کہ میرے بعد میرا سیاپا کرتے رہنا؟ یاد رکھو جتنے اولیاء اللہ اور مقدس لوگ گذرے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے تلخ امتحان ہوئے ہیں۔ اللہ جو پہلوں کا حال ہے وہ آنے والوں کے لئے ایک سبق ہے۔

یہ تو بڑی غلطی ہے کہ ایک طرف تو انسان چاہے کہ ہر طرح کی آسودگی اور آرام ہو اور خوشنودی کے سب سامان مہیا ہوں اور دوسری طرف مقرب اللہ بھی بن جاوے۔ یہ تو ایسا ہی مشکل ہے جیسے اُونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذر جانا بلکہ اس سے بھی ناممکن جب تک ابتلاؤں اور امتحانوں میں انسان پورا نہ اُترے کچھ نہیں بنتا۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۸ صفحہ ۱۱ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

نیز (بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ صفحہ ۳ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

ایک شخص نے حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں چند سوال پیش کئے جو بمعہ جواب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

سوال نمبر ۱۔ زردشت نبی تھا یا نہیں؟

حضرت اقدس نے فرمایا:۔

[1] ان ملفوظات پر کوئی تاریخ درج نہیں۔ غالباً اکتوبر ۱۹۰۷ء کی کسی تاریخ کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مرتب)

ہم تو یہی کہیں گے کہ اٰمنت باللہ و رسلہٖ[1] ۔ خدا تعالیٰ کے کل رسولوں[2] پر ہمارا ایمان ہے مگر اللہ کریم نے ان سب کے نام اور حالات سے ہمیں آگاہی نہیں دی[3]۔ جیسے فرمایا۔ ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک[1] (۲۴/۱۳) اتنے کروڑ مخلوقات پیدا ہوتی رہی اور کروڑ ہا لوگ مختلف ممالک میں آباد رہے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی چھوڑ دیا ہو اور کسی نبی کے ذریعہ سے ان پر اتمام حجت نہ کی ہو۔ آخر ان میں رسول آتے ہی رہے ہیں[4]۔ ممکن ہے کہ یہ بھی انہیں میں سے ایک رسول ہوں مگر ان کی تعلیم کا صحیح صحیح پتہ اب نہیں لگ سکتا۔ کیونکہ زمانہ دراز گذر جانے سے تحریف لفظی اور معنوی کے سبب بعض باتیں کچھ کا کچھ بن گئی ہیں حقیقی طور پر محفوظ رہنے کا وعدہ تو صرف قرآن مجید کے لئے ہی ہے۔ مومن کو سوء ظن کی نسبت نیک ظن کی طرف زیادہ جانا چاہیئے[5]۔ قرآن مجید میں وان من امۃ الا خلا فیھا

---

[1] حاشیہ۔ بدر میں "اٰمنت باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ" لکھا ہے (بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ ص۸)

[2] حاشیہ۔ بدر میں لکھا ہے "خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں" (ایضاً)

[3] بدر سے:۔ "یہ تفصیل کہ وہ کون تھے اور کہاں کہاں تھے اور کس ملک میں رہتے تھے۔ اس کو ہم نہیں جانتے" (بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ صفحہ ۸ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

[4] بدر سے:۔ "ہم ایسا نہیں کہہ سکتے کہ وہ تمام ممالک اور وہ تمام مخلوق ہمیشہ انبیاء سے خالی رہی ہے۔ ہم یہی مانتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی خدا تعالیٰ کے پیغمبر گذرے ہیں اور ایران میں بھی ہوئے اور دوسرے ممالک میں بھی ہوئے ہیں" (حوالہ مذکور)

[5] بدر سے:۔ "حضرت عمرؓ نے پارسیوں کو اہل کتاب میں داخل سمجھا تھا اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو اہل کتاب کے ساتھ کرنا چاہیئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریق تھا۔ ایسے جلیل القدر اصحاب کی رائے کی اس معاملہ میں قدر کرنی چاہیئے۔ اس طرح ایک فیصلہ شدہ امر ہو جاتا ہے" (بدر حوالہ مذکور)

[1] المومن: ۷۹

نذیر (۲۵[1]) لکھا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ بھی ایک رسُول ہوں۔

سوال ۲۔ براہین احمدیہ میں آپ نے کلام الٰہی کی ایک نشانی یہ بھی لکھی ہے کہ وہ ہر ایک پہلو میں دوسری کلاموں سے افضل ہوتا ہے۔ توریت انجیل بھی تو خدا تعالیٰ کا کلام ہیں کیا ان میں بھی یہ وصف پایا جاتا ہے؟

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ان کتابوں کی نسبت قرآن مجید میں یحرفون الکلم عن مواضعہ[2] (۱۴) لکھا ہے۔ وہ لوگ شرح کے طور پر اپنی طرف سے بھی کچھ ملا دیا کرتے تھے۔ اس لئے جو کتابیں محرف مبدل ہو چکی ہیں ان میں یہ نشانی کب مل سکتی ہے؟

اس پر حضرت حکیم الامت نے عرض کی کہ حضور توریت میں لکھا ہے "پھر موسٰی خدا کا بندہ مرگیا اور موسٰی جیسا نہ کوئی پیدا ہوا نہ ہوگا اور اس کی قبر بھی آجتک کوئی نہیں جانتا" تو یہ کلام حضرت موسٰیؑ کی ہو ہی کس طرح سکتی ہے اور انجیل کی نسبت تو عیسائی خود قائل ہیں کہ وہ اصلی جو عیسٰی کی انجیل تھی نہیں ملتی۔ یہ سب تراجم در تراجم ہیں اور ترجمے مترجم کے اپنے خیالات کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔ اور ان میں بہت سا حصہ اس قسم کا پایا جاتا ہے جو دوسروں کا بیان ہے جیسے صلیب کا واقعہ وغیرہ۔

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

یہ ٹھیک بات ہے۔ اگر تمام دنیا میں تلاش کریں تو قرآن مجید کی طرح خالص اور محفوظ کلام الٰہی کبھی نہیں مل سکتا۔ بالکل محفوظ اور دوسروں کی دست بُرد سے پاک کلام تو صرف قرآن مجید ہی ہے۔

دو باتیں بڑی یاد رکھنے والی ہیں۔ ایک تو قرآن مجید کی حفاظت کی نسبت کہ رُوئے زمین پر ایک بھی ایسی کتاب نہیں جس کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ کریم نے کیا ہو اور جس میں

[1] فاطر: ۲۵ [2] المائدہ: ۱۴

انّا نحن نزّلنا الذّکر و انّا لہٗ لحافظون[1] کا پر زور اور متحدیانہ دعویٰ موجود ہو۔ اور دوسرا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی حالتوں کی نسبت۔ کیونکہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک طرح کے اخلاق ظاہر کرنے کا موقعہ ملا۔ حضرت موسیٰؑ کو دیکھو کہ وہ راستہ میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ تو ہمیشہ مغلوب ہی رہے۔ معلوم نہیں اگر غالب ہوتے تو کیا کرتے مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح سے اقتدار اور اختیار حاصل کر کے اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو اپنے سامنے بُلا کر کہدیا

لا تثریب علیکم الیوم[2]

اور پھر یہ بھی دیکھو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت مبعوث ہوئے تھے جب فسق و فجور، شرک اور بُت پرستی اپنے انتہا کو پہنچ چکی تھی اور ظھر الفساد فی البرّ و البحر[3] (۲۱/۸) والا معاملہ ہو رہا تھا۔ اور گئے اس وقت تھے جب و رأیت النّاس یدخلون فی دین اللہ افواجًا[4] والا نظارہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا تھا۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کی نظیر تمام دنیا میں نہیں پائی جاتی اور یہی تو کاملیت ہے کہ جس مقصود کے لئے آئے تھے اس کو پُورا کر کے دکھا دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تو صلیب کا ہی مُنہ دیکھتے پھرے اور یہودیوں سے رہائی نہ پا سکے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے غالب ہو کر وہ اخلاق دکھائے جن کی نظیر نہیں ملتی

سوال ۲۔ عیسیٰ علیہ السّلام کی نسبت تو قرآن شریف میں کلمۃ اور روحٌ منہ لکھا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا:۔

ہم بھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی پیدائش کو مسّ شیطان سے پاک سمجھتے اور دوسرے نبیوں کی ارواح کی طرح اس کی رُوح کو بھی روحٌ منہ مانتے ہیں اور یومن باللہ و کلماتہٖ[5] (۹/۱) پر یقین رکھتے ہیں۔ مگر اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی دوسرے انبیاء

[1] الحجر: ۱۰ [2] یوسف: ۹۳ [3] الروم: ۴۲ [4] النصر: ۳ [5] الاعراف: ۱۵۹

پر کوئی فضیلت تو ثابت نہیں ہو سکتی۔ آپ ہی بتائیں کہ ہر ایک شخص روحٌ منہ ہوتا ہے یا کسی اَور طرف سے؟ سب ارواح خدا تعالیٰ کی مخلوق اور اسی کی طرف سے ہوتی ہیں نہ کہ کسی اَور طرف سے۔ ہاں اس میں ایک لطیف اشارہ بھی ہے اور وہ یہ کہ فاسقوں، فاجروں کی ارواح کو بسبب اُن کے فسق و فجور اور شرک کی گندگی کے روحٌ منہ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ روح الشیطان ہوتے ہیں جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وشارکھم فی الاموال والاولاد[1] (۱۵/۶۵) اور اس طرح سے ہم مانتے ہیں کہ بعض رُوح الشیطان ہوتے ہیں اور بعض روح منہ ہوتے ہیں بعض آدمی ایسے خراب ہوتے ہیں کہ وہ نہایت ہی خبیث الفطرت اور شیطان خصلت ہوتے ہیں۔ ان سے توقع ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ کبھی رجوع الی اللہ کر سکیں۔ ایسے لوگوں پر روحٌ منہ کا لفظ نہیں بولا جاتا بلکہ وہ روح الشیطان ہوتے ہیں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام پر جو روح منہ یا کلمۃ کا لفظ بولا گیا ہے تو وہ بطور ذبّ اور دفع کے ہے اور اس الزام کو دُور کیا گیا ہے جو اُن پر لگایا گیا تھا ورنہ کل راستباز اور نیکوکار لوگ روحٌ منہ ہی ہوتے ہیں۔

سوال ۴۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو تو خدا تعالیٰ نے بے باپ پیدا کیا تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا:۔

اگر بے باپ پیدا ہونا دلیل الوہیت اور ابنیت ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہیں کیونکہ نہ اُن کی ماں ہے نہ باپ۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انّ مثل عیسٰی عند اللّٰہ کمثل اٰدم[2] (۳/۶۰) اور سوچنے والی بات یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسٰی کے بے باپ پیدا ہونے سے خلقت کو دھوکا لگنے کا اندیشہ تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کر کے ایک نظیر پہلے ہی سے قائم کر دی تھی۔ لیکن اگر اس کے آسمان پر جانے والی بات بھی صحیح مانی جاوے تو چاہیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھی ایک نظیر قائم کر دیتا۔ اب بتلاؤ جبکہ خدا تعالیٰ نے آسمان پر جانے کی کوئی نظیر پیش نہیں کی تو پھر اسی سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے آسمان پر جانے والی کہانی محض جھوٹی ہے۔

[1] بنی اسرائیل : ۶۵ [2] آل عمران : ۶۰

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر جب کفار نے سوال کیا تھا کہ او ترقیٰ فی السماء[1] (۹۴) یعنی آسمان پر چڑھ جاؤ تو خدا تعالیٰ نے یہی جواب دیا تھا کہ بشر آسمان پر نہیں جاسکتا جیسے فرمایا قل سبحان ربّی ھل کنت الاّ بشراً رسولاً[1] (۹۴) اگر بشر آسمان پر جاسکتا تھا تو چاہیئے تھا کہ کفار نظیر پیش کر دیتے۔

افسوس ان لوگوں نے بے وجہ پادریوں کی مدد پر کمر باندھ لی ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی رُو سے بشر تو آسمان پہ جا نہیں سکتا مگر عیسٰی علیہ السلام آسمان پر چلے گئے اس لئے وہ خدا ہیں تو پھر منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تو ایک کمزور اور عاجز انسان تھے اور خدا تعالیٰ کے رسُول تھے۔ ایک ذرہ بھی اس سے زیادہ نہ تھے۔ اگر وہ خدا تھا تو یہ بار ثبوت عیسائیوں پر ہے کہ وہ کوئی سورج، چاند یا زمین کا پتہ دیویں جو اس نے بنائی تھی۔ وہ بیچارے تو ایک مچھر بھی پیدا نہیں کر سکتے تھے قرآن مجید میں تو صاف لکھا ہے کہ وہ ایک عبد تھے۔ کھانے پینے اور دوسرے حوائج کے محتاج تھے اور دوسرے نبیوں کی طرح وفات پا گئے تھے۔

سوال ۵۔ ایسے موقعہ پر مسلمان معراج پیش کر دیتے ہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

معراج جس وجود سے ہوا تھا وہ یہ ہگنے مُوتنے والا وجود تو نہ تھا بلکہ وہ ایک الطف اور نہایت ہی نورانی وجود تھا۔ کس کس غلطی کی اصلاح کی جاوے۔ بخاری میں صاف طور پر ثم استیقظ لکھا ہے یعنی پھر وہ جاگ اُٹھے۔ اب بتاؤ ہم یہ بات کس طرح مان لیں کہ وہ یہی وجود تھا۔ ہمارا تو تجربہ ہے کہ پاک لوگوں کو ایک نُورانی وجود ملتا ہے۔

یاد رکھو ایک الہام ہوتا ہے اور ایک رؤیا اور کشف بھی ہوتا ہے۔ کشف رؤیا سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ صاحبِ کشف جانتا ہے کہ میں ایک اَور جگہ پر ہوں اور وہ دوسروں کی آواز بھی سنتا ہے۔ صوفیا کرام اس بات کے قائل ہیں کہ اولیاء اللہ کو ایک نوری جسم ملتا

[1] بنی اسرائیل: ۹۴

ہے بلکہ بعض اوقات اُسے دوسرے لوگ بھی دیکھ لیتے ہیں اور سب صوفی اس بات کے بھی قائل ہوتے ہیں کہ وحی کا سلسلہ بند نہیں ہوتا بلکہ ظلّی طور پر انسان نبی بن سکتا ہے مگر کمزوری کے ساتھ وحی دل کہہ دیتے ہیں۔

خوب یاد رکھو کہ وہ یہ وجود نہیں تھا جو معراج میں تھا بلکہ وہ ایک اَور ہی وجود ہوتا ہے۔ اسی سے انسان مُردوں سے بھی ملاقات کرتا ہے اور اس کا نمونہ کسی قدر خواب میں بھی پایا جاتا ہے کہ انسان کا یہ وجود تو چارپائی پر ہوتا ہے مگر ایک آنکھیں ہوتی ہیں جن سے دیکھتا ہے اور ایک پاؤں ہوتے ہیں جن سے چلتا ہے اور خواب کو موت کی بہن بھی اسی واسطے کہا گیا ہے کہ اس سے اس عالم کی کسی قدر سمجھ آجاتی ہے۔

جب بخاری جیسی کتاب میں ثم استیقظ لکھا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بھی یہی مذہب ہے تو ہمیں کیا بنی ہے جو یونہی کچھ کا کچھ پیش کر دیا کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کا مذہب بھی یہی تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج اس وجود سے نہیں ہوا تھا بلکہ وہ ایک اور نورانی وجود تھا ورنہ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مخالفت میں شور برپا کرتے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۹ صفحہ ۵-۶ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

---

۱۹ اکتوبر ۱۹۰۷ء

(بوقت سیر)

مسِ شیطان سے پاک کون ہے

صبح کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعہ خدام سیر کے واسطے تشریف لے گئے۔

فرمایا:۔

مَیں نے[ا] ایک مولوی صاحب کی ایک تازہ تصنیف پڑھی جس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰی اور اس کی ماں مریم کے سوائے مسِّ شیطان سے دُنیا میں کسی کی پیدائش پاک نہیں۔ صرف یہی دو نفس مریم اور ابن مریم مسّ شیطان سے پاک ہیں اور بس۔ اس عبارت کو پڑھ کر مجھے بہت ہی افسوس ہوا کہ ہمیں تو یہ لوگ کافر کہتے ہیں اور اپنا یہ حال ہے کہ تمام انبیاء اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو پاکوں کے سردار ہیں نعوذ باللہ مسِّ شیطان سے محفوظ نہیں سمجھتے۔ گویا

[ا] مسِّ شیطان سے پاک ہونے کا ذکر کرنے سے قبل "الحکم" نے حضرت اقدس کے کچھ مزید ارشادات نقل کئے ہیں جو یہ ہیں :۔

فرمایا :۔ طرح طرح کے نشانات اور موجودہ حالات زمانہ کے اور صدی کا سر سب کے سب ضرورت مجدد ثابت کر رہے ہیں اور مجدد کا کام اپنے زمانہ کی اصلاح اور اس فتنہ موجودہ کا دُور کرنا ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ ہو۔ اور وہ اسی زمانہ کے مطابق ضروری اصلاح کرنے کے لئے آتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اس سے بڑھ کر فتنہ نہیں کہ ایک طرف تو ایک عاجز بندہ کو خدا بنایا جائے اور اسی کو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا سمجھا جائے اور دوسری طرف ایک صادق نبی کو جو دنیا میں سب سے بڑھ کر توحید کا حامی آیا ہے نعوذ باللہ جھوٹا قرار دیا جائے۔ یہ وہ فتنہ ہے جس نے لاکھوں انسانوں کو خدا پرستی سے برگشتہ کر کے انسان پرست بنا دیا اور اسی کے اثر سے اکثر لوگ دہریہ بن گئے اور توحید کی محبت دلوں سے جاتی رہی اور اسلام صرف برائے نام رہ گیا اور سب کے سب چھوٹے بڑے اس فتنہ عظیمہ سے اثر پذیر ہو رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے اور فتنہ کے مناسب حال جو امام اور مجدد بھیجنا تھا اس کا نام بھی فتنہ کو دُور کرنے کے لئے مسیح رکھا کیونکہ حضرت عیسٰی کی اُمت نے ہی بگڑ کر یہ فتنہ برپا کیا ہے۔ اس لئے اس کی اصلاح کے لئے اور زمانہ کو اس کے فتنہ سے بچانے کے لئے ضرور تھا کہ اسی نام پر کوئی پیدا کیا جاتا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اُن کے نزدیک نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش میں شیطان کا حصہ تھا مگر عیسٰی اور ان کی ماں کی پیدائش میں شیطان کا حصہ نہ تھا۔ بار بار افسوس آتا ہے کہ ان لوگوں کی حالت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اسلامی غیرت کہاں گئی

فرمایا:۔

یہ لوگ اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں ہے اور نہیں سوچتے کہ سب سے مقدم تو قرآن شریف ہے قرآن شریف میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے شیطان کو کہا کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان[1]۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں۔

اسی مصلحت سے اس صدی کے مجدد اور امام کا نام مسیح موعود رکھا گیا۔ فتنے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک بیرونی اور دوسرے اندرونی۔ بیرونی طور پر تو پادریوں اور دوسرے مخالف مذاہب والوں نے اسلام پر وہ وہ ناجائز اور بے بنیاد اعتراض کئے کہ جن کو سُن کر ہزارہا لوگ مُرتد ہوگئے۔ ہزاروں رسالے اور کتابیں اسلام کی مخالفت میں لکھی گئیں اور ہر ایک قسم کے محض غلط اعتراضوں سے اس پاک مذہب کے نابُود کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور ایک عورت کے بچہ کو طرح طرح کے پیرایوں میں پیش کر کے خدا کا بیٹا بنایا گیا۔

یہ تو سچ ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کا رسُول تھا مگر خدا تو نہیں تھا اور نہ اس میں اور رسولوں سے ایک ذرہ زیادتی ہے۔ اور نہ اس کے معجزات کچھ انوکھے معجزات ہیں۔ اور اندرونی طور پر اسلام کو یہ فتنہ درپیش تھا کہ خود مسلمانوں نے عیسٰی میں وہ وہ صفات قائم کیں جو صرف خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص تھیں اور اس طرح سے عیسائیوں کو بہت مدد دی۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۸ صفحہ ۱ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

[1] بنی اسرائیل: ۶۶

کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے نزدیک عباد میں شامل نہ تھے ؟ اول تو جو حدیث قرآن شریف کے مخالف ہو وہ حدیث ہی نہیں خواہ بخاری میں ہو اور خواہ مسلم میں ہو۔ دوسرا جس حدیث سے حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ ! حبیب خدا محبوبِ الٰہی کی ، تمام نبیوں کے سردار کی اس قدر ہتک اور توہین لازم آتی ہو کیونکر ایک مسلمان کی غیرت مان سکتی ہے کہ اسے صحیح حدیث تسلیم کر لے۔ ان لوگوں میں کچھ شرم اور حیا باقی نہیں رہی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناجائز حملے کرتے ہیں۔

حدیث کے صحیح معنے کیا ہیں

فرمایا :-

اگر ان لوگوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کچھ محبت ہوتی تو یہ لوگ اس حدیث کے یہ معنے نہ کرتے۔ ہر ایک کلام کے واسطے ایک شانِ نزول ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں حضرت عیسٰی اور اُن کی والدہ مریم کے واسطے ضرورتاً اس قسم کے لفظ بولے گئے ہیں کہ مریم صدیقہ تھی اور حضرت عیسٰی کا رُوح خدا تعالےٰ کی طرف سے تھا۔ ایسا ہی حدیث میں ضرورتاً یہ کلمات بولے گئے ہیں کہ حضرت عیسٰی کی پیدائش مسّ شیطان سے پاک تھی اور یہ ضرورت اس طرح سے واقعہ ہوئی تھی کہ یہودی لوگ کہا کرتے تھے بلکہ اب تک کہتے ہیں کہ حضرت مریم نعوذ باللہ زانیہ تھیں اور یسوع کی پیدائش ناجائز تھی اور مس شیطان سے تھی۔ اس الزام کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں یہ بات فرمائی کہ یہ الزام جھوٹے ہیں بلکہ مریم صدیقہ تھی اور حضرت عیسٰی کی پیدائش مسّ شیطان سے پاک تھی۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق کبھی کسی کافر کو ایسا وہم و گمان بھی نہ ہوا تھا بلکہ سب کے نزدیک آپ اپنی ولادت کی رُو سے طیّب اور طاہر تھے اور آپ کی والدہ عفیفہ اور پاک دامن تھیں اس لئے آپ کی نسبت یا آپ کی والدہ ماجدہ کی نسبت ایسے الفاظ بیان کرنے ضروری نہ تھے کہ وہ مسّ شیطان سے پاک ہیں۔ مگر حضرت عیسٰی اور اُن کی

والدہ کی نسبت یہودیوں کے بہتان کی وجہ سے ایسے بری کرنے والے الفاظ کی ضرورت پڑی۔ یہی حال دیگر انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ان کے متعلق بھی نہ کبھی ایسا اعتراض ہوا اور نہ اُن کے دفعیہ کی ضرورت کبھی محسوس ہوئی۔ افسوس ہے کہ ان علماء کو یہ خبر بھی نہیں کہ یہ باتیں کیوں قرآن وحدیث میں ذکر کی گئی ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ایسی باتیں کسی بہتان کے دفع کرنے کے لئے آتی ہیں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مریم صدیقہ پر ایک بڑا بہتان باندھا گیا تھا۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے اس کا نام صدیقہ رکھ دیا۔ افسوس ہے نہ تو ان لوگوں کے اکابر سمجھتے ہیں اور نہ ان کا اقتدار کرنے والوں کو کچھ خیال آتا ہے کہ ایسے عقیدہ سے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر داغ لگایا جاتا ہے۔ اگر قرآن شریف میں خدا کے بندوں کا مسِّ شیطان سے پاک ہونے کا ذکر بھی نہ ہوتا تب بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت اور آپ پر ایمان کا یہ تقاضا ہونا چاہئے تھا کہ ایسا ناپاک عقیدہ آپ کے متعلق نہ رکھا جاتا۔

خدا کا ارادہ انبیاء کے متعلق

حضرت مریم کے متعلق یہ دعا تھی کہ انّی اعیذھا بك وذریتھا من الشیطٰن الرجیم[1]۔ مگر یہ دعا بھی اسی اعتراض کے رفع کرنے کے واسطے ذکر کی گئی ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے انبیاء اور اولیاء کے متعلق تو پہلے سے اللہ تعالیٰ کا خاص ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ان کو مقدس رسول بنایا جاوے گا۔ وہی ارادہ الٰہی ابتداء سے ان کی پیدائش اور تمام امور کو مقدس رکھتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام تو مادر زاد پاک ہوتے ہیں اور شیطان سے دُور رکھے جاتے ہیں۔ دُنیا میں پیدائش دو قسم کی ہوتی ہے ایک رحمانی اور دوسری شیطانی۔ خدا تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کی پیدائش رحمانی ہوتی ہے۔ شیطان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اور انہیں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ روحٌ منہ۔ ان کا روح خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کی رُوح خدا کی طرف سے آتی ہے۔

[1] آل عمران: ۳۷

زمخشری میں اسلامی غیرت تھی

فرمایا:-

زمخشری نے بخاری کے حاشیہ میں اس حدیث کے یہی معنے کئے ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ یہ علماء زمخشری کو اچھا نہیں سمجھتے۔ مگر ہمارے خیال میں وہ ان علماء سے بہتر اور افضل تھا گو معتزلی تھا مگر اس کے ایمان نے گوارا نہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر داغ لگا دے بلکہ اس کے دل میں اسلامی غیرت اور محبت نے جوش مارا۔

اصل میں ان لوگوں میں تزکیہ نفس نہیں ہے۔ جب انسان تزکیہ نفس اختیار کرتا ہے تو قرآن شریف کے معانی اور معارف اس پر کھولے جاتے ہیں۔[1]

ضرورت مجدد

فرمایا:-

ان علماء نے ایسے عقائد کے ساتھ عیسائیوں کی بہت امداد کی ہے حضرت عیسٰی کو خصوصیت کے ساتھ ایسے صفات دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسرے انسانوں میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔ عیسائیوں کو اس سے مدد مل جاتی ہے کہ جب تم خود کہتے ہو کہ یہ صفات کسی انسان میں نہیں پائے جاتے تو ضرور ہے کہ وہ خدا ہو جس میں خاص بلا شرکت غیر ایسے صفات پائے جاتے ہیں۔

---

[1] الحکم سے:- "تزکیہ نفس ایک ایسی چیز ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے حصہ کی سمجھ اس کے بغیر آ ہی نہیں سکتی۔ جن لوگوں کا تزکیہ نفس ہوتا ہے اور جو پاک دل اور مطہر لوگ ہوتے ہیں ان کو بہت سی باتیں خود بخود ہی ایسی سوجھ جایا کرتی ہیں جو کہ قرآن مجید کے منشاء کے مطابق ہوتی ہیں اور قرآن مجید خود بخود ہی حل ہوتا جاتا ہے۔"

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۹ صفحہ ۹ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

اس وقت اسلام پر دو بڑے فتنے ہیں۔ ایک تو بیرونی فتنہ ہے کہ کئی لاکھ آدمی مرتد ہو کر عیسائی ہو چکا ہے اور باقی بہت سے نیم مرتد پھرتے ہیں۔ ارتداد کے دروازے ہر طرف سے کھلے ہیں۔ دوسرا بیرونی[۱] فتنہ ہے کہ مسلمان لوگ اپنے عقائد کے ساتھ اس ارتداد میں امداد کرتے ہیں۔ کیا ایسے فتنہ عظیمہ کے وقت کسی مجدد کے آنے کی ضرورت نہیں؟ قاعدہ ہے کہ جس قسم کی اصلاح کے واسطے کوئی شخص دنیا میں آتا ہے۔ اس کے مطابق اس کا نام بھی رکھا جاتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں بڑا فتنہ عیسویت کا تھا۔ اس واسطے اس کی اصلاح کے واسطے جو مجدد بھیجا گیا اس کا نام مسیح ہی رکھا گیا ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۳ صفحہ ۷ مورخہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[۲]

مُردہ کو طعام کا ثواب پہنچتا ہے

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مُردے کو کھانے کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور ساتھ ہی مختلف اشیاء کے نام لے لیکر تفصیل وار پوچھنا شروع کر دیا کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

طعام کا ثواب پہنچتا ہے بشرطیکہ حلال کا طعام ہو۔

قرآن شریف جس طرز سے حلقہ باندھ کر پڑھتے ہیں یہ تو سنت سے ثابت نہیں۔ ملاں لوگوں نے اپنی آمدن کے لئے یہ رسمیں جاری کر دی ہیں۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ چاہے تو مُردہ کے

---

۱ یہ لفظ "اندرونی" ہے جو کاتب کی غلطی سے "بیرونی" لکھا گیا ہے (مرتب)

۲ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ملفوظات پر گو کوئی تاریخ درج نہیں لیکن اندازہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۰۷ء کی کسی تاریخ کے یہ ارشادات ہیں (مرتب)

حق میں دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ اپنے ہاتھ سے ایک پیسہ دینا بھی بہتر ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ کوئی دوسرا آدمی اس کے عوض میں بہت سا مال خرچ کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پہ قادر ہے وہ نیتوں کو جانتا ہے اور وہی ثواب پہنچانے والا ہے جب یہ بات ثابت ہے کہ مُردوں کو بھی ثواب مِل جاتا ہے تو پھر تفصیلوں کی کیا ضرورت ہے؟

اس عالم کی تفصیل نہیں ہو سکتی

ایک صحابیؓ کا بیٹا دعا مانگا کرتا تھا کہ یا اللہ مجھے بہشت بھی دے اور انار اور انگور بھی دے۔ صحابیؓ نے کہا کہ جب بہشت مل گیا تو انار انگور سب چیزیں اسی میں آگئیں اس کی تفصیلوں کی ضرورت کیا ہے۔ اس عالم کی تفصیلیں ہو نہیں سکتیں۔ وہ تو ایک پوشیدہ اور مخفی عالم ہے۔

دنیا کی حالت

فرمایا:-

آجکل دُنیا کی عجیب حالت ہو رہی ہے۔ تم لوگ اچھی طرح سے نظر ڈال کر دیکھ لو شہروں اور بازاروں میں جا کر دیکھ لو۔ لاکھوں اور کروڑوں آدمی اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر محض دنیا کی خاطر مارے مارے پھرتے ہیں۔ ایسے آدمی تھوڑے نکلیں گے جو دین کی غرض سے گھومتے ہوں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے تو یہی دعا سکھلائی تھی کہ صراط الذین انعمت علیہم[1] کہ یاالٰہی وہ راہ دکھا اور اسی راہ پر چلنے کی توفیق دے جس پر چلنے سے منعم علیہ گروہ میں شامل ہو جاویں

زندگی کی اصل غرض

اصل مقصد انسان کا تو دین ہونا چاہیئے اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ جو لوگ یہاں دین کی خاطر آتے ہیں ان کو کچھ دن ضرور ٹھہرنا چاہیئے۔ شاید کوئی مفید کلمہ ان کے کانوں میں پڑ جاوے بعض لوگوں کی کوششیں اور تدبیریں محض دنیا کمانے کی خاطر ہوتی ہیں۔ یہانتک کہ بڑی بڑی پنشنیں پا لیتے ہیں لیکن پھر بھی بس نہیں کرتے۔ اندر ہی اندر اس جستجو میں لگے رہتے ہیں

[1] الفاتحہ : ۷

کہ اب کوئی خطاب ہی مل جاوے لیکن جونہی یہ مال متاع چھوٹتا نظر آتا ہے اور موت سر پر آجاتی ہے تب ہاتھ ملتے ہیں۔

دُنیا کی محبت کا آخری نتیجہ دُکھ ہوتا ہے

کہ اد ہو یہی دنیا تھی جس کے لئے ہم مارے مارے پھرتے تھے اور ہر وقت اسی کی فکر اور غم میں مبتلا رہتے تھے اور اس وقت سخت دکھ اور پریشانی ہوتی ہے اور اسی میں جان نکل جاتی ہے۔

فرمایا:۔

جب ایک چیز کی کثرت ہو جاوے تو پھر اس کی قدر نہیں رہتی۔ پانی اور اناج جیسی کوئی چیز نہیں اور یہ سب چیزیں آگ، ہوا، مٹی، پانی ہمارے لئے نہایت ہی ضروری ہیں

ایک چیز جب کثرت سے مل جاوے تو پھر انسان غلطی سے اس کی بے قدری کرتا ہے

مگر کثرت کی وجہ سے انسان ان کی قدر نہیں کرتا۔ لیکن اگر ایک جنگل میں ہو اور کروڑہا روپیہ بھی پاس ہو۔ مگر پانی نہ ہو تو اس وقت کروڑہا روپیہ بھی ایک گھونٹ کے بدلے دینے کو تیار ہوتا ہے اور آخر بڑی حسرت سے مرتا ہے۔ دُنیا کی دولت چیز ہی کیا ہے۔ جس کے لئے انسان مارا مارا پھرتا ہے۔ ذرا سی بیماری آجاوے۔ پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے مگر شکم ایک منٹ کے لئے بھی نہیں آتا۔ جب یہ حال ہے تو انسان کی یہ کس قدر غفلت ہے کہ اس حقیقی کارساز کی طرف توجہ نہ کرے جس کا بنایا ہوا یہ سب کارخانہ ہے اور اس کا ذرہ ذرہ جس کے تصرف اور اختیار میں ہے۔

جلد بازی اچھی نہیں

فرمایا:۔

لوگ تلاش کرتے ہیں کہ ہمیں حقیقت ملے۔ لیکن یہ بات جلد بازی سے حاصل نہیں ہوا

کرتی۔جب انسان کی رُوح مکمل کر آستانۂ الوہیت پر گرتی ہے اور اسی کو اپنا اصل مقصود خیال کرتی ہے تب اس کے لئے حقیقت کا دروازہ بھی کھولا جاتا ہے لیکن یہ سب کچھ خدا تعالےٰ کے فضل پر موقوف ہے اور صحبت صادقین سے یہ باتیں حاصل ہوا کرتی ہیں۔

عمر کا حساب رکھو

فرمایا:-

لوگ دنیا کا حساب و کتاب کس قدر محنت سے یاد رکھتے ہیں لیکن عمر کا حساب نہیں رکھتے اور خیال بھی نہیں کرتے کہ اب عمر کا کس قدر حصہ باقی رہ گیا ہے اور اس کا اعتبار کیا ہے۔

فرمایا:۔

دُنیا دار دنیا کے ہم و غم میں ایسا غرق ہوتا ہے کہ انجام کا اُسے بھُولے سے بھی خیال نہیں گذرتا اور جس طرح ایک خارش والا بس نہیں کرتا جب تک کہ خون نہ نکل آوے۔

دنیادار کی حالت کا مختصر نقشہ

اسی طرح وہ کبھی سیر نہیں ہوتا اور کُتّے کی طرح اپنا خون آپ پیتا ہے اور جانتا نہیں کہ دُنیا کی زندگی چیز ہی کیا ہے۔ اسی واسطے اللہ کریم نے مسلمانوں کو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین والی دعا سکھائی ہے کہ جو لوگ اسی دُنیا کے کیڑے ہوتے ہیں اور اسی دُنیا کی خاطر رسُولوں اور نبیوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور پھر اسی دنیا میں ہی ان پر عذاب نازل ہوتا ہے ان میں شامل ہونے سے بچا۔ یہ بڑے خطرے کا مقام ہے۔ دیکھو اب تو مرنے کے لئے نئے نئے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ بہت سی ایسی بیماریاں نکل آئی ہیں جو بالکل نئی ہیں اور پھر طاعون کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ گھر کے گھر خالی ہو گئے ہیں اور دنیا میں ایک تباہی آگئی ہے۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰ صفحہ ۷ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء)

۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۷ء
(بوقت ظہر)

ملہم اور جنون

فرمایا:-

ہماری جماعت میں کوئی بیس[۲۰] پچیس[۲۵] بلکہ تیس[۳۰] کے قریب ایسے آدمی ہوں گے جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مجھے ان کے جنون کا ہی اندیشہ رہتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنی حالت کا مطالعہ کرے اور اپنے اس معاملہ کو دیکھے جو وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے اور حدیث النفس کا خیال نہ رکھے۔ ایسے لوگوں کے خط جب مجھے بھی آتے ہیں تو بجائے اس کے کہ میں خوش ہوں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ان کو جنون نہ ہو جاوے۔

کاہن اور مجنون کی کیوں تردید کی

جب وہ خط میں پڑھتا ہوں تو بدن کانپ جاتا ہے۔ اللہ کریم نے کاہنوں اور مجنونوں کی جو تردید کی ہے تو اسی واسطے کہ آخر ان کو بھی بعض باتیں معلوم ہو جایا کرتی ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے تعلق کو خدا تعالیٰ سے پاک کرے۔ زانی، فاسق، فاجر تو ابھی توبہ کر سکتے ہیں مگر ایسے لوگ کبھی توبہ نہیں کرتے کیونکہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھ لیتے ہیں اور ایسی باتوں سے اکڑباز ہو جاتے ہیں۔

الزامی جواب دینے کی وجہ

فرمایا:-

موقعہ کے مناسب حال بعض اوقات الزامی جوابات دینے پڑتے ہیں۔ جب دل بہت دکھایا جاتا ہے تو عیسائیوں کو متنبہ کرنے کے لئے کہ اگر جواب انہیں باتوں کو کہا جاتا ہے تو ایسا جواب ہم بھی دے سکتے ہیں۔ انہیں کی کتابوں سے وہ باتیں پیش کی جاتی ہیں اور ایسے

جواب قرآن مجید میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ وہ جواب صرف پادریوں کو متنبہ کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ ورنہ حضرت عیسیٰؑ کو ہم خدا تعالیٰ کا رسول اور خدا تعالیٰ کا مقبول اور برگزیدہ سمجھتے ہیں۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰ صفحہ ۷۔۸ مورخہ ۱۰ر نومبر ۱۹۰۷ء)

۲۳ر اکتوبر ۱۹۰۷ء

(بوقت سیر)

جادو شیطان کی طرف سے ہے

ایک شخص نے سوال کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کافروں نے جو جادو کیا تھا۔ اس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

جادو بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رسُولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے۔ بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جاتا ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لایفلح الساحر حیث اتی [1] (۱۶/۱۲)۔ دیکھو حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر جادو تھا آخر موسیٰؑ غالب ہوا کہ نہیں؟ یہ بات بالکل غلط ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر جادو غالب آگیا۔ ہم اس کو کبھی نہیں مان سکتے۔ آنکھ بند کر کے بخاری اور مسلم کو مانتے جانا یہ ہمارے مسلک کے برخلاف ہے۔ یہ تو عقل بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ ایسے عالی شان نبی پر جادو اثر کر گیا ہو۔ ایسی باتیں کہ اس جادو کی تاثیر سے (معاذ اللہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حافظہ جاتا رہا۔ یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتیں۔

خبیثوں کی کرتوت

معلوم ہوتا ہے کہ کسی خبیث آدمی نے اپنی طرف سے ایسی باتیں ملا دی ہیں۔ گو ہم

[1] طٰہٰ : ۷۰

نظر تہذیب سے احادیث کو دیکھتے ہیں لیکن جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے برخلاف ہو اس کو ہم کب مان سکتے ہیں۔ اس وقت احادیث جمع کرنے کا وقت تھا۔ گو انہوں نے سوچ سمجھ کر احادیث کو درج کیا تھا مگر پوری احتیاط سے کام نہیں لے سکے۔ وہ جمع کرنے کا وقت تھا لیکن اب نظر اور غور کرنے کا وقت ہے۔

آثارِ نبی جمع کرنا کارِ ثواب ہے

آثارِ نبی جمع کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ لیکن یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جمع کرنے والے خوب غور سے کام نہیں لے سکتے۔ اب ہر ایک کا اختیار ہے کہ خوب غور اور فکر سے کام لے جو ماننے والی ہو۔ وہ مانے اور جو چھوڑنے والی ہو وہ چھوڑ دے۔ ایسی بات کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) جادو کا اثر ہو گیا تھا۔ اس سے تو ایمان اُٹھ جاتا ہے

ایمان کا خیال رکھو

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اذ یقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا[1] ایسی ایسی باتیں کہنے والے تو ظالم ہیں نہ مسلمان۔ یہ تو بے ایمانوں اور ظالموں کا قول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) سحر اور جادو کا اثر ہو گیا تھا۔ اتنا نہیں سوچتے کہ جب (معاذ اللہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے تو پھر اُمّت کا کیا ٹھکانا! وہ تو پھر غرق ہو گئی۔ معلوم نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جس معصوم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء مسِ شیطان سے پاک سمجھتے آئے ہیں یہ ان کی شان میں ایسے ایسے الفاظ بولتے ہیں

فرمایا:۔

یہ بات تو ہمارے وہم و قیاس میں بھی نہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے ہمارا نام مریم رکھا ہے اور پھر اس میں نفخ رُوح کر کے عیسیٰ پیدا کیا ہے۔

---

[1] بنی اسرائیل: ۴۸

فرمایا:۔

باوجود براہین احمدیہ کے ریویو لکھنے کے کسی نے اس پر جرح نہیں کی کہ کیوں مریم نام رکھا۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اسی کتاب میں یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک کا الہام بھی درج ہے مگر اس طرف کسی نے ذرا بھی توجہ نہ کی۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰ صفحہ ۸ مورخہ ۱۰ر نومبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ[1]

فرمایا:۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم انبیاء کو گالی نکالتے ہیں۔ حالانکہ کسی کو وفات یافتہ کہنا گالی نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب وفات پا گئے تو اور کون ہے جو زندہ رہے۔ انہوں نے خود مر کر دکھایا کہ سب نبی فوت ہو گئے ہیں اور پھر معراج کی رات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسٰیؑ کو وفات یافتہ انبیاء میں دیکھا۔

انبیاء کو کون گالی نکالتا ہے

اصل میں گالی تو یہ لوگ نکالتے ہیں جو افضل الرسل سید المعصومین کو (معاذ اللہ) شیطانی مس سے آلودہ سمجھتے ہیں اور حضرت عیسٰیؑ کو پاک سمجھتے ہیں۔ کتنے اندھیر کی بات ہے کہ یہ

---

[1] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کلمات طیبات پر بھی کوئی تاریخ درج نہیں۔ اندازاً اکتوبر ۱۹۰۷ء کی کسی تاریخ یا نومبر کے ابتدائی ایام کے ملفوظات معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (مرتب)

لوگ باوجودیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء سمجھتے ہیں۔ انہیں کا کلمہ پڑھتے اور انہیں کی اُمت سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر پھر انہیں سے نافرمان ہوکر انہیں پر الزام لگاتے ہیں۔ یہ آخری زمانہ ہے اگر عیسائی ہدایت پا جائیں تو پا جائیں مگر یہ لوگ اپنے اس عقیدہ سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اسی کی تائید پر زور دیں گے۔

بشر آسمان پر جا ہی نہیں سکتا

اتنا نہیں سوچتے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزہ مانگا گیا تھا۔ اوترقیٰ فی السماءِ[1]۔ یعنی آسمان پر چڑھ جاؤ کہا گیا تھا تو خداتعالیٰ نے یہی جواب دیا تھا کہ قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسولاً[2] (۹۴) یعنی خداتعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے وعدے کا تخلف کرے۔ میں تو ایک بشر رسُول ہوں۔ بشر رسُول آسمان پر نہیں جایا کرتے۔ اب یہ لوگ جو حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر چڑھاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اُسے بشر بھی نہیں سمجھتے۔ کیونکہ بشر کے لئے تو خداتعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آسمان پر نہیں جاسکتا۔ اصل میں یہ لوگ اسلام کے سخت دشمن ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پاس کرو

جس شخص کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پاس نہیں وہ بے ایمان ہے۔ خداتعالےٰ تو ایک مومن کا بھی پاس کرتا ہے جیسے فرمایا واللّٰہ ولی المومنین[2] (۶۹) ۔ واللّٰہ ولی المتقین[3] (۲۰)۔ افسوس ان لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کیسے کیسے الزام لگائے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک چاروں طرف دوڑو۔ کسی سچے مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت عیسیٰؑ تو مسِّ شیطان سے پاک ہیں لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) پاک نہیں۔ اس بات کا ہمیں کوئی جواب دے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یونس* سے بھی گئے گذرے ہوگئے؟ افسوس کہ ان لوگوں نے دین کا ستیاناس

* حاشیہ۔ یہ فقرہ "حضرت عیسیٰؑ سے بھی گئے گذرے ہوگئے" ہونا چاہیئے کیونکہ انہیں کا ذکر چل رہا ہے۔ غالباً سہو کتابت سے "یونس" لکھا گیا ہے۔ (مرتب)

[1] بنی اسرائیل: ۹۴ [2] آل عمران: ۶۹ [3] الجاثیہ: ۲۰

کر دیا۔ جب کافروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائی تھیں کہ آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر دکھا دیں اس کے بعد ہمارا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں ہو گا بلکہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ تو ہمیں بتلاؤ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر چڑھنے سے کیوں انکار کر دیا تھا اور کیوں کہہ دیا تھا کہ بشر آسمان پر نہیں جا سکتا اور پھر ان لوگوں کے پاس اگر کسی بشر کے آسمان پر جانے کی نظیر موجود تھی تو وہ پیش کر دیتے۔ کیوں وہ اس جواب کے سنتے ہی خاموش ہو گئے۔ ہمیں بتلاؤ کہ جب انہوں نے آسمان پر چڑھتے دیکھ کر ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا تو کیوں نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر چڑھ کر دکھا دیا۔ یہ کیوں کہہ دیا کہ سبحان ربّی ھل کنت الاّ بشرًا رسولًا۔[1]

سُبحان کے معنے

سبحان کا لفظ اس واسطے بولا گیا ہے کہ سبحان کے معنے ہیں ہر عیب سے مبرا۔ لیکن وعدہ کو توڑنا تو سخت عیب ہے۔ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا تھا کہ الم نجعل الارض کفاتًا احیاءً و امواتًا (۲۶ / ۲۷)[2] جس کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے زمین کو زندوں اور مُردوں کے سمیٹنے کے لئے کافی بنایا ہے اور اس میں ایک کشش ہے جس کی وجہ سے زمین والے کسی اور جگہ زندگی بسر کر ہی نہیں سکتے۔ اب اگر بشر آسمان پر گیا ہوا مان لیا جاوے تو نعوذ باللہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ توڑ دیا۔ غرض اسی کی تائید کے واسطے سبحان کا لفظ بولا گیا ہے کہ اللہ بے عیب ہے وہ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ اور میں تو ایک بشر ہوں۔ بشر آسمان پر نہیں جا سکتا۔

اور نہیں تو حضرت عیسیٰؑ کا ہی کہا مانو

اور پھر دیکھو کہ فلمّا توفیتنی میں حضرت عیسیٰؑ کا صاف طور پر اقرار موجود ہے کہ عیسائیوں کے بگڑنے کی مجھے خبر نہیں۔ اب ان لوگوں کی یہ عجیب قسم کی مولویت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تو قیامت کے دن اقرار کریں گے کہ میں دوبارہ زمین پر نہیں گیا اور عیسائیوں

[1] بنی اسرائیل : ۹۴ [2] المرسلات : ۲۶

کے بگڑنے کا جب اُن سے سوال کیا جائے گا تو وہ کانوں پر ہاتھ دھریں گے اور اپنی بے خبری جتلائیں گے۔ لیکن یہ ہیں کہ ان کو دوبارہ اُتار رہے ہیں۔ اب انصاف سے بتلاؤ کہ کیا یہ ہماری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں؟ سوچو تو سہی کہ وہ تو بیچارے بار بار خدا تعالیٰ کے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ مجھے خبر نہیں کہ عیسائیوں نے مجھے پُوجا ہے یا کسی اور کو۔ اور اپنے خدا یا خدا کا بیٹا بنائے جانے سے لاعلمی ظاہر کریں گے مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے دنیا میں نازل ہوں گے۔ کسرِ صلیب کریں گے۔ لڑائیاں کریں گے اور سب مشرکوں کو قتل کر کے مسلمان کر دیں گے۔

کیا حضرت عیسیٰؑ نے جھوٹ بولا؟

جس سے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے اور باوجود عیسائیوں کے اعتقاد سے خبر رکھنے کے لاعلمی ظاہر کریں گے۔

اور پھر یہ بھی یاد رکھو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اس کے لئے چند نشان ہوا کرتے ہیں جن سے اس کی سچائی پرکھی جاتی ہے۔

اوّل یہ کہ وہ پاک اور صاف تعلیم لے کر آتا ہے۔ جب اس کی تعلیم گندی ہوگی تو اس کو قبول کون کرے گا! دیکھو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیسی پاک ہے۔ اس میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں اور کسی قسم کے شرک کی گنجائش نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ بڑے بڑے نشان ہوتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی دُنیا میں کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

تیسرے یہ کہ گذشتہ انبیاء کی جو پیشگوئیاں اس کے متعلق ہوتی ہیں وہ اس پر صادق آتی ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس وقت زمانہ کی حالت خود ظاہر کرتی ہے کہ کوئی مامور من اللہ آوے

پانچویں بات یہ ہے کہ سچے مدعی کا صدق اور اخلاص، استقلال اور تقویٰ نہایت اعلیٰ

درجہ کا ہوتا ہے اور اس میں ایک کشش ہوتی ہے جس سے وہ اوروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے
تمام قرآن مجید میں یہی موٹی باتیں ہیں جن سے کسی مامور کی سچائی کا پتہ لگتا ہے۔ اب
جس کو ایمان کی ضرورت ہے وہ یہی پانچ علامتیں پیش کر کے ہمارا امتحان کر لے۔

اور پھر دیکھو کہ یہ لوگ خود بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آیا کرتا ہے لیکن افسوس کہ بقول ان کے چودھویں صدی کے سر پر کوئی مجدد نہ آیا۔ حالانکہ چوتھائی حصہ صدی کا گذر بھی گیا ہے اور ہزارہا لوگ دینِ اسلام سے مُرتد بھی ہو چکے ہیں۔ ہر ایک خاندان اور ہر ایک قوم کے لوگ عیسائی بن چکے ہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ اگر ایک مسلمان بھی مُرتد ہو جاتا تھا تو قیامت برپا ہو جاتی تھی۔ لیکن اب تو ہر ایک قوم سادات، مُغل، قریش، پٹھان اور ہر ایک طبقہ کے لوگ عیسائی مذہب میں موجود ہیں اور مخلوق پرستی کا وہ طوفان برپا ہے کہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ایسا سُننے میں نہیں آیا۔ تو اب بتلاؤ کہ جن صدیوں میں ایسا طوفان نہ تھا اُن میں تو مجدد آتے رہے لیکن جس صدی میں اسلام کو نیست و نابود کرنے کے ہزارہا سامان پیدا ہو گئے اور لاکھوں انسان مُرتد ہو گئے اور بے دینی اور فسق و فجور حد سے زیادہ بڑھ گیا اور صدی میں سے پچیس برس گذر بھی گئے اس میں کوئی مجدد نہ آیا۔

اس صدی کو کیا ہو گیا

اور جو دعویٰ کرتا ہے کہ اس صدی کا مجدد میں ہوں تو اُسے دجّال سمجھا جاتا ہے اور کذّاب اور مُفتری خیال کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو چاہیئے تھا کہ ہمارے انجام کو دیکھتے۔ ہم نے ایک سَو ساٹھ نشانات کتاب حقیقۃ الوحی میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ درج کئے ہیں۔ اب ان کو چاہیئے کہ کسی جھوٹے میں وہ نشانات ثابت کریں۔

تعلیم کی نسبت سُن لو کہ ہم ان ناپاکیوں کو دُور کرتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر لگائی جاتی ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسّ شیطان سے پاک نہیں۔

سب سے بڑھ کر پاک نبی ہم کہتے ہیں کہ وہ افضل الرسل، سید المعصومین، رحمۃ للعالمین اور

خاتم النبیین ہیں اور مس شیطان سے سب سے بڑھ کر پاک ہیں اور تمام کمالات نبوت انہیں کی ذات پاک پر ختم ہو گئے ہیں۔

اسی طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ ہم ایمان لاتے ہیں کہ کوئی بشر آسمان پر نہیں جا سکتا۔ قرآن مجید میں صاف طور پر سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا[1] (۹۵) لکھا ہے اور پھر اسی قرآن مجید میں فلما توفیتنی[2] بھی درج ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئے ہوتے کسر صلیب کی ہوتی۔ کافروں کو قتل کیا ہوتا۔ تو کیا اُن کو قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے حضور میں یہی جواب دینا چاہیئے تھا کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی خبر نہیں؟ باوجودیکہ دوبارہ آکر انہوں نے کافروں اور مشرکوں کو مسلمان کیا۔ اپنے ذاتی مشاہدہ سے تمام حالات معلوم کر لئے مگر خدا تعالیٰ کے روبرو کہیں گے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی خبر نہیں۔ کیا وہ خدا تعالیٰ کے عرش کے سامنے جھوٹ بولیں گے اور خدا تعالیٰ خاموش ہو رہے گا؟ کیا خدا تعالیٰ اتنا بھی نہ کہے گا کہ تم کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ تم تو دوبارہ دنیا میں گئے تھے۔ عیسائیوں کو تم نے مسلمان کیا تھا۔ پھر یہ کیوں کہتے ہو کہ اس کی خبر نہیں؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ عدالتوں میں بھی انسان حلف دروغی کے باعث پکڑا جاتا ہے تو کیا خدا تعالےٰ کی درگاہ میں جھوٹ کی پرسش نہیں ہو گی؟ افسوس کہ ان لوگوں نے خدا تعالےٰ کی ذات بابرکات اور صفات کو بٹہ لگایا۔ قرآن مجید کی توہین کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ تمام راستبازوں کی توہین کی۔ اب ایسے مذہب کو کون قبول کرے؟ ایسی باتیں تو وہی بولے گا جس کو خدا تعالیٰ کا خوف نہ ہو۔ دوسرا شخص ایسی باتوں کو کب مان سکتا ہے۔

بار بار ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے نبی اور رسول ہونے کی دلیل کیا ہے۔

اوّل تو ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ صرف نبی اور رسول ہونے کا نہیں ہے اور نہ ہم کسی شریعت لانے کے مدعی ہیں۔ بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ میں ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی اور وہ نبوت براہ راست نہیں بلکہ امتی ہونے کی

[1] بنی اسرائیل: ۹۴ [2] المائدۃ: ۱۱۸

کامل برکات نے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیوض تامہ نے مجھے یہ درجہ نبوت بخشا ہے اور درحقیقت وہ نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی جو میرے آئینہ صافیہ میں جلوہ نما ہوئی ہے۔ اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ میرے پاس بھی اپنی اس قسم کی نبوت کے وہی دلائل ہیں جو سب انبیاء کے پاس ہوتے چلے آئے ہیں۔ بعض انبیاء کے پاس تو صرف ایک دلیل تھی۔ کہاں لکھا ہے کہ ان کے پاس پچاس یا ساٹھ نشان تھے بلکہ اکثر انبیاء کے لئے تو یا اس سے بھی کم نشان ہوا کرتے تھے۔ لیکن ہم نے تو نہایت اختصار کے ساتھ لکھتے ہوئے ۱۸۷ نشان حقیقۃ الوحی میں لکھ دیئے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ابھی بڑے بڑے نشانوں کا وعدہ کرتا ہے۔ کم از کم یہ لوگ کچھ مدت کے لئے کفِ لسان اختیار کرتے اور ہمارے انجام کو دیکھتے۔ مگر افسوس کہ بغیر کسی یقینی علم اور پختہ دلیل کے ہماری تکفیر اور تکذیب پر آمادہ ہوگئے حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تقف ما لیس لك بہ علم (پ۱۵) اور اگر حضرت عیسیٰ کے مرنے پر ان لوگوں کو طیش آتا ہے تو یہ سچی بات ہے کہ وہ مر گئے ہیں اور سب انبیاء مرتے ہی آئے ہیں۔ آخر یہ لوگ بھی تو مانتے ہیں کہ وہ دوبارہ آکر مریں گے پھر تکفیر کے کیا معنے؟

باقی رہا یہ کہ عیسائیوں کو جواب دیتے وقت بعض اوقات سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو یہ بات بالکل صاف ہے جب ہمارا دل بہت دکھایا جاتا ہے اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے ناجائز حملے کئے جاتے ہیں تو صرف متنبہ کرنے کی خاطر انہیں کی مسلمہ کتابوں سے الزامی جواب دیئے جاتے ہیں۔

الزامی جواب

ان لوگوں کو چاہیئے کہ ہماری کوئی بات ایسی نکالیں جو حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہم نے بطور الزامی جواب کے لکھی ہو اور وہ انجیل میں موجود نہ ہو۔ آخر یہ تو ہم سے نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین سُنکر چُپ رہیں اور اس قسم کے جواب تو خود قرآن مجید

ؔ بنی اسرائیل : ۳۷

میں پائے جاتے ہیں جیسے لکھا ہے اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی [1] فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ [2] وہ لوگ فرشتوں کو خدا تعالےٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ کیا تمہارے بیٹے اور ہماری بیٹیاں؟

غرض الزامی رنگ کے جواب دینا تو طریق مناظرہ ہے۔ ورنہ ہم حضرت عیسٰی کو خدا تعالیٰ کا رسُول اور ایک مقبول اور برگزیدہ انسان سمجھتے ہیں اور جن لوگوں کا دل صاف نہیں اُن کا فیصلہ ہم خدا پر چھوڑتے ہیں۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۱۴ صفحہ ۳-۴ مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

(منقول از رسالہ تشحیذ الاذھان جلد ۲ نمبر ۹)

بد دُعا

فرمایا کہ

ذرا ذرا سی بات پر بد دُعا دینا اچھا نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں حکم آیا ہے کہ صبر کرو۔ جو لوگ ذرا ذرا سی بات پر بد دُعا دیتے ہیں اکثر انہیں پشیمان ہونا پڑتا ہے کیونکہ اس وقت تو وہ جوش میں آکر کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں اور پیچھے جب سوچتے ہیں تو خود ان کا نفس ان کو ملامت کرتا ہے کہ اس قدر خفیف معاملہ پر اس قدر خفگی اور ناراضی دکھائی جو اخلاق کے سراسر خلاف ہے۔

حرام و حلال

فرمایا کہ

جو چیز بُری ہے وہ حرام ہے اور جو چیز پاک ہے وہ حلال۔ خدا تعالےٰ کسی پاک چیز کو حرام قرار نہیں دیتا بلکہ تمام پاک چیزوں کو حلال فرماتا ہے۔ ہاں جب پاک چیزوں ہی میں

[1] النجم: ۲۲ [2] الصافات: ۱۵۰

بُری اور گندی چیزیں ملائی جاتی ہیں تو وہ حرام ہو جاتی ہیں۔ اب شادی کو دَف کے ساتھ شہرت کرنا جائز رکھا گیا ہے لیکن اس میں جب ناچ وغیرہ شامل ہو گیا تو وہ منع ہو گیا۔ اگر اسی طرح پر کیا جائے جس طرح نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تو کوئی حرام نہیں۔

رضا بالقضاء

برادرم[1] مبارک احمد کی وفات پر فرمایا کہ

خدا تعالیٰ اتنی مدت سے ہم پر رحم کرتا آیا ہے۔ ہر طرح سے ہماری خواہش کے مطابق کام کرتا آیا ہے اور اُس نے اٹھارہ برس کے عرصہ میں ہم کو طرح طرح کی خوشیاں پہنچائیں اور انعام و اکرام کئے۔ گویا اپنی رضا پر ہماری رضا کو مقدم کر لیا۔ پھر اگر ایک دفعہ اس نے اپنی مرضی ہم سے منوانی چاہی تو کون سی بڑی بات ہے۔ اگر ہم باوجود اس کے اس قدر احسانات کے پھر بھی جزع فزع اور واویلا کریں تو ہمارے جیسا احسان فراموش کوئی نہ ہوگا۔ اور پھر اس نے تو پہلے ہی اطلاع دے دی تھی کہ یہ جلد فوت ہو جائے گا جیسا کہ تریاق القلوب میں لکھا ہے۔

دوسرے یہ کہ دوستی تو اسی کو کہتے ہیں کہ کچھ دوست کی باتیں مانی جاویں اور کچھ اس کو منوائی جاویں۔ یہ تو دوستی نہیں کہ اپنی ہی منواتے جانا۔ اور جب دوست کی بات ماننے کا وقت آئے تو پھُلا منانا۔ پس جبکہ ہم نے خدا تعالیٰ سے تعلق کیا ہے تو چاہیئے کہ کچھ اس کی مانیں اور کچھ اس سے منوائیں۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ صفحہ ۸ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

بلا تاریخ

(القول الطیّب)

پہلی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں

جنگوں میں کام آنے والے نئے ہیلوں کا ذکر تھا اور اس امر کا ذکر تھا کہ بعض انگریز اس

[1] یہ فقرہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس وقت تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر تھے (مرتب)

تجویزیں ہیں کہ مریخ سیارے کے لوگوں سے باتیں کی جاویں۔

فرمایا:۔

یہ وہی بات پوری ہو رہی ہے جو ان کی نسبت پہلے سے کہا گیا ہے کہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے۔

فرمایا:۔

ان لوگوں کے واسطے خدا تعالیٰ نے ہر امر کے واسطے طاقت کھول دی ہے۔ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔

سید احمد صاحب مثیل یوحنا تھے

فرمایا:۔ جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے یوحنا نبی خدا تعالےٰ کی تبلیغ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اسی طرح ہم سے پہلے اسی ملک پنجاب میں سید احمد صاحب توحید کا وعظ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہ بھی ایک مماثلت تھی جو خدا تعالیٰ نے پوری کر دی۔

خدا کی اولاد سے کیا مراد ہے

فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہم کو مخاطب کیا ہے کہ اَنتَ مِنّی بِمَنزِلَۃِ اَولادی اس جگہ یہ تو نہیں کہا کہ تو میری اولاد ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ بمنزلہ اولاد کے ہے یعنی اولاد کی طرح ہے۔ اور دراصل یہ عیسائیوں کی اس بات کا جواب ہے جو وہ حضرت عیسیٰ کو حقیقی طور پہ ابن اللہ مانتے ہیں حالانکہ خدا تعالےٰ کی کوئی اولاد نہیں اور خدا تعالیٰ نے یہودیوں کے اس قول کا عام طور پر کوئی ردّ نہیں کیا جو کہتے تھے کہ نحن ابنٰؤا اللہ و احبّاؤہ[1] بلکہ یہ ظاہر کیا ہے کہ تم ان ناموں کے مستحق نہیں ہو۔ دراصل یہ ایک محاورہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدوں کے حق میں اکرام کے طور پہ ایسے الفاظ بولتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں ہے کہ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں اور میں اس کے ہاتھ

[1] المائدہ ۱۹

ہو جاتا ہوں اور جیسا کہ حدیثوں میں ہے کہ اے بندے مَیں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہ دیا۔ اور میں بھوکا تھا تو نے مجھے روٹی نہ دی۔ ایسا ہی توریت میں بھی لکھا ہے کہ یعقوب خدا کا فرزند بلکہ نخست زادہ ہے۔ سو یہ سب استعارے ہیں جو عام طور پر خدا تعالےٰ کی عام کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور احادیث میں ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے یہ الفاظ میرے حق میں اسی واسطے استعمال کئے ہیں کہ تا عیسائیوں کا ردّ ہو۔ کیونکہ باوجود ان لفظوں کے میں کبھی ایسا دعویٰ نہیں کرتا۔ کہ نعوذ باللہ میں خدا کا بیٹا ہوں بلکہ ہم ایسا دعویٰ کرنا کُفر سمجھتے ہیں۔ اور ایسے الفاظ جو انبیاء کے حق میں خدا تعالیٰ نے بولے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑا عزت کا خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ قل یٰعبادیؔ۔ جس کے معنے ہیں کہ اے میرے بندو۔ اب ظاہر ہے کہ وہ لوگ خدا تعالیٰ کے بندے تھے نہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بندے۔ اس فقرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ کا اطلاق استعارہ کے رنگ میں کہاں تک وسیع ہے۔

قبر حضرت مسیحؑ

ابو سعید عرب صاحب جو حال میں کشمیر کی سیاحت سے واپس آئے ہیں۔ انہوں نے حضرت اقدس (علیہ السلام) کی خدمت میں عرض کی کہ کشمیر کے اندر عام لوگ تو اب تک حضرت عیسیٰ کی قبر کو پہلے کی طرح نبی صاحب کی قبر یا عیسیٰ کی قبر کہتے ہیں مگر وہاں کے علماء جو اس سلسلہ احمدیہ کے حالات سے آگاہ ہوگئے ہیں۔ انہوں نے بسبب عداوت اب ایسا کہنا چھوڑ دیا ہے تاکہ اس فرقہ کو مدد نہ ملے۔

حضرت نے فرمایا۔

اب ان لوگوں کی ایسی کارروائیوں سے کیا بنتا ہے جبکہ پُرانی کتابیں جو کشمیر میں اور دوسری جگہوں میں موجود ہیں۔ اور ایک عربی پُرانی کتاب گیارہ سو برس کی جو کسی فاضل شیعہ کی تصنیف

ؔ الزمر: ۵۴

ہے۔ اس میں یُوز آسف کو شاہزادہ نبی لکھا ہے اور اس کی قبر کشمیر میں بتلائی ہے اور اس کا وقت بھی وہی لکھا ہے۔ جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت تھا۔ عیسائی بھی تو یہاں تک قائل ہوگئے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کا حواری تھا اور اس کے نام پر سسلی میں ایک گرجا بھی بنا ہوا ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ وہ حواری کون تھا جو شہزادہ بھی کہلایا ہو اور نبی بھی کہلایا ہو؟ اس کا جواب عیسائی نہیں دے سکتے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۵ صفحہ ۳ مورخہ ۷ نومبر ۱۹۰۷ء)